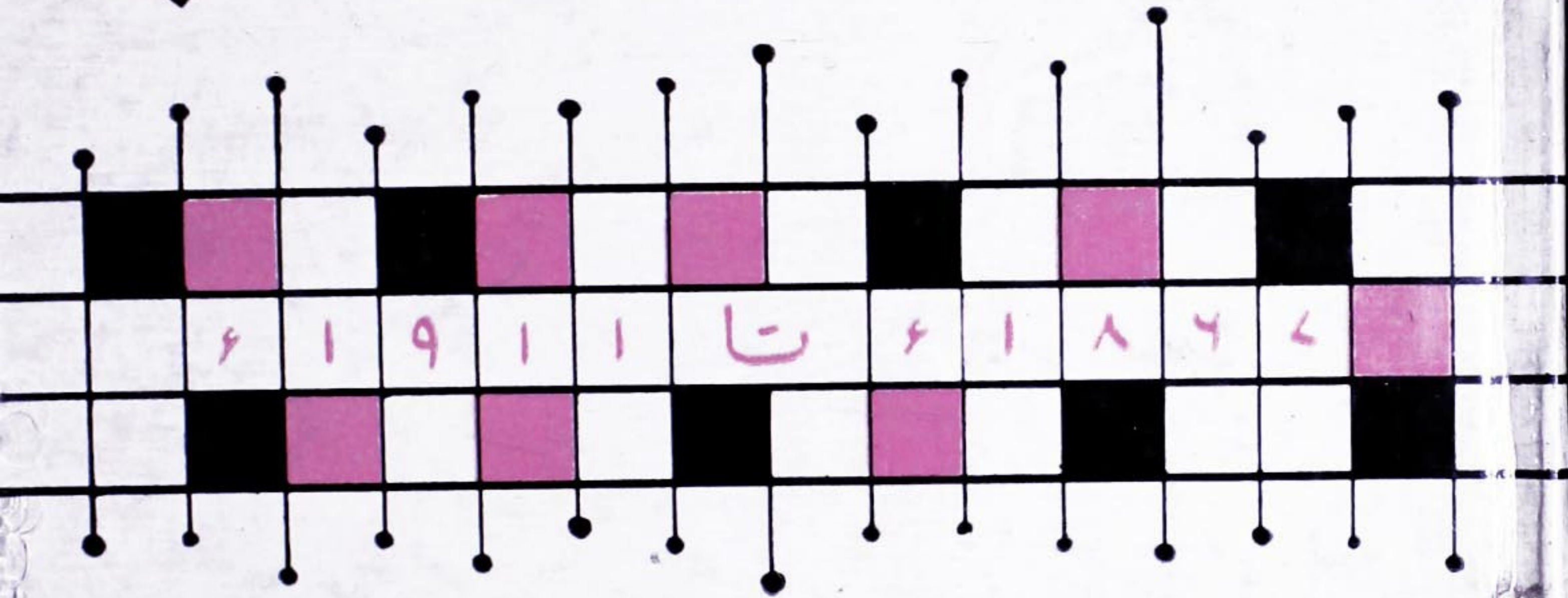


ایک نادر روزنامہ



مولوی سید منظر علی سندیلوی

مرتبہ
ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی

حدانچس اور سینٹیل پبلک لائبریری، پٹنہ

**Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.**

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ





ایک نادر روزنامہ

اٹھارہ سو سو سٹھ سے انیس سو گیارہ تک
(۶۱۸۶۶ — ۶۱۹۱۱)

مصنف

مولوی سید منظر علی سندیلوی

(۲ - ۶۱۹۱۱)



مرتبہ
ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی

حدابخش اور نیٹل پبلیک لائبریری، پٹنہ

تقسیم کار: • مکتبہ جامعہ ملیہ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵
صدر دفتر: 134921

• مکتبہ جامعہ ملیہ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵

شاخیں:

- مکتبہ جامعہ ملیہ، اردو بازار، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
- مکتبہ جامعہ ملیہ، پرنسس بڈنگ، بمبئی۔ ۱۱۰۰۰۳
- مکتبہ جامعہ ملیہ، لونیورٹی مارکیٹ، علیگرھ۔ ۲۰۲۰۰۱

قیمت : تیس روپے

۱۹۹۰ء

برٹی آرٹ پریس (پروپرائیٹرز) مکتبہ جامعہ ملیہ، پوڈی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی میں طبع ہوئی



مولوی سید مظہر علی سندیلوی (م-۱۹۱۱ء)
مصنف "روزنامہ چہ"

فہرست

ایک	مقدمہ
	باب اول:
۱	واقعات ہند
	باب دوم:
۵۳	ہندوستان کی ریاستیں اور تعلقے
	باب سوم:
۷۱	واقعات بیرون ہند
	باب چہارم:
۹۷	مقامی حالات لکھنؤ، ہردوئی وغیرہ کے
	باب پنجم:
۱۹۱	ذاتی حالات و واقعات

نور الحسن ہاشمی

(سوانحی خاکہ)

• نام: سید نور الحسن ہاشمی ولد سید مجتبیٰ علی
 • مسکن: محلہ قطب پور، ڈالی گنج، لکھنؤ۔
 • تعلیمی استعداد: ایم۔ اے (انگریزی)، لکھنؤ یونیورسٹی ۱۹۳۵ء۔ ایم۔ اے (اردو)، علی گڑھ یونیورسٹی ۱۹۳۹ء۔ ایم۔ اے (فارسی)، لکھنؤ یونیورسٹی ۱۹۵۰ء۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (اردو)، علی گڑھ یونیورسٹی۔ موضوع: دلی کادستان شاعری۔
 ڈی۔ لٹ (اردو)، لکھنؤ یونیورسٹی۔ موضوع: تدوین۔ کلیات دلی۔

• معلمی کا تجربہ: لیکچرار، برہنیت ریسرچ اسکالرشپ، شعبہ اردو، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ ۲۳-۱۹۴۷ء/لیکچرار، شعبہ اردو، دلی کالج ۲۵-۱۹۴۴ء/لیکچرار، ریڈر، پروفیسر و صدر شعبہ اردو، فارسی، لکھنؤ یونیورسٹی ۱۹۷۴-۱۹۴۵ء۔
 آپ کی نگرانی میں دس بی۔ ایچ۔ ڈی کے طلباء نے اردو میں دیگر زبان حاصل کیں اور دو نئے فارسی میں، اسی طرح دو نئے ڈی۔ لٹ کی ڈگری فارسی میں اور چار نے اردو میں حاصل کیں۔

• مطبوعات: دلی کادستان شاعری۔ ۵ اڈیشن۔ تدوین کلیات دلی۔ ۴ اڈیشن۔ تدوین: نو طرز مرصع۔ دو اڈیشن۔ تخیل و تدوین روزنامہ مولوی سید مظہر علی سندیلوی بعنوان: ایک نادر روزنامہ۔ تدوین کلیات حسرت دہلوی، لکھنؤ۔ تدوین: بکت کہانی (بہ شرکت ڈاکٹر مسعود حسین خاں)، ۴ اڈیشن۔ تدوین غنوی طوطی نامہ از حسرت دہلوی۔ تدوین غنوی سراپا سوز از محمد صادق خاں اختر۔ ادب کیا ہے؟ (تنقیدی مضامین)، ۴ اڈیشن۔ ادب کا مقصد (تنقیدی مضامین)۔ (۴ اڈیشن)۔ ناول کیا ہے؟ ۶ اڈیشن بہ شرکت ڈاکٹر محمد احسن فاروقی۔ ترجمہ کینڈ ڈا از جارج برنارڈشا۔ سیاسی نظریے (ترجمہ)، دو اڈیشن۔ مزیدار قاعدہ (منظوم)۔ بچوں کے لیے، ریسرچ دلی (انتخاب)، ۶ اڈیشن۔ تذکرہ شاہیر سندیلو۔ انتخاب سب رس۔ اندرون (منظومات)۔ ساز اودھی میں نغمہ غالب (منظوم اودھی میں غالب کے یک صد اشعار کا ترجمہ)۔ دلی (انگریزی)، مطبوعہ سہتیہ اکادمی۔ دلی (اردو) مطبوعہ سہتیہ اکادمی نئی دہلی۔ مرتب: لکھنؤ اور جنگ آزادی۔ مرتب: فسانہ اعجاز کی پہلی تقلید مصنف ۱۸۴۲ء۔

• دیگر: ایڈیٹر، رسالہ جامعہ (جامعہ ملیہ نئی دہلی)۔ ۲۳-۱۹۳۶ء۔ سکریٹری، اردو اکادمی، جامعہ ملیہ نئی دہلی۔ ۴۰-۱۹۳۹ء۔
 ایڈیٹر، رسالہ فروغ اردو، لکھنؤ۔ ۶۸-۱۹۵۴ء۔ ممبر یوپی سرکار ہائی پاور کمیٹی (کتابوں پر انعامات دینے کے لیے نیز مستحق اور نادر اردو ادیبوں کو وظائف دینے کے لیے)۔ ۷۲-۱۹۶۲ء۔ ممبر جنرل کونسل انجمن ترقی اردو (ہند نئی دہلی)۔ ۸۱-۱۹۷۶ء۔ ممبر مجلس انتظامیہ، رضا لائبریری، رام پور۔ ۸۰-۱۹۷۵ء۔ ممبر کونسل و مجلس عابد، یوپی اردو اکادمی، لکھنؤ۔ ۷۵-۱۹۷۲ء۔ والس پرسیدنٹ، یوپی اردو اکادمی، لکھنؤ۔ ۷۷-۱۹۷۵ء۔ پریسڈنٹ اردو اکادمی، لکھنؤ۔ ۷۹-۱۹۷۷ء۔ فی الحال اردو اکادمی، لکھنؤ اور محترم الدین علی احمد میموریل کمیٹی، لکھنؤ کی مجلس عاملہ کو نسل کے ممبر ہیں۔

• انعامات: فارسی میں سند اعزاز از طرف صدر جمہوریہ ہند۔ غالب ادارہ از طرف غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی۔
 سند انتخاریت از طرف میر اکادمی، لکھنؤ۔

مقدمہ

اردو میں روزنامے بہت کم لکھے گئے ہیں۔ اب تک جتنے دستیاب ہوئے ہیں یا جن کے نام معلوم ہوئے ہیں ان میں مولوی سید منظر علی سندیلوی کا روزنامہ چچو قلمی صورت میں موجود ہے اولیت رکھتا ہے۔ یہ ۲۱ جنوری ۱۸۶۷ء سے ۲۴ دسمبر ۱۹۱۱ء تک (مولوی صاحب کے یوم وفات) یعنی تقریباً پینتالیس سال تک بلاناغہ لکھا گیا۔ قصبہ سندیلہ ضلع ہردوئی (یوپی) کا ایک بہت پرانا قصبہ ہے جو لکھنؤ سے تقریباً اکتیس میل (۵۴ کلومیٹر) کے فاصلہ پر ہردوئی و مراد آباد جانے والی ریلوے لائن پر واقع ہے۔

روزنامہ چچو دراصل مولوی صاحب نے ۱۸۶۷ء میں پہلے فارسی میں لکھنا شروع کیا تھا لیکن ۱۸۸۷ء میں انھوں نے محسوس کیا کہ فارسی کی وقعت اب کم ہوتی جاتی ہے اس لیے اس وقت تک جو کچھ لکھا تھا اس کا اردو میں ترجمہ کر ڈالا اور اس کے بعد برابر اردو میں لکھتے رہے۔ روزنامہ چچو عموماً رات کو جب سب کاموں سے فراغت ہو جاتی تب لکھا کرتے تھے۔ ایک ہفتہ یا دس دن بعد ایک خوش نویس سید محمد ذکی (ساکن محلہ درگاہ سندیلہ) سے صاف کر دیا کرتے تھے کیوں کہ مولوی صاحب کا خود اپنا خط بہت شکست تھا۔ تمام روزنامہ چچو کا شمارہ فل اسکیپ سائز کی جلدوں پر مشتمل ہے میٹر سولہ سطر ہے۔ تمام جلدوں کی مجموعی تعداد سات ہزار آٹھ سو صفحہ کے قریب ہے۔ تمام روزنامہ چچو میں التزام سن عیسوی، ہجری، فصلی اور دنوں کا رکھا گیا ہے۔ حاشیہ پر الفاظ و لاد، وفات، شادی، عقیدہ وغیرہ مختلف رنگوں سے لکھے ہوئے ہیں تاکہ اس قسم کی یادداشت ڈھونڈنے میں آسانی ہو۔ روزنامہ چچو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ سندیلہ میں اس وقت دراجہ اور تین تعلقہ دار رہتے تھے۔ ان کے علاوہ بہت سے چھوٹے بڑے زمیندار تھے اور جن میں آپس کی پھوٹ و جب سے مقدمہ بازیاں ہوا کرتی تھیں۔ مولوی منظر علی ان میں سے ایک تعلقہ دار سید فضل حسین کے سگے خالہ زاد بھائی تھے اور انھیں کے پڑوس میں ایک مشرکہ مکان میں بدقت تمام اپنی گزر کیا کرتے تھے۔ ۱۰ ستمبر ۱۸۳۹ء کو پیدا ہوئے تھے۔ قصبہ یں ان کا خاندان مولویوں کا کہلاتا تھا اس لیے کہ ان کے خاندان میں فارسی کی معلمی کا پیشہ عرصہ سے چلا آ رہا تھا۔ خود ان کے والد مولوی سید منظر علی

صاحب (م-۱۸۶۸) مدرسہ ریاست جو دھپور میں صدر معلم تھے۔ لیکن تنخواہ قلیل تھی اور وہ بھی کئی کئی مہینے کے بعد ملا کرتی تھی اس لیے عسرت سے بسر ہوتی تھی۔ لیکن مظہر علی کی قسمت یاورتھی۔ ان کے خالہ زاد بھائی سید فضل حسین کو ان کے باپ سید فضل رسول نے جو اس وقت تعلقہ دار تھے۔ سیتاپور انگریزی پڑھنے کے لیے بھیجا اور اپنے بیٹے کی تنہائی کے خیال سے مولوی مظہر علی کو بھی ساتھ کر دیا اور ان کا نام بھی اسی اسکول میں لکھوا دیا گیا۔ اس زمانے میں کشتری سیتاپور رہی میں تھی (اب لکھنؤ میں ہے) اس لیے اودھ کے تمام تعلقہ داروں اور راجاؤں کے لڑکے وہیں پڑھنے کے لیے جاتے تھے۔ لیکن راجاؤں اور تعلقہ داروں کے لڑکے پڑھتے ہی کب ہیں اس لیے مولوی صاحب ان سب لڑکوں میں اول ہتے تھے۔ لیکن ٹل پاس کرنے کی نوبت ہنوز نہیں آئی تھی کہ فضل حسین کو ان کے باپ نے واپس بلالیا اور انہی کے ساتھ ان کو بھی واپس آنا پڑا۔ سندیلہ آکر یہاں کے مقامی اردو اسکول میں سکڑیا سٹر ہو گئے (۱۸۶۵ء) چار سال معلمی کے بعد ان کو ٹکمرہ ریلوے میں بہ عہدہ خزانچی ایک سو پچھتر روپے ماہوار مشاہرہ پر ملازمت مل گئی۔ اسی زمانہ میں ان کو حصول ریاست کا شوق پیدا ہو گیا اور معاملات رہن و بیع کرنا شروع کیے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد جب ان کے ضلع میں ریلوے لائن پڑ گئی تو انھوں نے ملازمت چھوڑ دی اور اپنی مکسوبہ زمینداری پر بسا وقت کرنا شروع کی۔ لیکن اسی عرصہ میں فضل حسین اپنے والد سید فضل رسول کے مرنے کے بعد تعلقہ دار ہو گئے تھے (۱۸۶۹ء)۔ انھوں نے مظہر علی کو اپنا نائب سو روپے ماہوار پر مقرر کر لیا۔ اسی کے ساتھ چونکہ مولوی صاحب نے امتحان وکالت الہ آباد سے پاس کر لیا تھا اس لیے آنریری مجسٹریٹ پہلے درجہ سوم پھر درجہ دوم کی بھی مل گئی۔ ۱۸۸۲ء میں سندیلہ میں میونسپلٹی قائم ہوئی اس کے آنریری سکریٹری بھی مقرر ہو گئے۔ اس کے بعد کا زمانہ مولوی صاحب کے عروج کا زمانہ رہا۔ چنانچہ اپنے پرانے گھر کے قریب ایک بڑی کوٹھی اپنی رہائش کے لیے تعمیر کرائی۔ اپنے چار بیٹوں میں سے دو کو بیسٹر کروادیا۔ بہت سے باغات لگوائے اور بہت سی دوکانیں بھی تعمیر کروائیں۔ بعد میں سید فضل حسین کے انتقال (۱۹۰۱ء) کے کچھ عرصہ بعد ان کے تعلقہ کی منجری سے بھی مستعفی ہو گئے تھے۔ اپنی جائداد کی آمدنی کافی تھی اس لیے آخر عمر تک با فراغت زندگی بسر کی۔

مولوی صاحب کا یہ روزنامہ کسی ادیب کا روزنامہ نہیں ہے بلکہ ایک نہایت معروف آدمی کی ڈائری ہے جو بیک وقت میونسپل سکریٹری بھی تھا، بیخ مجسٹریٹ بھی، ایک تعلقہ کا منیجر بھی اور زمیندار پیشہ بھی۔ چونکہ مولوی صاحب کی عربی، فارسی و انگریزی میں لیاقت اچھی خاصی تھی اس لیے کہیں کہیں ان کی تحریر میں ادبیت آجاتی ہے ورنہ روزنامہ عموماً صاف اور واضح زبان میں لکھا گیا ہے۔ اس روزنامے کی اہمیت اس لیے

ہے کہ ہندوستان اور ہندوستان کے باہر کی دنیا کا کوئی ایسا اہم واقعہ نہیں ہے جو ان کے زمانہ میں ہوا ہو اور اس میں مندرج نہ ہو۔ مولوی صاحب نے ۱۸۹۳ء میں اپنی ایک ضخیم سوانح عمری بھی شائع کرائی تھی جس میں خصوصیت سے عذر کا حال اور اپنے اس سفر کا حال بہت دلچسپ لکھا تھا جو انھوں نے گیارہ سال کی عمر میں جو دھپور کا اپنے خالو کے ہمراہ کیا تھا۔ اس سوانح عمری کی ایک سری جلد ۱۹۰۲ء میں تیار کر لی تھی لیکن اس کے چھپنے کی نوبت نہ آسکی۔ اب اس روز نامے کا دیباچہ ملاحظہ ہو۔ بعد بسم اللہ لکھتے ہیں:

” بعد حمد خدا و نعت سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم احقر العباد سید مظہر علی ابن سید مظفر علی صاحب مرحوم ساکن سندیلہ محلہ اشرف ٹولہ عرض کرتا ہے کہ اس صبح میرے کوعرصہ سے اس امر کا خیال ملوٹا خاطر تھا کہ ایک روز نامہ بقید تواریخ مروجہ زمانہ حال لکھنا شروع کروں اور اس میں کلی حالات صحیحہ بالمرہ لکھتا رہوں اور ایسا اہتمام کروں کہ کسی حالت میں اس کو ناغہ نہ کر سکوں تاکہ عامہ خلایق کو بوقت ضرورت اس سے فائدہ و نفع پہنچے چنانچہ کئی سال کے خیال و فکر کے بعد میں نے اس کام اہم کو اپنے ذمہ ہمت پر قبول کیا اور ۲۱ جنوری ۱۸۶۷ء سے اس کتاب روزنامہ کا زبان فارسی میں آغاز ہوا۔ اس میں حالات جدید صحیحہ عام اس سے کہ اس کا تعلق کسی شہر و قصبہ و ملک سے ہو بالمرہ درج ہوتے رہے اور ایسا التزام کیا کہ کسی سفر و حضر میں اس کا ترک جائز نہیں رکھا۔ نومبر ۱۸۸۷ء میں دفعتاً یہ خیال پیدا ہوا کہ زبان فارسی کی وقعت اب گھٹتی جاتی ہے اور چند ہی روزوں میں طلباء اسکول بیاعت کم علمی کتب فارسیہ کو دفتر پارینہ سمجھ کر بالکل نظر انداز کر دیں گے اور اس حالت میں میری اس قلم فرسائی کی (جس کو بہ کمال دقت میں نے مرتب کیا ہے اور حالات نوبہ نو اس کے عام پسند مفید اور خالی از تجربہ نہیں ہیں) کوئی قدر نہ ہوگی۔ پس بہ نظر مصلحت وقت روز بہ روز میرے خیالات کو استی کام ہوتا گیا۔ آخرش دسمبر ۱۸۸۷ء میں میں نے سید محمد ذکی ولد سید احمد بخش صاحب مخدوم زادہ محلہ درگاہ سے اس کا ترجمہ اردو میں لکھنا شروع کیا اور شکر خدا کہ اپریل ۱۸۸۸ء میں روزانہ محنت شاقہ سے اس کا تکملہ حسب مراد ہوا۔ چونکہ دریافت شادی و مرگ و ولادت وغیر تقریبات کی انسان کو ضرورت زائد داعی ہوتی ہے اس وجہ سے رنگ و رخ سے شادی ختنہ و عقیقہ و سیاہی سے وفات اور سنر سے ولادت حواشی کتاب پر درج کیے۔ یہ ذریعہ واسطے تلاش ایسی ضروریات کے آسان و کارآمد ہے اور ہر تلاش کو اس سے بہت مدد مل سکتی ہے۔ لہذا مجھے امید ہے کہ نامہ این کتاب اگر کسی موقع پر کوئی مضمون اپنے خلاف ملاحظہ فرمائیں تو اس پر اظہار ناراضگی کا نہ کریں کہ راقم نے کوئی حال غلط اور نفسانیت سے درج کتاب ہذا نہیں کیا ہے۔“

اس مختصر دیباچہ سے اس روزنامہ کا مقصد ظاہر ہو گیا کہ فائدہ عوام الناس مقصود تھا خصوصاً سندیلہ کی پبلک کے لیے۔ چنانچہ مولوی صاحب کی وفات کے بعد کئی ایسے زاعی معاملات سندیلہ میں درپیش ہوئے جن میں مولوی صاحب کا روزنامہ بطور صحیح دستاویز کے پیش کیا گیا۔ لیکن اس روزنامہ کا انجام دینا واقعی ایک بہت مشکل اور وقت طلب کام تھا اور انھیں اس کا پورا احساس تھا۔ چنانچہ اس بات کا اعادہ کئی مقامات پر کیا ہے۔ نمونہ کے طور پر صرف دو اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں:

”۲۸ ستمبر ۱۸۸۸ء: شکر ہے کہ آج کتاب روزنامہ چرنا تم لکھنے تقریباً بنانے نشانات شادی وغیرہ ننگ ہائے مختلف سے بہت بڑے مرتب ہو گئی جس کا آغاز ۲۱ جنوری ۱۸۶۷ء سے و اختتام دسمبر ۱۸۸۷ء تک ہے۔ یہ تین کتابوں میں مجلد ہے اور چوتھی کتاب جنوری ۱۸۸۸ء سے بالمرہ لکھی جاتی ہے۔ میں اس کا نکل بہت مشکل جلتا تھا اور اپنے علم و عقین میں اس کو غیر ممکن تصور کرتا تھا۔ بہر حال شکر ہے اس خدا کا کہ جس نے اس مشکل سخت کو آسانی کے ساتھ پورا کر دیا ورنہ جب اس کی ضخامت و طوالت پر نگاہ کرتا تھا تو ہرگز ہمت اس کام کے آغاز کی نسبت نہیں پڑتی تھی۔“

”۱۶ دسمبر ۱۸۹۳ء: اگرچہ میں بجے صبح سے ۵ بجے شام تک اپنا روزنامہ چرنا محمدی کی درگاہ سے اپنے بالاخانے پر جس جگہ دوسرے شخص کے جانے کو بہ نظر حرج کام مجاز نہیں ہے صاف کرتا ہوں۔ لیکن ہنوز چند مہینے لکھنے کو باقی ہیں۔ اگرچہ مجھے لکھانے روزنامہ میں تمام روز کی محنت سخت تکلیف دہ ہے۔ لیکن مجبوری ہے کہ بدون میرے ان حالات کو بہتر میم مناسب کوئی لکھا نہیں سکتا۔ اور چونکہ سوائے سوانح ضروری اور تناول طعام کے ایک سخت بیٹھا رہنا پڑتا ہے اور چلنے پھرنے کا اتفاق نہیں ہوتا ہے پس میں نے بعد دوپہر کے جب محمدی کی روٹی کھانے جلتے ہیں بغرض جذب رطوبت معرہ و تحلیل ہونے غذا کے یہ تبدیلی نکالی ہے کہ بعد پڑھنے نماز ظہر کے اپنے بالاخانے سے وظیفہ پڑتا ہوا چند بازتہیچے سے اوپر کو چڑھتا اترتا رہتا ہوں تاکہ ورزش بدل میرے تمام دن بیٹھے رہنے کا ہوا اور کوئی ستم میری تحلیل غذا میں نہ پیدا ہو۔“

جیسا کہ خود مولوی صاحب نے اپنے دیباچہ میں لکھا کہ اس روزنامہ میں حالاً عام اس سے کہ ان کا تعلق کسی شہر تھوڑے دور سے ہو بالمرہ درج ہوتے ہے۔ ”سندیلہ کے حالات تو انھیں نیو سپلے کے سکرپٹی ہونے کی وجہ سے براہ راست معلوم ہوتے ہے تھے۔ ہندوستان اور ہندوستان پارہ کی خبریں انھیں ”اودھ اخبار اور پانیز“ وغیرہ سے معلوم ہوتی تھیں جنھیں وہ کھانا کھانے کے بعد دوپہر کو پڑھا کرتے تھے۔ یوں تو مولوی صاحب کا روزنامہ چرنا ہر قسم کے واقعات سے پر ہے۔ لیکن وہ حالات زیادہ اہم اور معلوماتی ہیں جو واقعات ہندیا بیرون ہندیا معاشرت زمانہ پر روشنی ڈالتے

ہیں اور بعض وہ نجی حالات و تجربات بھی جو عام دلچسپی کا باعث ہو سکتے ہیں۔
 راقم الحروف نے اسی لیے ان تمام واقعات کے انتخاباً کو پانچ مختلف ابواب میں تقسیم کر دیا ہے۔ یعنی واقعات ہند
 ریاستیں اور تعلقے، واقعات برہن ہند، مقامی حالات اور ذاتی حالات۔ ساتھ ہی ذیلی سرخیاں قائم کر دی ہیں تاکہ ناظرین کو واقعات کی تلاش
 میں آسانی ہو ورنہ اصل روزنامہ میں نہ ابواب کی تقسیم ہے نہ ذیلی سرخیاں۔ روزنامہ کی ابتدائی جلدوں میں
 اندراجات زیادہ تر نجی ہیں اور بہت مختصر عموماً ایک دن کا حال دو چار سطروں میں ختم ہو گیا ہے۔ لیکن جیسے
 جیسے مولوی صاحب کی زندگی سنورتی گئی، حالات زمانہ موافق ہوتے گئے، خود اعتمادی کا احساس برپا
 اپنی کچھ اہمیت محسوس ہوئی، ان کا روزنامہ طویل تر ہوتا گیا۔ واقعات زیادہ لکھے جانے لگے۔ بسا اوقات تو ایک
 دن کا حال کسی کسی صفحات پر مشتمل ہونے لگا۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے مولوی صاحب کے دو بیٹے سید مصطفیٰ علی و سید تفتی علی شروع
 بیسویں صدی میں بیرسٹر ہونے کے لیے لندن بھیجے گئے تھے۔ وہاں سے ان بیٹوں نے جو خطوط مولوی صاحب
 کو لکھے اور یہ تمام خطوط فائل کی شکل میں مولوی صاحب کے خاندان میں اب بھی موجود ہیں، ان میں انگریزی
 معاشرت اور لندن کے بعض دلچسپ واقعات اور اپنے تاثرات بھی لکھے ہیں۔ مولوی صاحب نے اپنے روزنامہ
 میں بھی ان میں سے کسی خطوط کے اقتباسات جگہ جگہ دیدیے ہیں۔

مولوی صاحب کا یہ روزنامہ کسی حیثیتوں سے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ ہندوستان کی تاریخ
 کے جس دور پر یہ محیط ہے (۱۸۶۷ء-۱۹۱۱ء) وہ ہندوستانی تمدن و تہذیب و معاشرت وغیرہ کے لیے ایک عبوری
 دور کی حیثیت رکھتا ہے۔ انگریزی حکومت اور انگریزی تعلیم کی بدولت انگریزوں کے تمدن و معاشرت کا بڑھتا
 ہوا اثر، علوم و فنون کا احیا، وطنیت اور سیاسی بیداری کا پیدا ہونا اور دونوں کا نشوونما پانا اور ترقی کرنا، اردو
 کانے سانچوں میں ڈھلنا، ذہن و اعتقادات و خیالات پر مغربی اثرات کا پڑنا پرانی ایشیائی تہذیب و ہندی
 تمدن کا مغرب زدہ ہو جانا، غرض کہ تاریخی، سیاسی، تمدنی معاشرتی اور ادبی حیثیت سے یہ زمانہ بہت اہم
 ہے۔ مولوی صاحب موصوف کا بظاہر ہرگز یہ ارادہ نہیں تھا کہ وہ ایک معاشرتی تاریخ لکھیں۔ لیکن غیر ارادی
 طور پر یہ روزنامہ اپنے عہد کا اور جاگیر داری دور کا ایک بہت اچھا معاشرتی نقشہ بن گیا ہے۔ پرلے رسوم و
 رواج، قدیم طریقہ تفکر، خیالات و اعتقادات اور پھر ان میں تغیرات کا پیدا ہونا اور رفتہ رفتہ لوگوں کی ذہنی
 تبدیلی کا حال نہایت واضح طور پر پیش نظر ہو جاتا ہے۔ ساتھ ہی دبائی امراض و چھپک، طاعون، ہیضہ

اور دق کس وسیع پیمانہ پر ہلاکت پھیلانے لگے، قحط سے کہاں کہاں اور کتنے لاکھ آدمی بھوکوں مر جاتے تھے اور اس زمانہ میں بازاروں میں غلہ اور اشیاء خوردنی کا کیا نرخ ہو جاتا تھا یہ سب واقعات آپ کو اس روزنامہ میں بالتفصیل مندرج ملیں گے۔ وغیرہ وغیرہ

تاریخی اور تمدنی حیثیت سے قطع نظر یہ ایک مکمل سوانح عمری بھی ہے۔ مولوی صاحب کی زندگی کے تمام پہلو مثلاً تعلیم و سعی روزگار، ترقی کی کوشش، زمانہ کی سازگاریاں اور ناسازگاریاں، اپنا کیریئر اور خیالات و اعتقادات اپنی خوبیاں اور خامیاں غرض کہ ان کی زندگی کا ہر گوشہ اجاگر ہے۔ اپنے دوستوں کی محبت، اپنے قریبی عزیزوں سے رنجشیں (خصوصاً اپنے حال زاد بھائی سے جو ایک تعلقہ دار تھے) اپنی بیماریاں اور ان کا معالجہ اپنی اولاد کی خوبیاں اور خامیاں ان کے روزگار کے لیے سر توڑ کوششیں کرنا، اپنے روزمرہ کے تجربے ہر بات بہت صاف صاف مندرج ہے۔ آخر میں ان کی بیوی کی وفات (۱۹۰۴ء) کا اثر ان پر کلیفہ حد تک نمایاں ہے۔ اسی آخری زمانے میں وہ اپنی چند مبہم آرزوؤں کی کشمکش میں مبتلا ہو گئے تھے جن کا بیان دلچسپی سے خالی نہیں اور روزنامہ میں ایک طرح کی افسانویت پیدا کر دیتا ہے۔ ان مبہم آرزوؤں کی وجہ سے بڑی بے قراری اور بے چارگی کا سا عالم نظر آتا ہے۔ گمان غالب یہ ہے کہ شاید وہ اپنے بعض دوستوں کے مشورہ پر عقد ثانی کرنا چاہتے تھے مگر سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کس کے ساتھ کریں جو اس عمر میں ان کی صحیح رفیقہ حیات بن سکے۔ اور ان کی خانہ داری کا اچھا انتظام کر سکے۔ ساتھ ہی غالباً وہ کوئی سرکاری خطاب یا صلہ عزت چاہتے تھے۔ اور ان دونوں باتوں کے تکملہ کے لیے خواب کثرت سے دیکھا کرتے تھے۔ یہ زمانہ ذہنی طور پر ان کی بڑی پریشانی کا زمانہ ہے (۱۹۰۶ء - ۱۹۱۰ء) جس پر ترس آنے لگتا ہے۔ ۱۹۱۱ء میں وہ زیادہ تر بیمار رہے۔ لیکن پھر بھی روزمرہ کے دیگر واقعات بھی قلم بند کرتے رہے۔ ان کا دماغ آخری دن تک صحیح طور پر کام کرتا رہا۔

مولوی صاحب پہلے خوابوں، فالوں اور نجوم پر بڑا اعتقاد رکھتے تھے اور علم نجوم سے تو بخوبی واقف بھی تھے۔ اپنے خوابوں کی فال دیوان حافظ، سکندر نامہ وغیرہ سے نکالا کرتے تھے اور اپنے حالات پر بعض نجومی پندوں سے مشورہ کرتے اور خود اس پر تبصرہ بھی کرتے تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ ان دل خوش کن چیزوں سے انھیں ناامیدی اور مایوسی ہوتی گئی اور آخر میں صرف خدا کی مرضی پر تکیہ اور بھروسہ رہ گیا تھا۔ روزنامہ ان کے دلچسپ خوابوں سے بھی بھر پڑا ہے جن کی تعداد ڈیڑھ دو ہزار سے کم نہ ہوگی۔ یہ خواب کسی ماہر نفسیات کے لیے دلچسپ مواد کا کام دے سکتے ہیں۔ ہر فصلی سال اور کبھی عیسوی سال کے آخر میں مولوی صاحب اپنی زندگی کے پچھلے سال کا

محاسبہ بھی کیا کرتے تھے اور کبھی کبھی دنیا کے حالات پر تبصرہ بھی یہ محاسبے اور تبصرے بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔
 مولوی صاحب موصوف کے اس روزنامے کو اگر تمام دکال پڑھا جائے اور یہ کام آسان نہیں ہے تو اس میں ایک ناول کا سا لطف آنے لگتا ہے ایک ایسا ناول جس میں بغیر کسی تمہید یا اشارہ کے ایک مخصوص مگر غیر متعارف زمان و مکان میں ہم اپنے آپ کو ایک تماشائی پاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ کردار، زمان و مکان ہم پر واضح ہونے لگتے ہیں اور ہم ان سے مانوس ہوتے جاتے ہیں اور ان کے انجام کا شدت دلچسپی اور ہمدردی سے انتظار کرنے لگتے ہیں۔ اس روزنامے کا اختتام ہم کو محض ایک شخص واحد کی زندگی کا خاتمہ محسوس نہیں کرتا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ کے ایک دور کا باب کھلا جو بند ہو گیا۔ مختصر یہ کہ مولوی سید مظہر علی سندیلوی کا یہ روزنامہ بیک وقت ایک تاریخ بھی ہے ایک سوانح عمری بھی اور زندگی کی ایک صحیح داستان بھی۔

مولوی صاحب کے لکھنے کا انداز اور اسلوب بالکل سیدھا اور صاف ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ مولوی صاحب کوئی ادیب نہ تھے بقدر ضرورت عربی، فارسی اور انگریزی ضرور جانتے تھے۔ ان کی تحریر میں ادبیات فارسی کی گنجشک تو کہیں نہیں ہے فارسی الفاظ البتہ کہیں کہیں کثرت سے استعمال کیے ہیں۔ لیکن ان سے تعقید کہیں بھی نہیں آنے پائی ہے۔ مجھڑی کا کام چونکہ انھوں نے عمر بھر کیا تھا اس لیے یہ تو ضرور ہوا کہ کہیں کہیں جملوں کی ترکیب عدالتی زبان معلوم ہوتی ہے ورنہ عموماً وہ وہی زبان لکھتے تھے جو عام طور پر بولی جاتی ہے اس کے علاوہ ایک بہت مصروف آدمی کو اتنی فرصت ہی کہاں کہ وہ طرز ادا پر توجہ مرکوز کرے۔ اس کے لیے یہی کیا کم ہے کہ وہ روزمرہ کے سیدھے سیدھے واقعات لکھ دے۔ یہی وجہ ہے کہ مولوی صاحب کا اسلوب سادہ اور صاف ہے بلکہ کہیں کہیں تو دیہاتی الفاظ بھی استعمال کر گئے ہیں۔ مثلاً بچپن کے لیے لڑکیاں، دھبوں کی فارسی جمع دھبہ یا اسی طرح پان خوری سلو کات، خواہیں (مونث) کسی وقت کی بجائے کوئی وقت، سیتا، دل بہلاوا، بدرعبی، پونڈہ خوری وغیرہ۔ ہندی اور فارسی الفاظ کے درمیان یا دو ہندی الفاظ کے درمیان واو عطف اکثر استعمال کیا ہے۔ یہی حال فارسی اصناف کا ہے جو ہندی الفاظ کے ساتھ استعمال ہوئی ہے۔ بعض جگہ جملوں کی ترکیبیں بھی بھدی معلوم ہوں گی۔ مثلاً بوجہ عارضہ تک جانے حرکت قلب کے وفات پائی، یا "باوصف اس قدر سن آئے کے میں نے کوئی لیاقت نہیں حاصل کی" وغیرہ۔ اس قسم کے الفاظ اور ترکیبیں اس زمانہ کی تحریروں خصوصاً سرکاری اخبارات میں اکثر ملیں گی۔ اس لیے انھیں نقائص میں نہ شمار کرنا چاہیے۔

آخر میں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ اردو زبان میں نثری صنف روزنامے کی بہت بڑی کمی تھی۔ مولوی صاحب

کے اس روزناچنے نے اس کمی کو بڑی حد تک پورا کر دیا ہے۔ بلکہ میرا خیال تو یہ ہے کہ اس التزام، اس ترتیب اور اس طریقہ کا مبر بوط و منظم روزناچہ شاید ہی کسی زبان میں لکھا ہوا مل سکے۔ پینتالیس سال تک نافذ نہ ہونے دینا ذاتی مقامی ملکی اور غیر ملکی تمام واقعات کا بڑی پابندی سے اندراج کرتے رہنا ہی ایسا کارنامہ ہے جو نہایت قابل قدر ہے۔ مجھے یقین ہے کہ روزناچہ نویسی کے معاملہ میں اردو زبان اس روزناچے کی بدولت دوسری زبانوں کی صف میں سر بلندی حاصل کر سکے گی۔



نوٹ: روزناچہ کی کتابت کے متعلق پہلے عرض کر چکا ہوں کہ مولوی صاحب اسے پہلے اپنے خط شکست میں لکھتے تھے پھر اسے بولتے جاتے تھے اور سید محمد ذکی درگاہی صاحب (محرر اکثرانی میونسپلٹی سٹیبلہ) اسے خوشخط لکھتے جاتے تھے۔ لیکن یہ روزناچہ صرف ۳۱ اگست ۱۹۰۹ء تک سید محمد ذکی صاحب کا صاف کیا ہوا ہے۔ اس کے بعد چونکہ مولوی صاحب سکرٹری میونسپل بورڈ نہیں رہے تھے غالباً سید محمد ذکی صاحب کو اپنے دفتری کام سے فرصت یا رخصت نہ مل سکی اس لیے مولوی صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا یکم ستمبر ۱۹۰۹ء سے ۲۱ مارچ ۱۹۱۱ء تک کا روزناچہ صاف نہیں ہو سکا تھا۔ اس کے بعد مولوی صاحب نے ۲۲ مارچ ۱۹۱۱ء سے یوم وفات خود (۲۳ دسمبر ۱۹۱۱ء) تک دوسروں کو بول کر لکھوایا کیوں کہ وہ خود بوجہ علالت نہیں لکھ سکتے تھے۔ ۱۹۰۶ء میں میں نے یہ نامہ صاف حصہ پہلے خود الگ کاغذات پر صاف کیا کیونکہ مولوی صاحب کا شکستہ خط کوئی کتاب پڑھ نہیں سکتا تھا اور خود مجھے اس کو صحیح پڑھنے میں پسینے آگئے تھے، اور پھر ایک دوسرے خوش نویس منشی عبدالحلیم صاحب ساکن ٹبہ ہارہ ضلع بارہ بنکی سے لکھنؤ میں خوشخط لکھوا کر جلد بندی کرادی۔

سید محمد ذکی صاحب مرحوم کا خط تو نہایت پاکیزہ صاف اور روشن ہے۔ لیکن انھوں نے اپنے زمانہ کی رسم کتابت کو ملحوظ رکھا ہے۔ بجائے پیش لگانے کے انھوں نے واو معروف سے کام لیا ہے یعنی الفاظ اس، ان، اردو وغیرہ کو اس، اون، اور دو لکھا ہے۔ کل کو کلہ، کان پور کو کانہ پور وغیرہ۔ لیکن تعجب معلوم ہوتا ہے کہ باوجود خاصے پڑھے لکھے ہونے کے انھوں نے بعض جگہ اٹلے کی غلطیاں کر دی ہیں مثلاً ہزیان کو حزیان، اربا کو عرب، سحر کو سہر، گرتا کو قرت، مجتہ کو جتہ، معدہ کو میدہ لکھ گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب سید محمد ذکی صاحب پر اعتبار کرتے ہوئے ان کی تحریر پر نظر نہیں ڈالتے تھے۔ صرف پڑھو کر سن لیتے ہوں گے۔

اشاریہ



جغرافیہ قصبہ سندیلہ: قصبہ سندیلہ (ضلع ہردوئی) میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ تر مخدوم

سید علاء الدین (۱۶۲۷-۱۶۹۷ء) خلیفہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلی کے درود سے ہوئی۔ قصبہ سندیلہ اسٹیشن سندیلہ کے شمال میں واقع ہے۔ آبادی اسٹیشن ہی سے شروع ہو گئی ہے۔ وسط قصبہ میں صدر بازار کی سڑک ہے جو قصبہ کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرتی ہے۔ سڑک کے چھم میں اشرف محلہ آباد ہے جسے مخدوم صاحب مذکور کے خاندان کے ایک بزرگ شیخ المشائخ سید حسن دیاں (۱۶۹۱-۱۶۳۲ء) نے ۱۶۸۲ء میں آباد کیا تھا۔ اور وہیں اپنی بنوائی ہوئی مسجد سے متصل مخو خواب ابدی ہیں۔ مولوی سید مظہر علی اسی محلہ میں اپنے خالو سید فضل رسول کے مکان کے بالکل پڑوس میں رہتے تھے۔ اشرف محلہ میں آباد مخدوم علاء الدین صاحب کی شاخ مخدوم زادگان اشرف ٹولہ کے لقب سے موسوم رہی ہے۔ اشرف محلہ کا شمالی حصہ محلہ ملکانہ کہلاتا ہے۔ جنوبی حصہ میں کسانوں کا محلہ یا کسان ٹولہ ہے۔ مغربی حد پڑوسوں (در اصل شیریں حوض) کا میدان "عید گاہ" ذبی یادین کا تالاب اور "تالاب کربلا" ہے۔ صدر بازار کی سڑک کے پورب میں محلہ جات "منڈی" "مہتوانہ" "موسلی پور" اور "درگاہ" ہیں ان محلوں میں مسلمان چودھریوں اور کاشتکاروں یا کھریوں کے خاندان آباد ہیں۔ راجہ درگا پرشاد اور راجہ نریندر بہادر اور راجہ وزیر چند بھی اسی محلہ مہتوانہ میں رہتے تھے۔ مخدوم صاحب مذکور کا مزار اسی جانب ہے اور انھیں کے عہد کی بنی ہوئی مسجد بھی یہ دونوں عمارتیں فیروز شاہ تغلق کی بنوائی ہوئی ہیں۔ ریلوے اسٹیشن کے متصل دکن کی طرف تحصیل سندیلہ کا دفتر ہے اور اسٹیشن کے قریب ہی سید فضل رسول صاحب تعلقہ دائر حوم (مولوی مظہر علی صاحب کے) خالو اور ان کے بیٹے سید فضل حسین کا مقبرہ ہے اور ساتھ میں ایک کوٹھی مع باغ اسی خاندان کی ملکیت ہے۔ جو "مرہ" یا "امرہ" کہلاتا ہے اور اسی باغ کے ایک گوشہ میں خاندانی قبرستان ہے جہاں مولوی مظہر علی کے خاندان کے لوگ بھی دفن ہوتے رہے۔۔۔ دکن کی طرف اسی باغ کے کنارے اب لکھنؤ اور ہردوئی جانے والی شاہراہ ہے اور اب وہاں ایک بڑا بس کا ڈاکا بن گیا ہے جسکی وجہ سے وہاں دوکانوں اور مکانوں کی کثرت ہو گئی ہے۔ اس شاہراہ سے کچھ ہی دور دکن کی طرف مولوی مظہر علی کا باغ ہے جہاں ان کی قبر بنی ہوئی ہے اور اسی باغ کے کچھ آگے دکن کی طرف مواضعات مخدوم پورہ "تلیاں" "گدوئی" وغیرہ ہیں جن کا ذکر روزنامہ میں متعدد بار آیا ہے۔ بس اڈا کے جانب دکن اور مولوی صاحب کے باغ کے کنارے

سے گزرتی ہوئی اب ایک عمدہ پختی سڑک بن گئی ہے جو ضلع اناؤ کی طرف جاتی ہے۔ ریلوے اسٹیشن سے قریب جانب شمال قصبہ کا تھانہ اور ڈاک خانہ ہے۔

خود مولوی صاحب کی زمینداری کے مواضعات "کمال پور" اور "گھوگیر" سندیلہ سے کوئی آٹھ دس میل کے فاصلہ پر جانب مغرب تھے۔ ضلع ہردوئی کی دیگر تحصیلیں علاوہ سندیلہ کے شاہ آباد، بلگرام اور تحصیل ہردوئی ہیں تحصیل سندیلہ ضلع کے جنوب میں ہے۔ اس لیے اس کی سرحد ضلع اناؤ اور ضلع سیتاپور سے ملتی ہے۔ ضلع اناؤ کے مواضعات "گنج مراد آباد اور بانگر مسوا" اور تحصیل بلگرام کے ایک موضع "ملاواں" کا ذکر روزنامہ پانچ ہذا میں آیا ہے۔ قصبہ دیوہ "یادوا" ضلع بارہ بنکی میں ہے لکھنؤ سے ۲۴ میل پورب میں جہاں حاجی وارث علی شاہ صاحب کل مزار مرجع خالص عالم ہے۔

مولوی مظہر علی صاحب کے کاہر

منشی سید فضل رسول صاحب: (۱۸۷۹-۱۸۸۱ء)۔ مولوی مظہر علی صاحب کے حقیقی خالو، مخدوم زادہ جوانی

میں نائب میرٹھی ایجنٹ جو دھ پور و اجیر ہے۔ ۱۸۵۲ء میں ملازمت ترک کر کے اپنے وطن سندیلہ میں مستقل قیام اختیار کیا اور سرمایہ موجودہ سے متعدد مواضعات خرید کیے۔ بنجملہ ان کے ایک موضع "چونسہ" تحصیل ہردوئی میں آباد کیا جہاں کا مشہور آم ٹمر بہشت آپ ہی کا ایجاد کیا ہوا ہے۔ زمانہ عذر میں انگریزوں کی مدد کی تھی اس کے صلہ میں بھی کئی مواضعات ملے اور "علقہ" "جلال پور" نامزد ہوئے۔ گورنمنٹ سے اختیارات فوجداری درجہ دوم و اختیارات مال و دیوانی بھی اپنے علاقہ کے حاصل تھے۔ علوم متعارفہ عربی و فارسی و نجوم و حکمت میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے۔ اپنی فہم و فراست سے سرکار انگریزی میں بڑا رسوخ حاصل کیا تھا۔ آدمی بہت منظم تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۸۵۱ء میں انھوں نے کرنل سلیمین (جنھوں نے الحاق اودھ کے لیے جہاں بچھایا تھا) کے سامنے ایک اسکیم رکھی تھی جس سے اودھ کی حکومت کا انتظام بہت بہتر ہو سکتا تھا۔ لیکن کرنل سلیمین نے اسے نامنظور کرتے ہوئے کہا تھا کہ تم اس معاملہ میں نہ پڑو اور اپنے کام پر واپس جاؤ۔ فضل رسول صاحب کو شعر و شاعری سے بھی دلچسپی تھی۔ اردو میں ان کے دو دیوان شائع ہوئے تھے۔ ایک ان کی زندگی میں دوسرا وفات کے بعد فن شاعری میں اپنے ہم عمر اور بچپن کے دوست (دونوں اپنے ناخیاں قصبہ ایٹھی ضلع لکھنؤ میں پیدا ہوئے تھے) مظفر علی اسیر لکھنوی کے شاگرد تھے۔ آپ کی عمارت مقبرہ سندیلہ میں آپ کی یادگار ہے۔

منشی فہیم الزماں صاحب: دیوان محمد علی صاحب "بانڈہ" کے نواسے جو سندیلہ میں اقامت پذیر ہو گئے

تھے محلہ ملکانہ میں رہتے تھے۔ مولوی صاحب کی شادی آپ ہی کی بھانجی مسماۃ شمس النساء سے ہوئی تھی۔ اپنے زمانہ

کے مشہور رئیس تھے۔ علم تو ایچ سے بے حد شغف تھا۔ ۱۸۹۰ء میں بہ عمر ۶۳ سال وفات پائی۔ آپ کے اخلاف اب لکھنؤ میں اقامت پذیر ہیں۔

حافظ کساہ۔ احمد صاحب: ایک نہایت متبرک خصائل صوفی منش اور متوکل بزرگ تھے۔

مولوی صاحب کے گھر کے بہت قریب آپ کا مکان تھا۔ پہلے ضلع جالون و ساگر (صوبہ متوسط) وغیرہ میں بہ عہدہ

سرشتہ داری ملازم رہے۔ بعد ملازمت پٹنہ لے کر خانہ نشین ہو گئے تھے۔ آپ کے صدہا مرید سندیلہ و نواح

سندیلہ میں تھے۔ مولوی مظہر علی صاحب نے کسی کتب درسیہ آپ سے پڑھی تھیں۔ ۱۸۸۰ء میں بہ عمر ۵۷ سال وفات پائی۔

مولوی صاحب کے چھوٹے بھائی سید اطہر علی اور منجھلے بیٹے سید مجتبیٰ علی دونوں آپ کے مرید تھے اور بعد وفات

حافظ صاحب ان کے خلیفہ کے بعد دیگرے ہوئے اور عرصہ دراز تک حافظ صاحب کا عرس ان دونوں خلفا کی حیات تک ہوتا رہا۔

قاضی وجید الدین صاحب: مولوی صاحب کے عزیز قریب تھے۔ شیخ فرید الدین گنج شکر کی

نسل کا ایک خاندان سندیلہ میں عرصہ دراز سے آباد ہے۔ قاضی صاحب اسی خاندان کے ایک فرد تھے۔ عہد شاہی

میں سندیلہ کا محکمہ قضا اسی خاندان کو تفویض ہوا تھا۔ قاضی صاحب سلسلہ چشتیہ میں مرید تھے۔ سماع کا بے حد

شوق تھا۔ اپنے پیر حافظ امام علی صاحب کا سالہا عرس بڑی دھوم دھماکے کرتے تھے۔ ۱۸۷۹ء میں بہ عمر ۷۲ سال وفات پائی۔

حافظ شوکت علی صاحب: خلف چودھری مسند علی صاحب محلہ مہتوانہ کے ایک مقتدر رئیس

باوضع اور خلق مجسم بزرگ تھے۔ پیروں سے معذور تھے۔ لیکن علوم دینی میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ ایک مدرسہ

شوکت الاسلامی جاری کیا تھا جہاں بڑی دور دور سے طلبہ علوم دین حاصل کرنے آتے تھے۔ مولوی مظہر علی صاحب

نے بھی حافظ صاحب مرحوم سے کچھ عربی پڑھی تھی۔ ۱۹۰۲ء میں بہ عمر ۸۶ سال وفات پائی۔

منشی عزیز الدین: مولوی صاحب کے گھر کے قریب رہتے تھے۔ صوبہ متوسط میں اکسٹری اسٹنٹ

کشنر کے عہدہ تک ترقی کی تھی۔ زمانہ عذر میں انگریزوں کی مدد کی تھی اس کے صلہ میں ایک بڑا موضع "ٹوا" نامی تحصیل

بلگرام میں ملا تھا۔ بعد حصول پٹنہ خانہ نشین ہو گئے تھے۔ آدمی راست گو، لائق اور تجربہ کار تھے۔ مئی ۱۸۸۲ء

میں بعارضہ فالج بہ عمر ۶۶ سال وفات پائی۔

منشی سید شمس الدین: بی فضل رسول کے چھوٹے بھائی تھے۔ پہلے میر منشی ایجنٹ چودھ پور

ہے۔ پھر یو۔ پی میں تحصیلدار۔ بعد پٹنہ کچھ عرصہ ریاست بلگرام پور (اودھ) میں نائب ریاست ہے۔ ۱۸۸۶ء میں

وہاں سے ترک تعلق کر کے خانہ نشین ہو گئے تھے۔ (وفات ۱۸۹۲ء بہ عمر ۷۵ سال) ترانہ دلکش کے نام سے اپنا مجموعہ

کلام شائع کرایا تھا جس میں ہندوستانی راگ اور راگنیوں پر مبنی غزلیں اور گیت تھے دوسری کتاب قیامت کے نام پر بھی طبع ہوئی تھی۔
مولوی صاحب کی اولاد

مولوی سید مصطفیٰ علی: (۱۹۲۳-۱۸۶۳ء) مولوی منظر علی صاحب کے سب سے بڑے بیٹے۔ ۱۹۰۲ء میں بیرٹری پاس کی لیکن اس پیشہ کو بہ وجہ کمزوری صحت نباہ نہ سکے۔ کچھ دنوں ہردوئی میں پریکٹس کی پھر سی۔ پی میں۔ اس کے بعد گھر آگئے۔ کچھ دنوں اپنے والد کی وفات کے بعد محضر طب کی لیکن اسے بھی چھوڑ دیا اور اپنی زمینداری کی آمدنی پر گزارہ کرنے لگے۔ حصول علم کا بے حد شوق تھا۔ سارا وقت کتب بینی میں صرف ہوتا تھا۔ ان سے نوٹس بھی تیار کرتے رہتے تھے۔ ہر علم کی کتاب ان کی لائبریری میں موجود تھی۔ پہلے دو نوجوان اولاد میں نہیں رہیں پھر بیوی بھی نہ رہیں اس لیے دنیا سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ محض کتب بینی سے وقت کاٹتے تھے۔ بڑے پابند اوقات بزرگ تھے۔ اردو زبان، فلسفہ اور سائنس سے زیادہ شغف تھا۔

مولوی سید مجتبیٰ علی: (۱۹۲۲-۱۸۶۷ء) مولوی منظر علی کے دوسرے بیٹے۔ نہایت متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ مذہب اور تصوف سے بے حد ذوق تھا۔ امتحان قانون گوئی پاس کیا تھا مگر اس سے کوئی ذمہ داری فائدہ نہ اٹھا سکے۔ حافظ کرم احمد صاحب کے مرید نوجوانی ہی میں ہو گئے تھے۔ بعد ان کے خلیفہ قرار دیے گئے تھے۔ ساری عمر عبادت و وظائف و دینداری میں گزری۔ ذریعہ معاش موروثی زمینداری تھا۔ دو بیٹے یادگار چھوڑے تھے ایک سید منزل حسین جو بھوپال خاص میں تحصیلدار تھے (وفات ۱۹۶۲ء) دوسرا یہ راقم الحروف نور الحسن ہاشمی۔

مولوی سید ارتضیٰ علی: (۱۹۲۶-۱۸۷۱ء) مولوی منظر علی کے تیسرے بیٹے۔ ایف۔ اے تک انگریزی پڑھی تھی۔ کچھ دنوں سنیلہ میونسپلٹی کے سکرٹری رہے۔ لیکن عمر کا زیادہ حصہ سیر و سیاحت میں گزارا۔ آخر میں خانہ نشین ہو گئے تھے۔ زوجہ ثانیہ سے دو بیٹے یادگار چھوڑے سید التجا حسین اور سید اقدار حسین۔ یہ دونوں سنیلہ ہی میں رہتے ہیں۔ التجا حسین صاحب اولاد میں دوسرے نے شادی نہیں کی۔

مولوی سید مرتضیٰ علی: (۱۹۲۹-۱۸۷۲ء) مولوی صاحب کے سب سے چھوٹے بیٹے۔ ۱۹۰۳ء میں بیرٹری پاس کرنے کے بعد پہلے کچھ دنوں الہ آباد میں بعد شاہجہاں پور میں پریکٹس شروع کی۔ پھر ریاست بھوپال میں پہلے منصفی ملی پھر ترقی کر کے آخر میں بھوپال ہائی کورٹ کے جج ہو گئے تھے۔ ایک دن حسب معمول ورزش کر رہے تھے کہ دفعتاً دماغ کی رگ پھٹ گئی۔ ڈاکٹر انصاری مرحوم اس زمانہ میں وہیں تھے۔ انھوں نے بہت تدبیریں کیں لیکن ان کی جان بری نہ ہو سکی (۱۹۲۹ء)۔ مرحوم بڑے روشن دماغ، خوش تدبیر ذہین اور کنبہ پرور

بزرگ تھے۔ ایک بیٹی اور دو بیٹے سید سلطان علی و سید سلیمان بھی یادگار چھوٹے تھے جو بھوپال ہی میں اتنا پذیر ہو گئے تھے۔ اب صرف سید سلطان علی حیات میں۔

افضلاً: (۱۹۲۳-۱۸۷۰ء) مولوی صاحب کی سب سے بڑی بیٹی۔ قریبی عزیزوں میں سعید الدین مقیم ساگر (مدھیہ پردیش) کو بیاہی تھیں ان کے دو بیٹے اندور میں مقیم ہو گئے تھے۔ ایک بیٹی ساتھ رہتی تھیں۔ اب بیٹیوں اور بیٹی کی اولادیں پاکستان میں بس گئی ہیں۔ ان کی بڑی بیٹی انجن النساء (۱۹۶۱-۱۸۸۷ء) کم کنی ہی میں بیوہ ہو گئی تھیں۔ مولوی صاحب نے ان کا عقد ثانی خلاف رسم زمانہ کرایا تھا۔ روزنامہ ہند میں اس کا ذکر موجود ہے۔ التفاتاً: (۱۹۰۵-۱۸۷۷ء) ان کی شادی مولوی صاحب نے اپنے حقیقی بھتیجے سید اصغر علی ولد سید علی سے کی تھی۔ ایک لڑکی یادگار چھوٹی تھی اس کی اولاد پاکستان چلی گئی۔

جمیلاً: (۱۹۰۱-۱۸۸۲ء) خیرآباد کے ایک رئیس سید اعجاز الحسن کے ساتھ ان کا عقد ہوا تھا۔ لاؤلفوت ہوئیں۔ مقیماً: (۱۸۸۳-۰۰۰) خیرآباد کے ایک عزیز دار محمد ابراہیم کو بیاہی گئی تھیں جو ریاست "جوہٹ" (مدھیہ پردیش) میں ملازم تھے۔ ان کی اولاد زرینہ (۳ بیٹی) پاکستان میں ہیں۔ ایک بیٹی تھیں جن کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہندوستان میں ہے اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی کراچی میں۔

سید اصغر علی: (۱۸۷۴-۰۰۰) پہلے بھوپال میں ملازم تھے۔ آنکھوں میں خرابی ہو جانے کے باعث قبل از وقت پنشن لے کر سندیلہ چلے آئے تھے۔ پہلی شادی مسماۃ التفاتاً سے ہوئی تھی۔ وہ نہ رہیں تب دوسری شادی عزیزوں میں کی۔ ان سے ایک بیٹا سید انور علی پیدا ہوا جس کا انتقال ہندوستان ہی میں جوانی میں ہوا فوج کے اکاؤنٹ آفس میں ملازم تھے سید انور علی کے بال بچے (دو بیٹے تین بیٹیاں) اب کراچی میں ہیں۔

مولوی خلیل الدین: مولوی صاحب کے حقیقی بھانجے (۱۹۳۷-۱۸۵۹ء) بڑے عالم فاضل بزرگ تھے۔ حاجی، حافظ اور حکیم۔ مدتوں ریاست جھالا وار میں مدرس عربی و فارسی رہے۔ وہاں کا راجہ ان کو بہت مانا تھا اور اپنے خرچ پر انھیں شام و عراق و عرب کے تمام متبرک مقامات کی زیارت پر بھیجا تھا۔ ان کے ایک بیٹے ڈاکٹر جمیل الدین تھے جو سندیلہ ہی میں پریکٹس کرتے تھے اور ایک بیٹی تھی۔ دونوں کا بھی دو تین سال کے اندر انتقال ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر جمیل الدین کی شادی مقیم کی بیٹی سے ہوئی تھی جن کا اوپر ذکر آچکا ہے۔

منتظم حسین: ابن سید مصطفیٰ علی۔ مولوی صاحب کے سب سے بڑے پوتے (۱۹۰۷-۱۸۸۵ء)۔ جوانی ہی میں بعارضہ دق وفات پائی۔ اسی طرح ان کی چھوٹی بہن مسماۃ فریض (۱۹۰۹-۱۸۹۳ء) نے بھی جوانی

میں دق میں قضا کی اور اس طرح سید مصطفیٰ علی کی گیارہ اولادوں میں سے کوئی باقی نہ رہا۔

مولوی صاحب کے دیگر اعزہ و احباب

منشی سید فضل حسین (۱۸۳۹-۱۹۰۱) سید فضل رسول صاحب کے بیٹے جو اپنے والد کی وفات کے بعد تعلقہ دار "جلال پور" ہوئے۔ یہ مولوی صاحب کے خالہ زاد بھائی تھے۔ انھیں کے زمانہ میں مولوی صاحب ان کے تعلقہ کے دو مرتبہ منیجر مقرر ہوئے۔ پہلے ۱۸۸۰ء - ۱۸۸۴ء پھر ۱۸۹۰ء تا حیات فضل حسین صاحب۔ روزنامہ میں ان کا اور ان کے متعلقین کا ذکر کثرت سے آیا ہے۔

سید التفات رسول (۱۹۲۱-۱۸۸۳ء) اپنے والد سید فضل حسین کے بعد تعلقہ دار ہوئے شہر شادی کا شوق تھا۔ سالانہ شامی بڑے پیمانہ پر کیا کرتے تھے جن میں شاہ شہزادہ اردو شرکت کرتے تھے۔ آرزو لکھنوی سب سے پہلے آپ ہی کے زمرہ مصاحبین میں ملازم ہوئے تھے۔ ہاشمی تخلص تھا اور آرزو کے شاگرد تھے۔ آپ ہی کی بہو بیگم اعزاز رسول آجکل اقلیتی کمیشن (یو پی سرکار) کی صدر ہیں۔

سید الطاف رسول (۱۹۰۳-۱۸۶۹ء) سید فضل حسین صاحب کے بڑے بیٹے تھے۔ لیکن بوجہ ضعف دماغی تعلقہ داری انھیں نہ ملی بلکہ ان کے چھوٹے بھائی التفات رسول کو دی گئی تھی۔ الطاف رسول مرگم کے بیٹے سید افضل رسول صاحب (ولادت ۱۹۰۰ء) مع قبائل خود کراچی میں مقیم ہو گئے ہیں۔

سید معراج رسول سید فضل حسین صاحب کی دوسری زوجہ سے تھے۔ ان کا بھی کراچی میں انتقال ہو چکا ہے۔ ان کی اولاد وہیں پاکستان میں ہے۔

سید امیر حسن سید فضل رسول کے ایک بیٹے ایک کنیز کے بطن سے (ولادت ۱۸۶۵ء)۔ التفات رسول صاحب کے زمانہ میں یہ ان کی ریاست کے منیجر ہو گئے تھے۔ ان کے تین بیٹے تھے جن میں سے ایک ابھی حیات میں (دبیر حسن صاحب) اور لکھنؤ میں قیام پذیر۔

منشی سید عنایت حسین : وفات ۱۹۰۵ء۔ مولوی صاحب کے لڑکپن کے دوست تھے اور عزیز دار۔ پہلے یو۔ پی کے اضلاع میں ملازم رہے پھر بھوپال میں صدر المہام ہو گئے تھے۔ پہلی شادی منشی شمس الدین صاحب کی بیٹی سے ہوئی جن سے دو بیٹے ہوئے۔ نجم الدین اور قمر الدین۔ دوسری شادی بھوپال میں کی اور وہیں اقامت اختیار کر لی تھی۔ وہیں ۱۹۰۵ء میں وفات پائی۔ زوجہ ثانی سے جو اولاد ہوئی ان میں سید آفاق حسین نے ناموری حاصل کی۔ اب آفاق حسین صاحب کی اولاد بھوپال ہی میں اقامت گزیر ہے۔

سید حافظ علی: مولوی صاحب کے عزیز اور پروردی۔ ایف اے تک تعلیم حاصل کی تھی۔ انگریزوں کو اردو پڑھاتے تھے۔ ڈالی کالج اندور میں فارسی کے استاد تھے۔ ایک انگریزی ناول کا بہت اچھا ترجمہ مونس غمگسار کے نام سے ۱۸۸۹ء میں شائع کروایا تھا (وفات ۱۹۱۷ء)

چودھری عبد الباقی: اشرف محلہ کے ایک نامور رئیس اور بزرگ شخصیت۔ علوم متعارف میں ماہر۔ حافظ چودھری شوکت علی کے شاگرد خاص مولوی صاحب کو بہ حیثیت ایک سنیہ طالب علم کے آپ نے بھی کچھ پڑھایا تھا۔ مولوی صاحب سے بڑے مراسم اتحاد تھے (وفات ۱۸۹۷ء بہ عمر ۵۵ سال)

سید کرامت حسین: سید عنایت حسین کے چھوٹے بھائی تھے۔ محکمہ بن و بستان و علاقہ جات کو رط آف وارڈس میں منصرم اور سربراہ کار رہ کر پھر تحصیلدار اور ڈپٹی کلکٹر ہو کر ریٹائر ہوئے۔ عرصہ دراز تک پنشن پائی (وفات غالباً ۱۹۲۹ء)

محمد عربی: ابن شیخ حامد حسن صاحب اشرف ٹولہ (ولادت ۱۸۷۲ء) ذہین تیز طبع اور خوش پوشاک فیشن اہل نوجوانوں میں تھے۔ بیرٹری پاس کر کے کچھ دنوں پریکٹس کی تھی مگر زیادہ عمر نہ پائی۔ آپ کے بیٹے طانس عربی و احمد عربی تھے۔ موخر الزکر سیٹاپور کے بہت کامیاب و کیلوں میں تھے۔ انس عربی تو اولاد فوت ہوئے۔ احمد عربی نے ۱۹۷۲ء میں وفات پائی۔ ان کی اولاد سیٹاپور میں ہے۔

منشی قبول احمد: (وفات ۱۹۴۴ء) خلیفہ منشی عزیز الدین صاحب۔ بہت ذی ہوش و جیبہ اور حکام رس آدمی تھے۔ مولوی صاحب کے زمانہ میں بڑے زیرک نوجوانوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔
چودھری خصلت حسین: (وفات ۱۸۸۲ء) محلہ مہتوانہ میں ایک بہت بڑے تعلقہ اہل تھے اور بڑے خوش انتظام۔ اودھ میں انجمن تعلقہ داران بمقام لکھنؤ قائم تھی اس کے سکریٹری بھی عرصہ تک رہے۔ آخر میں خطاب راجگی بھی مل گیا تھا۔

چودھری محمد عظیم: چودھری خصلت حسین کے بڑے بیٹے۔ آئری مجھڑیٹا بھی تھے۔ پورے ضلع ہردوئی میں آپ کا تعلقہ بہ لحاظ آمدنی دوسرے نمبر پر تھا۔ ۱۹۰۲ء میں دفعتاً انتقال کیا۔ مولوی صاحب سے مراسم خصوصی تھے۔

چودھری محمد خاں: خلیفہ چودھری محمد عظیم صاحب (وفات ۱۹۱۸ء)
چودھری نصرت علی: ولد چودھری عظمت علی۔ محلہ مہتوانہ کے بڑے رئیسوں میں تھے۔ انجمن تعلقہ داران اودھ (لکھنؤ) کے عرصہ تک سکریٹری رہے۔ بڑے وسیع الاخلاق اور ذکی الطبع لوگوں میں تھے۔

خطاب خاں بہادری بھی ملا تھا۔ تعلق داران اودھ میں آپ کا طوطی بولتا تھا لیکن بد قسمتی کہ ایک خاص مقدمہ میں مانوڑ ہو جانے کی وجہ سے آپ کا عہدہ اور خطاب دونوں جاتے رہے تھے (وفات ۱۳۲۹ھ)

چودھری جاوید علی: چودھری خصلت حسین کے بڑے بھائی تھے۔ ابتداً عمر میں بہت خوشحال اور صاحبِ حشمت و جاہ رہے۔ سندیلہ کی چکلہ داری بھی کی اور بہت مرفہ حال ہے۔ لیکن ان کو اپنی زندگی میں تین بڑے صدمے نصیب ہوئے۔ اول نابینا ہو جانا اپنے اکلوتے فرزند احمد عظیم کا دوسرے محرومی از مند تعلق داری، تیسرے انتقال ان کی بہو کا جو خانہ داری میں نہایت لیاقت مند تھیں (وفات بعافہ ذیل بعمر سال ۱۸۹۳ء)

سید نجم الدین و سید قمر الدین: پسران سید عنایت حسین۔ مولوی صاحب کے عزیزوں میں دو خوش لیاقت جوان حضرات۔ دونوں کو شاعری سے بھی دلچسپی تھی۔ خصوصاً سید قمر الدین قمر خوش گو شاعر تھے۔ امیر مینائی کے شاگرد۔ عرصہ تک ایک رسالہ قمر نکالتے رہے اور کئی نظمیں چھپوائیں۔ ان کا غیر مطبوعہ کلام مشتمل بر دیوان غزلیات دیوان قصائد و دو تین مثنویا وغیرہ اب بھی ان کی نو اسی قمر افضل کے پاس لکھنؤ میں موجود ہے۔

مولوی سید علی احمد صاحب: (۱۹۱۵-۱۸۴۴)۔ جبل پور میں وکالت کرتے تھے جہاں بڑا نام پیدا کیا۔ سر سید احمد خاں سے بہت متاثر تھے۔ چنانچہ جبل پور میں انجمن اسلامیہ قائم کی جس کے تحت وہاں ایک اسکول مسلمان لڑکوں کے لیے اور ایک مسلمان لڑکیوں کے لیے قائم کیا تھا جو ابھی تک قائم ہیں۔ جبل پور کے میونسپل سکرٹری بھی ہو گئے تھے۔ خطاب خاں بہادری حاصل کیا تھا۔ آخر عمر میں بہت خواہوشا رہنے لگے تھے۔ سندیلہ ہی میں وفات پائی۔

۱۷ جدو گار پور شاد: (۱۹۲۰-۱۸۴۶ء) خلف راجہ دھنپت رائے۔ سندیلہ کے پشتینی راجاؤں میں تھے۔ سنسکرت، فارسی، اردو ہندی میں مہارت تھی۔ شاعری فارسی اور اردو میں کرتے تھے۔ بڑے فیاض، بامروت اور علم دوست رئیس تھے۔ تاجہات سندیلہ میونسپلٹی کے چیرمین رہے اور آنریری مجسٹریٹ بھی اور انگریزی اسکول کے چیرمین بھی۔ ایک سرائے بنا کر کونٹن سرائے اسٹیشن سندیلہ کے قریب بنوائی تھی جو ابھی تک قائم ہے۔ تصنیف و تالیف کا بہت شوق تھا اور ایک اچھی لائبریری بھی ان کے پاس تھی۔ ایک ذاتی مطبع بھی قائم کیا تھا جس میں ان کی اپنی اور دوسروں کی کتابیں شائع ہوتی تھیں مشہور تصانیف یہ ہیں:

فارسی: گلستا ہند، تاریخ ہند، باتصویر، تذکرہ دلیقہ عشرت، ہند دل ہند، مخزن اخلاق، بوستان اودھ۔

(تاریخ اودھ باتصویر)

اردو: مثنوی مہرتاباں، گلشن ہدایت، تاریخ ابودھیار، بالتصویر، تاریخ سندیلہ، ترجمہ مہابھارت (رات مختلف پر پشائع ہو سکے تھے) مہابھارت کا یہ ترجمہ اصل سنسکرت ماخذ اور فیضی کے فارسی ترجمہ کو پیش نظر رکھ کر کیا گیا ہے اور بہت خوب ہے۔ مولوی صاحب چونکہ عرصہ دراز تک میونسپل سکریٹری رہے اور دونوں پنچ مجسٹریٹ بھی تھے اس لیے دونوں میں یکجائی کے باعث بڑی دوستی تھی۔

کنور نوندر بہادر: پنچ مجسٹریٹ تھے۔ راجہ درگا پرشاد صاحب کے عزیز قریب۔ مولوی صاحب سے مراسم اتحاد تھے۔ فارسی اور انگریزی میں اچھی لیاقت رکھتے تھے۔ وفات ۱۹۰۵ء بہ عمر ۴۵ سال۔

چودھری محمد سرفراز: چودھری خصلت حسین کے چھوٹے بھائی تھے۔ رئیس قصبہ پنچ مجسٹریٹ ہونے کی وجہ سے مولوی منظر علی صاحب سے بہت دوستانہ تعلقات تھے۔ تاریخ پیدائش و وفات معلوم نہ ہو سکی۔ ان کے ایک پوتے عشرت علی صدیقی صاحب اخبار قومی آواز کے مشہور اڈیٹر ہیں۔

سید وصی علی شاہ: درگاہ مخدوم علاؤ الدین کے سجادہ نشین تھے۔ بہت خلیق خوش اوقات اور مہمان نواز۔ آپ کے صدمہ لوگ مرید تھے۔ (وفات ۱۸۹۸ء بہ عمر ۶۱ سال)۔ راجہ جنگ بہادر خاں ناپارہ نے آپ کا مزار سنگ مرمر کا بنوایا تھا۔

لالہ لالتا پرشاد: تعلقہ جلال پور میں سیابہ نولیس تھے۔ بڑے سمجھ دار اور فرض شناس۔ لچھمن پرشاد: سندیلہ کے مشہور مہاجن تھے۔ پہلے بنزاری کرتے تھے۔ بعد میں نمایاں ترقیاں کیں اور کچھ زمینداری بھی پیدا کر لی تھی۔ مولوی صاحب سے کافی مراسم تھے۔

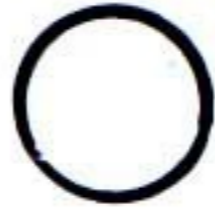
حکیم مظہور الحسن: سندیلہ میونسپلٹی کے طبیب تھے اور بحیثیت طبیب کے بڑا نام پیدا کیا تھا۔ ۱۹۱۷ء میں بعارضہ طاعون وفات پائی۔ مولوی صاحب کے خاندان میں زیادہ تر آپ ہی کا علاج ہوتا تھا۔ مولوی صاحب نے ایک موقع پر ایک باغ بطور انعام آپ کو دیا تھا۔

نور الحسن ہاشمی

باب اول

واقعاتِ ہند

Handwritten text in Urdu script, likely a title or header.



سفر کی مدت: ۲۹ فروری ۱۸۶۸ء آج اہل خانہ حافظ کرم احمد صاحب و والدہ سیدہ عابد علی وغیرہ
اکیس دن سفر کے بعد ساگر سے سزیدہ پہنچے۔

شہر بمبئی: ۳ مارچ ۱۸۶۸ء منشی فہیم الزماں صاحب لکھنؤ سے تشریف لائے کیفیت شہر
بمبئی کی ان کی زبانی مفصل معلوم ہوئی واقعی شہر مذکور قابل سیر ہے۔

پہلے پہل ریل کا سفر: ۱۲ مئی ۱۸۴۸ء۔ چونکہ میں اس وقت تک ریل پر سوار نہیں ہوا تھا شوقیہ
ریل پر سوار ہو کر کانپور گیا، چونکہ میں شیخ امجد علی فرخ آبادی جو تافروش کی دوکان پر ٹھہرا۔ باوصف نہ ہونے ملاقات
کے بہت خلیق سے وہ پیش آئے اور بوقت معاودت محمد لیسین ان کے بیٹے کو میں نے اکٹھے آنے والے شیرینی کے دیے۔

وفات لاسٹامیو: ۱۷ فروری ۱۸۷۲ء۔ اس خبر کی تصدیق ہوئی کہ ۸ فروری ۱۸۷۲ء کو جناب
نواب میو صاحب گورنر جنرل بہادر بہ تقریب دورہ جزیرہ انڈمان میں بطرف جیل خانہ سیرکناں تشریف لے گئے۔
دفعۃً شیر علی خاں قیدی دائم الحبس نے ایک پتھر صاحب ممدوح کو ایسا کاری مارا کہ جان بر نہ ہوئے اور انتقال
فرمایا یہ شخص خیبر کار ہنے والا تھا۔

سرخ بخاس: ۲۲ ستمبر ۱۸۷۲ء۔ آج کل بخار فصلی جس کو سرخ بخار کہتے ہیں اس گرد و نواح میں خصوصاً
اور تمام ہندوستان میں عموماً اس کثرت سے پھیلا ہے کہ کمر لوگ اس سے محفوظ نہیں۔ تین دن تک شدت زیادہ رہتی
ہے بولاس کے کم ہو جاتا ہے اکثر شخصوں کے بدن پر دانے سرخ بھی پڑ جاتے ہیں جو خارش ہو کر زائل ہو جاتے ہیں۔

غلام امام شہید: ۲ اکتوبر ۱۸۷۲ء۔ مولوی غلام امام صاحب متخلص شہید متوطن الہ آباد آج تشریف
لائے منشی فضل رسول صاحب الہ کے بھانجے ہیں۔ شہید صاحب مولود بہت خوب پڑھتے ہیں اور دقت پڑھنے
کے عشق آں حضرت میں بے چین ہو جاتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ آواز اچھی نہیں۔ بالفعل ان کی عمر ستر برس

کا ہے قرنائی لگا کر سنتے ہیں۔

انگریزوں کی تعلیم: ۱۶ دسمبر ۱۸۷۱ء بوقت ملاقات کنیڈی صاحب اسسٹنٹ انجنیر کانپور نے دو کتابیں اردو کی ایک نو طرز مرقع 'دوسری' حلوائے بے دود، مجھے لیں اور فرمایا کہ کل کوئی وقت اپنے پڑھنے کا مقرر کروں گا۔ ۱۰ جنوری ۱۸۷۲ء۔ بوقت ملاقات کنیڈی صاحب اسسٹنٹ انجنیر کانپور کو دو کتابیں 'مفید المبتدی' اور 'معلم المبتدی' پیش کیں۔ بعد ملاحظہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مجھے بوقت فرصت ان کو پڑھا دیا کرو بلکہ چند باتیں متعلقہ کتاب مجھ سے دریافت کیں میں انکا بہت مزاحمت سے جواب دیا کہ جس سے بہت خوش ہوئے۔

مشاعرہ: ۱۲ ستمبر ۱۸۷۳ء بمقام لکھنؤ، آج منشی مظفر علی امیر کے مکان پر مشاعرہ تھا میں بھی بہرہ ای مشرفی رسول صاحب شریک ہوا، شام تک یہ صحبت رہی چودھری عبدالباقی سندیلہ نے بھی اپنی غزل فارسی کی پڑھی مجمع شاعروں کا بکثرت تھا 'لطف خوب ہوا' لیکن سپہر کو بارش نے بے لطفی کر دی۔

ادب: ۶ مارچ ۱۸۷۴ء۔ آج میں نے کتاب 'سروش سخن' مصنفہ شیخ خوالدین حسن صاحب دہلوی کو معائنہ کیا۔ واقعی یہ کتاب فسانہ عجائب کے مقابلہ میں خوب تیار ہوئی ہے اور بہت خوب ہے۔

مشاعرہ: ۲۶ فروری ۱۸۷۶ء۔ آج شب کو میرے مکان پر مشاعرہ ہوا۔ میر فضل حسین و چودھری عبدالباقی دیگر شاعر شریک جلسے تھے عصمت شاعرہ کی ریختہ گوئی سے حاضرین کو کمال حفا حاصل ہوا۔ بعد بارہ بجے رات کے صحبت برخواست ہوئی۔

دربار دہلی: ۲۵ دسمبر ۱۸۷۶ء۔ چونکہ یکم جنوری کو دہلی میں دربار ہونے والا ہے اور ملک وکٹوریہ شہنشاہی خطاب حاصل کریں گی اس وجہ سے جملہ راجہ و رؤسا کمال تزک و احتشام سے شرکت دربار کے واسطے جاتے ہیں۔ یہ دربار بھی قابل یادگار ہوگا۔ ریلوے کلینی کو آج کل بہت فائدہ ہو رہا ہے۔

یکم جنوری ۱۸۷۷ء۔ آج ملک وکٹوریہ نے شہر دہلی میں خطاب شاہنشاہی قیصرہ ہند کا حاصل کیا جلسہ عظیم ہوا۔ ہندوستان کے سب بڑے بڑے راجہ شریک دربار تھے، اکثروں کو خطاب بھی حاصل ہوئے۔ ۲۲ لاکھ آدمیوں کا مجمع تھا۔ اور تاریخ امروز میں ہر دوئی خاص میں بھی بڑا جلسہ ہوا جس میں تعلقداران ضلع دیگر معزز اشخاص شریک تھے۔

قسط: ۲۷ اگست ۱۸۷۷ء لوگ مشہور کرتے ہیں کہ لارڈ لٹن صاحب گورنر جنرل ہندوستان اور کور صاحب لفٹیننٹ گورنر اضلاع مغربی و شمالی و اودھ کی نیت اچھی نہیں ہے، یہ ہی امر باعث خشک سالی ہے، یہ دونوں صاحب ان عہدوں پر جدید مقرر ہوئے ہیں۔

۵ ستمبر ۱۸۷۷ء غلہ روز بروز گراں ہوتا جاتا ہے۔ آج نرخ گندم کا ۱۲۷ سیر نمبری اور چنے دو سو ۱۵ سیر

نمبری تھا۔ بارش مطلقاً نہ ہوتی، خلق اللہ کو ہراس و ناامیدی بہ درجہ غایت ہے۔

۱۶ ستمبر ۱۸۶۷ء - ہوا گرم مثل بیساکھ و جھپٹ کے چلتی ہے۔ اخیر شب کو سردی ہوتی ہے۔ پانی کے آثار بالکل معلوم نہیں ہوتے، نرغ غلہ کا بالمرہ گھٹتا جاتا ہے۔ خلائی از حد پریشان اور کاشتکار اپنے مویشی اتر لیے جاتے ہیں۔ ۲۳ ستمبر ۱۸۶۷ء خشک سالی کی شکایت ترقی پذیر ہے۔ آثار قحط بہ وجہ پیدا ہیں۔ صد ہا آدمیوں نے گداگری اختیار کی۔ خدا اپنا فضل فرمائے۔

۲۷ نومبر ۱۸۶۷ء - جب کہ باعث خشک سالی اسامی فاقہ کر رہے ہوں تو وصول ہونا مال گزاری کا سخت دشوار ہے لیکن افسوس ہے کہ سرکار کوئی عذر سماعت نہیں کرتی۔

۳۰ دسمبر ۱۸۶۷ء - آج کل اکثر لوگ ساکنان سندیلہ بوجہ عدم پیداوار فصل خریف و گرانی غلہ کے سخت پریشان ہیں اور دو روز تک ان کو کھانا نصیب نہیں ہوتا۔ خداوند کریم اس حالت نازک کو جلد دور فرمائے۔
۳۱ دسمبر ۱۸۶۷ء - اگرچہ کچھ بارش ہوئی ہے لیکن چونکہ ہنوز غلہ تیار نہیں ہے۔ اس وجہ سے شکایت گرانی بدستور سابق ہے۔ خدا سے امید ہے کہ ایک وہ بھی دن ہوگا کہ یہ شکایت دفع ہوگی۔ پروازہ پر آج کل اس قدر محتاج آتے ہیں کہ ان کو تھوڑی تھوڑی بھی بھیک دی جاتی ہے تو اس کی ایک مقدار کثیر ہو جاتی ہے۔

۱۲ فروری ۱۸۶۸ء - کچھ عرصہ سے نرغ غلہ حسب ذیل ہے جس سے لوگوں کو از حد تکلیف ہے۔
روز دو چار آدمی تلف ہوتے ہیں۔

گندم ۱۰ سیر، جوار خورد ۱۲ سیر، برنج ۸ سیر، دال ابر ۱۱ سیر، جو ۱۳ سیر، جوار کلاں ۱۲ سیر، روغن زرد ۲ سیر، مٹری عظیم آبادی ۱۳ سیر، ماش ۸ سیر، قند سیاہ ۱۵ سیر، مسور ۱۳ سیر، باجرہ ۱۱ سیر، کاکن ۱۱ سیر، نخود ۱۲ سیر، مونگ ۱۰ سیر، روغن سیاہ ۲ سیر۔

علی گڑھ کالج: ۲۹ دسمبر ۱۸۶۷ء - منظور ہے کہ برخوردار مصطفیٰ علی کو واسطے تحصیل علم مدرسہ العلوم علی گڑھ کو روانہ کروں۔۔۔ کہ وہاں کی تعلیم اچھی ہوتی ہے۔ اس سیری لائے سے منشی فضل رسول و منشی فہیم الزماں نے بھی اتفاق رائے کیا ہے۔ منظور ہے کہ جنوری آئندہ سے ان کی تعلیم کا بند و بست مدرسہ مذکور میں کیا جائے۔

۱۵ جنوری ۱۸۶۹ء - صبح کے دس بجے مدرسہ علی گڑھ میں پہنچا مولوی محمد اکبر صاحب مینبر مدرسہ مذکور سے ملاقات کر کے برخوردار مصطفیٰ علی و امیر حسن کو داخل بورڈنگ ہوس کے کیا اور مبلغ ۱۵ روپیہ ۱۲ آنے بابت فیس مدرسہ کو لے کر مکان دم فوطا آسن ابتدائے جنوری ۱۸۶۹ء لغایت مارچ مولوی صاحب مینبر کو حوالہ کیے۔۔۔۔

۱۸ جنوری ۱۸۷۹ء مقام علی گڑھ۔ واسطے خرید اسباب ضروری میز و کرسی وغیرہ متعلقہ بر خوردار مصطفیٰ علی بازار علی گڑھ کو گیا۔ اول مولوی فرید الدین احمد صاحب صدر اعلیٰ سے ملاقات کی یہ تیس کڑا مانگ پور کے ہیں اور مبلغ ۷۰ روپے ماہوار تنخواہ پاتے ہیں۔ اس کے بعد مولوی محمد اسماعیل صاحب سے ملاقات کی یہ نہایت ذی علم شخص ہیں۔۔۔ بعد مولوی لطف اللہ صاحب مدرس جامع مسجد سے ملاقات کی یہ مولوی صاحب فاضل زبردست ہیں اور بہت سے منتهی طالب علم ان کے پاس پڑھتے ہیں۔۔۔ مولوی صاحب کی عمر ساٹھ برس سے زیادہ ہے، مجھ سے بہ کمال تپاک پیش آئے۔ جامع مسجد میں، میں نے نماز ظہر کی ادا کی یہ مجی نہایت مضبوط پتھر کی بنی ہوئی ہے، شب کو میں بورڈنگ ہوس مدرسہ العلوم میں لوٹ آیا اور مولوی اکبر صاحب منیجر کو چھ آنے پیسے دے کر بورڈنگ ہوس میں کھانا کھایا۔

۲۲ جنوری ۱۸۷۹ء۔ مقام سندیلہ حسب تحریک آج چودھری خصلت حسین صاحب سے ملاقات کی اور حالات تعلیم مدرسہ العلوم بیان کیے جس سے نہایت درجہ خوش ہوئے ان کا ارادہ ہے کہ اپنے پوتوں میں سے کسی کو واسطے تعلیم کے علی گڑھ کو بھیجیں۔ یہ مدرسہ سید احمد خاں صاحب نے قائم کیا ہے، بہت وسیع اس کا رقبہ ہے اور حکمت عملی یہ کی ہے کہ جو شخص ۲۰ روپے سید صاحب کو دیوے تو اس کا نام احاطہ دیوار کے ایک جز میں کندہ کر دیا جاتا ہے اور جو شخص مقدار زائد دیوے اس کے نام کا پھاٹک بنا دیا جاتا ہے اور اس کا نام کندہ کر دیا جاتا ہے۔ اس کا رووائی سے اکثر لوگ بہ غرض ابقائے نام روپیہ دیتے ہیں اور دیواروں اور پھاٹکوں پر ان کے نام کندہ ہیں۔ اسی طور سے جو کالج زیر تعمیر ہے اس کی کارروائی بھی ہوئی ہے اور صد ہا آدمی اس چنڈہ میں شریک ہیں اور ہوتے جاتے ہیں۔

۱۰ مارچ ۱۸۷۹ء۔ تحریر مسلہ محمد اکبر صاحب منیجر مدرسہ العلوم علی گڑھ سے واضح ہوا کہ بر خوردار مصطفیٰ علی لکھنے پڑھنے میں محنت کرتے ہیں ان کے استاد ان خوش ہیں۔ یہ کیفیت پانزدہ روزہ آیا کرتی ہے۔

تپ و لرزہ: ۲ اکتوبر ۱۸۷۹ء بمعائنہ اخبارات واضح ہوتا ہے کہ بیماری تپ و لرزہ عالم گیر ہے۔ کوئی شہر و قصبہ و وہ اس سے محفوظ نہیں ہے۔

۳ اکتوبر ۱۸۷۹ء۔ آج کل سندیلہ خاص اور دیہات نواحی میں تپ و لرزہ کی از بس شکایت ہے۔ کوئی گھر نہیں ہے کہ جس میں چار پانچ بیمار نہ ہوں بلکہ کثرت اس قدر ہے کہ اس علالت سے کوئی آدمی گھر میں محفوظ نہیں ہے۔ میرے مکان میں بھی چار آدمی مبتلائے تپ و لرزہ ہیں۔

وفات غلام امام شہید: ۲ اکتوبر ۱۸۷۹ء - مولوی غلام امام شہید نے جوڑتہ میں منشی فضل رسول کے ماموں ہوتے تھے اور مولود شریف تصنیف کردہ خود بہت اچھا پڑھتے تھے، بہ عمر ۷۵ سال الہ آباد میں انتقال کیا۔ یہ بزرگ بڑے نامور شخص تھے اور ریاست ہائے حیدرآباد و رام پور سے کچھ روپے ماہواری ان کے صرف کے لیے مقرر تھے۔ صاحب تصنیف بھی تھے اور بیاعت ثقل سماعت کان میں قرنائی لگا کر یہ سننے لگتے تھے، مولوی صاحب لا ولد فوت ہوئے۔

ہیضہ: ۲۰ جولائی ۱۸۸۰ء اس سال دیہات نواحی میں بھی ہیضہ شروع ہو گیا ہے۔ شاید ہی ایسا موضع ہو کہ جس میں اس کی شکایت نہ ہو۔

۱۲ اگست ۱۸۸۰ء بیاعت ایام گرما شب کو اتفاقاً خواب کا سقف بالا خانہ پر ہوتا ہے اور متوفیان کے ورثا کی گریہ و زاری سے رات کو نیند نہیں پڑتی اور ایک نوع کا ہول پیدا ہوتا ہے۔

مردہ شمارسی: ۱۷ فروری ۱۸۸۱ء - آج مردم شماری بہ وقت ۹ بجے شب کے تمام ہندوستان میں شروع ہوئی۔ اور ۳ بجے صبح کے ختم ہوئی۔ بعد چندے شماران کا معلوم ہوگا۔

ستارہ دنبالہ دار: ۲۷ جون ۱۸۸۱ء - دو روز سے ستارہ دنبالہ دار گوشہ شمال و مغرب میں برآمد ہوتا ہے۔ لوگ اس کے آثار اچھے نہیں بتاتے ہیں۔

وفات اسیر لکھنوی: ۷ فروری ۱۸۸۲ء - آج دوپہر کو منشی مظفر علی اسیر شاعر نامی لکھنؤ نے بمقام لکھنؤ بہ عمر ۸۰ سال انتقال کیا۔ یہ منشی فضل رسول صاحب واسطی مرحوم کے شاعری میں استاد تھے اور ہزار ہا آدمی مرحوم کے شاعری میں شاگرد ہیں۔ عہد و اجا علی شاہ میں مرحوم نے بہت بڑا اعزاز حاصل کیا تھا بلکہ بادشاہ بھی ان کے شاگرد تھے۔

مشاعرہ: ۱۷ اگست ۱۸۸۲ء - مکان منشی فضل حسین صاحب پرشام کو تقریب مشاعرہ ہوئی۔ شیخ ظہور الحسن صاحب شاعر لکھنؤ و راجہ غلام حسین خان بہرائچ بھی شریک صحبت تھے۔ دینک اسکی گرم بازاری بھی ۲۳ ستمبر ۱۸۸۲ء - آج منشی فضل حسین نے صحبت مشاعرہ اپنے مکان پر منعقد کی جس میں شعراے لکھنؤ و سندیلہ شریک تھے۔ بی بی عصمت شاعرہ لکھنؤ کی غزل گوئی سے لوگ بہت محظوظ ہوئے۔ میں شریک صحبت نہ ہو سکا۔ ۱۹ اکتوبر ۱۸۸۲ء - آج پھر مشاعرہ منشی فضل رسول حسین کے مکان پر ہوا لیکن یہ امر میرے خلاف ہے۔

۱۔ روزنامہ جولائی اور اگست میں ہیضہ سے موت پانے والوں کے نام سے پڑھے۔ (ن)

کیونکہ اس کا زیادہ چرچا اچھا نہیں ہے اور تجربے سے اس کا انجام بخیر ہوتے نہیں دیکھا۔

۱۱ جنوری ۱۸۸۲ء - آج شب کو پھر صحبت مشاعرہ منشی فضل حسین صاحب نے منعقد کی دو بجے صبح کو

فراغت ہوئی۔ چوں کہ یہ امر میرے خلاف ہے اس وجہ سے شریک نہ ہو سکا۔

آتش زدگی و چیچک : ۸ مئی ۱۸۸۳ء - اب کی سال ہندوستان میں آتش زدگی بہ کثرت

ہوئی بڑے بڑے کارخانے جل کر خاکستر ہو گئے۔ اور تھامی ہندوستان میں شکایت چیچک بھی بہت ہوئی۔ ہزار ہا

اس عارضہ میں فوت ہوئے۔

اندسبھا : ۱۸ نومبر ۱۸۸۲ء - شب کو رقص اندر سبھا کا منشی فضل حسین کے مکان پر ہوا۔

شریک جگہ تھا۔

گورنر جنرل : ۲۳ دسمبر ۱۸۸۲ء - ۱۹ دسمبر کو لارڈ ڈیپن صاحب گورنر جنرل ہند کلکتہ سے ولایت

نہ ہوئے اور لارڈ ڈیپن صاحب نے چارج گورنر جنرل کالیا۔ صاحب اول الذکر نے ہندوستانیوں کے

رضامندی کا اچھا برتاؤ کیا۔

مشاعرہ : ۲۹ جنوری ۱۸۸۵ء - منشی فضل حسین صاحب کے مکان پر صحبت مشاعرہ قرار پائی کلام

ہووا الحسن شاعر لکھنؤ بہ مقابلہ منشی محمد حسن نامی شاعر باندہ بہت خوب تھا، کوئی شعر خالی امتحان سے

واقعی خوب غزل کہتے ہیں۔

ستارے : ۲۸ نومبر ۱۸۸۵ء - شب کو آٹھ بجے سے بائیس بجے تک ہزاروں ستارے آسمان

تے نظر آئے۔ یہ کیفیت نامی ہندوستان میں پیدا ہوئی "لوگوں نے بہ نظر حیرت اسکو مشاہدہ کیا۔

بائے کہ اس کا کیا انجام ہو۔

بوسہ : ۲۹ نومبر ۱۸۸۵ء - آج سرکار انگلشیہ نے شہرمانڈلے دارالسلطنت ملک برہما پور فتح حاصل

۱۱ ہینیا نے اطاعت اختیار کی اور اپنی جان و مال کو انگریزوں کے سپرد کیا۔ شاہ موصوف بہ جانب

بہ ذریعہ جہاز بھیجے گئے۔ شاید ہندوستان کے کسی ٹاپو میں اب ان کا قیام ہو۔

فوج کی زیادتیاں : ۶ فروری ۱۸۸۶ء - رسالہ سواران انگریزی سیتاپور سے وارد سندیل

ہوا چونکہ سواروں کے مزاج میں زیادتی و بدعت زیادہ ہوتی ہے اس وجہ سے مولوی عبدالقادر صاحب تحصیلدار

بلخاٹ حفظ اپنی آبرو کے روپوش ہو گئے۔ لیکن سامان رسد وغیرہ کا بذریعہ چیراسیان تحصیل مہیا کرادیا لیکن سوار

لوگ ہر گلی و کوچہ میں تحصیلدار کی تلاش کرتے تھے.... رسالہ تو بعد ایک روزہ قیام کے کانپور روانہ ہو گیا لیکن سواروں کے کرنیل نے رپورٹ شکایت مولوی عبدالقادر صاحب تحصیلدار کی صاحبانہ اور صاحب مکشز سیتاپور کو کر دی۔

دس باس جو بلی: ۱۶ فروری ۱۸۸۶ء۔ مقام ہردوئی آج گیارہ بجے دن کے شریک دربار جشن جو بلی ہوا۔ میری کرسی بزمہ آنریری مجسٹریٹوں دوسری تھی۔ نمبر اول حاجی محمد حسین خان شاہ آباد کا تھا۔ ہارس فورڈ صاحب ڈپٹی مکشز ضلع ہردوئی بہ لباس شاہانہ ہاتھی پر سوار ہو کر ۱۲ بجے تشریف لائے اور کرسی تقریاً جو بالائے تخت بچھی ہوئی تھی۔ متمکن ہوئے، اول چودھری محمد عظیم نے بزبان اردو اڈریس پڑھا۔ اس کے بعد قصیدہ منشی فضل حسین صاحب کا پیش ہوا مگر پڑھا نہیں گیا۔ پھر منشی نظیر حسن صاحب وکیل کا کوروی نے چند اشعار مدح میں پڑھے اس کے بعد پنڈت تر بھون ناتھ بی اے منصف بلگرام نے منجانب انسٹی ٹیوٹ بلگرام ایچ انگریزی میں دی۔ اس کے بعد صاحب بہادر نے بزبان اردو جواب اڈریس دیا۔ بعد تقسیم عطر و پان جلسہ برضا ست ہوا۔ ۳ بجے گھوڑ دوڑ کشتی و شب کوروشنی و آتش بازی و ناچ طوائفوں کا ہوا اور اظہار مسرت میں ۱۱۸ قیدی فوجداری اور دو دیوانی کہ جن کی میعاد ۲۰ جون ۱۸۸۷ء تک ختم ہونے والی تھی، جیل خانہ ہردوئی سے رہا ہوئے۔

سہائے قیدیوں: ۸ مارچ ۱۸۸۷ء۔ بجائے گزٹ اردو محررہ ۵ مارچ ۱۸۸۷ء واضح ہو کہ بہ تقریب جشن جو بلی حضرت ملکہ معظمہ قیسرہ ہند کالی عملداری انگریزی میں قیدیان فوجداری حسب ذیل رہا ہوئے۔
مرد ۸۳۸، ۱۱، عورتیں ۱۲۶، کل ۳۰۵۔

وفات واجد علی شاہ: ۲۲ ستمبر ۱۸۸۷ء۔ کل واجد علی شاہ سابق بادشاہ اودھ نے بمقام میا براج کلکتہ بہ عمر ۷۰ سال قضا کی۔ مرحوم کے ۱۹ لڑکے اور ۳۸ لڑکیاں ہیں۔

نول کشور: ۵ جنوری ۱۸۸۸ء۔ چودھری نصرت علی صاحب رئیس سنیلہ واسٹنڈٹ سکرٹری انجمن ہند لکھنؤ کو خطاب خان بہادر گورنمنٹ انگلشیہ سے یکم جنوری ۱۸۸۸ء کو حاصل ہوا جس کا میں نے خط مبارک باد چودھری صاحب کو لکھا۔ منشی نول کشور مالک مطبع اودھ اخبار کو بھی خطاب سی۔ آئی۔ او کا گورنمنٹ سے حاصل ہوا۔ ان کو بھی میں نے خط مبارکبادی بھیجا ہے۔

کاشت خریزہ: ۱۱ جولائی ۱۸۸۷ء۔ اودھ اخبار محررہ ۱۱ جولائی ۱۸۸۷ء نمبری ۱۸۹۶ء کے کالم اول میں درج ہے کہ اگر تخم خریزہ دودھ اور شہد میں تر کر کے بوسے جائیں تو پھل نہایت شیریں ہوگا اور اگر اس کے تخم کو گلاب میں رکھے اور پھر اس کو بوسے تو خریزہ میں گلاب کی خوشبو ہوگی اور جس کھیت میں خریزہ میں کیڑے

پیدا ہو گئے ہوں تو ان کیڑوں کو جمع کر کے پانی میں جوش دے اور اس کو دوسرے کھیت کے خرپڑے میں ڈال دے تو اس کھیت میں کیڑے پیدا نہ ہوں گے۔

کانگریس: ۱۶ جولائی ۱۸۸۸ء - آج نو بجے صبح کے کانگریس اور بنگالیوں کے خلاف ایک جلسہ چودھری محمد عظیم صاحب کے مکان پر منعقد ہوا جس میں صاحبان ذیل شریک تھے اور بعد فراغت جلسہ تین تا چار گھنٹے کانگریس پر ریڈیٹی چودھری محمد عظیم صاحب بنام مہتمم پانیر واکسپریس لکھنؤ، و منشی امتیاز علی صاحب وکیل لکھنؤ کو بھیجے گئے اور پانچ اسپین ارباب ذیل کی طرف سے منظور کی گئیں اور بعد پاس ہونے زرولیشن پاس مطبع آزاد لکھنؤ کے کسی پرچہ آئندہ میں طبع کیا جائے گا۔ تفصیل حاضرین جلسہ چودھری محمد عظیم صاحب چودھری جاوید علی صاحب راجہ درگا پیر شاد صاحب کنور زیند بہادر صاحب شیخ احمد علی صاحب شوق مالک مطبع آزاد لکھنؤ سید نجم الدین و قمر الدین لچھمن پر شاد بزاز، لالتا پر شاد بزاز، مہاراج شیو سہاے، راقم تحریر ہذا۔ صراحت ان اشخاص کی جن کی اسپین منظور ہوئیں۔ چودھری محمد عظیم صاحب، چودھری نصرت علی صاحب، راجہ درگا پیر شاد صاحب، کنور زیند بہادر صاحب، راقم الحروف۔

تعداد فوج: ۲۲ ستمبر ۱۸۸۸ء بمعاہتہ پرچہ جریدہ روزگار مدراس مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۸۸۸ء وضع ہوا کہ ہندوستان میں کل فوج انگریزی بقید گورہ و ہندوستانی حسب ذیل ہے۔ فوج گورہ ۱۳۷۹، فوج ہندوستانی ۱۳۷۴۱۔ کل ۲۰۵۸۵۰۔ سرکار انگریزی ایسی منظم ہے کہ اس قلیل فوج سے کل ہندوستان اور بنادر کا خوش اسلوبی کے ساتھ بندوبست کر رہی ہے عہد شاہی میں قریب دو لاکھ کے فوج لکھنؤ میں رہتی تھی۔ لیکن اس سے صرف اودھ کا انتظام قابل اطمینان نہیں ہو سکتا تھا۔

سرحد و تبت: ۳ نومبر ۱۸۸۸ء۔ بالفعل جو جنگ مابین فوج برٹش و سن زی و غیرہ فرقہ ہزارا سے ہو رہی ہے اس میں متواتر فتح فوج انگریزی کو ہوئی۔ اگرچہ کپتان بیلی صاحب و دیگر افسران فوج ضائع ہوئے۔ لیکن انگریزوں نے اکثر دیہات ان کے اجاڑ دیے اور قلعے منہدم کر دیے، اہل فرقہ بحالت مجبوری اطاعت قبول کرتے جاتے ہیں اور جرمانہ مجوزہ برٹش ادا کرتے جلتے ہیں غالباً قریب زمانے میں فوج انگریزی بعد عہد و موثیق مزوری مظفر و منصور واپس ہو۔ صاحب اقبال سے مقابلہ جن کا ستارہ ترقی اور ج پر ہے نہایت مشکل و دشوار ہے۔ انگریزوں نے مقامات سکم و تبت والوں کو بھی شکست فاش دی اور ان کی فوج مفروز ہو گئی۔

کانگریس: ۱۲ نومبر ۱۸۸۸ء آج میرے نام ایک خط رسالہ کنور پر نام سنگھ صاحب بہادر سی۔ آئی۔

ای آنریری سکریٹری انجمن ہند تعلقہ داران اودھ مورخہ ۸ نومبر ۱۸۸۸ء بدیں مضمون موصول ہوا کہ حسب تجویز کمیٹی انجمن ہند مورخہ ۵ نومبر ۱۸۸۸ء یہ امر قرار پایا ہے کہ ۲۲ نومبر کو ایک جلسہ عام اہل ہنود و اہل اسلام و دیگر مذاہب و اقوام خیر خواہان ملک و یہی خواہان انگلش گورنمنٹ کا واسطے تصفیہ چند مقاصد مفید ملک و گورنمنٹ کے شہر لکھنؤ مقام بارہ دری قیصر باغ میں کیا جاوے۔ اسی جلسے میں ترتیب دستور العمل انڈین یونائیٹڈ پیپلز کمیٹی کی بھی عمل میں آئے اور تقسیم کارہائے ضروری متعلقہ اینٹی کانگریس بھی ہو جائے

میرا خیال ہے کہ بشرط امکان اس جلسے میں شریک ہوں کیوں کہ یہ جلسہ خلاف کانگریس منعقد ہوا۔ اور مجھے اس سے مخالفت ہے بلکہ قبل اس کے میرا ایک بیان متعلقہ اینٹی کانگریس انگریزی میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکا ہے

ایڈنٹی کانگریس: ۲۲ نومبر ۱۸۸۸ء - آج دو بجے شام کو جلسہ اینٹی کانگریس میں بارہ دری قیصر باغ میں شریک ہوا۔ قریب ایک ہزار آدمیوں کا مجمع تھا۔ منجملہ ان کے چند مشاہیر کا نام درج ذیل ہے۔
 راجہ شیوپر شاد صاحب "بنارس"، سر سید احمد خاں صاحب بہادر (علی گڑھ) اور نرائن سنگھ صاحب تعلقہ دار (مہد و نہ) راجہ پرتاپ نرائن سنگھ صاحب تعلقہ دار (بھنگا) راجہ تصدق رسول صاحب تعلقہ دار (جہانگیر آباد) چودھری محمد عظیم صاحب تعلقہ دار (لکراں) وغیرہ وغیرہ اولاً منشی امتیاز علی صاحب وکیل نے منجانب انجمن شکریہ تکلیف فرمائی شرکائے کمیٹی کا ادا کیا۔ بعد ازاں منشی اطہر علی صاحب وکیل نے اس چٹھی کا ترجمہ پڑھا جو سر آکلینڈ کالون صاحب لفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی و اودھ نے مسٹر ہیوم صاحب بانی کانگریس کے جواب میں تحریر فرمایا تھا جس سے جناب ممدوح کی مخالفت با نیاں قومی کانگریس صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ زال بعد اس کمیٹی کا نام انجمن خیر خواہان ملک ہند رکھا گیا جس کے پریسیڈنٹ اودے صاحب تعلقہ دار مہد و نہ باتفاق رائے تجویز ہوئے اور سر سید احمد خاں صاحب اور راجہ صاحب (بھنگا) سکریٹری قرار پائے اور ممبران انجمن میں راقم کا نام حسب تحریک چودھری نصرت علی صاحب درج ہوا۔ شام کو جلسہ خیراست ہوا اور راقم اپنے مکان مشک گنج میں مقیم ہوا۔

مفصل دریافت ہوا کہ دعوت لفٹیننٹ گورنر بہادر میں جو ۱۸ نومبر ۱۸۸۸ء بمقام محمود آباد قرار پائی تھی راجہ امیرن خاں صاحب والی ریاست کا ایک لاکھ پچیس ہزار روپیہ صرف ہوا۔ انواع اقسام کے کھلنے پخت ہوئے تھے۔ سامان رقص و رنگ و روشنی و آتش بازی وغیرہ قابل دید تھا۔ قبل اس کے راجہ

صاحب موصوفت مبلغ پچپن ہزار روپیہ دعوت لارڈ ڈفرن صاحب گورنر جنرل کشور ہند میں بمقام شملہ فر کیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان سب مصارف کا مقصد حصول خطاب سے ہو۔

لینس ڈاؤن ولارڈ ڈفرن: ۲ دسمبر ۱۸۸۸ء۔ کو مار کونٹس لینس ڈاؤن صاحب بہادر جدید گورنر جنرل کشور ہند داخل بمبئی ہوئے اور ۶ ماہ حال کو کلکتہ جا کر ۱۰ دسمبر کو چارج وائسرائے لارڈ ڈفرن صاحب سے حاصل کریں گے۔ لارڈ صاحب جدید کی عمر ۳۳ سال کی ہے قبل اس کے ملک کناڈا کے گورنر جنرل تھے۔ آدمی ذی علم لائق اور صاحب تجربہ ہیں دیکھنا چاہیے کہ رعایا کے حق میں کیا سلوک کرتے ہیں۔ لارڈ ڈفرن صاحب اگرچہ بہت بڑے مدبر زیرک، ہوش مند و تجربہ کار تھے اور ان کے عہد میں برہما فتح ہوا۔ سکم اور ہزار میں کامیابی کے ساتھ جنگ ہوئی لیکن رعایا کو ان کی وجہ سے نفع نہیں ہوا بلکہ قانون ٹیکس انہوں نے جاری کیا جس سے عموماً ہر پیشہ ور ملازم وغیرہ کو پریشانی لاحق ہے لارڈ ڈفرن صاحب کی عمر ۶۰ سال کی ہے۔ ایکٹ لگانا اودھ یعنی ایکٹ نمبر ۲۲، ۱۸۶۶ء حضرت ہی کے وقت میں پاس ہوا جس سے زمینداروں کی بالکل بے اختیاری ہو گئی۔ باب بے دخلی کاشتکاران مطلقاً مسدود ہوا۔

جدید وائسرائے: ۱۳ دسمبر ۱۸۸۸ء معائنہ اودھ اخبار "محررہ امروہہ سے معلوم ہوا کہ لارڈ لینس ڈاؤن صاحب جدید وائسرائے ۹ دسمبر ۱۸۸۸ء کو داخل کلکتہ ہوئے اور ۱۰ دسمبر کو چارج وائسرائے کالے کر انتظام سلطنت میں مصروف ہوئے۔ اور لارڈ ڈفرن صاحب سابق گورنر جنرل ہند بعد دینے چارج کے اسی وقت صبح کے ۱۰ بجے بعزم دلایت روانہ بمبئی ہوئے۔

وائسرائے اور گورنروں کی تنخواہ: ۲۴ فروری ۱۸۸۹ء پرچہ جدیدہ روزگار مدراس محررہ ۹ فروری ۱۸۸۹ء بحوالہ گاندھ اخبار واضح ہوا کہ گورنر جنرل ہند و گورنر لوکل گورنمنٹوں کی تنخواہ حسب ذیل ہے۔ نام گورنمنٹ: وائسرائے ہند تنخواہ سالانہ دو لاکھ پچاس ہزار آٹھ سو نام گورنمنٹ: گورنر بمبئی تنخواہ سالانہ ایک لاکھ بیس ہزار نام گورنمنٹ: لفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی تنخواہ سالانہ آٹھ ہزار نام گورنمنٹ: گورنر مدراس تنخواہ سالانہ ایک لاکھ بیس ہزار نام گورنمنٹ لفٹیننٹ گورنر بنگالہ تنخواہ سالانہ بانوے ہزار نام گورنمنٹ: لفٹیننٹ گورنر پنجاب تنخواہ سالانہ چھ ہتر ہزار۔

لینس ڈاؤن: ۱۸ اپریل ۱۸۸۹ء آج ۶ بجے شام کے خاص ریل گاڑی میں لارڈ اور لیڈی لینس ڈاؤن صاحب مع صاحبین وغیرہ لکھنؤ سے براہ سنیلہ روانہ شملہ ہوئے۔ چونکہ راجا وکانٹیل ایک ایک میل کے

فاصلہ پر واسطے حفاظت ریل گاڑی کے مامور تھے یہ گورنر جنرل نہایت سلیم الطبع اور لائق شخص ہیں۔
شہزادہ وکٹر : ۱۲ نومبر ۱۸۸۹ء - ۹ نومبر کو شہزادہ وکٹر خلف پرنس آف ویس ولی عہد انگلستان بطور سیر و سیاحت داخل شہر بمبئی ہوئے ہندوستان کے کل نامی شہروں کو ملاحظہ فرمائیں گے۔
 ۱۸ جنوری ۱۸۹۰ء - آج صبح شہزادہ البرٹ وکٹر نبیرہ ملکہ وکٹوریہ قیصرہ ہند رونق افروز لکھنؤ ہوئے کل تعلقہ داران سندیلہ واسطے حائے جلسہ دعوت و روشنی و آتش بازی جو منجانب انجمن ہند لکھنؤ آج رات کو ہوئی ہے بے روانہ لکھنؤ ہوئے راقم نہیں گیا کہ صرف بے جا تھا۔

ساکام و بخاس : یکم اپریل ۱۸۸۹ء - قصبہ سندیلہ اور اس کے نواح و نیز تمام ہندوستان میں آج کل بیماری زکام و بخار کی شدت تمام ہے، کوئی گھرا ایسا نہیں ہے کہ جس میں اس کی شرکایت نہ ہو لیکن محل شکر ہے کہ اس بیماری سے اب تک کوئی ضائع نہیں ہوا۔

انفلوئنزا : بخار انفلوئنزا انگلستان سے یہاں آیا ہے وہاں یہ بڑا مہلک تھا۔ یہ سرد ملک کا عارضہ ہے جس کو جو شانہ سے فائدہ ہوتا ہے سرد چیزیں مضر ہیں۔ فاقہ و علاج نہ کرنا اس کی عمرہ دوا ہے ہندوستان کے سرد ملکوں میں یہ مہلک قرار پایا ہے۔ سنا گیا ہے کہ جبل پور میں نو سو آدمی ہلاک ہوئے۔

بارش : ۱۰ اگست ۱۸۹۰ء - بمعائنہ اودھ اخبار وغیرہ واضح ہوتا ہے کہ امسال تمامی ہندوستان میں اس قدر بہ کثرت بارش ہوئی جس سے مکانات خام و پختہ و سڑک ریلوے و فصل خریف وغیرہ کو از حد نقصان ہوا۔ اشخاص مسن کا بیان ہے کہ ایسی بارش ان کی عمر میں شاید کبھی ہوئی ہو۔ سڑک ریل کانپور اناؤ کو ایسا صدمہ پہنچا کہ تین ہفتہ تک وہ جاری نہیں ہو سکتی اور یہی کیفیت بریلی ریل کی رام گنگانے کر رکھی ہے۔ آمد و شد مطلقاً بند ہے۔ مغل سرائے بنارس ہو کر ڈاک کانپور الہ آباد اور لکھنؤ آتی ہے۔ تحقیق سے سنا گیا ہے کہ جس مقام پر ریل کانپور کی بگڑی ہے اس مقام پر تیس فٹ اونچا پانی ٹرک پر آ گیا ہے۔

ایجوکیشن کانگریس علی گڑھ : ۱۲ نومبر ۱۸۹۰ء آج شب کو چودھری محمد عظیم صاحب تعلقہ دار کدالی و رئیس اعظم سندیلہ و چودھری نصرت علی خلف چودھری عظمت علی صاحب مرحوم سکریٹری انجمن ہند لکھنؤ و رئیس سندیلہ و چودھری محمد رفیق صاحب خلف چودھری حشمت علی صاحب تعلقہ دار مرحوم مولوی فرید الدین صاحب رئیس کٹرہ حال سب حج پنشن یافتہ میری عیادت کو تشریف لائے۔ مولوی صاحب نے استدعا کی کہ ایجوکیشن کانگریس علی گڑھ کے جس کے سرپرست مولوی سید احمد خاں صاحب ہیں آپ ممبر تجویز

ہوئے اور آپ سے ممبری کی فیس پانچ روپیہ چاہیے پس آپ زرد کورہ داخل کریں۔ چنانچہ رقم نے بپاس خاطر مولوی صاحب بلال لحاظ طمع ممبری اسی وقت مبلغ مطلوبہ پیش کیے۔

۱۲ دسمبر ۱۸۹۰ء - آج ایک خط سر سید احمد خاں صاحب سکرٹری محمد بن ایچو کیشن کانگریس الہ آباد میں مضمون بنام راقم موصول ہوا کہ من البدلے ۲۸ دسمبر ۱۸۹۰ء لغایت ۳۰ ماہ مذکور اس اجلاس کانگریس بہ مقام الہ آباد قرار پایا ہے، چونکہ آپ اس جلسہ کے ممبر ہیں اگر شرکت کریں تو پیشتر سے مطلع فرمائیں کہ ریلوے اسٹیشن پر سواری بھیجی جائے اور انتظام مکان و قیام اور سامان مہمان داری ہر قسم کا بغرض آسائش و آرام آپ کے مہیا کیا جاوے۔
دو شاہزادوں کا سفر ہند : ۲۷ دسمبر ۱۸۹۰ء - بمعائنہ اودھ اخبار محررہ امروز سے واضح ہوا کہ شہنشاہ زادہ سلطنت روس و شہزادہ جارج ملک یونان ۲۲ دسمبر ۱۸۹۰ء کو بطور ریسر سیاحت ہندوستان داخل بمبئی ہوئے جن کا بہت جلوس کے ساتھ منجانب انگلش گورنمنٹ اعزاز ہوا، یہ نامی مقامات ہندوستان کی سیر کریں گے اور مقامات سرحدی بھی ملاحظہ کریں گے۔

طریقہ تعلیم : ۱۶ فروری ۱۸۹۱ء - چونکہ طریقہ تعلیم مبتدی اب نہایت خراب حالت میں ہے معلم مکتبی اسی پرانے ڈھنگ سے تعلیم کرتے ہیں جس سے چند سال تک مبتدی کو کوئی لیاقت استعداد پیدا نہیں ہوتی اور مثل طوطے کے بلا فہمید الفاظ فارسی و عربی کے رٹا کرتا ہے لہذا بعد غور میں نے تجویز کیا کہ بقاعدہ مدارس گورنمنٹ نوردیدہ منتظم حسین کی تعلیم کراؤں۔

مردم شمارہ : ۲۶ فروری ۱۸۹۱ء - آج نونجے رات کو کل ہندوستان و تمامی جزائر و ممالک محروسہ گورنمنٹ انگریزی کی مردم شمارہ ہوئی۔

مسٹر کوینٹن : ۲۸ مارچ ۱۸۹۱ء کی رات کو مسٹر کوینٹن صاحب چیف کمشنر آسام کو منی پور یوں نے قتل کیا۔
ایک لغت انگریزی : ۳۱ جولائی ۱۸۹۱ء - آج ایک کتاب انگریزی ڈکشنری (کتاب لغت) جس میں انگریزی سے اردو اور اردو سے انگریزی معنی باسانی نکلتے ہیں اور ایسی کتاب اس وقت تک جامع و مانع تالیف نہیں ہوئی ہے اور عموماً بیس روپیہ اس کی قیمت ہے آج مجھے میر علی حسین ہیڈ ماسٹر انگریزی سندیلہ کے ذریعہ علی احمد خاں ولد امیر خاں سابق نیٹو ڈاکٹر شفا خان سندیلہ سے بہ قیمت مبلغ پانچ روپیہ حاصل ہوئی۔
طریقہ تعلیم : ۱۵ ستمبر ۱۸۹۱ء - میرا تجربہ ہے کہ ملا مکتبی اپنے طریقہ قدیم کی تعلیم سے لڑکوں کو کون کر دیتے ہیں، میں نے چشم خود مشاہدہ کیا کہ سات برس کے تعلیم یافتہ لڑکے کو اس قدر مادہ حاصل و متواصل

نہ تھا کہ وہ خط و کتابت بلا تکلف کر سکتا۔ لہذا اس تعلیم سے مجھے تنفر کامل ہو گیا ہے....
انگریزوں کی طمع: ۱۹ ستمبر ۱۸۹۱ء۔ اب انگریزوں کو بھی طمع زیادہ ہو گئی ہے اور بمقابلہ اپنے
 فائدہ کے تحریراً تقریراً غلط بیان کرنے میں ان کو کوئی تکلف نہیں ہوتا۔ سچ یہ ہے کہ روپیہ دنیا میں عجب چیز ہے جس
 سے سب تمنائیں بہ آسانی پوری ہو سکتی ہیں۔

وفات البرٹ: ۱۵ جنوری ۱۸۹۲ء۔ کل واقعہ ۱۴ جنوری کو شاہزادہ البرٹ وکٹر خلف اول
 پرنس آف ویلز نے بہ مقام لندن بہ عمر ۲۸ سال عارضہ بخار میں رحلت کی۔ ان کی شادی عنقریب ہونے والی
 تھی۔ سال پیوستہ میں ہندوستان کو تفریحاً تشریف لائے تھے۔ اگر زندہ رہتے تو بعد اپنے باپ کے وہی
 شہنشاہ انگلستان وغیرہ کے ہوتے، یہ ملکہ وکٹوریہ کے پوتے تھے۔

وفات حکیم محمود علی خاں: ۳۰ جنوری ۱۸۹۲ء۔ بمقام اودھ اخبار محررہ امروزہ سے
 واضح ہوا کہ حکیم محمود خاں طبیب دہلی نے واقعہ ۲۴ جنوری بہ عمر ۷۰ سال عارضہ فالج میں قضا کی۔ یہ بڑے نامور اور
 حاذق حکیم تھے۔ دور دور ملکوں میں ان کا نام تھا اور مریض معالجہ کو آتے تھے۔ مرحوم کا اکثر کشتہ جات پر عمل
 تھا اور نہایت دولت مند طبیب تھے مگر اپنا جائشین بھی بہت لائق چھوڑا جو ان کا پورا یادگار رہے گا۔

ہیضہ: ۲۶ مئی ۱۸۹۲ء۔ گرمی بہ شدت ہوتی ہے، خلائق کو از حد انتشار ہے، خدا رحم کرے۔
 ہندوستان کے اکثر حصص میں شکایت ہیضہ و بانی پیدا ہے۔ کابل میں ۱۹ اپریل سے ۲۹ اپریل تک ۵۵۵
 آدمی ہیضہ سے ضائع ہوئے۔

۱۰ جون ۱۸۹۲ء۔ بمقام اخبارات سے واضح ہوتا ہے کہ جب سے ۱۹۲ شروع ہوا ہے صد ہا جلیل القدر
 معزز اشخاص یوریشین اور بیسیوں راجہ و مہاراجہ و نواب ہندوستانی بہ عوارض مختلف رہ گئے عالم بقا ہوئے۔
 اور شکایت بیماری ہیضہ وغیرہ ہر مقام پر بہ کثرت ہے جس سے اوسط و ادنیٰ درجہ کے اشخاص ہزار ہا ضائع ہو رہے
 ہیں اور ہنوز موسم بارش کا آغاز نہیں ہوا ہے، جس میں انواع اقسام کی بیماری کا خروج ہوتا ہے اور واقعات
 طرح طرح کے پیش آتے ہیں، دیکھا چاہیے کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے میری یاد میں ایسا سال ناقص کتر
 وقوع پذیر ہوا۔ خدا اپنا رحم فرمائے۔

۲۸ جون ۱۸۹۲ء۔ بمقام اودھ اخبار (جو اس زلزلے میں اعلیٰ درجہ کار و زانہ اخبار ہے اور مطبع
 منشی نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے) واضح ہوا کہ کسی شہر و قصبہ وغیرہ میں ہنوز کا حقہ بارش نہیں ہوئی اور

سخت پریشانی پیدا ہو رہی ہے دیکھا چاہیے کہ انجام اس کا کیا ہو جس کا آغاز ایسی حالت سے ہو رہا ہے۔

دادا بھائی نوسو جی: ۲۳ اگست ۱۸۹۲ء - مسٹر دادا نوروجی قوم پارسی اول ہندوستانی ہیں جو پارلیمنٹ انگلستان کے ممبر مقرر ہوئے جس کی تصدیق اخبارات انگریزی سے ہوتی ہے۔ یہ ساکن بمبئی ہیں۔

مردم شماری: ۶ اگست ۱۸۹۲ء - بمعائنہ اودھ اخبار مطبوعہ امروزہ بحوالہ کانپور گزٹ مورخہ ۲۳ جولائی کے واضح ہوا کہ جو مردم شماری واقعہ ۲۶ فروری ۱۸۹۱ء کو ہوئی تھی اس کی رو سے حسب ذیل تعداد مختلف مذاہب کے پیروؤں کی ہے۔

ہندو ۲۰ کروڑ $\frac{1}{2}$ لاکھ، مسلمان ۵ کروڑ $\frac{1}{2}$ لاکھ، بودھ ۷ لاکھ، عیسائی ۲۵ لاکھ آبادی جنگلات ۹ لاکھ، پارسی نو اسی ہزار نو سو نو اسی۔۔۔ یہودی ۱۷ ہزار ایک سو اٹھاسی، ملحد ۳ سو نو اسی، برہمنو ۲ ہزار چار سو ایک، آریا ۴ ہزار چھ سو، مذہب نامعلوم انتالیس ہزار سات سو بیسٹھ تعداد ہندو سب قوموں میں زائد ہے۔

کثرت بارش: ۳۱ اگست ۱۸۹۲ء - دیکھنے اخبارات سے واضح ہوتا ہے کہ تمامی ہندوستان میں بارش کی کثرت ہے۔ پانی کی طغیانی سے اکثر دریاؤں کے پل شکست ہو گئے اور سڑک ہائے ریلوے بہ گئیں جس کی وجہ سے اکثر حادثات ہوئے۔ ایسی بارش کی شدت سابقہ ہونے سے جیسی سال گزشتہ و حال میں ہوئی۔

لفٹیننٹ گورنر: یکم دسمبر ۱۸۹۲ء - بمعائنہ انتخاب گزٹ سرکاری مطبوعہ ۲۸ ماہ حال سے واضح ہوا کہ بحکم ۳۱ اکتوبر ۱۸۹۲ء نمبری ۵۳۸، نواب گورنر جنرل صاحب بہادر آف انڈیا کے سر اکلینڈ کالون صاحب بہادر لفٹیننٹ چیف کمشنر اودھ نے اپنا چارج لفٹیننٹ واقع ۲۸ نومبر سنہ الیہ کو وقت ایک بجے دن کے بمقام الہ آباد سرخیا رس کراس ویٹ صاحب بہادر جدید لفٹیننٹ گورنر کو حوالہ کیا اور اب تین بج کے چالیس منٹ پر الہ آباد سے روانہ ولایت لندن ہوئے۔ صاحب ممدوح کے زمانہ حکومت میں اکثر پانی کے کام و چند جدید اسپتال مقامات مختلف میں بہ نام لیڈی ڈفرن کھولے گئے۔

سردی: ۲۱ فروری ۱۸۹۳ء - بمعائنہ اخبارات واضح ہوتا ہے کہ امسال کی ایسی سردی چند سال گزشتہ میں نہیں ہوئی جس کی تصدیق مسن لوگوں سے ہوتی ہے کشمیر میں پیالوں کی چائے جم جاتی ہے اور بیضہ مرغ اگر زمین پر پھینکے جاتے ہیں تو مثل لکڑی کے ان میں آواز آتی ہے۔ ٹوٹنے پھوٹنے کا کچھ خیال ہی نہیں گزرتا۔ کل سے ابر باد گھٹ گیا ہے جس سے فی الجملہ زلزلہ زدگی سے اطمینان پیدا ہوا، اگر پھر اعادہ نہ کرے۔

دوساھند کی آمدنی: ۲۵ مارچ ۱۸۹۲ء - بمعائنہ اودھ اخبار مطبوعہ امروزہ سے واضح ہوا کہ آمدنی سالانہ روسائے ہندوستان حسب ذیل ہے۔

ریاست حیدرآباد دکن ۲ کروڑ گوالیار سوا کروڑ، گیکواری و دہ ایک کروڑ ۲۰ لاکھ، میسور ایک کروڑ سے کچھ زیادہ، کشمیر ۸۵ لاکھ، اودھے پور ۶۲ لاکھ، ٹراونکور ۶۰ لاکھ، اندور ۵۰ لاکھ، پٹیالہ ۴۴ لاکھ، بھرت پور ۲۸ لاکھ، بھوپال ۲۶ لاکھ، جودھ پور ۲۵ لاکھ، ریوا ۲۵ لاکھ، الور ۳ لاکھ، بھاؤل پور ۱۹ لاکھ، کپورتھلہ ۱۷ لاکھ، راول صاحب کچ ۳ لاکھ۔

یہ بھی اس اخبار سے معلوم ہوا کہ ہندوستان کے شہروں میں بلحاظ آبادی سب سے اول شہر کلکتہ پھر بمبئی، پھر مدراس پھر حیدرآباد و لکھنؤ زوال بعد بنارس ہے۔

موسم: ۸ مئی ۱۸۹۳ء - اگرچہ مہینہ جیٹھ کارواں ہے لیکن فصل میں کچھ ایسا غیر معمولی انقلاب ہے کہ شب و روز بہ شدت ہوا مشرقی چلتی ہے اور شب کو سردی ہوتی ہے چنانچہ آج جب میں بوقت شب زیر سائبان سو رہا تھا تو مجھے لحاف اوڑھنے کی ضرورت داعی ہوئی اور یہی غیر معمولی کیفیت تمام ہندوستان میں دیکھنے اخبارات سے ظاہر ہوتی ہے میرے ہوش میں ایسا حال کبھی دیکھنے میں نہ آیا۔

ٹیکہ ہیضہ: ۱۴ مئی ۱۸۹۳ء - ڈاکٹر ایم میفکن شہر پیرس ملک فرانس کے رہنے والے ہیں اور حسب اجازت وزیر اعظم سلطنت لندن وارد ہندوستان ہو کر کلکتہ میں تشریف لانے ان کا تجربہ ہے کہ جیسے ٹیکہ لگانے سے چیچک نہیں نکلتی اسی طور سے عارضہ ہیضہ ٹیکہ دینے سے نہیں عارض ہوتا۔ زخم ٹیکہ کے ذریعہ سے جسم میں پہنچاتے ہیں ایک مرکب عرق کو جو ہر رگ و پے میں اثر کر جاتا ہے اور حسب ٹیکہ بیمار کا ہیضہ سے محفوظ رہتا ہے۔ ٹیکہ دینے سے اور استعمال دوا سے چنداں تکلیف نہیں ہوتی۔ چنانچہ بالفعل آگرہ، علیگڑھ اور جھانسی وغیرہ میں فوجی لوگوں کو ٹیکہ دے رہے ہیں۔ دیکھا چاہے کہ موسم ہیضہ میں اس کا کیا اثر ظاہر ہوتا ہے۔

آ: ۹ جولائی ۱۸۹۳ء فصل آم کی امسال ایسی افراط ہے کہ ایک سو آم ۲ پانی گولتا ہے ایسی ارزانی کبھی دیکھی اور سنی نہیں گئی۔ غربانے روٹی کھانا موقوف کر دیا ہے جب کہ ڈیڑھ پانی میں ان کو سیری ہو جاتی ہے۔

ہندو مسلم فساد: ۱۸ اگست ۱۸۹۳ء - آج کل جہاں تک میں خیال کرتا ہوں تو

کوئی اہل دنیا خالی از فکر اور تردد نہیں۔ کسی نہ کسی رنج میں ضرور مبتلا ہے۔ چنانچہ بمعاذتہ اودھ اخبار مطبوعہ امروزہ سے واضح ہوا کہ بوجہ نزاعت اہل اسلام دہندو ریاست جو ناگڑھ کاٹھیا و اردنیر شہر بمبئی میں جو ایک نہایت مہذب شہر ہے واقعہ ۱۱ اگست سن رواں کو درمیان ہندو اور مسلمانوں کے سخت لڑائی ہوئی۔ ۳ قتل اور ۵۰ زخمی ہوئے اور مسٹر وینٹ کشر پولیس بروقت اس حادثہ زخمی ہوئے۔ یہ مقام غور ہے کہ ایسا تسلط اور اس میں ایسے منافقات کا پیش آنا نہایت تعجب نیز ہے علی الخصوص بمبئی میں جو نہایت مہذب شہر ہے اور جہاں سو برس سے زائد عمل داری سرکار کو گزر چکے ہیں۔

۱۸ اگست ۱۸۹۳ء۔ بمعاذتہ اودھ اخبار محررہ امروزہ کے معلوم ہوا کہ ۱۲ اگست یوم دو شنبہ کو بھی بمقام بمبئی، بین اہل اسلام و ہندو کے بلوہ قائم رہا اور ۵ آدمی قتل اور ۶۰ زخمی ہوئے اور واسطے افعال مقدماتی مجرموں کے تیرہ خاص مجسٹریٹ مقرر ہوئے ہیں۔ انجام اس کا بخیر نہیں۔

نرخ غلہ: ۱۹ ستمبر ۱۸۹۳ء۔ اس سال غلہ کی ایسی ارتزائی ہے کہ شاید قبل اس کے کہ جب سے ریل بھاری ہوئی کبھی نہیں ہوئی اور حالات فصل خریف بھی اس وقت تک بہت عمدہ ہے اور سطر جزر غلہ آج کل فی روپیہ حسب ذیل بازار میں فروخت ہوتا ہے۔

گندم ۱۸ سیر، گوجی ۲۵ سیر، بھڑا ۳۵ سیر، نخود ۳۶ سیر، ماش ۱۸ سیر، ابرہ ۳۶ سیر، مونگ ۱۵ سیر، دھان ۲۰ سیر، جوار کلاں ۳۶ سیر۔

مردم شماری: ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء۔ مردم شماری ۱۹۱۱ء سے واضح ہوا کہ تمامی ہندوستان میں ۲۷ کروڑ ۲۲ لاکھ ۷۳ ہزار آبادی ہے۔ کل فرقہ کے آدمیوں سے حسب ذیل اذکار رفتہ ہیں یہ تو فون و خراب داغ کے آدمی ۷ ہزار ۲ سو ۸۹ ہرے اور گونگے ایک لاکھ ۹۶ ہزار ۲ سو اکتھ اناھے ۲۵۸۸۶۸۔

زلزلہ: ۲۴ جنوری ۱۸۹۴ء۔ آج بوقت ساڑھے پانچ بجے شام کے زلزلہ محسوس ہوا چونکہ فی الجملہ شدید تھا اور تمام کوٹھی میری جنبش کرنے لگی تھی لہذا میں اندیشاک ہو کے باہر صحن کے چلا گیا تھا اور قیام اس کا تقریباً دو منٹ تک رہا اور چار منٹ کے بعد پھر محسوس ہوا جو نصف منٹ سے زائد نہیں رہا۔

کسانل ہارس فورٹ: ۹ فروری ۱۸۹۴ء۔ بمعاذتہ اخبار انگریزی مارنگ پوسٹ، الہ آباد مطبوعہ ۹ فروری کے معلوم ہوا کہ کرنل ہارس فورٹ صاحب سابق ڈپٹی کشر ہردوی، حال چیف کشر جزیرہ انڈمان کو ایک جنم قیدی مسمی بھیرام برہمن نے جو میرٹھ کے باغیوں سے اکیس سالہ عمر کا دائم الجس ہوا

کے تین گھنٹے قبل حکیم ظہور الحسن صاحب طبیب میونسپل سے براہ تعلق بیان کرتے تھے کہ ہیضہ میں وہی لوگ مبتلا ہوا کرتے ہیں جو غذا ثقیل اور دیرینہ کھاتے ہیں اور کثرت سے پانی پیتے ہیں اور ہم ایسے لوگوں کے پاس بیماری ہیضہ ہرگز نہیں آتی جو مرغین گوشت اور سپید دھلی ہوئی دال ماش کی کھاتے ہیں۔ لیکن یہ بیان ان کا برعکس ثابت ہوا اور تین گھنٹے کے بعد وہ مبتلائے ہیضہ ہوئے اور رحلت کر گئے۔ سچ یہ ہے کہ جب قضا آتی ہے تو اس کے وہی سامان پیدا ہو جاتے ہیں۔ سرلیع الہضم اور دیرینہ غذا ہرگز اسے روک نہیں سکتی۔ میرے خیال میں جب اس قسم کی بیماری کا خروج ہو تو جن لوگوں کے مزاج میں خفقا نیت کا دخل ہو ان کو ایسے ہولناک اخبار نہ سنانا چاہیے کیوں کہ بعض اوقات ایسا دیکھا گیا ہے کہ خوف کے باعث بھی دست آنے لگتے ہیں۔ ۲۳ جولائی ۱۸۹۴ء۔ شب گزشتہ کو دختر خور دلالہ دیا شکر متوفی نے ہیضہ سے قضا کی۔ جو لوگ لاش دیا شکر متوفی کی گنگالے گئے تھے ہنوز واپس نہیں آئے کہ یہ دوسرا واقعہ پیش آیا۔ گھر میں سوائے میوہ اور سالگ رام برادر خور متوفی کے دوسرا نہیں ہے ہرچند کوشش کی گئی کہ کوئی ایک شخص از قوم ہنود اجرت دے کر واسطے تجہیز و تکفین متوفیہ کے بھیجا جائے لیکن یہ وقت ایسا ہولناک ہے کہ کوئی شخص اس طرف کا رخ نہیں کرتا۔ ایسا الم بالائے الم است۔

۲۴ جولائی ۱۸۹۴ء۔ آج ۱۰ بجے کی ریل گاڑی میں راجہ درگاہ پر شاد صاحب کا کل خاندان لکھنؤ چلا گیا۔ راجہ صاحب تو چار دن پیشتر جا چکے تھے۔ اب روسا کی دیکھا دیکھی غریبا بھی جہاں جس کا سویتا ہے پر وخت کو جا رہے ہیں۔ اشراف محلہ میں میری نقار حرکت کے رکھنے سے بہت لوگوں کو دلاسا پیدا ہے اور وہ یہاں میرے ہونے کو غنیمت خیال کر کے اپنی تشفی کرتے رہتے ہیں اس وجہ سے اشراف محلہ کی رونق بمقابلہ دوسرے محلوں کے بخون ہیضہ کم نہیں ہوئی۔ میں اپنے خدا پر پورا بھروسہ کیے ہوئے اور اپنے اعزاء کو طمانیت دیتے ہوئے بیٹھا ہوں اور سمجھ لیا ہے کہ اگر قضا اسی جلد سے لکھی ہے تو اس سے گریز نہیں ہو سکتا اور اگر یہاں موت بھی آوے گی تو چار بھائی مل کر تجہیز و تکفین بہت خوش عنوانی کے ساتھ کر دیں گے اور اگر باہر جانے پر یہ واقعہ پیش آیا تو مشکل ہے کوئی شرکت بھی نہ کرے گا۔ کیوں کہ عموماً لوگ اس مرض اور اس کے مریض اور جو اس میں فوت ہوا ہوا اس سے بہت خوف کرتے ہیں۔ پس میں نے اسی پر قناعت کی کہ ساریلہ نہ چھوڑوں۔ آج اٹھارہ آدمی قصبہ ہذا میں ضائع ہوئے۔

۲۵ جولائی ۱۸۹۴ء۔ آج تو ہیضہ میرے مکان کے ہر چہا طرف گشت لگا رہا ہے جس میں پڑوسی

لوگ مبتلا ہیں پورب۔ منیر حجام و مرضی خاں چراسی تحصیل رندیلہ، پچھم۔ اہل خانہ حکیم امجد علی۔ آئر۔ محمد شعیب، دکن۔ نتھاندان، خداوند کریم سب کو بچا لے اور اطمینان بخشتے، ہر ایک کی جان سوکھ رہی ہے، بے نمازی نمازی ہو گئے، توبہ و استغفار و دربان ہے۔

۹ اگست ۱۸۹۲ء۔۔۔۔۔ اب کی سال کوئی مقام ایسا نہیں چھوٹا جہاں حضرت ہیفیضہ صاحبہ کا دورہ نہ ہوا ہو، سچ یہ ہے کہ جہاں یہ ہولناک بیماری ہوتی ہے، چاہے جیسا مستقل مزاج آدمی ہو لیکن اس کا قلب اس کے خطروں سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اللہ اس کو دور کرے آمین۔ ہیفیضہ عجب ہولناک مرض ہے کہ کوئی شخص مریض کی خواہش دل قربت پسند نہیں کرتا اگرچہ مرتبہ عزیز القلوبی اسے حاصل کیوں نہ ہو۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ احباب و اعزاء خاص اس سے دوری چاہتے ہیں اور ہر شخص کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ شاید مریض سے دور رہنے میں میری جان بچ جاوے۔ حشر میں نفسی نفسی کی خبر کلام شریف میں تھی لیکن میں اس مرض کے خروج پر وہ کیفیت بچشم خود مشاہدہ کر لی اللھم احفظنا من بلاا دنیا و عذاب الاخرہ۔

کلکتہ: ۲۳ اگست ۱۸۹۲ء۔ آج کی تاریخ میں دو سو چار برس پورے ہوئے جب انگریزوں نے بنیاد کلکتہ قائم کی تھی۔

ہندو مسلم فساد: ۱۶ ستمبر ۱۸۹۲ء۔ اودھ اخبار لکھنؤ سے معلوم ہوا کہ ۱۳ ستمبر کو مابین ہندو اور مسلمانوں کے شہر پونا میں سخت لڑائی ہوئی کہ ہندو باجا بجاتے ہوئے مسی کے دروازے سے نکلے جب کہ مسلمان قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔

تبت: ۹ جنوری ۱۸۹۵ء۔ تمام دنیا میں مقام ہنسے (کذا) واقع تبت سب سے بلند جگہ ہے جس کی بلندی سولہ ہزار فٹ ہے اور یہاں ایک بودھ کا مندر ہے جس میں اکیس بجاری رہتے ہیں۔

وفات منشی نول کشوس: ۱۹ فروری ۱۸۹۵ء۔ آج چار بجے صبح کو منشی نولکشور صاحب مالک مطبع اودھ اخبار نے دفعتاً بمقام لکھنؤ قضا کی۔ بڑے مشہور لائق و دانش مند شخص تھے۔ اپنی ذاتی لیاقت قابلیت سے ایک بہت بڑا مطبع لکھنؤ حضرت گنج میں قائم کیا جس میں ہزار ہا آدمی کارپرداز ہیں۔ مرحوم نے کار خیر میں باظہار اپنی لیاقت و خوش رکھنے حکام وقت صرف زر کو جائز رکھا جس سے گورنمنٹ میں بہت بڑا سوخ پیدا ہوا اور خطاب سی۔ آئی۔ ای گورنمنٹ نے عطا کیا اور متعدد دیہات زمینداری پیدا کرنے سے تعلق دار بھی ہوئے جس کی سدا انجمن ہند لکھنؤ سے حاصل ہوئی اور لکھنؤ پنچ کے آنریری مجسٹریٹ

بھی تھے غرض کہ ذیوی امور میں ہر قسم کی ترقی نمایاں کی۔ متوفی نے کوئی اولاد ذکر نہیں چھوڑی۔ عمر متوفی ۶۳ سال تھی۔

سرحد: ۱۱ اپریل ۱۸۹۵ء۔ جو فوج گورنمنٹ بہ تعداد ۴ ہزار بغرض اعانت چترال واسطے مقابلہ عمرا خاں
 والی باجور کے بھیجی گئی تھی اس کا مقابلہ سواتی لوگوں سے بمقام شاہ کوٹ ۳۱ اپریل کو ہوا۔ پانچ گھنٹے تک سخت لڑائی
 رہی۔ اگرچہ سرکاری فوج زیادہ کام آئی لیکن مقام مذکور فتح ہو گیا۔ اس بیان کی تصدیق اودھ اخبار مطبوعہ ۱۰ اپریل ترجمہ
 اخبار پانیر انگریزی الہ آباد مورخہ ۶ اپریل سے ہوئی۔ اول لڑائی گھاتی مالکانڈ میں ۳ اپریل کو ہوئی تھی۔۔۔۔

۷ مئی ۱۸۹۵ء۔ دیکھنے اخبارات سے واضح ہوا کہ عمرا خاں باجوری تاب مقابلہ انگلش گورنمنٹ نہ لاکر مغرور
 ہوئے اور شیر افضل خاں اور ان کے ہمراہیوں کو جو قلعہ چترال کا محاصرہ کیے ہوئے تھے محمد شریف خاں خانیر
 نے گرفتار کر کے سپرد فوج انگریزی کیا۔ اب فوج اعانت چترال سے کوئی مقابلہ کرنے والا باقی نہیں رہا۔ یہ ہے
 کہ انگریزی قوا عدداں فوج کا گروہ افغانی کیا مقابلہ کر سکتے ہیں جن کے پاس ہتھیار تک نہیں۔

وفات مولوی فضل رحمان صاحب: ۳ ستمبر ۱۸۹۵ء۔ آج آٹھ بجے شام کو بمقام گنج مراد آباد جناب
 مولوی فضل الرحمان صاحب نے بہ عارضہ پیرانہ سالی قضا کی۔ آپ کے فیض و برکت کا اس قدر شہرہ تھا کہ تمام ہندوستان
 کے لوگ جوق در جوق آپ کی زیارت و شرف حصول بیعت کو تشریف لاتے تھے۔ حتیٰ کہ سرچارلس کر اسویٹ صاحب
 بہادر لفٹیننٹ گورنر اضلاع مغربی و شمالی واو دھ جب ۳۰ دسمبر ۱۸۹۵ء کو بہ تقریب دورہ وارد ملا نواں ہوئے
 تو مراد آباد جا کر آپ کی ملازمت سے شرف اندوز ہوئے۔ سندیلکے گاڑی بانوں کی یہ بھی ایک روزی تھی کہ
 جو لوگ منازل دور دراز سے آکر بغرض جانے مراد آباد کے یہاں ریل سے اترتے تھے ان کو اپنی گاڑیوں میں
 حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچاتے تھے۔ کوئی شک نہیں کہ آپ نہایت خجستہ خصال بزرگ تھے۔

آپ کو آفتاب ہند سے تشبہ دی جائے تو بجا ہے۔ آپ کی عمر سو برس سے تجاوز کر گئی تھی۔ مولوی صاحب مرحوم شاہ
 آفاق صاحب کے مرید تھے جو دہلی میں نہایت بزرگ شخص گزے ہیں آپ خاندان نقشبندی مرید تھے۔ گانا وغیرہ کہ نہیں سنتے تھے۔

قحط: ۷ فروری ۱۸۹۶ء۔ آج کل بساعت ثقامت فصل از حد گرانی ہے، لوگ مصیبت سخت میں
 مبتلا ہیں۔ دو دو تین تین روز تک دانے میسر نہیں آتا حتیٰ کہ اکثر بے دین ہو گئے۔ دوسروں کی غلامی اختیار کی۔ بعض
 نے اپنی اولاد کچھ لے کر جدا کر ڈالی۔ چنانچہ چند لڑکیاں مختلف قوم کی جو اسی نہج سے حاصل ہوئیں میرے گھر میں ہو جو
 ہیں جن کے نام اب یہ رکھے گئے ہیں۔ گل رنگ موٹی، سندھ شری، سہلی وغیرہ یہی کیفیت تمام ہندوستان کی ہے
 جس کی تصدیق اخباروں سے ہوتی ہے۔ میرے خیال میں یہ حالت خشک سالی ۱۸۷۷ء سے بڑھ کر ہے تو

134921

صرف ایک فصل خریف کی عدم پیداوار سے رونما ہوئی تھی اور حالت موجودہ میں تین سال زیادتی بارش و سال حال کی کمی بارش سے پیدا ہو رہی ہے۔ یہ حالت سخت نازک ہے۔ خدا آبرورکھے۔ آج کل نرخ غلہ بازار امانی گنج (سندیلہ کے غلہ کے بازار کا نام۔ ہاشمی) سندیلہ حسب ذیل ہے۔

”گندم۔ ۱۱ پیسہ بجھڑا۔ ۱۵ پیسہ نخود۔ ۱۵ پیسہ باجرہ۔ ۱۲ پیسہ جوار کلاں۔ ۱۶ پیسہ جوار خوردہ۔ ۱۵ پیسہ دھان۔ ۲۳ پیسہ چاول۔ ۱۲ پیسہ ماش۔ ۱۳ پیسہ مونگ۔ ۱۱ پیسہ“

۲۲ مئی ۱۸۹۶ء۔ اب کے سال غلہ کی کمی پیداوار سے سخت گرانی ہے۔ اس وقت فصل میں نرخ گیہوں کا ۱۳ پیسہ ہے۔ لیکن اس کی شان رزاقی کو دیکھنا چاہیے کہ اس سال خرپڑہ و تربوز کی فصل اس قدر افراط ہے کہ ایک پیسہ کی پنج سیری بھر خرپڑے ملتے ہیں جس سے انسان کو دوپہر کے لیے ایک پیسہ میں سیری ہو جاتی ہے اور فصل انبہ بھی افراط سے ہے۔ اس سے بھی آئندہ بہت مدد ملے گی۔

۶ اگست ۱۸۹۶ء۔ تین ہفتہ سے بارش نہیں ہوئی جس سے جوار کلاں بالکل خشک ہو گئی اور رقم دھان نصف رہ گئی۔ ہنوز کپاس اور جوار خوردہ کی حالت اچھی ہے۔ اگر دو چار روز میں بارش ہو گئی۔ کاشتکاران دیہات کی حالت قابل بیان نہیں جو فاقہ پر فاقہ کر رہے ہیں اور خرابی فصل کو دیکھ کر دھاڑیں مار مار کر روتے ہیں۔ جو سڑک سندیلہ۔ بانگر منو بگرض رفاہ عام درست ہو رہی ہے اس پر سات سو آدمی کام کرتے ہیں... حسب ذیل اجرت مرمت سڑک کی ملتی ہے۔ مرد۔ ۵ پیسہ عورت۔ ۴ پیسہ لڑکا ۳ پیسہ اور جو لوگ بوجہ شدت ضعف جسمانی بوجہ فاقہ کشی کے کام نہیں کر سکتے ہیں ان سب کو کھانا دیا جاتا ہے جن کی تعداد قریب ۱۳۲ کے ہوگی۔ پکی ہوئی روٹی و وال فی کس ۳ پاؤ کے حساب سے ان کو مفت ملتی ہے اور لڑکوں کو پاؤ سیر سے آدھا سیر تک۔ ان لوگوں کی حالت ایسی تباہ ہے کہ چند قدم نہیں چل سکتے۔ ان کی صورتیں خوفناک معلوم ہوتی ہیں۔ صرف ٹھی چڑا جسم میں باقی ہے۔ امیہ ہے کہ گورنمنٹ کی بدولت ان کی زندگی ہو جائے۔

۱۱ اگست ۱۸۹۶ء۔ آج کیٹی خاص میونسپل بھارت منشی رحمت اللہ تحصیل اور سندیلہ کے ہوئی۔ جس میں یہ طے ہوا کہ ممبران میونسپل بورڈ من جانب گورنمنٹ باری باری ایک روز اپنے اہتمام و نگرانی میں کھانا محتاجوں کو تقسیم کرویں۔ چنانچہ پندرہ اگست کو قائم ہوا اور کل ۱۲ اگست کو راجدرگا پر شاد صاحب کے اہتمام میں تقسیم ہوگا۔ ۲۳ ستمبر ۱۸۹۶ء... یہ عجیب وقت ہے کہ آج کل تمامی ہندوستان میں بہ باعث امساک باران و عام پیداوار فصل سخت گرانی و نوبت قحط کی پہنچ گئی ہے کہ صد ہا آدمی فاقہ سے مر رہے ہیں۔ فقیروں کی یہ کثرت ہے کہ

تمام دن اور گیارہ بجے رات تک ان کے سوالوں سے نجات نہیں ملتی۔ حالانکہ میں نے اپنے گھر کا بندوبست کر رکھا ہے کہ کچھ غلہ اپنی نگاہ کے سامنے رکھو لیا ہے اور ملازموں پر تاکید ہے کہ جو سائل آوے وہ خالی نہ پھیرا جائے لیکن کہاں تک دیا جاوے۔ بعض وقت نوکر بھی تنگ آکر جواب دینا جائز رکھتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں تین قسم کی صعوبتیں نازل ہوئی تھیں۔ اول حاکم ظالم، دوسرے ہیضہ و بانی کی شدت، تیسرے قحط کی صعوبت جس سے خلق اللہ کو سخت پریشانیوں کا سامنا ہوا تھا۔ آج کل میں جہاں تک خیال کرتا ہوں تو وہی کیفیت تہامی ہندوستان کی ہو رہی ہے اور جابجا لوٹ مار ڈاکہ زنی شروع ہو گئی ہے آج کی تاریخ میں نرخ بازار سیدیلہ کا حسب ذیل ہے۔

”گنم ۱۸ ۱/۲ سیر، نخود ۱۱ ۱/۲ سیر، بھجڑا ۱۰ ۳/۴ سیر، جو ۱۱ سیر، مکائی ۱۲ ۱/۲ سیر، کان ۱۳ سیر، منڈوی سرخ ۱۳ سیر، دھان ۱۶ سیر، ماش ۱۰ ۱/۲ سیر، گرائی ۱۸ ۱/۲ سیر، بھجڑا ۱۰ سیر، ماش ۱۰ سیر، کان ۱۰ سیر، کاتھا۔ ۲ اکتوبر ۱۸۹۶ء۔ کیفیت اساک باراں بدستور ہے۔ آسمان بالکل صاف ہے، بظاہر کوئی آثار بارش کے

نظر نہیں آتے۔ رقم خریف و کنوارا گہن جاتی رہی۔ اب اگر خدا نخواستہ ہفتہ عشرہ میں پانی نہ ہو تو کاشت ریح بھی غیر ممکن ہو جائے گی اور سخت قحط کا سامنا ہوگا جو ناقابل برداشت متصور ہے۔ ابھی سے لوٹ مار شروع ہو گئی ہے۔ شہر آگرہ کی غلہ کی منڈی کنکلوں نے لوٹالی اور انتظام پولیس کچھ کارگر نہ ہوا۔ جب لوگ بھوکوں مر رہے ہوں تو جو کچھ گزریں تعجب ہے۔ بقول مشہور مرتا کیا نہ کرتا۔ ہیضہ بھی بہت سے مقاموں پر تیزی کے ساتھ چل رہا ہے جس سے ہزاروں بندہ خدا ضائع ہو رہے ہیں۔ اس زمانہ سخت قحط سالی میں لارڈ لٹلنگن و ایسٹ انڈیا کمپنی اور سر اینٹنی میکڈانلڈ صاحب ہارے صوبہ کے لفٹیننٹ گورنر اور مسٹر سونل صاحب و مسٹر مکناش صاحب قائم مقام ڈپٹی کمشنر ہردوی و لکھنؤ ہیں اور ہماری تحصیل کے تحصیلدار شیخ رحمت اللہ ساکن شہر الہ آباد ہیں۔ مشہور عام ہے کہ اعلیٰ سے ادنیٰ تک جملہ حکام خوش نیت نہیں بلکہ جابر و بدنیت ہیں۔ ایسی حالت میں اللہ رحم کرے۔

۱۶ اکتوبر ۱۸۹۶ء تفصیل قحط جو ہندوستان میں پڑے۔

۱۔ ۱۸۷۰ء ایسٹ انڈیا کمپنی: یہ قحط صوبہ بنگالہ میں پڑا تھا۔ کاشتکاروں نے اپنے بیل بیچ ڈالے تھے۔ گداگری کرتے تھے اور مقدار قلیل غلہ کے عوض اپنی اولاد فروخت کرتے تھے۔ زندہ مردوں کو کھاتے تھے اور ہر قسم کی سخت بیماری و بانی پیدا تھی جس سے ایک ملت نثار دہو گئی۔

۲۔ ۱۸۳۰ء وارن ہسٹینگز گورنر جنرل: اضلاع مغربی و شمالی و اودھ میں یہ قحط پڑا تھا اودھ میں جو چھاہ آکر کا بکنا تھا حالانکہ معمولی نرخ غلہ وہاں ہمیشہ فی روپیہ ڈیڑھ من پختہ تھا۔ بیماری و باکھی ساتھ ساتھ تھی۔

۳-۱۸۳۷ ایسٹ انڈیا کمپنی: یہ قحط کل ہندوستان میں ایسا ہیبت ناک تھا کہ اس کی رو سے لوگ اپنی ہڈی کا اس وقت حساب لگاتے تھے۔

۴-۱۸۶۶ ملکہ وکٹوریہ: یہ قحط مساوی قحط ۷۸ کے اے کے تھا لیکن گورنمنٹ نے بہت سے کام رفاہ عام نہروپل جاری کیے جس سے اس کا کچھ زیادہ اثر نہیں ہوا۔

۵-۱۸۷۳ سر جارج کینبل لفٹیننٹ گورنر بنگالہ: یہ قحط بہار و بنگالہ میں پڑا تھا جس سے زراعت خشک ہو گئی تھی۔

۶-۱۸۷۷ لارڈ لٹن صاحب گورنر جنرل: جاری ہونے کا رفاہ عام بہت بڑی مدد ملی۔ اسیر کا گندم اس وقت میں فروخت ہوتا تھا۔ اگرچہ یہ قحط عام تھا لیکن صرف فصل خریف بوجہ نہ ہونے پانی کے بونی نہیں گئی تھی لیکن ریح بہت عمدہ ہوئی کہ عین وقت بونے و پکنے غلہ کے دو پانی ہو گئے تھے۔

۷-۱۸۹۶ لارڈ لٹن صاحب گورنر جنرل: یہ قحط تاملی ہندوستان میں ہے جس سے ایک عام پریشانی پیدا ہے۔ خریف جس قدر بونی گئی تھی وہ بوجہ امساک باراں بہت کم ہوئی اور کاشت ریح کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ یہ بہت طویل قحط ہے۔ لوگ انجلا و مدد کو چیخ رہے ہیں۔ بازار موت گرم ہے۔ اگرچہ گورنمنٹ اجراء عام رفاہ عام میں بڑی فیاضی کر رہی ہے۔

۱۲ نومبر ۱۸۹۶ء: تاملی ہندوستان میں سخت گرانی و قحط ہے۔ گرانی اسے کہتے ہیں جب نرخ معمولی سے غلہ کمی کے ساتھ فروخت ہوا اور قحط اسے کہتے ہیں کہ جب اس مقام کے باشندوں کے استعمال کے لیے غلہ کافی موجود نہ ہو۔ چنانچہ شولہ پورا حاطہ بمبئی میں نرخ جوار فی روپیہ ساڑھے تین سیر کلے جس کی وجہ سے لوٹ مار ہو رہی ہے۔ اکثر مقاموں پر ڈاکوؤں کا مقابلہ ہوا اور بلوائی مارے گئے۔ اگر اس عرصہ میں بارش نہ ہوئی تو سخت مصیبت کا سامنا ہوگا اور لوگوں کو اپنی حفاظت دشوار ہو جائے گی۔ دیکھنے اخبارات سے واضح ہوتا ہے کہ بوجہ خشک سالی موسم گرما کی جو چیزیں گرمی میں پیدا ہوتی تھیں وہ اس موسم میں پیدا ہونے لگیں۔ ضلع رائے بریلی میں مہوہ ٹیک رہا ہے اور بازاروں میں بکنے آتا ہے اور آم پختہ برابر فروخت ہو رہے ہیں۔ اور نکولی تو سندیلہ میں پھلیں اور ٹیکس جن کو میں خود دیکھا، ایسا وقت میری نگاہ سے نہیں گزرا اور جس لوگ یہ کیفیت دیکھ کر متعجب ہیں۔

ایک وبائی مرض: ۳ جنوری ۱۸۹۷ء آج کل شہر بمبئی اور اس کے حوالی شہروں سورت۔ پونا کراچی میں وبائے بدحوشاہ طاعون کے ہے بہت پھیلی ہوئی ہے صد ہا آدمی بالمرہ مبتلا و ضائع ہوتے ہیں۔

خاص شہر بھٹی کے دس ہزار آدمی اس وقت تک ضائع ہو چکے ہیں۔ تکلیف اس کی یہ ہے کہ سن ران یا گردن میں دفعتاً ورم پیدا ہو کر شدت سے بخار آتا ہے اور ایک دور وز میں مریض مر جاتا ہے۔ ڈاکٹر علاج سے سخت عاجز ہیں اور ہزاروں باشندے دوسرے شہروں میں چلے گئے اور جا رہے ہیں۔ کچھریاں بند اور دوکانداروں نے اپنی دوکانوں پر نوٹس لگا دیا ہے کہ ہم نے وبا کے باعث دوکانیں بند کر دی ہیں اور باہر جاتے ہیں۔

زلزلہ ۵۔ ۱۲ جون ۱۸۹۰ء۔ آج ۲ بجے زلزلہ شدید آیا جس کا قیام قریباً ایک منٹ رہا۔ میں اپنی کوٹھی میں بیٹھا ہوا آمدنی آکر طرائق کی جانچ کر رہا تھا۔ میرے پاس چند آدمی اور بھی بیٹھے تھے جو یہ کیفیت دیکھ کر باہر نکل گئے۔

۱۶ جون ۱۸۹۰ء۔۔۔۔۔ جو زلزلہ ۱۲ جون کو آیا تھا اسی سے کلکتہ اور آسام میں بہت کچھ ضرر پہنچا۔ صد ہا جائیں ضائع ہوئیں اور بڑے بڑے مکانات گر گئے۔ اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ کلکتہ کو کبھی ایسا ضرر نہیں پہنچا تھا جو اس مرتبہ زلزلہ سے کیفیت ویرانی پیدا ہے۔ مکانوں کے گرنے سے علاوہ خانہ بریادی کے اکثر لوگ ہندوستانی اور یورپین ضائع ہوئے۔

قحط۔ ۱۸ جون ۱۸۹۰ء۔ ہفتہ مختتمہ ۱۹ مئی میں حسب ذیل آدمی کارہا، رفح تکلیف ہندوستان میں تھے۔

مدراں ۲۰۰۸۶۱، بمبئی ۲۰۰۰۰۲، بنگال ۸۳۳۲۲۲، ممالک مغربی شمالی داودھ ۱۵۲۲۲۵۔

پنجاب ۹۶۳۶۶، ممالک متوسط ۲۵۸۰۶۹، برہما ۱۸۲۰۰۰، برار ۲۰۰۲۰۰، حیدرآباد ۲۰۵۲۰۰

وسط ہند ۱۲۸۲۵۳، راجپوتانہ ۲۰۶۵۰، گل ۲۱۶۱۲۲۹۔

سرخ غلہ۔ ۲۲ جولائی ۱۸۹۰ء۔ بمبائے اخبار انجمن ہند ہفتہ گزشتہ کے واضح ہوا کہ جب ملکہ وکٹوریہ

کا جشن تخت نشینی واقعہ ۲۱ جون ۱۸۲۰ء ہوا تھا اور جب جشن جوئی ۲۲ جون ۱۸۹۰ء کو ہوا تو سرخ غلہ دونوں زمانہ کا ہندوستان

میں حسب ذیل بھتا۔

نام جنس	زرخ بروقت جلوس ملا معظ	زرخ غلہ بروقت جشن جوئی	نام جنس	زرخ بروقت جلوس ملا معظ	زرخ غلہ بروقت جشن جوئی
---------	------------------------	------------------------	---------	------------------------	------------------------

۲۱ جون ۱۸۲۰ء	واقعہ ۲۲ جون ۱۸۹۰ء	۲۱ جون ۱۸۲۰ء	واقعہ ۲۲ جون ۱۸۹۰ء
--------------	--------------------	--------------	--------------------

گندم	یک من ۵ سیر بحساب نمبری	۹ سیر بحساب نمبری	یک من ۵ سیر بحساب نمبری
------	-------------------------	-------------------	-------------------------

تخود	یک من ۵ سیر	۱۰ سیر	یک من ۱۰ سیر
------	-------------	--------	--------------

بجھڑا	یک من ۲۰ سیر	۱۱ سیر	یک من ۲۰ سیر
-------	--------------	--------	--------------

جو	یک من ۲۰ سیر	۱۱ سیر	یک من ۲۰ سیر
----	--------------	--------	--------------

نام جنس نرغ بر وقت جلوس ملا معظّم نرغ غلبہ بر وقت جشن جوہلی
 ۲۱ جون ۱۸۳۷ء واقعہ ۲۲ جون ۱۸۹۷ء
 چاول ۲۰ سیر بحساب نمبری ۱۸ سیر بحساب نمبری
 گڑ ۱۳ سیر = ۸ سیر = ۳ سیر = ۱۲ سیر = ۳ سیر =

سوحہ: ۲۵ اگست ۱۸۹۷ء۔ آج کل سرحد ملاکنڈ و ٹوچی پر انگریزوں سے سخت لڑائی ہو رہی ہے اور ہندوستانی فوج بغرض مقابلہ برابر جا رہی ہے۔ اگرچہ امید نہیں تھی کہ مجاہدین لوگ ظفریاب ہوں گے جن کے پیشوا ملا ہڈا ہیں۔ لیکن یہ بات اخباروں سے ضرور معلوم ہوتی ہے کہ سرکاری فوج کو بہت نقصان پہنچا۔

۲۸ نومبر ۱۸۹۷ء۔ سرحدی لڑائی آفریدیوں اور برٹش گورنمنٹ سے ابتداء جنوری ۱۸۹۷ء میں شروع ہوئی تھی وہ اب تک بدستور قائم ہے اور ۶۵ ہزار فوج سرکاری مقامات سرحد پر موجود ہے۔ سرکاری فوج اور اس کے افسر بہت سے مارے گئے۔ بالفعل یہ مقابلہ تیراہ میں ہو رہا ہے اور اب برون پڑنا شروع ہو گیا ہے۔ اس وجہ سے سرکاری فوج کا اب زیادہ قیام وہاں مشکل نظر آتا ہے۔

۷ دسمبر ۱۸۹۷ء۔ ۱۹ نومبر کو مہاراجہ پرتاپ سنگھ وزیراعظم جو دھپور جنگ سرحدی میں زخمی ہوئے۔ ہاتھ میں گولی لگی۔ یہ جنگ انگریزوں اور آفریدیوں سے ہو رہی ہے اور مہاراجہ صاحب انگریزوں کی کمک پر گئے تھے۔
 ۱۲ دسمبر ۱۸۹۷ء۔ یکم دسمبر کے پرچہ ہندوستانی اخبار لکھنؤ سے واضح ہوا کہ ۱۹ جون سے ۱۰ نومبر تک جنگ سرحدی آفریدیوں میں حسب تفصیل ذیل برٹش آفیسر اور سپاہی مقتول و مجروح ہوئے۔

ملٹری سرشتہ اسٹاف کے افسر ۲ ہلاک ۶ مجروح گورنمنٹ کے افسر ۲ ہلاک ۶۰ مجروح برٹش عہدہ دار سپاہی ۵۹ ہلاک ۲۲۰ مجروح دیسی افسر ۶ ہلاک ۲۲ مجروح دیسی عہدہ دار سپاہی ۲۳۶ ہلاک ۶۵۵ مجروح، شاگرد پیشہ ۹ ہلاک ۲۲ مجروح۔ کل ۳۳۹ ہلاک ۱۰۰۸ مجروح۔

اگرچہ قتل و مجروح بہت سے لوگ ہوئے لیکن یہ لڑائی کا اصول ہے کہ تعداد کم کر کے لکھائی جاتی ہے۔

سورج گرہن: ۲۲ جنوری ۱۸۹۸ء۔ آج سورج گرہن بعد ۱۲ بجے کے پڑنا شروع ہوا اور ۳ بجے ختم

ہو گیا۔ قصبہ ہڈا میں میرے خیال میں ۳ بجے سے زائد نہیں پڑا جس کی بابت لوگ اندیشہ کرتے تھے کہ گل پڑے گا۔ تاریخ کی ہو جاگی اور ستارے نمایاں ہوں گے اور چڑیاں اپنے گھونسلوں میں چل جائیں گی۔ لیکن یہ کوئی بات نہیں ہوئی۔

وفات سوسید: ۳۰ مارچ ۱۸۹۸ء۔ آج کے اورہ اخبار سے واضح ہوا کہ ۲۷ مارچ کو مکین

۱۰۔ پنجے رات کو سر سید احمد خاں صاحب بانی علی گڑھ کالج نے بمبئی کی سی سال رحلت کی۔ ۳۰ اکتوبر ۱۸۸۱ء کو پیدا ہوئے تھے۔ اور مسلمانوں میں اس قدر زدی وقعت شخص زمانہ حال میں کم گزرے ہیں۔ آپ کے کالج کے ملاحظہ کیلئے اکثر لفٹیننٹ گورنر وائسرائے کے سر کے کشور ہند تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اگر یہ کہا جائے تو غلٹ ہوگا کہ مہر مہر مسلمانوں میں آفتاب ہند تھے۔

شادی و دختر و ائسی اے: ۲۴ ستمبر ۱۸۹۸ء۔ لارڈ ایگن نائب السلطنت کشور ہند کی بیٹی مسماہ الزینہ بروس کی شادی مسٹر ٹینگ پرائیویٹ سکریٹری گورنر جنرل سے ہوئی۔

لارڈ کرنل: ۲۷ جنوری ۱۸۹۹ء۔ ۳۰ دسمبر کو لارڈ کرنل صاحب نائب السلطنت داخل بمبئی ہوئے جہاں سے ۶ جنوری کو کلکتہ پہنچ کر چارج وائسرائے کشور ہند لارڈ ایگن صاحب سے حاصل کریں گے صاحب ممدوح تجربہ کار شخص ہیں اور کئی مرتبہ بطور سیاحت ہندوستان تشریف لائے ہیں۔

۶ جنوری ۱۸۹۹ء۔ آج لارڈ ویلیٹ کی کرنل صاحب وائسرائے کشور ہند نے چارج باضابطہ لارڈ ایگن صاحب کنارہ کش وائسرائے ہندوستان کا لیا اور صاحب آخر الذکر اسی وقت کلکتہ سے جہاز پر واسطے روانگی ولایت کے سوار ہوئے اور بیکار روائی ۹ بجے صبح کو عمل میں آئی۔

بمبئی میں طاعون: ۱۹ فروری ۱۸۹۹ء۔ تین برس ہو چکے ہیں مگر اس وقت تک عارضہ طاعون بمبئی سے دور نہیں ہوا بلکہ وہ مختلف شہروں مدراس کراچی لاہور وغیرہ میں پھیلتا جاتا ہے اور کوئی تدبیر اس کے دفع ہونے کی موثر نہیں ہوتی باوجودیکہ جرمن فرانس لندن اور بہت سے یورپین سلطنتوں کے تجربہ کار ڈاکٹر بمبئی میں آئے اور ہر قسم کی جانچ کی لیکن کوئی دوامیڈ ثابت نہیں ہوئی اور وہ بدستور بمبئی میں اپنی شورش کر رہا ہے۔

وفات عبدالحق خیر آبادی: ۱۱ مارچ ۱۸۹۹ء۔ ۶ مارچ کو مولوی عبدالحق صاحب خیر آبادی نے بعوارض چند در چند رحلت کی۔ مرحوم بہت بڑے عالم متقی تھے اور دوسو روپیہ ماہوار ریاست رام پور سے وظیفہ پاتے تھے۔ مولوی صاحب کی شہرت تمام ہندوستان میں تھی۔

ملکہ معظمہ: ۲۴ مئی ۱۸۹۹ء۔ آج کی تاریخ میں ملکہ قیصر ہند پوسے اسی برس کی ہوتی ہیں۔ سچ یہ ہے کہ یہ ملکہ نہایت خوش اقبال بادشاہ ہند کی ہیں جن کے عہد میں صد ہا ممالک مفتوح ہو کر قبضہ میں آئے۔

امساک باراں: ۹ ستمبر ۱۸۹۹ء۔ امساک باراں کی عام شکایت ہے۔ احمد آباد (گجرات) میں سخت قحط پڑا ہوا ہے کہ وہاں کے لوگ ترس ترس مرنے کے عوض اپنی ہلاکت کو پسند کرتے ہیں بلکہ ایک شخص نے اپنا گلا کاٹ کر اپنے کو ہلاک کیا۔

قحط : ۱۲ ستمبر ۱۸۹۹ء۔ کئی روز سے ابر محیط آسمان ہے لیکن پانی نہیں برستا۔ رقم دھان خشک ہوئی جاتی ہے۔۔۔ آثار قحط پیدا ہیں۔ یہ حالت تو اودھ کی ہے لیکن اور حصہ ہندوستان میں کام قحط شروع ہو گیا ہے۔ میں نے ایسا جلد قحط تو تاریخ ہندوستان میں کہیں نہیں دیکھا۔ ایک کو ابھی دو سال نہیں گزے تھے کہ دوسرا نمودار ہو گیا۔ پروردگار عالم اپنی خلقت پر رحم کرے۔

مردہ شماری : ۲۸ ستمبر ۱۸۹۹ء۔ ۲۶ فروری ۱۹۱۱ء کو تمام ہندوستان کی مردم شماری ہوئی تھی۔ ۲۸ کروڑ دس لاکھ مرد و عورت ہیں۔ منجملہ ان کے انگریزی عملداری میں ۲۲ کروڑ پانچ لاکھ اور ریاستوں میں ۶ کروڑ پانچ لاکھ آباد ہیں۔ جو مردم شماری ۱۸۸۱ء میں ہوئی تھی۔ اسکے مطابق ۲ کروڑ نو لاکھ آدمیوں کی ترقی ہوئی بارش و قحط : ۷ اکتوبر ۱۸۹۹ء۔ دیکھنے اخبارات سے واضح ہوتا ہے کہ دارجلنگ متصلہ کلکتہ میں اس قدر شدید بارش ہوئی کہ پہاڑ کو جنبش ہو گئی جس سے چار سو جانیں تلف ہو گئیں اور صد ہا مکانات گر گئے اور اس کے رہنے والے اسی کے اندر دفن ہو گئے۔ راستہ آمد شد ہنوز بند ہے۔ عجیب حال دنیا کا ہے کہ کہیں تو اس قدر بارش ہو رہی ہے کہ لوگ اس سے اماں مانگ رہے ہیں اور کہیں اس قدر کمی ہے کہ عدم پیداوار غلہ دکھا اس بغرض رفاہ عام کا قحط کا جاری ہے، عجیب کارخانہ بزدی ہے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

۱۲ اکتوبر ۱۸۹۹ء۔ چول کہ ریاست ہائے راجپوتانہ میں اور نیز بعض حصص ممالک مغربی شمالی میں کمی بارش سے قحط پیدا ہے لہذا اکثر ڈاکہ زبیاں بوجہ گرانی غلہ ہو رہی ہیں۔ ڈاکوؤں نے جس موضع کوتا کا توڑا وہاں رات کو پہنچ گئے اور جو پایا لوٹ لے گئے۔

۱۹ اکتوبر ۱۸۹۹ء۔ چونکہ جو دھپور وغیرہ راجپوتانہ میں قحط پڑا ہوا ہے لہذا بہت سے مارواڑی اپنا وطن چھوڑ کر اس ضلع میں آگے ہیں اور شب روز بھیک مانگ کر اپنی گزر کرتے ہیں۔ نرخ وہاں کا حسب ذیل ہے۔
گندم - ۳ پیسے، نخود - ۵ پیسے، جو - ۵ پیسے، مکائی - ۵ پیسے، جوار - ۵ پیسے، باجرہ - ۳ پیسے، روغن زرد - ۱ پیسہ، عمارہ صاف پانی فی روپیہ - ۲۵ گھڑے۔ میلا و گندہ پانی فی روپیہ - ۵ گھڑے۔

کانگریس : ۳ جنوری ۱۹۰۰ء۔ مسٹر کاکس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر ہر دوئی حسب منشا گورنمنٹ بذریعہ پولیس سندیلا اس بات کی تفتیش کرائے ہیں کہ روساے سندیلا سے کون کون لوگ شریک جلسہ کانگریس ہونے جو میدان شاہ مینا صاحب (لکھنؤ) میں ۷ ستمبر تک تین روز منعقد رہا اور جس کے پریسیڈنٹ مسٹر دت بنگالی تھے جو اس کام کے لیے ولایت لندن سے آئے تھے جہاں وہ کسی ماسکے پروفیسر ہیں۔

ان کی اسپرچ آج اور کل کے اودھ اخبار میں میں نے دیکھی جو نہایت پرمضمون تھی۔

طاعون کانپور میں: ۱۲ اپریل ۱۹۰۰ء۔ آج کل طاعون نے کانپور میں خروچ کیا ہے اور بوجہ کارروائی انسدادی کہ اشخاص مبتلا شدہ شہر کے باہر جھونپڑوں میں رکھے جاویں وہاں کے متمول لوگوں کو خلافت ہوا اور ہندو مسلمانوں نے باہم اتفاق کر کے چند پولیس مین اور ایک ہیڈ کانسٹیبل کو جو حی افضل جھونپڑوں کے تھے مار ڈالا اور ان کو اسی جھونپڑوں میں آگ لگا کر جلادیا جس سے ایک عام بلوہ ہو گیا اور ہزاروں آدمی متفق ہو گئے کہ ہم ایکٹ نمبر ۱۸۹۷ء قانون کی شرائط کو قبول نہیں کر سکتے کہ ہماری اولاد اور عورتیں بہ حالت بیماری شہر کے باہر رکھی جائیں اور کیفیت غدر کی پیدا ہو گئی۔ بظہور اس امر کے فوراً القینٹ گورنر نے ریو خاص ٹرین نیٹی تال سے کانپور تشریف لائے۔ کارروائی دفعیہ غدر میں مصروف ہوئے اور قواعد طاعون کے ترمیم فرمائے جس کا یہ منشا ہے کہ جو لوگ مبتلا طاعون ہوں وہ اپنے مکان کے کسی علیحدہ حصہ میں رکھے جاویں اور جن لوگوں سے ان کا عقیدہ ہو علاج کریں اور اگر اس مکان میں گنجائش ایسی نہ ہوئی کہ مریض علیحدہ رکھا جاسکے تو کسی اور علیحدہ مکان میں وہ رکھا جاوے اور اگر ایسا مکان بہم نہ پہنچے تو جنرل اسپتال میں قیام کرے اور اپنی مرضی کے موافق جس شخص کا چاہے علاج کرے۔ پولیس و ڈاکٹر کوئی مزاحمت نہ کریں گے۔

۱۲ مئی ۱۹۰۰ء۔ آج کل تین آفتیں ہندوستان میں پیدا ہیں۔ اول طاعون جو پانچ سال سے ابتدا ہوئی میں تھا بلوہ ہندوستان کے اور شہروں میں پھیل گیا۔ اب قریب ہندوستان کے کل اضلاع میں ہے۔ حتیٰ کہ اضلاع مغربی و شمالی و اودھ میں بھی آ گیا ہے اور ضرر پہنچا رہا ہے جس کے انسداد کی تدبیریں گورنمنٹ تشدد کے ساتھ کر رہی ہے۔ ڈاکٹروں اور پولیس پر دار و مدار ہے کہ جہاں کسی ڈاکٹر نے کسی کو دہلا پتلا دیکھا یا اس کو تمولی بخار میں مبتلا پایا فوراً ریل سے اتار لیا اور پولیس کے حوالہ کر دیا اور پولیس نے اس کو جھونپڑوں میں بھیج دیا جو بیرون شہر بنائے گئے ہیں۔ یا کسی شخص کو پولیس نے بیمار دیکھا فوراً اس کو طاعون کے جھونپڑوں میں داخل کر دیا۔ اگر اچانک اس نے پولیس کو کچھ دیدیا تو مخلصی پائی ورنہ دس دن تک انھیں جھونپڑوں میں مبتلائے صعوبت رہا جس کی وجہ سے جا بجا بلوے ہو گئے اور ہو رہے ہیں۔ دوسرے قحط جو بہ استثنائے اودھ چند اضلاع مغربی و شمالی کے کل ہندوستان میں مسلط ہے کہ لوگ فاقون سے مرہے ہیں۔ تیسرے اب ہیضہ نے خروچ کیا ہے۔ ہزاروں آدمی مر گئے اور صد ہا مبتلا ہو کر بالمرہ مرتے ہیں۔ چوتھا امر اگرچہ ہندوستان سے متعلق نہیں ہے وہ جنگ ٹرانسوال افریقہ ہے جہاں گورنمنٹ کا بہت نقصان ہوا۔ اب بموجب اخبار کے تیس ہزار فوج اس وقت تک صنائع

ہو چکی ہے اور ہنوز لڑائی ختم نہیں ہے اور علاوہ ضائع ہونے جانوں کے کروڑ ہا روپیہ صرف ہو گیا اور ہوتا جاتا ہے۔
یہ ایسے آثار بد ہیں کہ جن کا انجام بخیہ نظر نہیں آتا۔

ناگری: ۱۶ مئی ۱۹۰۰ء۔ گورنمنٹ نے جو رزولوشن اپنے گزٹ مورخہ ۱۸ اپریل میں نسبت رواج صرف
ناگری کے جاری کیا ہے اس کی وجہ سے گل بڑے بڑے شہروں میں کمیٹیاں ہو رہی ہیں اور لفٹیننٹ گورنر و گورنمنٹ ہند
کو میموریل بھیجے جا رہے ہیں کہ ناگری کا دفاتر سرکاری میں جاری ہونا مناسب نہیں ہے جس کی وجہ سے تکلیف زائد ہوگی۔

ہندوستان کے قحط: جس قدر قحط ہندوستان میں ہوتے ہیں منجملہ ان کے گزشتہ ۳۱ سال

کے قحطوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ موجودہ قحط کیا چیز ہے۔

نمبر شمار	قحط زدہ علاقہ	تقاریر رقبہ
۱۔	بنگال ۶۱۷۷۰	ایک لاکھ مربع میل
۲۔	مشرقی مدراس حیدرآباد، گجرات، ماروار، جنوبی بہار، شر	دو لاکھ
۳۔	دکن حیدرآباد ۶۱۸۰۳	۱۶ لاکھ
۴۔	ممالک مغربی و شمالی، وسط ہند و راجپوتانہ ۶۱۸۰۳	ایک لاکھ
۵۔	شمالی مدراس ۶۱۸۲۲	۸۰ ہزار
۶۔	بمبئی، گجرات و شمالی دکن ۶۱۸۲۵	۸۰ ہزار
۷۔	ممالک مغربی و شمالی، مشرقی ریاست ہائے راجپوتانہ، مشرقی پنجاب ۶۱۸۳۷	۸۰ ہزار
۸۔	دوآبہ، ممالک مغربی و شمالی، دہلی و حصار ڈویرن ۶۱۸۳۸	۸۰ ہزار
۹۔	گجرات، کچھ و کاٹھیاوار ۶۱۸۴۰	۵۰ ہزار
۱۰۔	دوآبہ، ممالک مغربی و شمالی، دہلی حصار و ایک حصہ راجپوتانہ ۶۱۸۶۱	۵۰ ہزار
۱۱۔	اضلاع گنجام بلاری، اڑیسہ، بہار، میسور، حیدرآباد، بمبئی، وسط ہند و بنگال ۶۱۸۶۵	دو لاکھ
۱۲۔	راجپوتانہ، پنجاب و ماہین، جمنا و سندھ، شمالی و مشرقی اضلاع، ممالک متوسطہ دو لاکھ ۶۱۸۷۲	
۱۳۔	مغربی راجپوتانہ، اضلاع الہ آباد، دہلی، حصار، گجرات، کچھ، چند اضلاع ممالک متوسطہ ۶۱۸۷۳	
۱۴۔	بہار، یوپی ۶۱۸۷۴	۵۵ ہزار
۱۵۔	مدراس، دکن، میسور، حیدرآباد ۶۱۸۷۶	۵۵ ہزار

نمبر شمار	سند	تعمیر شدہ علاقہ	تعمیر شدہ رقبہ
۱۶-	۶۱۸۷۷	مدراکس، میسور، بمبئی، حیدرآباد	۲۱ لاکھ مربع میل
۱۷-	۶۱۸۷۸	ممالک مغربی و شمالی، کشمیر، پنجاب	۱۱ لاکھ
۱۸-	۶۱۸۹۶	ممالک مغربی و شمالی و ممالک متوسط	
۱۹-	۶۱۸۹۷	ممالک مغربی و شمالی و سی پی	۳ لاکھ سے ۴ لاکھ

۲۰- ۶۱۸۹۹ جنوبی پنجاب، راجپوتانہ، سی پی، برار و وسط ہند، حیدرآباد، بمبئی، چھوٹا ناگپور، مدراس

۲۱- ۶۱۹۰۰ جنوبی پنجاب، مشرقی سندھ، راجپوتانہ، وسط ہند، برار، سی پی، بمبئی، کاٹھیادار، گجرات، لاکھ سے ۷ لاکھ

اسدو: ۱۹ اگست ۱۹۰۰ء کل بوقت بجے صبح کے ایک جلسہ اردو ڈیفنس لبرٹری نواب مہاری علی صاحب محسن الملک بارہ درمی قیصر باغ لکھنؤ میں منعقد ہوا جس کا یہ منشا تھا کہ جو رزولوشن مسٹر میکڈانلڈ صاحب لفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی وادھ نے ۱۸ اپریل ۱۹۰۰ء کو دربارہ شائع اور راج کرنے دیوناگرہ کے نافذ کیا ہے وہ منسوخ کیا جاوے۔ جس کی نسبت نواب صاحب نے ایک نہایت عمدہ و دلچسپ ایسیج فرمائی جس کا اثر کل حاضرین پر بخوبی پڑا اور اس جلسہ میں قریب آٹھ کو ہزار آدمیوں کی شرکت تھی جو بطور قائم مقامان ہندوستان کے ہر ایک حصہ ملک سے آئے ہوئے تھے اور یہ جلسہ نہایت خوبصورتی کے ساتھ ختم ہوا اور رزولوشن پاس ہوئے وہ بحضور گورنمنٹ بھیجے گئے کہ اہالی جلسہ کا یہ منشا ہے کہ اگر نواب لفٹیننٹ گورنر بہادر نے اس عرضداشت کی کچھ سماعت نہ فرمائی تو اسکی اپیل وائسرائے ہند و وزیر اعظم ہندوستان کے حضور میں پیش کی جاوے گی۔

وفات امیر مینائی: ۱۹ اکتوبر ۱۹۰۰ء منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکھنؤ میں ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۰ء کو حیدرآباد میں قضا کی۔ مرحوم اردو زبان کے ایک مسلم الثبوت اور بے بدل شاعر تھے۔ ۱۳۳۳ھ میں پیدا ہوئے تھے اور بے عمر ۷۳ سال قضا کی اور پانچ بیٹے یادگار چھوڑے۔

ملکہ معظمہ کاسوگ: ۱۲ فروری ۱۹۰۱ء - استہار لارڈ کرزن صاحب گورنر جنرل کشور ہند مشریدیں مضمون شائع ہوا کہ گل رعایا ہندوستان سے امید ہے کہ جناب ملکہ معظمہ کی وفات کا ۶ مارچ تک پورا اور ۱۱ اپریل تک نصف غم کریں اور طازمین سول فوج و بحری وغیرہ ۲۴ جولائی ۱۹۰۱ء تک بائیں بازو پر سیاہ کپڑا باندھے رہیں۔

اسٹیشن بمبئی: ۱۱ مارچ ۱۹۰۱ء... دنیا میں سب سے بڑا خوبصورت اور قیمتی اسٹیشن بمبئی کا وکٹوریہ ٹرین ہے۔

علی گڑھ کالج: ۱۵ جون ۱۹۰۱ء علی گڑھ کالج سر سید احمد خاں مرحوم میں ایک انجمن قائم ہوئی ہے جس کا

نام "انجمن الفرض" ہے۔ اس کا منشاء یہ ہے کہ چند ہر شہر و دیار سے وصول کر کے محتاج طلبہ کے خورد و نوش کی کفالت میں صرف کیا جائے۔ چنانچہ کالج مذکورہ کے چار طالب علم سید ابو محمد اور واجد حسین وغیرہ کل وارد سندیلہ ہوئے اور آج انھوں نے ایک جلسہ کیٹیگیٹ میں ہال میں منعقد کیا جس میں بہت سے رؤسا شریک جلسہ ہوئے انھوں نے اسی قسم کی اسپینچیں کیں جن کا منشا میں اوپر ظاہر کر چکا ہوں۔ بعد ختم ہوتے ان اسپینچوں کے فہرست چندہ کھولی گئی۔

وفات حکیم عبدالجید دہلوی: ۱۲ جولائی ۱۹۰۱ء۔ تاریخ ۱۱ جولائی کو حکیم عبدالجید خاں مشہور طبیب دہلی نے عارضہ مرع میں انتقال کیا۔ چونکہ حکیم حاذق تھے اس وجہ سے رؤسا اعظم ان سے علاج کرانے کو دہلی جایا کرتے تھے اور اگر وہ حسب طلب کسی راجہ مہاراجہ کے باہر جاتے تھے تو بڑی فیس یومیہ لیتے تھے۔ مرحوم حکیم محمود خاں صاحب نامی طبیب دہلی کے فرزند تھے۔ افسوس کہ ایسے نامی طبیب کی وفات سے دہلی خالی ہو گئی۔ حکیم صاحب بہت متمول آدمی تھے۔

بیواؤں کی مردم شماری: ۲۱ جنوری ۱۹۰۲ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ۱۸۹۱ء کی مردم شماری کی رو سے بیوہ عورتوں کی تعداد دو کروڑ چھبیس لاکھ ساون ہزار چار سو چھبیس ہے جس میں ہندو بیواؤں کی تعداد بیس لاکھ تین ہزار آٹھ سو چھبیس ہے اور مسلمان بیواؤں کی تعداد بیس لاکھ تین ہزار آٹھ سو چھبیس ہے۔ اس ملک کی مردم شماری قریب تیس کروڑ ہے۔ اگر نصف مرد نصف عورتیں ہوں تو گویا دس کروڑ عورتوں میں قریب دو کروڑ کے بیوہ ہیں یعنی پانچ عورتوں میں ایک بیوہ۔ چونکہ تعداد بیواؤں کی بہت زائد ہے لہذا اگر اصلاح دہندگان قوم ان کے عقیداتی کی جانب متوجہ ہو جائیں تو ایک سخت مشکل آسان ہو سکتی ہے۔

مردم شماری: ۷ مارچ ۱۹۰۲ء۔ جو مردم شماری یکم مارچ ۱۹۰۱ء کو تامل ہندوستان کی ہوئی تھی اس کی رو سے اخبار پانیر میں جو نقشہ جات شائع ہوئے ہیں اس کی تعداد حسب ذیل ہے،
مرد۔ چودہ کروڑ ننانوے لاکھ تین ہزار سات سو اسی۔ عورتیں۔ چودہ کروڑ چالیس لاکھ آٹھ ہزار
۹ سو گیارہ۔ کل آبادی۔ ۲۹ کروڑ تین لاکھ باسٹھ ہزار چھ سو بہتر آدمی ہیں۔ اس حساب سے بچپن لاکھ
چوالیس ہزار ۸۵ آدمی بمقابلہ عورتوں کے زیادہ قرار پاتے ہیں۔

یو۔ پی۔: ۲۹ مارچ ۱۹۰۲ء۔ بموجب اشتہار گورنمنٹ محکمہ ۲۳ مارچ ۱۹۰۲ء بحوالہ اشتہار ہوم ڈیپارٹمنٹ
کلکتہ مورخہ ۲۲ مارچ اصلاح مغربی و شمالی و اودھ کا نام بدل کر اصلاح متحدہ آگرہ و اودھ رکھا گیا اور یہ تبدیلی

بہ زمانہ لارڈ کرزن صاحب بہادر ولفٹینٹ گورنری سر لاٹوش صاحب وقوع میں آئی جو قابل یا نگار ہوگی۔ اب اضلاع مغربی و شمالی پٹا اور کے اضلاع قرار دیے گئے۔

طاعون: ۲۷ اپریل ۱۹۰۲ء۔ اب شکایت بیماری طاعون برابر ترقی کرتی جاتی ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں تو عرصہ سے اس کی شکایت پیدا ہے لیکن اب بہت سے اور مقامات میں اس بیماری کی مداخلت پیدا ہوتی جاتی ہے۔ جو شہر یا قصبہ کنارے دریا کے واقع ہے وہاں اس کا قیام مدت تک رہتا ہے اور جب کسی قصبہ یا شہر میں اس بیماری کا خروج ہوتا ہے تو سب سے پہلے مرے ہوئے چوہے نظر پڑتے ہیں۔ ایسا ہونے پر اگر مکان فوراً خالی نہ کر دیا گیا اور ایک آدمی بھی اس گھر کا راتو اس گھر والوں میں کسی کی خیریت نہیں۔

لارڈ کچنر: ۲ دسمبر ۱۹۰۲ء۔ ۲۸ نومبر ۱۹۰۲ء کو لارڈ کچنر صاحب لندن سے داخل بمبئی ہوئے اور جارج پاور صاحب سے کمانڈر ان چیف ہندوستان سے چارج لیا۔ لارڈ صاحب کی عمر ۵۲ سال کی ہے اور بڑے نامی گرامی اور مشہور شخص ہیں۔ انھوں نے ملک مصر میں سوڈان فتح کیا تھا اور مہدی سوڈانی کا بفرہ کھودوا کر پھینک دیا تھا اور جنوبی افریقہ کی جنگ ٹرانسوال میں ہی باعث صلح نامہ بویر لوگوں سے ہوئے۔ یورپ میں یہ شخص بہت مشہور ہے۔ دیکھا چاہیے کہ وہ ہندوستان میں کتنی ناموری حاصل کرتے ہیں۔

جشن تاج پوشی: یکم جنوری ۱۹۰۳ء۔ آج دہلی میں دربار بہت شان و شوکت سے ہوا اور یہی کیفیت ہر ضلع میں ہوئی یعنی فرمان شاہی پڑھا گیا اور لوگوں کو اعزاز حاصل ہوا۔

۱۰۔ جنوری ۱۹۰۳ء۔ جناب لارڈ کرزن صاحب گورنر جنرل کشور ہند ۲۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو بہ کمال تزک و احتشام والیان ملک کے جلوس کے ساتھ دہلی کو تشریف لائے تھے اور آج ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو بوند فراغت دربار وغیرہ بارادہ کلکتہ دہلی سے روانہ ہوئے۔ لارڈ صاحب بمقابلہ اور وائسرائیوں کے کم عمر ہیں۔ غالباً ۴۵ سال کے اندر عمر ہوگی۔۔۔۔۔ آج کل اسپیشل ٹرینیں بوجہ واپسی روساؤ والیان ملک برابر سیدیلہ اسٹیشن سے گزر رہی ہیں کہ وہ لوگ دہلی سے اپنے وطن کو جا رہے ہیں۔

محصول نمک: ۱۹ مارچ ۱۹۰۲ء۔۔۔۔۔ آج کے اخبار پانیر سے معلوم ہوا کہ کرزن صاحب وائسرائے کشور ہند کی کونسل کی رائے ہے کہ نمک پر ڈھائی روپیہ فی من سے محصول گھٹا کر دو روپے فی من کر دیا جائے اور انکم ٹیکس جو پانچ سو سالانہ کے منافع پر لیا جاتا ہے۔ اب ہزار روپیہ کے منافع پر لیا جائے گا اور جن لوگوں کا منافع پانچ سو روپے ہے وہ بری کیے جاویں گے۔ غالباً مارچ ۱۹۰۳ء کی کمیٹی سے اس کی بابت حکم صادر ہو جائے۔

سرخی شفق: ۶ اپریل ۱۹۰۳ء میں دیکھتا ہوں کہ تھوڑے زمانے سے بوقت طلوع وغروب آفتاب جو سرخی شفق عموماً ہوا کرتی ہے اس کا قیام ڈیڑھ دو گھنٹہ سے کم نہیں ہوتا حالانکہ اس قسم کی سرخی وقت طلوع وغروب آفتاب کے چند روز یا بیس منٹ میں فرو ہو جاتی تھی۔ کتاب مہا بھارت میں لکھا ہے کہ کورو اور پانڈو کی لڑائی کے قبل بھی ایسی ہی سرخی وقت طلوع وغروب آفتاب کے نمودار ہوا کرتی تھی جس کا انجام یہ ہوا کہ دونوں میں سخت لڑائی ہوئی اور لاکھوں آدمی کاشت و خون ہوا کہ دریا خون کے بہے۔ لہذا میں خیال کرتا ہوں کہ جب سے اس سرخی کو ترقی ہوئی بیماری طاؤن سے کئی لاکھ آدمی ضائع ہو گئے اور جو ہفتہ ۲۸ مارچ کو ختم ہوا ہے اس میں تمامی ہندوستان میں تورا دکشتگان ۸۰۰۰ آدمیوں کی فی ہفتہ ہے۔ پس مقام غور ہے کہ آغاز طاؤن سے کہ جس نے ۱۸۹۶ء سے بھی میں خروج کیا ہے اس وقت تک کس قدر لوگ ضائع ہوئے ہونگے لیکن اب دو چار روز سے وقت طلوع وغروب آفتاب قیام سرخی کا کم رہتا ہے۔ کیا عجب ہے کہ بیماری مذکور گھٹ جاوے۔ خدا ایسا ہی کرے۔

طاؤن: ۶ مئی ۱۹۰۳ء..... اور دھ اخبار مورخہ امروزہ سے بحوالہ اخبار طبعی گراف انگریزی مورخہ ۳ اپریل ۱۹۰۳ء واضح ہوا کہ جب سے طاؤن ہندوستان میں شروع ہوا، اس کی سالانہ اموات حسب ذیل تھیں ہندوستان میں وقوع پذیر ہوئیں۔

۱۸۹۷ء - ۵۶ ہزار، ۱۸۹۸ء - ایک لاکھ ۱۸ ہزار، ۱۸۹۹ء - ایک لاکھ ۳۳ ہزار، ۱۹۰۰ء - ایک لاکھ ۹۳ ہزار، ۱۹۰۱ء - دو لاکھ ۴۳ ہزار، ۱۹۰۲ء - پانچ لاکھ ۴۳ ہزار، کل - ۱۶ لاکھ ۴۳ ہزار۔

وفات سید محمود: ۱۳ مئی ۱۹۰۳ء..... ۸ مئی کو مسٹر سید محمود بیرسٹر ایٹلا کا بمقام سیتاپور انتقال ہو گیا۔ متوفی سید احمد فال صاحب بانی کالج علی گڑھ کے بیٹے تھے اور امتحان بیرسٹری لندن میں پاس کر کے ہندوستان میں وکالت شروع کی تھی۔ چند سال تک وہ جج ہائی کورٹ بھی رہے تھے جنھوں نے بڑے بڑے پیچیدہ مسائل قانونی اپنی قابلیت اور عالی دماغی سے حل کیے۔ بوندہ عہدہ ججی سے بہ حصول پنشن چھ سو روپیہ ماہوار کنارہ کش ہو کر پھر اپنا کام بیرسٹری شروع کیا مگر افسوس کہ وہ شراب بکثرت پینے لگے جس سے ان کا دماغ خراب ہو گیا۔ آخر ش انتقال ہوا۔ متوفی ۲۲ مئی ۱۸۵۰ء میں پیدا ہوئے تھے۔ ایک لڑکا خورد سال جس کی عمر ۱۶ سال ہو گی یادگار چھوڑا۔ مسٹر محمود کی لاش علی گڑھ بھیجی گئی جہاں اپنے باپ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

قواعد ڈاک خانہ: ۲۷ مئی ۱۹۰۳ء۔ جدید قانون ڈاک خانہ: اکہرے و جوابی پرائیویٹ پورٹلکٹ چسپال ڈاک کے ذریعے معمولی پوسٹ کارڈ کے طور پر بھیجے جاسکتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ ۵ پانچ طویل اور

۳۱ اپریل سے زیادہ اور ۳۲ اپریل سے کم نہ ہوں اور ان کا کاغذ ویسا ہی دبیر ہو جیسا کہ پوسٹ کارڈ کا ہوتا ہے۔ چھ سو روپیہ تک ایک منی آرڈر بذریعہ ڈاک خط نہ جاسکتا ہے مگر اس میں آنہ نہ ہوں۔

کشمیر میں سیلاب: ۲ اگست ۱۹۰۳ء۔ یہاں پانی کی کمی ہے اور کشمیر میں ۲۹ جولائی کو اتنا پانی برساکر سیلاب آگیا جو ۱۸۹۳ء کے سیلاب سے دو فٹ بلند تھا۔ وہاں کے باشندے پہاڑوں پر چڑھ گئے اور کشتیوں پر جا کر پناہ لی۔ رینڈی ٹنسی وہوٹل اور ہوٹلوں کے مکانات میں چھت تک پانی بھر گیا۔ خیریت ہوئی کہ سیلاب دن کو آیا۔ اگر رات کو آتا تو بہت سی جانیں تلف ہو جاتیں۔ آبادی میں دس پندرہ فٹ تک پانی تھا۔ ایسا سیلاب وہاں کبھی نہیں آیا۔

۷ ستمبر ۱۹۰۳ء۔ جو سیلاب جولائی میں کشمیر میں آیا تھا اس سے سات ہزار مکان شہر کے منہدم ہو گئے اور تیس ہزار آدمی بے خانماں ہوئے۔

لاسٹر کیچرز: ۲۱ نومبر ۱۹۰۳ء۔ لارڈ کیچر صاحب کانڈر این چیف افواج ہند ۱۶ نومبر کو متصل بنجونی بازار کے گھوڑے سے گر پڑے اور گھٹنے کے اوپر دو مقام سے ٹانگ ٹوٹ گئی۔ شملہ میں علاج ہو رہا ہے۔

طاعون: ۲۶ مارچ ۱۹۰۴ء۔ معائنہ پانیر اخبار محررہ امروزہ سے معلوم ہوا کہ ہفتہ مختتمہ ۱۹ مارچ ۱۹۰۴ء میں کل ہندوستان میں ۲۵۲ آدمی طاعون سے فوت ہوئے جس میں بڑا حصہ اموات بمقابلہ دیگر صوبہ جات کے پنجاب کا ہے۔ اللہ اکبر یہ کس قدر تعزیر ہے۔ اس بیماری سے اب کیسے دنیا قائم رہے گی۔

سلسلہ ریل کا: ۲۹ مارچ ۱۹۰۴ء۔ سب سے پیشتر ۲ ستمبر ۱۸۲۵ء کو سلسلہ ریل کانگلیڈیل میں جاری ہوا اور ہندوستان میں ۱۸ اپریل ۱۸۵۲ء کو اس کے بعد بتدریج قریباً کل ہندوستان میں اس کا سلسلہ قائم ہو گیا اور یکم فروری ۱۸۷۲ء کو سندیل میں ریل جاری ہوئی۔

نیواؤسوا: ۳ مئی ۱۹۰۴ء۔ ۳۰ اپریل ۱۹۰۴ء کو بیرن اسمٹ بل گورنر پریسیڈنسی مدراس نے وائسرائے کو ہند کا عہدہ قبول کیا اور لارڈ کرزن صاحب بمبئی سے جہاز پر سوار ہو کر روانہ ولایت ہوئے۔

تھرمامیٹر: ۲۷ جون ۱۹۰۴ء۔ آج ایک آلہ دریافت گرمی و سردی کمنٹ اینڈ کوکبئی کے کارخانہ سے منگایا۔ قیمت چار روپے۔ محصول وغیرہ نو آنے۔ کل ۳ روپے آنے۔ اس آلہ سے اگر وہ بخل میں دبایا جائے تو یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ کس قدر گرمی و سردی دبانے والے کے مزاج میں ہے۔ جس کی تصریح یہ ہے کہ اگر آلہ کا پارہ بخل میں دبانے پر ۹ یا ۹۸ درجہ تک رہے تو کہا جاسکتا ہے کہ وہ شخص بحالت تندست ہے۔ اگر اس تعداد سے گھٹ جاوے تو اس کو ضعف ہے اور اگر بڑھ جائے تو دلیل حرارت و بخار کی قیاس کی جاوے۔

کمزور : ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء - ۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو لاہور ڈاکرزن صاحبہ کے انگلستان سے داخل ہوئے۔ یہ ان کا دوبارہ انتخاب اور جس قدر دائرے اب تک ہندوستان کو آئے یہ سب کم سن ۲۵ برس کے ہیں۔

علی گڑھ کالج : ۲۲ دسمبر ۱۹۰۲ء - آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ اہل تشیع شاہزادگان و نواب ادگان لکھنؤ نے ایک جلسہ خلاف کانفرنس علی گڑھ کے امام بارگاہ آصف الدولہ میں ۱۸ دسمبر کو منعقد کیا تھا جس میں علمائے فرنگی محل اہل سنن مجتہدین شیعہ کے فتوے مشرب میں خلاصہ پیش ہوئے کہ کالج علی گڑھ کے لوگوں کے عقائد خلاف دین اسلام ہیں کہ وہ عربی میں نماز پڑھنا لازمی نہیں سمجھتے ہیں اور نہ پانچ وقت کی نماز کی پابندی اور نہ عید الاضحیٰ کی قربانی اور نہ روزہ رکھنا وغیرہ وغیرہ۔ تو ایسی حالت میں اطلاق کفر کا ان پر لازم آتا ہے۔ ان کی اطاعت کسی نہج سے نہیں کرنا چاہیے۔ اس پر بہت سی تقریریں ہوئیں۔ اس جلسے میں اہل سنت جماعت کے معزز شریک نہیں ہوئے تھے چونکہ علی گڑھ کالج نے طریقت تعلیم کا ایک عامہ نوعیت جاری کیا، اب اسکی مخالفت ہو رہی ہے۔

۲۷ دسمبر ۱۹۰۲ء - آج کی تاریخ سے جلسہ کانفرنس علی گڑھ کالج بمقام لکھنؤ کیننگ کالج شروع ہوا جو ۲۹ دسمبر تک قائم رہے گا۔ بہت سے معززین قصبہ ہذا واسطے شرکت کے لکھنؤ گئے ہیں۔ میں بھی اس کا ممبر تھا لیکن بوجہ اسکے کہ طبیعت کو اب کوئی لطف باقی نہیں اور بحالت تنہائی و خاموشی ایم زندگی بسر کرنا پسندیدہ معلوم ہوتے ہیں۔ لہذا فسح عزیمت کی۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۰۲ء - آج معلوم ہوا کہ سید التفات رسول تعلقہ دار جلال پور سندیل نے چند کانفرنس علی گڑھ منعقدہ ۲۷ لغایت ۳۰ دسمبر ۱۹۰۲ء کیننگ کالج لکھنؤ بمبلغ پانچ ہزار روپیہ بنا بر تعمیر کمرہ علم سائنس کالج علی گڑھ کو دینا تجویز کیا جس سے کمرہ کا نام ان کے والد (فضل حسین) کے نام پر رکھا جاوے گا۔

۵ جنوری ۱۹۰۵ء - جو جلسہ کانفرنس علی گڑھ کیننگ کالج لکھنؤ میں ۲۷ لغایت ۳۰ دسمبر ۱۹۰۲ء منعقد ہوا تھا۔ وہ نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوا اور ایک لاکھ چار ہزار کا چندہ ہوا اور مسٹر شاہد حسین تعلقہ دار ویرسٹریٹلا کو بجلد وے حسن کوشش ایک طلائی تمغہ منجانب کانفرنس عطا ہوا۔

طاعون : ۱۸ فروری ۱۹۰۵ء ہفتہ مختتمہ ۲ فروری ۱۹۰۵ء نقشہ حالت طاعون سے واضح ہوا کہ ہندوستان میں مرض مذکور سے ۳۶،۱۶۷ آدمی ضائع ہوئے اور اس کے قبل کے ہفتہ میں ۳۳،۰۸۷ آدمی فوت ہوئے تھے ممالک متحدہ ہفتہ ۲ فروری میں ۱۵،۳۶۷ اور ہفتہ ماضی میں ۱۲،۷۰۲۔

پانچ سال کے ہفتہ مختتمہ ۳۱ جنوری کی تواریخات طاعون ذیل میں درج کی جاتی ہے جس سے معلوم ہوگا کہ پانچ سال سے طاعون میں اموات کی سال بہ سال کیسی کثرت ہوتی جاتی ہے : ۱۹۰۱ء - ۱۳۱۵ء - ۲۱۹۰ -

۱۲۱۹۲-۱۹۰۳-۲۳۵۶-۲-۶۱۹۰۲-۲۳۲۰۳-۶۱۹۰۵-۲۲۰۸۷

زلزلہ: ۱۲ اپریل ۱۹۰۵ء آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ۳ اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلے سے شملہ میں اکثر مکانات شق و منہدم ہو گئے۔ لیڈی کرزن سونے بچوں کے وائسنگل لاج چھوڑنے پر مجبور ہوئیں اور کرزن ہاؤس میں جا کر قیام کیا۔ ۴ و ۵ اپریل کی رات کو پھر پانچ مرتبہ زلزلہ آیا اور ۶ اپریل کو ایسا شدید تھا کہ یورپین اپنے مکانوں کو چھوڑ کر میدانوں میں کل اور بھاگ کر سوتے۔ دھرم شالہ کا زلزلہ بہت شدید تھا۔ ایک ہزار ہندوستانی و چار سو گورکھا سپاہی اور کئی یورپین افسر مرے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسی فی صدی جانوں کا نقصان زلزلہ سے ہوا۔ لاہور میں بہت سے مکانات کو ضرر پہنچا۔ ایک سو چالیس ضائع ہوئیں۔ زلزلہ کامرکزی قیام شملہ و لاہور کے مابین تھا اور وہاں اس کا قیام کئی منٹ تک رہا۔

۱۳ اپریل ۱۹۰۵ء آج کل کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ۳ اپریل کے زلزلہ سے شہر کانگرہ بالکل تباہ ہو گیا۔ منجملہ ۴۶-۴۷ آدمیوں کے صرف ۵۰۰ بچے اور یہ مردم شماری اس کی مارچ ۱۹۰۱ء میں ہوئی تھی اور دھرم شالہ کے گرد نواح کے مواضع بالکل تباہ ہو گئے۔ چونکہ جا بجا پہاڑ شق ہو گئے ہیں اور کئی مقاموں میں پہاڑ کھسکنے سے بڑے بڑے غار پڑ گئے ہیں اس وجہ سے دھرم شالہ کے نواحی لوگ نہایت خطرناک حالت میں ہیں۔ غلہ خورد و نوش باقی نہیں رہا اور وہ چروں کے ذریعہ سے بھیجا جا رہا ہے۔ کئی میں زلزلہ کا احساس بالکل نہیں ہوا۔

۸ مئی ۱۹۰۵ء آج کے اودھ اخبار سے واضح ہے کہ جس رقبہ میں شدید زلزلہ آیا اور اس سے جان و مال دونوں کا نقصان ہوا وہ سات سو مربع میل ہے جس میں اس وقت تک اتلاف جانوں کا تخمینہ پندرہ ہزار معلوم ہوا۔ ممکن ہے کہ اس توارد سے اور بھی زیادہ طبقوں سے فوت شدہ اشخاص کی لاشیں برآمد ہوں۔

کمرن: ۹ مئی ۱۹۰۵ء۔۔۔ لارڈ کرزن صاحب وائسراے ہند کے عہد حکومت میں مصائب ذیل باشندگان ہندوستان کے حق میں وقوع پذیر ہوئے۔ اول تو طاغون کی شدت سے بہت سے آدمی ضائع ہوئے دوسرے پالہ زدگی سے فصل ربیع ۱۳۱۲ فصلی کو بہت ضرر پہنچا۔ تیسرے زلزلہ جو الاکھی سے ہزاروں جانیں اور اٹاک ضائع ہوئیں۔ چوتھے ان کی اسپر کلکتہ متعلقہ تعلیم سے عوام اور تعلیم یافتہ کو سخت ناراضگی پیدا ہوئی کہ انھوں نے ہندوستانیوں کو برے نام سے یاد کیا اور تعلیم کو سخت کر دیا۔

گمردش زمانہ: ۹ جولائی ۱۹۰۵ء۔ اس سال مصلیٰ آفتیں و مصیبتیں ہندوستان میں نازل ہوئیں:

۱۔ طاغون کی شدت سے لاکھوں آدمی مرے، ۲۔ سردی بے حد ہوئی، ۳۔ گرمی سخت پڑی اور آندھیاں بکثرت

آئیں جس سے صدرِ اعظم الشان درختِ جڑ سے اکھڑ گئے۔ ۵۔ آتش زدگی سے لاکھوں روپیہ کا مال تلف ہو گیا۔
۶۔ زلزلہ شدید سات سو مربع میل کے رقبہ میں کانگڑہ وغیرہ میں آیا جس سے تیس ہزار آدمی ضائع ہوئے اور ہزاروں
مکان مسما ہو گئے۔ ۷۔ پالہ زدگی سے فصلِ ربیع بالکل جاتی رہی ۸۔ علاوہ اس کے جنگِ روس و جاپان میں دس لاکھ
سے زائد آدمی فریقین کے مقتول ہوئے۔ اور یہ بات بھی عجیب دیکھ رہا ہوں کہ ہر قصبہ گاؤں میں بلا وجہ باہم
نزاعات و فسادات پیدا ہیں۔ چنانچہ ہمارا قصبہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے اور بلا وجہ نزاعیں پیدا ہیں۔ معلوم نہیں کہ
ایکے سال گردشِ ستاروں کی کس نہج پر ہو رہی ہے کہ کسی شخص کو چین نہیں اور ہر شخص انواع و اقسام کے احوال میں مبتلا ہے۔

ایک ایجاڈ: ۱۳ اگست ۱۹۰۵ء۔ آج راجہ درگا پراد صاحب نے مجھے تحفہ ایک سفینہ کی پیالی
بھیجی ہے جس میں ایک قسم کا سفنج رکھا ہوا ہے جس کی یہ تاثیر ہے کہ اگر انگلی سے اسے چھو کر لفافہ بند کریں تو اس
کے لمس سے لفافہ وغیرہ بند ہو جائے گا اور گوند وغیرہ کی کوئی ضرورت نہ ہو گی یہ ایک نئی ایجادِ یورپ کی ہے ایسی ہی ایجادیں
سے ہندوستان کا روپیہ یورپ کو چلا جاتا ہے کیونکہ روس لوگ ایک نئی اور عمدہ چیز کو دیکر شوق سے اس کی خریداری کے گریو ہو جاتے

تقسیم بنگالہ: ۱۵ اگست ۱۹۰۵ء۔ اگست کو ایک جلسہ ٹاؤن ہال کلکتہ میں اس غرض سے
منعقد ہوا کہ تقسیم بنگالہ کی جو کارروائی گورنمنٹ سے تجویز ہوئی ہے اس کی عذر داری کی جائے۔ اس کمیٹی میں
بارہ ہزار آدمی از اعلیٰ تا ادنیٰ شریک تھے اور پانچ ہزار طالب علم ماتمی لباس پہنے ہوئے ایک نمبر کونسل کے
ہمراہ شہر میں گشت لگاتے پھرتے تھے تاکہ عوام کو اپنا ہمدرد بناویں اور یہ رزولوشن بہ اتفاق رائے منظور ہوا
اور عہد کیا گیا کہ جب تک تقسیم بنگال کا فیصلہ رعایا کے حق میں حسب اطمینان نہ ہوگا ولایت کی بنی ہوئی چیزیں
استعمال نہ کریں گے۔ دیکھا چاہیے کہ اس کا کیا اثر ہوتا ہے۔

کسٹرن: ۲۲ اگست ۱۹۰۵ء۔ لارڈ کرزن صاحب وائسرائے ہند نے ایک فوجی تنازعہ کی وجہ سے
۲۱ اگست منڈالیہ کو اپنے عہدہ سے استعفا دے دیا۔ یہ جھگڑا ان کے اور لارڈ کچر صاحب کمانڈر ان چیف
کے بائین تھا اور ان کی جگہ پر لارڈ منٹو وائسرائے ہند مقرر ہوئے۔

تقسیم بنگالہ: ۲۸ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ چونکہ اشتہار نمبر ۲۸۳۲ مورخہ یکم ستمبر ۱۹۰۵ء کے بموجب گورنر جنرل
ہند نے بمنظوری ملک منظم و شاہنشاہ ہندوستان تقسیم بنگال کی کارروائی عمل میں آئی اور صوبہ آسام قائم ہوا۔
لہذا اب اس کی تمسیل ہو رہی ہے۔

پرنس آف ویلز: ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۵ء۔ پرنس آف ویلز اور ان کی بیگم ۹ نومبر ۱۹۰۵ء کو وارد بھی ہو گئے

اور ہندوستان کے نامی شہروں کی سیر فرماویں گے و نذر و تحائف قبول کریں گے۔ دیکھا چاہیے کہ بحق رعایا کی سلوک فرماتے ہیں شاہنشاہ روس نے تو اپنے بیٹے کی ولادت میں بہت کچھ سلو کات بحق رعایا فرمائے تھے۔

تقسیم بنگالہ: ۲۲ اکتوبر ۱۹۰۵ء - ۱۶ اکتوبر کو تقسیم بنگال کا نفاذ ہوا جس سے بنگالیوں کو سخت رنج و غم ہوا۔ اور انھوں نے زرد زاکھیاں باندھیں اور جس قدر روکائیں ان کے امکان میں تھیں وہ بند کرادیں اور یہ دن وہ ہمیشہ یاد رکھیں گے۔

سودیشی تحریک: ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۵ء۔۔۔ اہل بنگالہ نے جو سودیشی تحریک شروع کی ہے یعنی اپنے ہی ملک ہندوستان کی اشیا استعمال کریں اور یورپ کی ساختہ اشیا کو ترک کریں اس کے جلسے ہندوستان کے تمام شہروں میں ہو رہے ہیں اور کوشش ہے کہ ہندوستان کی بنی ہوئی چیزیں کام میں لائی جائیں۔ چونکہ عموماً ہر مقام پر کوشش ہو رہی ہے عجب نہیں کہ یہ کارروائی تکمیل کو پہنچ جاوے۔

کمرن: ۲۲ - نومبر ۱۹۰۵ء - آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ۱۸ نومبر کو لارڈ منٹو داخل بھرتی ہوئے۔ یہ بھرتی گورنر جنرل ہند کے ہیں اور ۱۸ نومبر کو لارڈ کزن کنارہ کش ہو کر واپس براہ بھرتی روانہ ولایت ہوئے۔ آخرالذکر کا انتظام ہند تو بہت اچھا تھا لیکن بعض بعض باتیں ان سے ایسی ظہور میں آئیں جس سے زیادہ حقہ ہندوستان کا کبیرہ خاطر ہوا اور ان کے زمانہ وائسرائے میں چند قسم کے مصائب مفضلہ ذیل ہندوستان پر نازل ہوئے۔ طاعون کی شدت رہی جس سے لاکھوں آدمی ضائع ہوئے۔ آتش زنی سے بہت نقصان ہوا۔ زلزلہ کانگرہ سے بیس ہزار جانیں تلف ہوئیں۔ پالہ زدگی فصل ریح ۱۳۱۲ ف کو سخت نقصان پہنچا کہ زمیندار اور کاشتکار تباہ ہو گئے۔ فصل خریف ۱۳۱۲ ف کی بارش سے بہت ہی کم ہوئی اور ریح آئندہ کی بھی حالت بہت خراب ہے اور ہزاروں بیگہ اراضی کاشت ہونے سے رہ گئی شاید یہ مشکل تمام زرمال گزاری وصول ہو سکے۔

شاہزادہ ویلیز: ۲۳ دسمبر ۱۹۰۵ء - شاہزادہ ویلیز نے ۱۸ دسمبر ۱۹۰۵ء کو اپنی دادی ملکہ وکٹوریہ کی شبیہ برنجی کا افتتاح کیا جو آگرہ کے میکڈانلڈ پارک میں نصب ہوئی۔ اس کی تیاری میں ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ صرف ہوا۔ یہ برنجی شبیہ ملک اطالیہ کی بانوئرس کمپنی نے تیار کی ہے۔

کمبھیلہ: ۳ جنوری ۱۹۰۶ء - میلہ کبھالہ آباد میں جو ابھی ختم ہوا ہے بیس لاکھ آدمیوں کا مجمع تھا۔ ۲ جنوری ۱۹۰۶ء کو کثرت ازدحام سے دس آدمی ہلاک ہوئے اور اٹھارہ سخت مجروح ہوئے۔

جوبلی برٹش حکومت: ۱۹ فروری ۱۹۰۶ء - اودھ میں ۱۳ فروری ۱۹۰۶ء کو برٹش حکومت کا پچھلوا

سال پورا ہو گیا کہ ۱۳ فروری ۱۸۵۶ء کو اس کے امتزاع کا اعلان ہوا تھا۔

شہزادہ ویلیز: ۲۳ مارچ ۱۹۰۶ء - ۱۹ مارچ ۱۹۰۶ء کو شاہزادہ ویلیز اور ان کی بیگم صاحبہ شہر کراچی سے بندریہ برنادون (کنڈا) جہاز روانہ ولایت ہو جو ۹ نومبر ۱۹۰۵ء کو بنا برسرِ سیاحت داخل بمبئی ہوئے تھے۔ ۲ مئی ۱۹۰۶ء - شاہزادہ ویلیز کے دورہ ہندوستان میں جو ۶-۵-۱۹۰۵ء میں ہوا گورنمنٹ ہند کا ۶۶ لاکھ روپیہ صرف ہوا دیکھا چاہیے کہ جب شاہزادہ موصوف بادشاہ ہوتے ہیں تو رعایا ہندوستان کو کیا نفع پہنچاتے ہیں۔

وفات لیڈی کرنل: ۲۵ اگست ۱۹۰۶ء - لیڈی کرنل متوفیہ زوجہ لارڈ کرنل صاحب سابق وائسرائے ہند نہایت حسین و خوش پوشاک تھیں۔ ۲۷ مئی ۱۸۷۰ء کو پیدا ہوئی تھیں اور ۱۸ جولائی ۱۹۰۶ء کو قضا کی جس حساب سے ان کی عمر ۳۶ سال ایک مہینہ ۲۲ دن کی ہوئی اور ۲۳ جولائی سنہ ۱۹۰۶ء کو قبرستان گڈفستون میں دفن ہوئیں۔

کانگریس: ۵ ستمبر ۱۹۰۶ء - آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ سراندرنا تھ بزرگی مشرقی و مغربی دونوں بنگالوں کے شاہ کی حیثیت سے انھیں تاج پہنایا گیا اور انھوں نے غیر ملک کی ساخت کی چیزوں پر سخت اعتراض کیا اور ملک کی کارروائی جائز رکھنے کے لیے مذہبی مدد حاصل کی اور انگریزی کپڑے پر اسی وجہ سے اعتراض کیا کہ وہ سور کی چربی سے گھونٹا جاتا ہے۔ لہذا ہندو اور مسلمانوں دونوں کو ناگوار ہے۔ اس جلسہ میں ہزاروں بنگالیوں کا مجمع تھا۔ میری رائے میں بظاہر ان کارروائیوں کا انجام بخیر نظر نہیں آتا۔

اخبارات: ۱۱ ستمبر ۱۹۰۶ء - آج کل ہندوستان میں ۱۲ اخبار نکلتے ہیں۔ گوراد کے لحاظ سے بمبئی کو درجہ اول اور پنجاب کو درجہ دوم حاصل ہے۔

وفد مسلمانوں کا: ۹ اکتوبر ۱۹۰۶ء - مسلمانوں کے ایک ڈپوٹیشن نے بہرغنائی آغا سلمان محمداہ آغا خاں صاحب جی سی آئی ای کی بمبئی جن کے ساتھ سربراہ آودہ معزز اہل اسلام ہندوستان ٹریک تھے یکم اکتوبر ۱۹۰۶ء بمقام شملہ حضور میں لارڈ منٹو صاحب بہادر وائسرائے ہند حاضر ہو کر ایڈیس پیش کیا جو انتظامات نسبت تقریر ججان ہائی کورٹ وغیرہ آئندہ ہونے والے ہیں اس میں مسلمان ہند کے حقوق کا بھی لحاظ رکھا جاوے جس کا جواب وائسرائے نے قابل اطمینان دیا۔ اس کی کیفیت مفصل وودھ اخبار ووضہ اکتوبر میں درج ہے۔

۷ جنوری ۱۹۰۷ء - جوڈیو ڈپوٹیشن اہل اسلام یکم اکتوبر ۱۹۰۶ء کو حضور میں لارڈ منٹو صاحب وائسرائے ہند بمقام شملہ گیا تھا اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ مشاہدین بیرٹ و مسٹر شرف الدین بیرٹ ایٹا چیف کورٹ پنجاب وہائی کورٹ کلکتہ کے جج مقرر ہوئے جس کے معنی یہ ہیں کہ گورنمنٹ نے استدعا مسلمان ہند پذیر فرمائی اور ان کو عہدہ اعلیٰ عطا کرنا۔

فیٹ (FETE) ۲ فروری ۱۹۰۷ء - امیر کابل نے ۲ فروری کو بحالت قیام کلکتہ لیڈی منٹو کے فیٹ میں بہت کچھ فیاضی ظاہر کی جو بنا بر مصارف تعلیم دایہ پتالوں کو دیا جائے گا۔ اسی غرض سے یہ مینا بازار قائم ہوا۔ لیڈی منٹو لارڈ منٹو وائسرائے گورنر جنرل کی بی بی ہیں جنہوں نے محض رفاہ عام کے لیے یہ فیٹ بمقام کلکتہ قائم کیا۔

امیر کابل : ۵ فروری ۱۹۰۷ء - امیر حبیب اللہ خاں والی کابل نے بہ فراہمی اہل ہنود و مسلمان دہلی میں دربار کیا تو ان لوگوں کو نصیحت کی کہ رسم گاؤ کشی موقوف کر دی جائے جو باعث دل دکھنے ہنود کا ہے۔ میں نے کابل میں اس طریقہ کو مسدود کر دیا ہے اور قرآن شریف میں حکم گاؤ کشی کا کہیں نہیں ہے لہذا آپ لوگ بھی اس رسم کو ترک کریں۔ اس امیر کی نصیحت کو تمامی مولوی اماموں اور روسا دہلی نے منظور و قبول کیا کہ ہم آئندہ ایسا ہرگز نہیں کریں گے۔ یہ نصیحت امیر صاحب نے ۲۵ جنوری کو کی تھی۔

طاعون : ۵ مارچ ۱۹۰۷ء بمحاذتہ گزٹ سرکاری واددہ اخبار سے واضح ہوا کہ امسال طاعون بمقابلہ سال گذشتہ کے بہت ترقی پر ہے اور بکثرت لوگ مر رہے ہیں یعنی اگر گذشتہ سال میں پانچ ہزار مرے تو سال رواں میں پندرہ ہزار ہمارے قلع ہر دہلی میں بھی اسکی زیادتی ہے۔ کوئی گونڈوہ میں تو کئی مہینہ سے تھا اب ہیر موضع گھوگرہ کے قریب آ گیا ہے۔

امیر کابل : ۸ مارچ ۱۹۰۷ء جمہور گذشتہ کو جب مسجد لاہور میں نماز جمعہ ادا کی تھی تو ستر ہزار آدمیوں کا مجمع تھا اور جس طرف آپ گزرتے تھے تو پھولوں کی برابر بوچھاڑ ہوتی تھی۔ آپ نے پیش امام مسجد کو خلعت قیمتی دیا اور موذن کو ایک دو سالہ عطا کیا۔ امیر صاحب میں مثل انگریزوں کے پابندی اوقات کی تو نہ تھی ورنہ اور باتوں کے اعتبار سے وہ بہت ممتاز رہے۔ ۳ مارچ کو امیر کابل نے مسلمانوں کے لیے لاہور میں کالج کی تعمیر کے لیے بیس ہزار روپے دیے اور ترقی تعلیم کالج کے لیے چھ ہزار سے اضا فہ کر کے بارہ ہزار سالانہ منظور فرمائے جس کی تصریح ۶ مارچ ۱۹۰۷ء کے اوددہ اخبار میں درج ہے۔

طاعون : ۱۰ مارچ ۱۹۰۷ء بمحاذتہ پانیر مورخہ ۹ مارچ ۱۹۰۷ء سے واضح ہوا کہ تمامی ہندوستان میں ہفتہ مختتمہ ۲ مارچ میں ۳۲،۹۰۹ آدمی طاعون سے ضائع ہوئے اور اس کے ماقبل ہفتہ میں ۲۴،۳۰۰ مرے تھے۔

امیر کابل : ۱۲ مارچ ۱۹۰۷ء - امیر حبیب اللہ خاں والی کابل ۷ مارچ سنہ الیہ کو بمقام جمہور اپنے افغانستان میں داخل ہوئے۔ وہاں بذریعہ تاراخباروں کو اطلاع دی کہ میں ۶۴ روز ہندوستان کی سیر کر کے اپنے ملک کی حد میں پہنچا اور زمانہ دورہ میں لارڈ منٹو وائسرائے ہند اور تمامی حکام نے میرے ساتھ دوستانہ تہنود کیا۔ اگر میں اس سفر کو گوارا نہ کرتا تو ہندوستان کے حال سے ہنوز کذا (بے خبر تہا۔ کلکتہ میں امیر صاحب فرانس بھی ہوئے۔

طاعون: ۲۹ اپریل ۱۹۰۷ء - بمبائے پانچواں اخبار مورخہ ۲۷ اپریل سے واضح ہوا کہ ہفتہ مختتمہ ۲۰ اپریل سندالیہ میں تمام ہندوستان میں ۶،۵۱۰ آدمی طاعون سے مرے اور اس کے قبل کے ہفتہ میں ۴۲،۵۷۰ ضائع ہوئے تھے۔ آج چار آدمی اشرف ٹولہ کے طاعون سے مرے۔

۱۱ مئی ۱۹۰۷ء - راولپنڈی میں بعض وکلا و بیرسٹروں نے خلاف گورنمنٹ جمع عام میں اسپیشل کس جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجسٹریٹ ضلع نے ان پانچوں وکلا و بیرسٹروں کو گرفتار کر کے حوالات بھیج دیا اور ضمانت قبول نہیں کی۔ اب کسی تاریخ آئندہ میں اس کی تحقیقات ہوگی۔ ان لوگوں نے اس قسم کی اسپیشل کس تھیں کہ سرکار بندوبست دہات کا سخت کر دیا ہے اور طاعون سے ہزاروں آدمی مر رہے ہیں لہذا ہم لوگوں کے واسطے ہی مناسب ہے کہ گورنمنٹ سے جھگڑا کر کے اپنا جان دیدیں کیونکہ اگر طاعون بچے تو گورنمنٹ کی سنگینی جمع سے تکلیف اٹھا کر مرنا ہوگا۔

لاجپت رائے: ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء - بمبائے اودھ اخبار مورخہ امروزہ سے واضح ہوا کہ لالہ لاجپت رائے ایک نامور وکیل لاہور بموجب حکم گورنمنٹ محکومہ ۹ مئی سندالیہ گرفتار کر کے بذریعہ اسپیشل ٹرین ملک برہما کو بھیج دیے گئے کہ انھوں نے مفرانہ اسپیشل کس تھیں جو گورنمنٹ کی حکومت کے محض خلاف تھیں اور اجیت ان کے نائب کو بھی گرفتاری کی تجویز ہو رہی ہے جو جا بجا اسپیشل کس تھیں اور جو بالفعل لاپتہ ہے۔

۲۱ مئی ۱۹۰۷ء... لالہ لاجپت رائے ایک نامور متمول وکیل لاہور قلعہ "مانڈلے" واقع ملک برہما

میں بطور سلطانی قیدی مقید ہیں۔

۷ جون ۱۹۰۷ء - آج کے اخبارات سے واضح ہوا کہ اجیت سنگھ پنجابی نائب لالہ لاجپت رائے امرتسر میں گرفتار ہوا جو عنقریب کسی مقام پر جلا وطن کیا جائے گا۔ اجیت سنگھ گورنمنٹ کے خلاف اسپیشل لاہور میں دیا کرتا تھا جس کی وجہ سے اس پر وارنٹ گرفتاری بھرتا پانچ سو روپیہ انعام کے جاری تھا۔

۱۹ جون ۱۹۰۷ء - آج کے اخبار سے واضح ہوا کہ لالہ لاجپت رائے ملک برہما میں قلعہ "مانڈلے" کے ایک آراستہ بنگلہ میں مقیم ہیں جو لب سڑک واقع ہے۔ ان کے واسطے کتابیں مہیا کی گئی ہیں اور کبھی اور ایک جڑی گھوڑے کی ان کی سواری کے واسطے ہے۔ دو افسروں کے ہمراہ باہر نکل سکتے ہیں۔ جو ہندوستانی ان کو دیکھنا چاہتے ہیں وہ دیکھ سکتے ہیں۔ ان کے صرف سالانہ کے واسطے گورنمنٹ نے ۲۸ ہزار روپیہ منظور کیا ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ان کو ۳۰ روپیہ یومیہ ملتا ہے۔ بہر حال ان دونوں میں سے ایک رقم ان کو ملتی ہے۔ غالباً اخیر رقم صحیح ہے جس کی تعداد ماہواری ۱۲۰۰ ہے۔

اگنی : یکم اگست < ۱۹۰۶ء - آج یکم اگست < ۱۹۰۷ء سے ایک آنہ کانگل کا اسکے جاری ہوا ہے۔ اس اسکے کانپارہ پہلو دار ہے۔ جس سے یہ غرض ہے کہ اس پر چوٹی کا دھوکا نہ ہو۔ اگرچہ چوٹی سے کسی قدر بڑا اور موٹا ہے مگر چوٹی سے کچھ مشابہ ہے۔ پہلو دار بنانے سے دنیا کے سکوں میں یہ نرالا اسکے ہے کیونکہ اس وقت تک کسی ملک میں ایسا اسکے مسکوک نہیں ہوا ہے۔ اس کے سامنے کے رخ پر بادشاہ کا تاجدار چہرہ ہے۔

دہ : اس ستارہ ۵ : ۱۶ اگست < ۱۹۰۶ء - آج کل تین بجے آخرات کو ایک دم دار ستارہ نکلتا ہے جو پورب میں کہکشاں کے قریب اتر کو دکھلائی دیتا ہے۔ یہ ستارہ زمانہ غدربعدہ < ۱۸۷۷ء زمانہ خشک سالی میں نکلتا تھا اب پھر نکلتا دیکھا چاہیے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ بارش کی کمی اور خریف کا نقصان تو ظاہر ہو رہا ہے۔

وفات نواب محسن الملک : ۲۰ اکتوبر < ۱۹۰۶ء - نواب محسن الملک سکریٹری مدرسۃ العلوم علی گڑھ نے ۱۲ اکتوبر < ۱۹۰۶ء بمقام شملہ قضا کی مرحوم لائق و قابل شخص تھے۔ ان کی ایسج میں ایسی سحر بیانی تھی کہ حاضرین جلسہ ان کے منشائے فوراً متاثر ہو جاتے تھے اور ان کے مقاصد کی پوری تعمیل ہوتی تھی۔ محسن الملک ۹ دسمبر < ۱۸۳۷ء کو پیدا ہوئے اور ۱۶ اکتوبر < ۱۹۰۶ء یوم چہار شنبہ کو فوت ہوئے اور ۱۹ اکتوبر یوم شنبہ مدرسۃ العلوم علی گڑھ متصل قبر سید احمد خاں کے مسجد میں مدفون ہوئے۔ حساباً ان کی عمر ۶۹ سال ۹ ماہ تینتیس روز کی ہوئی۔

قحط اور چوہے : ۲۰ اکتوبر < ۱۹۰۶ء - چونکہ آج کل زمانہ قحط سالی کا ہے پروردگار عالم نے عوام کے رزق پہنچانے کا یہ سامان کر دیا کہ حسب منشائے گورنمنٹ واسطے انسداد بیماری طاعون کے ہلاکت چوہوں کا کام جاری ہو گیا۔ چنانچہ قصبہ ہڈا میں چوہوں کی ہلاکت کا کام جاری ہے اور ان کو لانے والوں کو دو پیسہ فی چوہا عام اس سے کہ وہ زندہ ہوں یا مردہ انعام تقسیم کیا جاتا ہے جس کی تین ادیو میر باون روپے تک پہنچ گئی ہے جس سے بہت سی جانیں پرورش پارہی ہیں۔

ہوٹال : ۲۷ نومبر < ۱۹۰۶ء - ملازمان یورپین و ہندوستانی ایسٹ انڈیا ریلوے نے ہڑتال کر دی کہ یہ زمانہ قحط سالی کا ہے اگر ہماری تنخواہوں میں اضافہ نہ ہوگا تو ہم ریل نہیں چلائیں گے۔ چنانچہ ۱۸ نومبر سے کلکتہ سے کالکات تک ریل بند ہے اور مسافروں اور مال کی آمد و شد رکی ہوئی ہے۔

علی گڑھ : ۱۰ دسمبر < ۱۹۰۶ء... آج کی مکیدہ علی گڑھ سے وقار الامرا سکریٹری علی گڑھ کالج بجائے محسن الملک نواب مہدی علی خاں متوفی سکریٹری مقرر ہوئے۔

تعداد فوج : ۱۱ اپریل ۱۹۰۸ء - تعداد سرکاری فوج گورے و ہندوستانی ہندوستان میں بتعداد ذیل ہے۔

فوج گورا۔ ۸-۷-۱۹۰۷ء۔ ہندوستانی ۱۱۲۱۵۶۔ کل۔ ۲۳۲۲۳۰۔ اس میں فوج کٹنجنٹ بھی شامل ہے۔ صرف اسی قدر فوج سے حفاظت ہندوستان ہوتی ہے

حادثہ سربیل: ۱۲ مئی ۱۹۰۸ء۔ کل کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ جو دو ٹرینیں متصل غازی آباد کے لڑائی تھیں اور اس کا زمانہ ایک ہفتہ ہوا۔ اس کے صدمہ سے دو تین سو مسافر ضائع ہوئے اور بہت سے مجروح اور مجروحین میں سے لوگ ہلاک ہو رہے ہیں اور کئی ریل گاڑیاں جل کر خاکستر ہو گئیں اور ایک بار رات ریل میں جاری تھی ان بار اتیوں میں سے ایک آدمی بچا اور کل بار رات ہلاک ہو گئی۔ یہ بہت بڑا واقعہ ہوا۔

وفات غلام احمد قادیانی: یکم جون ۱۹۰۸ء۔ ۱۶ مئی ۱۹۰۸ء کو غلام احمد قادیانی جنھوں نے ایک جدید اسلامی فرقہ قائم کیا تھا بوارضہ ہیفنہ لاہور میں قضا کی۔

سرایا پوری: ۷ جولائی ۱۹۰۸ء۔ غلہ روز بروز گران ہوتا جاتا ہے لیکن فصل انہ بکثرت ہونے سے غریب غریبا کی اس سے بہت پرورش ہوتی ہے ورنہ سخت پریشانی کا سامنا ہوتا۔ دوسرے گورنمنٹ اور چہرہ کے روپیہ سے جو قریباً تین سو ماہوار خاص محتاجان قصبہ ہذا میں تقسیم ہوتا ہے اس سے بہت بڑی امداد مستورات پرندہ نشیں وغریبا کی ہو رہی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ گورنمنٹ اپنی رعایا کی پرورش میں بہت سرگرم ہے ورنہ بہت سے لوگ فاقہ کشی سے مر جاتے۔ اور اسی طور پر تہامی ہندوستان میں لکھو کھاروپیہ محتاجوں کو تقسیم ہو رہا ہے۔ میرے خیال میں جیسی پرورش رعایا برٹش گورنمنٹ کے عہد سلطنت میں ہو رہی ہے ایسی کسی راجہ ہندو یا کسی بادشاہ مسلمان کے زمانہ حکومت میں نہیں ہوئی ہوگی۔ علاوہ اسی کے سرکار لاکھوں روپیہ رعایا کو خریداری نرگانواں و بہسارہ میں بانٹ رہی ہے جبکہ کمال سنگر گزاری ادا ہو رہی ہے اور یہ سلسلہ تقسیم خیراکا تا وقتیکہ فصل خریف آئندہ تیار نہ ہو برابر جاری رہے گا۔

مسٹر تلک: ۲۵ جولائی ۱۹۰۸ء۔ مسٹر تلک مرہٹہ رئیس پونا کو بمبئی کے جج صاحب نے چھ سال قید سخت کی سزا دی اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ کیا۔ مسٹر تلک اپنی قوم میں نہایت معزز اور پراثر شخص تھے۔ قیدی نے اپنے اخبار برٹش گازیان میں تین دفعہ گورنمنٹ کی کچھ شکایت اور توہین چھاپی تھی اس وجہ سے ان کو حسب منشا دفعہ ۱۲۲ الف و دفعہ ۵۳ تعزیرات ہند سزا ہوئی۔ مسٹر تلک عدن میں جلا وطن کیے گئے اور جس وقت وہ جہاز پر لیے جا رہے تھے تو ان کے ہمدرد لوگوں نے بہت کچھ یورش کی اور گاڑ کے سپاہیوں کو اینٹ اور پتھر مارے۔ کئی افسر زخمی ہوئے اور ادھر سے فوج نے گولیاں چلائیں چار آدمی ہلاک ہوئے اور ۳۲ آدمی زخمی ہوئے۔ کیفیت غدر کی اس وقت پیدا تھی۔

پھانسی: ۱۵ اگست ۱۹۰۸ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ "کہو وے رام بوس" کو بتاریخ ۱۱ اگست ۱۹۰۸ء پھانسی دی گئی۔ ملزم پر الزام تھا کہ اسے مظفر پور میں بم کے گولے سے دو یورپین لیڈیوں کو ہلاک کیا تھا۔

سرکاری گواہ: ۵ ستمبر ۱۹۰۸ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ نرندر ناتھ گوشائیں سرکاری گواہ کو جس نے مخبری کر کے بہت سے اپنے ہم قوم لوگوں کو کلکتہ میں گرفتار کرایا تھا اس کو کھنٹی لال دت اور سر سید ناتھ بوس دو قیدیوں نے علی پور کے جیل خانہ کے اندر ریوالور اور تنچے کی گولیوں سے ۳۱ اگست ۱۹۰۸ء کو ہلاک کر ڈالا اور دو یورپین قیدی جو اس کو بچانے کے واسطے آئے تھے ان کو بھی زخمی کیا۔ وہ تنچے شاید کھانے میں رکھ کر اس کے دوستوں نے قیدیوں کے پاس بھیجے تھے۔ یہ دونوں قیدی جنھوں نے گوشائیں کو ہلاک کیا محض گوشائیں کی مخبری پر زیر حوالا تھے۔ جب دونوں قیدیوں کی تلاشی لی گئی تو پانچ ریوالور اور تنچے ان کے پاس برآمد ہوئے۔

مسٹر تلک: ۲۸ ستمبر ۱۹۰۸ء۔ مسٹر تلک مرہٹا پونا جن کو سزا چھ سال بہ عبور دریاے شور بہ علت شائع کرنے مضامین فتنہ پر دازی ہوئی تھی وہ بہ حکم گورنر بمبئی قید محض رہے گی اور اب وہ شہر "منڈالے" واقع مرہٹا کو بھیجے گئے۔

جشن جوبلی: ۲۸ نومبر ۱۹۰۸ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ جشن قیصری جوبلی ۲ نومبر ۱۹۰۸ء کو تاملی ہندوستان میں ہوا تھا۔ اس کا یہ منشا تھا کہ برٹش سلطنت نے براہ راست قدیم ایسٹ انڈیا کمپنی سے حکومت ہندوستان کی زمام اپنے ہاتھ میں لی تھی جس کو زمانہ پچاس سال کا ہوا جو مانہ امن و امان سے ختم ہوا۔

حقیقہ کی ایجاد: ۱۳ نومبر ۱۹۰۸ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ اکبر بادشاہ کے حکم سے حکیم ابوالفتح گیانی نے حقیقہ کی ایجاد کی جس کو اکبر بادشاہ نے بہت پسند کیا تھا۔

بنگال میں حادثہ: ۱۳ نومبر ۱۹۰۸ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ایک جلسہ کلکتہ میں سرائڈر و فریزر صاحب لفٹیننٹ گورنر کی پریسیڈنسی میں ۷ نومبر کو بوقت شام منعقد ہوا تھا، جو تندر ناتھ چودھری نے ایک ریوالور تنچے سے گورنر پر دو مرتبہ فیر کرنا چاہا لیکن تنچے نے خطا کی اور چودھری مذکور گرفتار کر لیا گیا جس کی تحقیقات ہو رہی ہے۔ اسی اخبار سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نندو لال بنرجی اسپیکر تحقیقات فوجداری کو کسی ۱۰ نومبر کو تنچے کے دو فیروں سے قتل کیا۔ قاتلوں کی تفتیش ہو رہی ہے۔ ہنوز کوئی سراغ نہیں لگا۔

۲۸ نومبر ۱۹۰۸ء آج کے اخبار سے واضح ہوا کہ جو تندر ناتھ چودھری جس نے سرائڈر و فریزر لفٹیننٹ گورنر بنگال کو ہلاک کرنا چاہا تھا اس کو دس سال قید سخت کی سزا ملی۔ اگر مہاراجہ بردوان لفٹیننٹ گورنر اور قاتل کے درمیان میں نہ آجاتے تو ضرور تنچے سر ہونے سے ہزار ہلاک ہو جاتے۔

بیرسٹر منجانب 'انگلش مین' پیروی مقدمہ کرتے تھے۔

مدن لال قاتل : ۱۰ جولائی ۱۹۰۹ء - یکم جولائی ۱۹۰۹ء کو کرنیل کرن ویلی اور ڈاکٹر لال کا گومسکی مدن لال طالب علم سکھ امرتسر نے بمقام لندن تینچہ کی گولیوں سے قتل کر ڈالا جس کی وجہ سے مدن لال قاتل نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ غالباً اس کو سزا پھانسی کی ہوگی۔ مقدمہ کی تحقیقات لندن کورٹ میں ہو رہی ہے۔ مدن لال نے اپنی بریت کے لیے کوئی بیان نہیں دیا بلکہ جو اس نے پولیس میں بیان کیا تھا وہی کافی سمجھا گیا۔

۲۷ جولائی ۱۹۰۹ء - آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ لارڈ اورسٹون نے مدن لال قاتل سر کرن ویلی کو پھانسی کی سزا دیتے ہوئے کہا کہ میں جو بات کہوں گا اس کا ملزم پر کچھ اثر نہ پڑے گا۔ جب مدن لال حکم سزا سن چکا تو اس نے فوجی سلام کیا اور کہا کہ مائی لارڈ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں خوش ہوں کہ مجھے میرے وطن کے لیے مرنے کا یعنی شہید ہونے کا فخر نصیب ہوا۔

۲۰ اگست ۱۹۰۹ء - اگست کو مسی مدن لال دیگر لاسکن امرتسر کو جرم قتل سر کرن ویلی صاحب بمقام لندن پھانسی ہوئی۔

لاسٹ کچنر : ۱۶ ستمبر ۱۹۰۹ء - ۱۰ ستمبر کو لارڈ کچنر کمانڈران چیف افواج ہندوستان، ہندوستان سے روانہ ہوئے جنھوں نے سات سال اس عہدہ کا کام نہایت عمدگی سے انجام دیا اور جنرل سرو لیور کریک، جدید کمانڈر ان چیف کو چارج دیا جو اسی تاریخ داخل بمبئی ہوئے تھے۔

جنتریوں میں فرق : ۱۳ جنوری ۱۹۱۰ء - جنتری ہائے مخصد ذیل میں عرم کے چاند میں اختلاف ہے:

جنتری نو لکشور - ۲۹ جنوری رعد کانپور - ۲۹ علمی جنتری - ۲۹ شہور عالم - ۳۰ پتر بے منجان - ۳۰ مگر کل شام کو بہت غور سے چاند دیکھا گیا لیکن نظر نہیں آیا۔ اس وجہ سے آج سے آج چاند رات قرار دی گئی۔ مستور آ اور بعض جہلا کا عقیدہ ہے کہ مہینہ محرم کی چاند رات اور پنج شنبہ اچھے نہیں ہوتے۔ چونکہ آج پنج شنبہ کی رات ہوگی اب تجربہ کرنا ہے کہ یہ سال کیسا گزرتا ہے۔

پھانسی : ۴ فروری ۱۹۱۰ء - آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ نرندرناتھ سین کو ہائی کورٹ کلکتہ نے حکم پھانسی کا صادر کیا جسے ۲۵ جنوری ۱۹۱۰ء کو شوش العالم ڈپٹی پرنٹنگ پریس پولیس کو تینچہ کی گولی سے ہلاک کیا تھا۔

علی گڑھ کالج : ۸ فروری ۱۹۱۰ء... معلوم ہوا کہ سر آغا خان، خوجوں کے پیر، بندریو اسپیشل ٹرمین ۵ فروری بوقت ۱۱ بجے دن لکھنؤ تشریف لائے۔ اہالی لکھنؤ نے ان کی نہایت قدر و منزلت کی اور گھوٹے کھول کر خود اسٹیشن سے قیصر باغ تک لے گئے۔ اسٹیشن سے قیصر باغ تک جھنڈیاں لہا رہی تھیں۔ ان کی

داس العلوم ندوہ: ۲ دسمبر ۱۹۰۸ء - ۲۸ نومبر ۱۹۰۸ء کو سر ہیوٹ صاحب بہادر لفٹیننٹ گورنر متحدہ اضلاع آگرہ و اودھ نے سنگ بنیاد دارالعلوم ندوۃ العلماء کا بمقام لکھنؤ رکھا۔

گاڑیوں کا تصادم: ۱۰ دسمبر ۱۹۰۸ء - آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ۲ دسمبر ۱۹۰۸ء کو قصبہ مصطفیٰ آباد متصلہ لاہور میں دو ریل گاڑیاں ٹکرائیں جس سے ۱۸ آدمی ہلاک و ۲۵ زخمی ہوئے۔

صرفہ تاس: ۱۳ فروری ۱۹۰۹ء - یکم جنوری ۱۹۰۹ء سے ٹیلی گرام بھیجنے کا حسب ذیل انتظام ہوا۔ معمولی تار جو ایک روپیہ میں جاتا تھا وہ اب چھ آنے میں جلے گا لیکن شرط یہ ہے کہ مع نام و پتہ مکتوب الیہ عہد مکتوب الیہ بارہ لفظوں سے زائد نہ ہوں اور اگر زائد الفاظ ہوں گے تو فی لفظ پائی مزید دینا ہوں گی اور جو تار ضروری دور روپیہ میں جاتا تھا وہ ایک روپیہ میں جاوے گا مگر اس میں بھی یہ شرط ہے کہ مع نام کاتب و مکتوب الیہ وغیرہ کے بارہ لفظوں سے زائد نہ ہوں۔ اگر ہوں گے تو فی لفظ ایک آنہ مزید دینا ہوگا۔

آگرہ: ۲۲ فروری ۱۹۰۹ء - آگرہ کے تاج محل میں ایک لمپ عطیہ لارڈ کرزن صاحب سابق وائس راج ہند نے ۱۶ فروری ۱۹۰۹ء کو سوا سات بجے رات کے سر ہیوٹ صاحب بہادر لفٹیننٹ گورنر اضلاع متحدہ آگرہ و اودھ نے آویزاں کیا۔ یہ نہایت عمدہ لمپ ہے۔ مصر کے تدروس مدبر نے دو سال میں اس لمپ کو تیار کیا ہے۔ یہ لمپ کسی تقریب ضروری میں روشن کیا جائے گا۔

ہمجر کو نسل وائسراے: یکم اپریل ۱۹۰۹ء - اخباروں سے واضح ہوا کہ مسٹر سنہ رکنڈا قوم بنگالی، بیسٹریٹلا و ایڈیٹریٹ جنرل بنگال کونسل وائسراے کے ممبر مقرر ہوئے جن کی تنخواہ چھ ہزار چھ سو ستر روپیہ ماہوار مقرر ہوئی۔ یہ پہلی مرتبہ ہے کہ ایک ہندوستانی گورنمنٹ کے معزز عہدہ پر مقرر ہوا حالانکہ ان کی وکالت کی آمدنی تیس ہزار روپیہ ماہوار تھی مگر بوجہ ازباید عزت و مرتبہ کے انھوں نے یہ عہدہ قبول کیا۔ بالوصحہ نہایت قابل قانون داں شخص ہیں۔

جوڈیشل کمشنر: ۲۱ مئی ۱۹۰۹ء - آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ پنڈت سندر لال صاحب وکیل عدالت ہائی کورٹ الہ آباد، جوڈیشل کمشنر مقرر ہوئے۔ یہ بڑے فخر کی بات ہے کہ ایک ہندوستانی ایسے معزز عہدہ پر ممتاز فرمایا گیا۔ پنڈت صاحب کی آمدنی وکالت ان کے اس عہدہ کی تنخواہ سے کہیں زیادہ تھی۔

مقدمہ لاجپت رائے: ۹ جولائی ۱۹۰۹ء - جو مقدمہ لالہ لاجپت رائے لاہور نے بنا کر اخبار "انگلش مین" کلکتہ میں بابت اپنے ازالہ حیثیت عرفی کے کلکتہ ہائی کورٹ میں دائر کیا تھا اس میں جج فلیچر کلکتہ نے ۶ جولائی کو پندرہ ہزار کی ڈگری دی اور خرچہ مقدمہ دلویا۔ دعوایا پنج ہزار کا تھا۔ مسٹر نارٹن اعلا درجہ کے

تشریف آوری کا یہ سبب ہے کہ علی گڑھ کالج کو یونیورسٹی قرار دینا چاہتے ہیں۔ جس کا تخمینہ تیس لاکھ روپے ہے۔ منجملہ اس کے بیس لاکھ روپیہ وصول ہو چکا ہے اب صرف دس لاکھ چندہ ہونے کی ضرورت ہے۔ غالباً لکھنؤ میں فہرست چندہ کھولی جائے اور متمول لوگ حسب حیثیت چندہ دیں جس کی تہا میں آئندہ کسی تاریخ میں درج روزنامہ ہذا کروں گا۔

وفات ایڈورڈ ہفتم: ۸ مئی ۱۹۱۰ء۔ آج کے پانیر سے واضح ہوا کہ ایڈورڈ ہفتم بادشاہ انگلستان اور ہمارے شہنشاہ معظم نے ۶ مئی ۱۹۱۰ء کا دن گزر کے رات کو انج کے ۴۵ منٹ پر بجارضا انفلوئنزا انتقال کیا۔ عمر ۶۷ سال تھی۔ اعلیٰ حضرت کے زمانہ میں قحط و زلزلا و طاعون اور ہر قسم کی پریشانیاں زیادہ لاتی رہیں۔ ۹ مئی ۱۹۱۰ء دم دار ستارہ صبح کے بجے پورب جانب اتر کو مٹتا ہوا نکلتا ہے جس کا قیام ۲ بجے تک رہتا ہے۔ تو تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا نکلنا اچھا نہیں ہے۔ جنگ و قحط سالی وغیرہ کا سامنا اور بادشاہ اور روساے وقت کو باعث نقصان کا متصور ہے۔ چنانچہ ہائے ایڈورڈ ہفتم کا انتقال ہو گیا۔ ۱۵ مئی ۱۹۱۰ء۔ بوجہ وفات بادشاہ ایڈورڈ ہفتم حسب منشاے گورنمنٹ بہ اظہار ماتم غم و الم کل حکام و روسا وغیرہ اپنے بائیں بازو پر ایک سیاہ کپڑا بالائے پوشاک بندھے رہتے ہیں۔ لہذا جب میں باہر نکلتا ہوں تو اپنے بائیں بازو پر پارچہ سیاہ لپیٹا کرتا ہوں کہ باعث اعتراض کا نہ ہو۔

۱۸ مئی ۱۹۱۰ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ملک معظم کی تدفین میں تیس فرماں روایان ملک شریک ہوں گے۔ غیر ملکی حکمرانوں نے نہایت بیش قیمت ہار بھجھے ہیں جن میں بعض کی قیمت ڈیڑھ سو گنتی ہے۔ آغا خان بھی نہایت بیش قیمت پھولوں کا ہار بھجھا ہے اس میں علاوہ گلاب کے ایک ہزار پھول چنبیلی کے ہیں۔

۲۳ مئی ۱۹۱۰ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ۱۹ مئی ۱۹۱۰ء کو اعلیٰ حضرت ملک معظم کی لاش بنظر دیدار ویسٹ منسٹر میں رکھی گئی تھی اور دیکھنے والے مجمع کی لمبائی تین میل تک تھی۔ گمان ہے کہ چار لاکھ آدمی تابوت کے قریب سے گزر چکے تھے اور ۱۸ مئی کو وہیں کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

سید علی امام: ۳ نومبر ۱۹۱۰ء۔ آج کے تاریخی مندرجہ اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ سید علی امام بجائے مسٹر سہا کونسل وائسے میں مقرر ہوئے۔

لاسٹ ہارڈنگ: ۲۵ نومبر ۱۹۱۰ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ لارڈ ہارڈنگ جدید وائسے ۲۱ نومبر ۱۹۱۰ء کو داخل کلکتہ ہوئے۔ دیکھا چاہیے کہ جدید لارڈ انتظام سلطنت کیسا کرتے ہیں۔ لارڈ منٹو کی خوش

انتظامی سے باشندگان ہندوستان بہت خوش رہے اور انھوں نے ہندوستانیوں کو عزیز و عزیز عطا کیے اور نیک نامی کیساتھ رہا وطن ہوئے۔
ولی عہد جرمنی: یکم جنوری ۱۹۱۱ء۔ آج کل ولی عہد جرمنی ہندوستان کے مشہور شہروں کی سیاحت فرما رہے ہیں اور ہماری گورنمنٹ ان کا ہر قسم کا اعزاز و دعوت و تواضع فرما رہی ہے کہ وہ وکٹوریہ آنیہانی کے نواسے ہیں۔
آغا خاں اور علی گڑھ: ۵ مارچ ۱۹۱۱ء۔ اخبار مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۱۱ء سے واضح ہوا کہ آغا خاں بہادر قوم نوجوہ آج کل تمام ہندوستان سے بنا پر قائم کرنے یونیورسٹی علی گڑھ مسلمانوں سے چندہ وصول کر رہے ہیں اور بیس لاکھ سے زائد وصول کر چکے ہیں اور بالفعل لاہور و پنجاب میں ہیں۔ وہ ۱۱ نومبر ۱۸۷۷ء کو بمقام کراچی پیدا ہوئے۔ اس حساب سے ان کی عمر ۳۳ سال کی ہے آدمی نہایت لائق خطاب یافتہ فرخوجہ کے امام ہیں اور ہزاروں روپیہ ان کی آمدنی ہے۔ یقین ہے کہ ان کی کوشش موجودہ سے تیس لاکھ سے زائد چندہ وصول ہو جائے پہلے شخص ہیں جو بوسیدہ احمد خاں بانی علی گڑھ کالج اپنی قوم کیلئے یونیورسٹی قائم کرنے کیلئے اس قدر کوشش کر رہے ہیں۔
جشن تاج پوشی: ۲۸ مارچ ۱۹۱۱ء۔ آج کے اودھا خبار سے واضح ہوا کہ ہمارے ملک معظم کا دربار تاج پوشی ۱۲ دسمبر ۱۹۱۱ء کو بہ مقام دہلی ہوگا۔

وفات سید علی بلگرامی: ۳ مئی ۱۹۱۱ء۔ شب گذشتہ کو سید علی بلگرامی مقیم ہردوئی نے بعارضہ رکنے حرکت قلب کے قضا کی۔ عمر ۶۵ سال تھی۔ یہ بڑے نامی گرامی بلگرامی کے دوست ہیں تھے اور باہر ملازمت حیدرآباد دکن میں انھوں نے بہت کچھ کمایا۔ سنا جاتا ہے کہ پچاس ساٹھ لاکھ روپیہ ان کا بینک میں جمع ہے اور اسی ہزار روپیہ کا کتب خانہ حیدرآباد میں ہے۔ شراب خوار اکثر رکنے سے حرکت قلب کے سر جلتے ہیں۔ چونکہ متوفی بھی شراب خوار تھے لہذا دفعتاً اسی عارضہ میں فوت ہوئے۔ کئی لڑکے اور لڑکیاں اور ایک بیوی یادگار چھوڑیں۔ متوفی علاوہ زبان انگریزی، فارسی، عربی اور سنسکرت کے فرانسیسی اور جرمنی زبان کے بھی ماہر تھے۔ کوئی شک نہیں کہ ان کو بہت بڑی قابلیت حاصل تھی اور جلیل القدر حکام ان کو نگاہ وقعت سے دیکھتے تھے۔
جشن تاج پوشی: ۲۳ جون ۱۹۱۱ء۔ آج جارج پنجم ملک معظم انگلستان و ہندوستان کا جشن تاج پوشی بمقام لندن ہوا۔ اس وجہ سے ہندوستان کے ہر ایک شہر اور قصبہ میں جشن خوشی منایا گیا۔

بوقی پنکھا: ۲۳ اگست ۱۹۱۱ء۔ شب گذشتہ کو بوقی پنکھا امر سلائیہ التقات رسول صاحب تعلقہ دار بنجے شب سے آج ۶ بجے صبح تک میری کوٹھی میں متصل میرے پلنگ کے چلتا رہا۔ ہوا کافی ملتی ہے۔ شب میں اسی ہوا میں سویا اور نہایت غریقینڈ آئی اور ڈیڑھ آنے کا تمام رات میں روغن مٹی جلا۔ یہ

برقی پنکھا بہت عمدہ ہے جس کی قیمت چھیا نوے روپے ہے۔ میرا قصد تھا کہ میں بھی ایک پنکھا لکھنؤ سے منگواؤں گا لیکن چونکہ اب سردی پڑنے کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں لہذا اس سال اس کا منگانا ملتوی رکھا۔ انشاء اللہ تالی سال آئندہ بشرط حیات منگاؤں گا۔

جشن تاج پوشی جارج پنجم: ۲۲ نومبر ۱۹۱۱ء۔۔۔ آج کل دہلی میں بڑے بڑے انتظامات ہو رہے ہیں۔ ۲۵ مارچ میل میں خیمے وغیرہ نصب ہیں کہ ہمارے شہنشاہ جارج پنجم و ملکہ میری ۱۲ دسمبر ۱۹۱۱ء کو رسم تاج پوشی بمقام دہلی ادا فرمائیں گے اور بہت سے والیان ملک شریک دربار رسم تاج پوشی ہوں گے۔ ہمارے ضلع ہردوئی سے راجہ صاحب کٹیاری و نواب عبدالکریم خاں صاحب تعلقہ دارشاہ آباد مطلوبہ گورنمنٹ شریک ہوں گے یہ بہت بڑا جشن دہلی میں ہو گا کہ لاکھوں آدمی شریک ہوں گے۔ شاید کبھی ایسا ہوا ہو۔

۳ دسمبر ۱۹۱۱ء۔ کل ۲ دسمبر کو ہمارے ملک معظم جارج پنجم و ملکہ میری جہاز مدینہ پر داخل بمبئی ہوئے اور اور شاید کسی تاریخ آئندہ پر روانہ دہلی ہوں گے۔

۸ دسمبر ۱۹۱۱ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ جو خیمہ عالی شان دربار دہلی کی کیٹیوں کے واسطے نصب ہوا تھا۔ ۵ دسمبر کو آگ لگ جانے کی وجہ سے بالکل سوخت ہو گیا ہے۔ ہزاروں روپوں کی تیاری کا تھا۔ اگرچہ خیمہ مذکور اس قلیل مدت میں تیار ہو سکتا ہے لیکن جو چیزیں طامانی اور نقرئی یا اولات جو اس کی زیبائش کے لیے آراستہ کیے گئے تھے ان کا بہم پہنچنا مشکل ہے اور قبل اس کے چیف کشنر صاحب لاہور کا بھی خیمہ مع اس کے کل شاگرد پیشوں کے آگ لگ جانے سے سخت ہو گیا تھا۔ اگرچہ یہ علامتیں اچھی نہیں ہیں مگر خدا مدد فرمائے کہ یہ جشن تاج پوشی جو ۱۲ دسمبر کو ہونے والا ہے بادشاہ و کل رعایاے برٹش کو مبارک ہو۔

۱۵ دسمبر ۱۹۱۱ء۔ ۱۲ دسمبر کو جب ملک معظم نے تخت نشینی بمقام دہلی اختیار فرمائی تو لارڈ ہارڈنگ گورنر جنرل نے حسب ذیل اسپچ فرمائی۔

۱۔ دہلی بجائے کلکتہ کے دارالسلطنت قرار پائے۔ ۲۔ بہ عہد لارڈ کرزن صاحب جو تقسیم بنگلہ کی ہوئی تھی اور جس کی وجہ سے بنگالیوں میں ایک شورش پیدا تھی وہ منسوخ کی جاتی ہے۔ ۳۔ ۵۰ لاکھ روپیہ واسطے تعلیم کے دیا گیا۔ ۴۔ ملازمان سیول و فوجی جن کی تنخواہ پچاس روپے ماہوار ہے ان کی تنخواہ ۱۵ دن کی مصائف کی جائے۔ آج کی تاریخ میں اعزاز تقسیم ہوئے جس میں تعداد کثیر انگریزوں اور والیان ملک وغیرہ کی ہے۔ ●

باب دوم

ہندوستان کی ریاستیں اور تعلقہ



لشکر کپورتھلہ: یکم نومبر ۱۸۶۷ء - لشکر کپورتھلہ آج سندیلہ ہو کر گزرا۔ چونکہ راجہ صاحب بندرچہ ریل واسطے ملاقات گورنر جنرل بہادر کے لکھنؤ تشریف لے گئے ہیں لہذا لشکر براہِ خشکی پیدل منزل بہ منزل جاتا ہے۔
وفات والی جودھ پور: ۱۲ فروری ۱۸۷۳ء - تحریر منشی باسط علی خسر پور منشی شمس الدین صاحب سے معلوم ہوا کہ ۱۲ ماہ حال کو راجہ تخت سنگھ والی جودھ پور بعارضہ ورم جگر فوت ہوئے۔

وفات مہاراجہ بدلا پور: ۲۸ مئی ۱۸۸۲ء - ۲۷ مئی کو مہاراجہ درگبے سنگھ والی ریاست بڑا پور ونگلشی پور بعارضہ استسقا میں بمقام الہ آباد فوت ہوئے۔ عمر ۵۹ سال تھی۔ مہاراجہ کو سرکار انگلشیہ سے بہت بڑا اعزاز ملا تھا اور گیارہ ضرب توپیں سلامی کی ان کی آمد و شد میں سر ہوتی تھیں۔ سنا گیا کہ ایک لاکھ روپے قبل وفات پجاریان الہ آباد وغیرہ کو دیا گیا۔

دستور پان - حیدرآباد: ۱۳ نومبر ۱۸۸۲ء - مولوی ضامن حسین صاحب حال سٹی جھڑی پٹ حیدرآباد میری ملاقات کو تشریف لائے اور عند التذکرہ بیان کیا کہ حیدرآباد میں یہ دستور ہے کہ جب کوئی کسی کی ملاقات کو آتا ہے تو جس وقت دوسرا پان صاحب خانہ ملاقاتی کو دیتا ہے تو اس سے رخصتی مفہوم ہوتی ہے اور اہل ملاقات پان کھا کر رخصت ہو جاتا ہے۔

۸ فروری ۱۸۸۳ء - سر سالار جنگ مختار الملک وزیر اعظم دکن حیدرآباد نے بعارضہ ہیضہ وبائی آج انتقال کیا۔ یہ بہت بڑے مدبر فرزاند روزگار تھے اور ان کے عہد وزارت میں ریاست حیدرآباد نے بہت ترقی حاصل کی۔
۶ فروری ۱۸۸۳ء - کل ریسر محبوب علی خاں، نظام حیدرآباد گدی نشین ہوئے۔ لارڈ رین صاحب گورنر جنرل ہند نے گدی نشین کیا۔

مولوی صدیق حسن - بھوپال: ۲ نومبر ۱۸۸۵ء - بمقامتہ اودھ اخبار ۱۸۸۵ء معلوم ہوا کہ ماہ حال کو جگم گورنمنٹ مولوی صدیق حسن خاں صاحب شوہر تیسرے بھوپال سے خطاب نوابی واپس لیا گیا اور کار ریاست سے بے تعلق ہوئے اور ۷ ضرب توپ سلامی کی موقوف ہوئی جس کا سبب یہ معلوم ہوا کہ مولوی صاحب

موصوف رعایا پر ظلم و جور بہت کرتے تھے جسکی شکایت لیل گریفن صاحب ایجنٹ راجپوتانہ نے گورنمنٹ سے کی تھی۔

نزع۔ بلرام پور: ۲۷ مارچ ۱۸۸۶ء۔ آج اجلاس جوڈیشل کمشنر لکھنؤ سے بابت نزع ریاست بلرام پور یہ فیصلہ ہوا کہ مہارانی خورد و کلاں بعد منہائی مصارف انتظامی وغیرہ نصف نصف منافع تقسیم کر لیا کریں۔ چونکہ یہ حکم خلاف مہارانی کلاں کے ہے لہذا اس کا اپیل ولایت میں ہوگا۔ بالفعل منشی شمس الدین صاحب نائب ریاست بلرام پور میں اور اس مقدمہ کی پیروی کر رہے ہیں۔

وفات مہاراجہ اندور: ۱۷ جون ۱۸۸۶ء۔ آج مہاراجہ ہلکرنے اسی دن کو انتقال کیا۔

وفات مہاراجہ گوالیار: ۲۲ جون ۱۸۸۶ء۔ جون ۲۰ کو مہاراجہ جیاجی راؤ گوالیار نے عمر ۵۵ سال قضا کی۔

وفات نواب رام پور: ۲۶ مارچ ۱۸۸۷ء۔ نواب کلب علی خاں صاحب والی ریاست رام پور بعارض

چند در چند ۲۳ مارچ یوم چہار شنبہ کو فوت ہوئے۔ نواب صاحب مرحوم نے ایک لاکھ روپیہ سے مت جامع مسجد ملی کے عطا کیا تھا۔

ایک شادی۔ حیدرآباد: ۲ نومبر ۱۸۸۸ء۔ معائنہ اودھ اخبار لکھنؤ سے واضح ہوا کہ سالار جنگ

وزیر اعظم حیدرآباد دکن کی پوتی کی شادی ایک امیر زادہ سے ہوئی۔ عمر دو لھاتین سال اور دھن کی ایک ماہ سادہ کی ہے۔ ایسی شادی نادر الوقوع ہے جو قبل اس کے کبھی سماعت میں نہیں آئی اور اسی وجہ سے اس مقام پر اسکل اندراج ہوا۔

ملازمت بھوپال: ۱۲ دسمبر ۱۸۸۸ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار شہرہ امروزہ کے واضح ہوا کہ حسب

تحریک رئیس بھوپال بہ منظوری گورنمنٹ آف انڈیا منشی امتیاز علی صاحب وکیل لکھنؤ منصب وزارت ریاست مذکور کے واسطے منتخب ہوئے۔ یقین ہے ان کی ذات سے بہت سے لوگ فائز المرام ہوں۔

نیوتہ بھوپال: ۲۹ فروری ۱۸۸۹ء۔ آج چودھری نصرت علی صاحب اسسٹنٹ سیکریٹری

انجن تعلقداران اودھ و آنریری مجسٹریٹ لکھنؤ سے ملاقات ہوئی۔ کمال تپاک سے پیش آئے اور مجھے

وہ تحریریں معائنہ کرائیں جو ان کے نام شاہجہاں بیگم صاحبہ والی ریاست بھوپال اور نواب صدیق حسن خاں

صاحب شوہر رئیس نے بجواب شفق طلب شادی چودھری عزت علی خلیف چودھری صاحب موصوف

بھیجی ہیں اور رئیس نے ایک ہزار روپیہ کا کرنسی نوٹ بطریق نیوتہ و ساری جوڑے کے بمعیت اپنے معتمد

خاص کے بھیجا ہے۔ تحریروں سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ ہر دو صاحبان کی نظر الطاف چودھری صاحب

پر زائد ہے اور ان کو امیدوار ملازمت بعہدہ نائب وزارت مال کے کیا ہے جس کا اشارہ تحریر نواب

صاحب میں درج تھا۔ تدراد مشاہرہ بالفصل چار سو پچاس قرار پائی ہے اور آئندہ کو امید ترقی کی ہے لیکن

منشا چودھری صاحب بباغت غیر استقلالی و تلون ریاست کے معلوم نہیں ہوتا۔

وفات نواب رام پور: یکم مارچ ۱۸۸۹ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار مطبوعہ امروزہ سے معلوم ہوا کہ نواب صاحب مشتاق علی خاں صاحب والی راست رام پور نے بعارضہ سرسام بعمر ۳۳ سال واقعہ ۲۵ فروری سن حال روز و شنبہ ۲ بجے دن کے انتقال کیا۔ دو لڑکے خورد سال چھوڑے۔ حامد علی خاں ولی عہد کی عمر ۱۳ سال کی ہے۔ صاحب ایجنٹ روہیلا کھنڈ نے ولی عہد صاحب کو بتاریخ ۲ فروری سنڈیشن ریاست کا کیا اور اختیارات ریاست اس وقت عطا ہوں گے جب وہ علوم متعارفہ کو حاصل کر کے لیاقت پیدا کریں گے اس وقت تک امور انتظامی بذریعہ کونسل تصفیہ پاتے رہیں گے جس کے وائس پریسڈنٹ جنرل اعظم الدین خاں صاحب ممبر مال ہیں جو ڈپٹی سیشنل نواب اکرام اللہ خاں صاحب یا جنگ و منشی علی حسن خاں صاحب ممبر مال ہیں۔ نواب مشتاق علی خاں صاحب مرحوم ابتداءً عمر سے بعارضہ فالج مبتلا تھے۔

وفات راجہ بوندی: ۵ اپریل ۱۸۸۹ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار ۵ اپریل سے معلوم ہوا کہ ۸ مارچ سن رواں کو مہاراجہ راجہ رام سنگھ والی ریاست بوندی بعمر ۷۸ سال فوت ہوئے۔ ان کی رعایا ان سے بہت رضامند تھی۔ بجائے راجہ صاحب متوفی ان کے بیٹے رگھو بر سنگھ گدی نشین ہوئے۔

وفات مہاراجہ بنارس: ۷ جون ۱۸۸۹ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار محرد امروزہ سے واضح ہوا کہ بتاریخ ۱۲ جون سنالیہ مہاراجہ سریشری پرشاد نرائن سنگھ بہادر جی سی ایس آئی بنارس نے بعمر ۷۰ سال بعارضہ اسہال قضا کی۔ یہ ہر دل عزیز مہاراجہ تھے۔

وفات معتمد: حیدرآباد: ۲۸ جنوری ۱۸۸۹ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار محرد امروزہ سے معلوم ہوا کہ واقعہ ۲۶ جنوری سنالیہ کو نواب سعادت علی خاں صاحب نیر الملک (کذا) معتمد ریاست حیدرآباد دکن خلیفہ اصغر نواب سرالار جنگ اول مرحوم بعوارض چند در چند رہ گزارے عالم بقا ہوئے۔ بعمر ۳۳ سال اتھی۔ ایک لڑکی پنج سالہ یادگار چھوڑی۔

وفات نواب صدیق حسن خاں بھوپال: ۲۶ فروری ۱۸۸۹ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار محرد امروزہ سے معلوم ہوا کہ نواب صدیق حسن خاں صاحب شوہر شاہجہاں بیگم رئیسہ بھوپال واقعہ ۱۹ فروری سن رواں بعارضہ استسقا فوت ہوئے اور ۲۰ کو دفن ہوئے۔ نواب صاحب ساکن قنوج ادنیٰ درجہ کے آدمی تھے لیکن اقبال نے کچھ ایسی ترقی کی کہ دفعتاً شوہر رئیسہ ہو کر مرتبہ اعلیٰ پر پہنچے اور خطاب نوابی گورنمنٹ انگلشیہ سے حاصل ہوا اور

گیارہ ضرب توپ سلامی کے مقرر ہونے لیکن تھوڑے عرصہ میں یہ ثبوت مخالفت گورنمنٹ نے خطاب وغیرہ واپس لے لیا اور عہدہ مدارالمہامی ریاست سے معزول کیا جس کا سخت صدر نواب صاحب کو ہوا اور کوئی کوشش حصول اعزاز کارگر نہ ہوئی۔ بالآخر اسی کوفت میں انتقال کیا۔ اگرچہ ذی علم تھے لیکن مادہ انتظامی دماغ میں نہ تھا اتوں کی شکایت تھی اور مخبری پر دار و مدار جس سے سارے اہل کاران ریاست ہمیشہ اندیشہ ناک رہتے تھے۔ نواب صاحب کی ذات کے تئیں کی بیٹی اور داماد کے درمیان عداوت قلمی تھی یقین ہے کہ اس حادثہ سے اہل کاران ریاست کم ملول ہوں۔

وفات سالار جنگ ثانی۔ حیدرآباد: ۱۲ جولائی ۱۸۸۹ء۔ بمقامتہ اودھا اخبار محرمہ ۱۱ جولائی سنہ الیہ

واضح ہوا کہ لائق علی خاں سر سالار جنگ ثانی سابق وزیر اعظم حیدرآباد دکن نے بعمر ۲۶ سال واقع ۷ جولائی ۱۸۸۹ء کو بعارضہ فالج انتقال کیا۔ ایک بیٹا چنڑ مہینہ کا یادگار چھوڑا۔

قتل جنرل رام پور: ۱۳ اپریل ۱۸۹۱ء۔ آج دس بجے رات کو جنرل عظیم الدین خاں پریسیڈنٹ کونسل ریاست رامپور کو جب وہ بگھی پر جا رہے تھے کسی نے بن وقت مار کر ہلاک کیا۔ سنا گیا کہ جنرل صاحب ظالم مزاج و سخت گیر تھے اور ان کا برتاؤ اہالی رامپور علی الخصوص متوسلین ریاست سے اچھا نہ تھا اور عموماً لوگ ان کے دشمن تھے۔

موسم کسمیر: ۲۵ جولائی ۱۸۹۲ء۔ آج پنڈت منوہر ناتھ خلیف پنڈت بشمبر ناتھ سابق سب جج اضلاع

اودھ بہمراہی راجہ کنور نریندر بہادر صاحب تعلقدار میری ملاقات کو تشریف لائے اور اپنی مہذبانہ بات چیت سے مجھے خوش کیا۔ بالفصل پنڈت صاحب سٹی مجسٹریٹ شہر سری نگر کشمیر کے ہیں اور تین سو ماہوار تنخواہ پاتے ہیں۔ میری ان کی اس وقت سے ملاقات ہے جب کہ ان کے والدین من ابتدا ۳۷ لغایت ۶۷ء تکھیلدار سندیلہ تھے۔ پنڈت صاحب کا بیان ہے کہ اس موسم میں جب کہ یہاں زمانہ بارش کا ہوتا ہے تو کشمیر کا موسم نہایت خوشگوار و پسندیدہ ہوتا ہے اور دور دور کے لوگ وہاں تفریحاً اسی زمانہ میں جاتے ہیں۔

نظام دکن۔ حیدرآباد: ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۲ء۔ نواب میر محبوب علی خاں صاحب بہادر جی سی ایس

آئی نظام دکن ۱۸۶۷ء کو پیدا ہوئے تھے جن کی عمر ۲۸ اکتوبر کو ۲۶ سال کی ہوگی اور بعد انتقال افضل الدولہ اپنے والد اجد کے ۲۷ فروری ۱۸۶۹ء کو قائم مقام ہوئے تھے اور ۵ فروری ۱۸۸۲ء کو لارڈ رین صاحب گورنر جنرل بہادر کشور ہند نے ان کو تخت نشین کیا تھا لہذا اب ۲۳ سال سے حکومت کر رہے ہیں۔

مقدمہ توہین۔ حیدرآباد: ۲۶ مارچ ۱۸۹۳ء۔ بمقامتہ اودھا اخبار مطبوعہ امروزہ سے معلوم

ہوا کہ جو مقدمہ توہین کا نواب صاحب مہدی حسن فتح نواز جنگ سابق ہوم سکریٹری ریاست حیدرآباد دکن ساکن

ضلع نواب گنج اودھ نے دربارہ اشاعت پمفلٹ فضیحی نسبت بدچینی و بد اطاری مسماۃ گروڈ ڈانڈے (زوجہ مہدی حسن) کے مسٹر مترابنگالی پر دائر کیا تھا اور جس کی تحقیقات مسٹر ولس کو سیٹھ اسسٹنٹ ریڈینٹ حیدرآباد مدت ایک سال سے کر رہے تھے اسے ختم کر کے ۱۹ اپریل ۱۹۳۶ء کو اپنی تجویز مجمع عام میں سنائی کہ مترالٹزم اس بنیاد پر بری ہوا کہ اثبات جرم کے یہ ثابت کرنے میں ناکامی ہوئی کہ مترانے پمفلٹ شائع کیا تھا اور واجبیت کے بابت مجسٹریٹ صاحب نے فیصلہ قلمبند کرنے سے انکار کیا ہر چند کہ فریقین کی استدعا تھی۔

مقدمہ ہذا میں بہت بڑی طوالت و فضیحی ہوئی جو ہندوستان کی تواریخ میں قابل یادگار ہوگی۔ آغا مرزا لقب بہرور جنگ برادر زادہ مرزا عباس بیگ صاحب اسسٹنٹ اضلاع سیتاپور و ہردوئی ساکن دہلی حال سکریٹری صیغہ متفرقات ریاست نظام بانی مقدمہ ہذا تھے اور انھیں کی مدد سے یہ مقدمہ اس قدر زمانہ تک چلا جس میں لکھنؤ کا روپیہ صرف ہوا۔ ان کے معین سرخورد شید جاہ یکے از دولت مند اخوان ریاست ہیں اور مہدی حسن کے مددگار آسماں جاہ وزیر ریاست۔ پس انھیں دو صاحبوں کا روپیہ صرف ہوا اور نہ سرور جنگ و فتح نواز جنگ کچھ بالذات ایسی مقدرت نہ رکھتے تھے کہ چند ہزار روپیہ بھی اپنی جیب خاص سے صرف کر سکتے۔ آج کل سرور جنگ کا بڑا زمانہ ہے۔ نظام حیدرآباد دکن کی ناکس کے بال ہونے میں اور بین نظام و صائریڈینٹ کے متوسط ہیں۔

اعزاز مہارانی بلرام پور: ۳ مئی ۱۸۹۳ء۔ مہارانی کلاں ریاست بلرام پور بیوہ مہاراجہ سردار گنج گھگھ کو یو فرب توپ سلامی کا اعزاز حاصل ہوا جس کا نفاذ ۱۳ اپریل سنہ الیہ کو ہوا۔

محسن الملک: حیدرآباد: یکم اگست ۱۸۹۳ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار مطبوعہ امروزہ کے واضح ہوا کہ مولوی مہدی علی خاں صاحب۔ ملقب بہ نواب محسن الملک جو ہوم ڈیپارٹمنٹ ریاست حیدرآباد کے نامور وزیر تھے اور جن کی لیاقت و عالی دماغی کی بہت تعریف تھی اور ریاست موصوفہ کے سچے خیر خواہ تھے مسٹر پوڈل صاحب ریڈینٹ حیدرآباد کی پولیٹیکل کارروائیوں سے علیحدہ ہوئے اور یکم محرم ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۰ جولائی سنہ الیہ کو ریاست موصوفہ سے اپنے وطن مالونہ شہر اٹاواہ کو روانہ ہوئے جن کی مفارقت میں ہزار ہا پارسی دکھنی و ہندوستانی بوقت رخصت اسٹیشن ریلوے پر چشم پریم و گریہ کنال تھے سچ یہ ہے کہ یہ زمانہ خیر خواہ لوگوں کا دشمن ہے یہ مسلم امر ہے کہ جب کسی ریاست میں زوال آنے والا ہوتا ہے تو وہاں سے خیر طلب لوگ اول اسی طور سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔

خان قلات: ۲۳ اگست ۱۸۹۳ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار کے واضح ہوا کہ خداداد خاں خان قلات (بلوچستان) بیاعت قتل کرنے اپنے وزیر و وزیر زادہ کے معزول ہوئے اور بجائے ان کے محمود خاں ان کے

بڑے بیٹے حسب منظوری گورنمنٹ ہند والی قلات مشہر ہوئے۔

رامپور: ۳ مئی ۱۸۹۳ء - معائنہ اودھ اخبار امروزہ سے واضح ہوا کہ سعد اللہ خاں و مصطفیٰ خاں ولدان عبداللہ خاں قاتلان جنرل اعظم الدین خاں ممبر اعلا ریاست رامپور کو بے ثبوت جرم سزا پھانسی و سزا دوام بہ عبور دیریلے شورا اجلاس سشن ریاست موصوفہ سے صادر ہوا جس کی تمسیل عنقریب ہوگی مصطفیٰ خاں عرصہ تک تحصیل داری ضلع کانپور میں مامور رہے تھے۔

مسند نشینی: ۳ اپریل ۱۸۹۲ء - آج صبح کو سر چارلس کراس ویٹ صاحب بہادر لٹیننٹ گورنر اضلاع مغربی و شمالی و چیف کمشنر اودھ نے نواب حامد علی خاں صاحب والی ریاست رامپور کو حسب ضابطہ مسند نشین کیا اور ایک ہزار اشرافی نواب صاحب نے بطور تندرکے پیش کی۔

گڈی نشینی: گو الیاس: ۱۵ دسمبر ۱۸۹۲ء - آج ۵ بجے شام کو مہاراجہ گوالیار گڈی نشین ریاست ہوئے اور بہت جشن تمامی ریاست میں ہوا۔

جلا وطنی مہاراجہ جھالرا وار: ۳ اپریل ۱۸۹۶ء - آج معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ ۱۷ مارچ کو مہاراجہ ظالم سنگھ والی ریاست جھالرا وار حکم گورنمنٹ آف انڈیا اجلاس ایلیگن صاحب وائسرائے، شہر بنارس کو جلا وطن کیے گئے الزام یہ قرار پایا کہ اپنی رعایا کے ساتھ حسن انتظام کی قابلیت نہیں رکھتے ہیں۔

وفات وزیر اعظم بھوپال: ۱۸ نومبر ۱۸۹۶ء - آج بذریعہ تار بھوپال سے واضح ہوا کہ کل بجے شام بروز دو شنبہ منشی امتیاز علی صاحب ساکن کاکوری وزیر اعظم بھوپال نے بعارضہ ضعف و استسقا قضا کی اور آج دس بجے دن کو وہیں بھوپال میں متصل مقبرہ نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم دفن ہوئے۔ عمر ۶۵ سال تھی۔ منشی صاحب نہایت خوش تقدیر آدمی تھے۔ اول پیشہ وکالت لکھنؤ سے بہت کچھ شہرت پیدا کی۔ بعد وزیر اعظم بھوپال بمشاہرہ ساڑھے تین ہزار ماہوار مقرر ہوئے اور بہت بڑا اعزاز و ناموری حاصل کی۔ ہماری اہل برادری سے ایسا کوئی شخص ممتاز نہیں ہوا۔ ایک کل برف کی برف ایک لاکھ روپیہ لکھنؤ میں جاری کی اور تین لاکھ روپیہ کا علاقہ ضلع اعظم گڑھ میں خرید کیا۔ آدمی نہایت لائق و مخیر تھے۔ بہت سے اہل کاکوری اس وقت ریاست موصوفہ میں بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز ہیں۔ چھ لڑکیاں اور ایک لڑکا یادگار چھوڑا۔

۲۱ نومبر ۱۸۹۶ء - آج کل نواب اسحاق خاں صاحب وزیر رامپور و چودھری نعمت علی صاحب رئیس ندیلہ اسسٹنٹ سکریٹری انجمن ہند لکھنؤ بفرض حصول عہد و زار ریاست بھوپال کو شمس کر رہے ہیں دیکھا جائے کہ کون کامیاب ہوتا ہے۔

برطانیہ اور جنگ حیدرآباد: ۲۹ فروری ۱۸۹۷ء فروری سنہ ۱۲۱۷ھ کو آغا مرزا بہ لقب نواب سرور جنگ پیشی سکرٹری نظام حیدرآباد اپنے عہدہ سے علیحدہ کیے گئے اور بلدہ سے خارج۔ چار سال تک ان کا زمانہ بہت موافق رہا اور لاکھوں روپیہ کمایا اور سر آسماں جاہ وزیر اعظم و نواب محسن الملک مہدی علی خاں نواب مہدی حسن انھیں کی کارروائیوں سے موقوف ہوئے تھے۔

وفات شاہ جہاں بیگم: جھوپال: ۱۹ جون ۱۹۰۱ء خط برخوردار مجتبیٰ علی مطابق ۲۹ صفر موصول جھوپال سے واضح ہوا کہ تاریخ ۱۶ جون ۱۹۰۱ء یوم کیشنبہ ساڑھے ۱۱ بجے دن کے سرکار عالیہ شاہ جہاں بیگم صاحبہ والی ریاست جھوپال نے عمر ۶۵ سال مرض آکل میں رحلت کی جس کی شکایت میں وہ ایک سال سے مبتلا تھیں۔ رئیسہ کے مزاج میں خیر خیرات بہت تھی اور پکی مسلمان تھیں۔ انھوں نے اپنا عقد ثانی مولوی صدیق حسن قنوجی سے کیا تھا جو شوہر ہونے کے بعد خطاب نواب سے ممتاز ہونے جو گورنمنٹ نے دیا تھا۔ دس بارہ سال کا زمانہ ہوا کہ مولوی صاحب موصوف نے رحلت کی۔ مرحومہ بعد نماز مغرب باغ نشاط افزا میں دفن ہوئیں پچیس ہزار سے زائد لوگ شریک نماز تھے۔ بعد وفات رئیسہ مرحومہ ان کی ولی عہد بیٹی سلطان جہاں بیگم صاحبہ داخل تاج محل ہوئیں۔ چونکہ رئیسہ مرحومہ سولہ سال سے ان سے ناراض تھیں اس وجہ سے صرف ایک مرتبہ بیٹا صاحبہ چند منٹ کے لیے اپنی والدہ کی عیادت کو آئی تھیں اور اب بعد وفات آئیں۔

سلطان جہاں بیگم: ۲۸ جون ۱۹۰۱ء۔ آج برخوردار مجتبیٰ علی مودہ ہمیشہ منجھلی خود وارد سندیلہ ہوئے مرن کی زبانی معلوم ہوا کہ ۳ جولائی مطابق ۷ ریح الاول سن رواں کو جناب سلطان جہاں بیگم رئیسہ جھوپال تخت نشین ہوں گی لیکن انھوں نے انتظام ریاست ابھی سے شروع کر دیا ہے اور ہر ایک کارخانہ میں تخفیف کا لگا لگا دیا ہے چنانچہ تعمیرات میں ۲۵ ہزار روپیہ ماہوار کا صرفہ تھا جو گھٹا کر صرف دو ہزار روپیہ کر دیا گیا اور جس قدر بیگمات لکھنؤ وغیرہ کی محل سرا میں تھیں ان سب کو نکال دیا اور منشی احتشام علی خلف امتیاز علی صاحب مرحوم سابق وزیر اعظم کو جو تنخواہ پانچ سو روپیہ ماہوار ملتی تھی وہ موقوف کر دی گئی۔ غرض کہ ریاست میں فہم کا عمل و نصب ہو رہا اور سلطان جہاں بیگم اپنے شوہر احمد علی خاں بہ لقب سلطان دہا کی رائے پر کا کرتی ہیں۔

حالات شاہ جہاں بیگم: ۲۸ جون ۱۹۰۱ء۔ حالات مختصر جناب نواب شاہ جہاں بیگم صاحبہ مرحومہ رئیسہ جھوپال۔ ۶ جمادی الاول ۱۲۵۲ھ میں قلعہ اسلام نگر میں پیدا ہوئیں اور ۲۸ ذیقعدہ ۱۲۶۰ھ کو بیگم صاحبہ کے والد جہانگیر محمد خاں صاحب نے بعارضہ ضعف عمدہ انتقال کیا۔ اور ۱۲ ذیقعدہ ۱۲۷۱ھ کو بخش باقی

محمد خاں بہ لقب امر او دو لکھا صاحب سے آپ کی شادی ہوئی اور ۲۷ ذیقعدہ ۱۲۷۴ھ کو نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ پیدا ہوئیں۔ ۲۱ صفر ۱۲۸۴ھ کو امر او دو لکھا صاحب شوہر بیگم صاحبہ نے انتقال کیا اور ۱۴ رجب ۱۲۸۵ھ کو نواب سکندر بیگم صاحبہ والدہ ماجدہ نواب بیگم صاحبہ نے انتقال کیا۔ نواب شاہ جہاں بیگم صاحبہ یکم شعبان ۱۲۸۵ھ کو مسند نشین ہوئیں۔ اور موصوف الیہا نے ۱۲۸۸ھ میں مولوی صدیق حسن صاحب قنوجی سے عقد ثانی کیا۔ شاہ جہاں آباد (ایک محلہ کا نام۔ ہاشمی) کی آبادی میں قریباً ایک لاکھ روپیہ خرچ کیا۔ جس کو آپ نے خود آباد کیا اور ۱۶ جون ۱۹۰۱ء مطابق ۲۹ صفر ۱۳۱۵ھ یوم یکشنبہ کو انتقال کیا اور ۳ جولائی ۱۹۰۱ء مطابق ۱۷ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ یوم پنج شنبہ کو نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ دختر بلند اختر شاہ جہاں بیگم صاحبہ مرحومہ نے تخت شاہی پر جلوس فرمایا اور ان کے خلیفہ اکبر نصر اللہ خاں صاحب ولی عہد ریاست مقرر ہوئے۔ اس وقت عمر تیسرے سال کی ہے اور ان کے دو فرزند اور ایک شوہر نواب سلطان دو لکھا اس وقت موجود ہیں اور انہی کی رائے پر کام ریاست چل رہا ہے۔

حالات جو دھ پور: ۲۹ جون ۱۹۰۱ء۔ آج خط عزیز از جان سید اعجاز الحسن مورخہ ۱۴ جون سن ۱۹۰۱ء
 کے جو جو دھ پور سے موصول ہوا وہ لکھتے ہیں کہ اس ریاست کے سکریٹری پنڈت دینا ناتھ جی صاحب ہیں جن کی تنخواہ پانچ سو روپے ماہوار اور پانچ ہزار کی ان کی جاگیر ہے۔ پنڈت سکھا دیو پرتھ صاحب منجھل بھائی سکریٹری صاحب جو ڈپٹی سکریٹری ہیں اور انگریزی میں بی اے پاس ہیں اور خطاب راؤ بہادر گورنمنٹ کی طرف سے ان کو ملا ہے۔ تنخواہ ان کی بارہ سو روپیہ ماہوار ہے اور پنڈت شیو پرتھ صاحب سکریٹری کے چھوٹے بھائی کی تنخواہ دو سو روپیہ ماہوار ہے اور سر مہاراجہ پرتاب سنگھ وزیر اعظم اور مہاراجہ سری دربار کی مشورت سے کام ریاست جو دھ پور کا سرانجام پاتا ہے۔ اب چونکہ دونوں صاحب ریاست میں تشریف نہیں رکھتے ہیں اس وجہ سے سکریٹری صاحب بہ استصواب رائے جناب صاحب ریڈیڈنٹ بہادر امورات اہم ریاست کے انجام دیتے ہیں اور عدالتی کارروائی کونسل سے ہوتی ہے اور انتظامی مصارف بھی صاحب موصوف کے حکم سے ہوتے ہیں مگر سب امور سکریٹری صاحب ہی کی رائے سے طے ہوتے ہیں۔

وفات مہاراجہ دھول پور: ۲۵ جولائی ۱۹۰۱ء۔ مہاراجہ نہال چند والی ریاست دھول پور نے
 بمقام شملہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۱ء کو انتقال کیا جن کی عمر ۴۰ سال کی تھی اور ان کی محبتی رکنا (مہارانی نے بھی اسی وقت اسی مقام پر رحلت کی اور دونوں کی لاشیں ایک ساتھ واسطے جلانے کے بھیج گئیں۔ مہاراجہ ۱۸۷۳ء

میں بمراسل گدی نشین ہوئے تھے۔

وفات نواب احمد علی خاں بھوپال: ۶ جنوری ۱۹۰۲ء بمعاذہ اخبار انگریزی پانیر "الہ آباد کے معلوم ہوا کہ نواب احمد علی خاں صاحب شوہر نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ تیسرے بھوپال نے بتاریخ ۲۴ جنوری ۱۹۰۲ء یوم شنبہ ۳ بجے صبح کے دفعتاً انتقال کیا۔ ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ قلب پر فالج گرا۔ نواب صاحب مرحوم کی عمر ۴۰ سال کے اندر تھی۔ اپنے صاحبزادگان نصر اللہ خاں و عبید اللہ خاں کی تقریب شادی میں معروف تھے جو سوال آئندہ کو ہونے والی تھی۔ سنا جاتا ہے کہ مرحوم سخت منتظم تھے۔ انھوں نے ہزار ہا آدمی ڈیوڑھی خاص سرکار عالیہ شاہجہان بیگم صاحبہ مرحومہ کو موقوف کر دیا اور اب تخفیف عمال کے کاغذات پیشی میں تھے جن کے واسطے عنقریب حکم تخفیف کا صادر ہونے والا تھا لیکن قبل اس کے کہ کاغذات ملاحظہ ہو کر کوئی حکم اس پر صادر ہو دفعتاً پیک اجل نے اپنے پنجہ میں ایسا لیا کہ پھر دم زدن کا موقع نہ ملا اور عموماً کل باشندگان اور خصوصاً ملازمت پیستہ کو مرحوم کے انتقال سے نہایت درجہ خوشی ہوئی۔ البتہ نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ کو سخت صدمہ ہوا جو اپنے شوہر کی نہایت درجہ مطیع و فرماں بردار تھیں۔

وفات راجہ نان پارہ: ۲ مئی ۱۹۰۲ء یکم مئی ۱۹۰۲ء کو سر راجہ جنگ بہادر تعلقہ دارنا پارہ نے بعوارض چند در چند بمقام بہرائچ قضا کی۔ عمر ساٹھ سال تھی۔ آدمی نہایت مخیر اور متمول تھے اور نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ گیارھویں شریف حضرت پیران پیر چار روز انجام دیتے تھے اور جو لوگ بغرض شرکت وہاں جاتے تھے انکو حسب حیثیت زر نقد دیا کر دیا کرتے تھے مزاج میں انکسار بہت تھا اور مثل ادنی آدمیوں کے اپنا طرز عمل رکھتے تھے۔

گدی نشینی مہاراجہ میسور: ۱۶ اگست ۱۹۰۲ء - ۸ اگست ۱۹۰۲ء لارڈ کرزن صاحب بہادر وائسرائے ہند نے مہاراجہ میسور کو گدی نشین کیا جن کا نام مہاراجہ کرشنا ووریا بہادر ہے جن کی عمر ۱۸ سال کی ہے۔

مہاراجہ کشن پرشاد: حیدرآباد: ۲۲ نومبر ۱۹۰۲ء - ۱۶ شعبان ۱۳۲۰ھ کو مہاراجہ کشن پرشاد صاحب مستقل وزیر اعظم ریاست حیدرآباد دکن مقرر ہوئے۔

معزولی مہاراجہ ریاست پٹنا: ۵ دسمبر ۱۹۰۲ء - مہاراجہ مادھو سنگھ معزول از ریاست پٹنا جنھوں نے اپنے چچا کو زہر دلو کر ہلاک کیا تھا ریاست مذکور سے جلا وطن کیے گئے اور شہر بلاری، متعلقہ اضلاع مدراس میں ان کا قیام کرایا گیا اور ایک ہزار دو سو ماہواران کی تنخواہ تجویز کر دی گئی۔

مہاراجہ کشن پرشاد حیدرآباد: ۶ دسمبر ۱۹۰۲ء - نظام حیدرآباد نے ۹ نومبر کو ایک دربار منعقد

کیا جس میں حدیثیڈینٹ بہادر بھی شریک تھے اور مہاراجہ کیشن پرشاد صاحب کو خلعت وزارت عطا فرمایا جو قیمتاً ایک لاکھ روپیہ کا تھا۔
صوبہ برار: ۱۸ دسمبر ۱۹۰۲ء۔ گورنمنٹ انگریزی نے نظام حیدرآباد کو مجبور کر کے اقرار نامہ پر دستخط کرایے جس کا منشا یہ ہے کہ ۲۵ لاکھ روپیہ سالانہ بعبوض صوبہ برار دو امان نظام حیدرآباد کو دیتی رہے گی۔ سنا جاتا ہے کہ فی الحال صوبہ بند کور کی آمدنی ایک کروڑ روپیہ سال کی ہے۔ سنا گیا کہ نظام کو اس قدر موقع نہیں ملا کہ اس بارہ خاص میں اپنے وزراء سے پورے طور پر اصلاح کریں۔

مہاراجہ ہلکر اندور: یکم فروری ۱۹۰۳ء۔ کل مہاراجہ ہلکر نے تخت سے کنارہ کشی کی۔ شاید لارڈ کرزن وائسرائے سے کچھ ناچاقی ہو گئی تھی۔ مہاراجہ موصوف ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۸۸۶ء میں ریاست کی گدی پر متمکن ہوئے تھے۔ بعد کنارہ کشی اپنے اکلوتے بیٹے بالا صاحب کو تخت نشین کیا جس کی اب عمر بارہ برس کی ہے اور مہاراجہ صاحب کو منجانب ریاست چار لاکھ سالانہ کا گزارہ تجویز ہوا۔ اور انھوں نے اپنی ریاست کا ایک مقام "بروہار" واسطے سکونت کے تجویز کیا جو دریا زیندا کے کنارے واقع ہے اور اسی وقت اندور سے روانہ ہو گئے۔
غوثیہ بیگم۔ حیدرآباد: ۸ اپریل ۱۹۰۳ء۔ آج کے اورہا اخبار سے واضح ہوا کہ مہاراجہ

سرکشن پرشاد صاحب وزیراعظم حیدرآباد پر نواب سید سراج الحسن امیر یار جنگ بہادر نے بذریعہ قاضی کبیر الدین بیرسٹریٹ لائبریری و ہرادیجی وکیل حسب منشا دفعہ ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴

ہیں لیکن کبھی وہ ان کی حفاظت و نگرانی میں نہیں رہی۔ میں نے مہاراجہ کشن پرشاد بہادر کے ساتھ اپنی خوشی اور اپنے لڑکے یعنی اس کے بھائی سید معین الدین کی رضامندی سے غوثیہ بیگم کی نسبت کر دی۔ یہ گفتگو ایک سال سے ہو رہی تھی جس سے سراج الحسن اور اور تمام اہل خاندان واقف تھے اور جن باتوں کا انھوں نے ذکر کیا وہ محض بے بنیاد ہیں۔ نہ میرے بیٹے سکندر آباد کو گئے اور نہ کسی عورت اسے بہکایا اور نہ کسی وقت مہاراجہ کشن پرشاد نے اپنے مذہب کے بارے میں مجھ سے غلط بیانی کی۔ تمام باتیں میری رضامندی سے ہوئیں۔

۲۲ مئی ۱۹۰۳ء۔ مہاراجہ کشن پرشاد کے خاندان میں برابر یہ دستور چلا آتا ہے کہ منجملہ اولاد بیبیوں کے ایک مسلمان بیوی بھی تصرف میں آیا کرتی ہے چنانچہ مہاراجہ چند ولال جو مہاراجہ حال کے پردادا تھے ان کی بھی ایک مسلمان بیوی تھی۔ علی ہذا ان کے بعد جو راجہ وزیر مقرر ہوئے ان کے بھی ایک زوجہ مسلمان ہوتی آئی۔ چنانچہ مہاراجہ صاحب حال کے بھی مسلمان زوجہ سابق میں تھی جو فوت ہو گئی۔ اب مسماۃ غوثیہ بیگم بنت فیض النساء بیگم زوجہ ثانیہ ہوئی ہیں۔

وفات راجہ محمود آباد: ۲۱ مئی ۱۹۰۳ء۔ راجہ محمد امیر حسن خاں صاحب تعلقہ دارمحمود آباد

تاریخ ۲۳ مئی ۱۹۰۳ء کو بوقت آٹھ بجے صبح کے بعد بعض چند در چند فوت ہوئے۔ مرحوم نہایت لائق و فائق تعلقہ دار تھے۔ ۱۸۶۲ء میں میں اور وہ ایک ساتھ مدرسہ سینا پور میں انگریزی پڑھتے تھے۔ مزاج میں نہایت خلق و مروّت تھی۔ مرحوم ۱۶ جون ۱۸۴۹ء کو پیدا ہوئے تھے اس حسنا سے ان کا سن تقریباً ۵۴ سال کے تھا۔ اولاد لائق چھو گئے۔

صوبہ براد: ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۳ء۔ یکم اکتوبر ۱۹۰۳ء سے ملک براد تعلقہ حیدر آباد دکن، اضلاع

توسطہ عملداری برطش انڈیا میں شریک کیا گیا۔

سلطان جہاں بیگم جو پال: ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۳ء۔ اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ سلطان جہاں بیگم

جو پال مع اپنے دو بیٹوں اور تقریباً تین سو ہمراہیوں کے ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو جہاز اکبر، پر بمبئی سے مکہ منظر روانہ ہوں گی اور صرف ان کے بڑے بیٹے جو ولی عہد ہیں اپنی والدہ کی غیبت میں کام ریاست کا انجام دیں گے۔

نواب رام پور: ۱۹ فروری ۱۹۰۳ء۔ آج منشی میکولال صاحب شاعر لکھنؤ تخلص عشرت عزیز راجہ

درگاہ پرشاد صاحب موضع کھجورہ سے میری ملاقات کو آئے اور کہا کہ میں اخیر مہنتہ دسمبر ۱۹۰۳ء میں مہمان راجہ کشن کمار صاحب رئیس سہس پور ضلع مراد آباد کا تھا جہاں ایک جلسہ بدین غرض منعقد ہوا تھا کہ نواب حامد علی خاں صاحب والی ریاست رام پور قلعہ زیر تعمیر برج جنوبی کا بنیادی پتھر تاریخ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء وقت دس بجے دن کے رکھیں۔ چنانچہ نواب صاحب نے کئی تقریب سے بنیاد رکھی اور جلسہ رقص و سرود منعقد ہوا۔

اولاً ایک طوائف منی نامی نے جو علی گڑھ سے دوسروں پر پیہ یومیہ پر آئی تھی رقص شروع کیا۔ ہنوز اس نے کچھ گایا نہیں تھا کہ حضرت نواب صاحب نے جو جلسہ کے محاذ ایک کمرہ میں مع اپنے مصاحبین کے قیام فرما تھے طوائف مذکورہ کو طلب کیا اور سر مجلس اس سے مذاق شروع کر دیا جو ایک گھنٹہ تک کرتے رہے اس کے بعد طوائف مذکورہ کو اپنے ہمراہ لیے چلے گئے۔ یہ امر خلاف تہذیب سب حاضرین کو ناپسند ہوا یہی وجہ ہے کہ برٹش گورنمنٹ اکثر والیان ملک روسا کو لگاہ وقت سے نہیں دیکھتی ہے کہ طرز معاشرت ان کا نہایت خراب و خلاف تہذیب ہے۔

سلطان جہاں بیگم بھوپال : یکم اپریل ۱۹۰۴ء۔ سلطان جہاں بیگم صاحبہ بھوپال جو مع اپنے بیٹوں عبید اللہ خاں و حمید اللہ خاں و بیگم شاہ برنگا (کذا) صاحبہ معہ ۲۵۷ ہمراہیوں کے ۳۰ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو جہاز "اکبر" پر بمبئی سے حج مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کو تشریف لے گئی تھیں ۳۵ مارچ ۱۹۰۴ء کو اسی جہاز پر واپس تشریف لائیں اور بعد عشرہ محرم بذریعہ اسپتال ٹرین اپنے دولت کردہ کو تشریف لے جاویں گی (اودھ اخبار امروہہ)

مہاراجہ کشمیر : ۲ نومبر ۱۹۰۵ء۔ ۲۶ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو لارڈ کرزن صاحب وائسرائے ہند نے مہاراجہ صاحب کشمیر کو اختیارات ریاست عطا فرمائے اور کونسل برخواست ہوئی۔

مہاراجہ اجودھیا : ۲۹ دسمبر ۱۹۰۵ء۔ یادداشت : ۲۱ جولائی ۱۸۹۱ء کو گورنمنٹ نے مہاراجہ سر پرتاب نرائن سنگھ صاحب کو مہاراجہ اجودھیا کا خطاب بطور ذاتی اعزاز کے عطا فرمایا تھا اور ۱۸۹۵ء میں کے۔ سی۔ آئی۔ اے کا خطاب دیا۔

۹ نومبر ۱۹۰۶ء۔ آج مہاراجہ سر پرتاب نرائن سنگھ مہاراجہ اجودھیا پریسیڈنٹ کمیٹی انجمن ہند لکھنؤ نے بجارضہ استسقا قضا کی عمر ۶۲ سال تھی۔ متوفی خاں بہادر چودھری نصرت علی (سندیلوی) کے بہت بڑے مربی تھے اور ان کو ایک موضع بھی دیا تھا۔

مہاراجہ بلراہ پور : ۳ دسمبر ۱۹۰۶ء۔ آج مہاراجہ بھگوتی پرشاد صاحب والی ریاست بلراہ پور بجائے مہاراجہ سر پرتاب سنگھ صاحب متوفی پریسیڈنٹ جین جاتی انجمن تعلقہ داران اودھ با اتفاق رائے جملہ تعلقہ داران منتخب ہوئے۔

نواب بھاؤل پور : ۷ فروری ۱۹۰۷ء۔ محکمہ بھاؤل خاں نواب بھاؤل پور تعلقہ صوبہ راہور جو بنا بریاست مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کو تشریف لے گئے تھے وقت واپسی جب عدل سے روانہ ہوئے تو ۱۶ فروری سنہ الیہ کو بجارضہ نمونہ جہاز "شاہ نجف" پر قضا کی۔ لہذا . . . کو واپس آیا اور ان کی لاش حنوط کی گئی۔ نواب صاحب کی عمر ۲۲ سال تھی اور نہایت روشن دماغ تھے اور قبل روانگی حج اپنی رعایا کو اشتهار دیا تھا کہ جو شخص ہمارے ساتھ حج

کو جانے گا تو ہم اس کو زادراہ سے مدد کریں گے۔ چنانچہ بہت سے لوگ ان کی رعایا سے ہمراہ گئے تھے۔
مرحوم نے ایک دو سال کا لڑکا اپنی یادگار چھوڑا۔

وفات راجہ نان پادہ: آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ محمد صدیق خاں راجہ نان پادہ،
واقع اودھ کے معظمین بعارضہ ہیضہ انتقال کیا مرحوم کو اس باعث اور بے عقل آدمی تھے اور ان کے فتور عقل سے ان کا
علاقہ کورٹ آف وارڈس ہوا۔

سیلاب حیدرآباد: ۳ اکتوبر ۱۹۰۸ء تا ۲۶ ستمبر ۱۹۰۸ء سے ۲۸ ستمبر تک علی الاطلاق حیدرآباد کن
میں ۱۵ انچ بارش ہوئی جس سے شہر مذکور میں سیلاب آگیا اور صد ہا مکانات ڈوب گئے اور اخبار سے واضح
ہوتا ہے کہ دس ہزار آدمی ضائع ہوئے اور پل وغیرہ بہ گئے اور دس میل کے رقبہ میں سڑی ہوئی لاشیں ڈھیر
لگی ہوئی ہیں۔ یہ طوفان بہت شدید تھا جس سے ہزار ہا مکان غرقاب ہو گئے۔

۹ اکتوبر ۱۹۰۸ء آج کے اودھ اخبار سے معلوم ہوا کہ ۲۷ ستمبر ۱۹۰۸ء کو شدت کی بارش حیدرآباد
میں ہوئی اور سیلاب آئے۔ تالاب "جھمتلا" کا بندھ ٹوٹ جانے سے مفصلہ ذیل محلے تباہ و برباد ہو گئے۔
ریڈیٹنسی بازار شیری، مہاراج گنج، افضل گنج۔ یہ محلے تو بالکل تباہ ہو گئے اور ریڈیٹنسی کے مغربی جانب جو مکانات
کی قطار واقع تھی وہ بالکل مسمار ہو گئی۔ چادر گھاٹ، ہمارٹھیہ دونوں گاؤں بہ گئے، پیل انگورا اور کوٹھی جوڑا
اور ڈاک خانہ بالکل منہدم ہو گئے۔ افضل گنج کے کنارے کنارے جو مکانات تھے ان میں کوئی باقی نہیں رہا۔
عابد کینی کا کارخانہ واقع چادر گھاٹ سے لے کر سرکاری باغات کی سڑک تک نوبت خانہ بازار کا ایک حصہ
منہدم ہو گیا۔ جان بازار، مہراج گنج، ٹھنڈی بازار اور بیگم بازار بالکل مسمار و منہدم ہو گئے ہیں۔ شمالی جانب
ایک پل سے دوسرے پل تک جس قدر گاؤں اور بستیاں دریا کے کنارے واقع تھیں سب بہ گئیں۔ شہر میں
بارہ دری پوسٹ آفس بازار، ستر گوج، امین باغ، نیزہ گلی تک بہ گئی۔ افضل گنج کا اسپتال جس کی تیاری میں دس
بارہ لاکھ روپیہ صرف ہوا ہوگا اس کا ایک بڑا حصہ مسمار ہو گیا۔ زنانہ اسپتال، امین باغ جس کا بنیادی پتھر شہزادہ
ولیس نے رکھا تھا اور جس کی تیاری میں چار لاکھ روپیہ صرف ہوا تھا اس کا بڑا حصہ گر گیا۔ نظام حیدرآباد کو
اس واقعہ سے سخت صدمہ ہوا۔ لکھا ہے کہ ایک چہارم حیدرآباد تباہ و برباد ہو گیا۔ دریاے موسیٰ ان پہاڑوں
سے نکلا ہے جو شہر سے ۵۰ میل پر واقع ہیں اور گرمی کے موسم میں یہ بالکل ہی بے حقیقت نال معلوم ہوتا ہے۔ برسات
میں بھی اس دریا سے لوگ پایاب عبور کرتے ہیں۔ اس دریا میں طغیانی اکثر آتی ہے جس سے نقصان پہنچتا ہے جاہل

۱۸۷۸ء اور ۱۸۷۹ء اور ۱۸۷۹ء اور ۱۸۷۹ء میں جو سیلاب اس دریا میں آئے ان سے بہت نقصان ہوئے اور بے شمار لوگ غرق ہوئے اور بہت سے مکانات مسمار ہو گئے۔

۱۰ اکتوبر ۱۹۰۸ء آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ سیلاب آنے سے جو تباہی و بربادی شہر حیدرآباد کی ہوئی اس کے واسطے اس وقت تک حسب ذیل چنڈہ ہوا ہے۔

لاٹ منٹو و اسٹریٹ ہند: ۱۵۰ پونڈ، لیڈی منٹو: ۷۵ پونڈ، نظام حیدرآباد اپنی جیب خاص سے: ۴ لاکھ پچاس ہزار گورنمنٹ حیدرآباد: دو لاکھ گورنمنٹ: ۲۵ روپے، کریم بھائی ابراہیم دو لاکھ اس و غیر اور سوتی پورڈیو: من جانب ریاست حیدرآباد تیس ہزار آدمیوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ ایک لاکھ آدمی بے خانماں ہو گئے۔

۲۲ نومبر ۱۹۰۸ء آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ حیدرآباد کے سیلاب سے ۵۲ وارڈ ویران ہو گئے اور ڈیڑھ کروڑ کی جائداد وغیرہ منقولہ اور ایک کروڑ کی منقولہ جائداد کا نقصان ہوا۔ ایک لاکھ انتیس ہزار روپیہ مصیبت زدوں کی امداد کے لیے چنڈہ ہوا ہے اور یہ چنڈہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۸ء تک ہے۔ جو چنڈہ اب کے ہوا ہے اس کی تعداد آئندہ تجویز ہوگی۔ قریب ستر ہزار جانیں تلف ہوئیں۔ یہ امر حیدرآباد کے جلسہ عام میں طے ہوا جس میں اعلیٰ و ادنیٰ ہر قسم کے لوگ شریک جلسہ تھے۔

بلرام پور۔ خطاب معماراجہ: ۲۳ جنوری ۱۹۰۹ء آج کے اودھ اخبار سے معلوم ہوا کہ مہاراجہ سر بھگوتی پرشاد سنگھ صاحب والی بلرام پور کو ۱۸ جنوری ۱۹۰۹ء کے دربار لکھنؤ میں خطاب مہاراجہ نسلابند نسلابند صاحب۔ نواب لفظینڈ گورنر صاحب بہادر ممالک متحدہ آگرہ و اودھ نے عطا فرمایا۔

شادی راجہ محمود آباد: ۱۲ جولائی ۱۹۰۹ء آج کے اودھ اخبار سے معلوم ہوا کہ راجہ علی محمد خاں صاحب تعلقہ دار محمود آباد کی شادی بمقام لکھنؤ بہت بڑی دھوم سے ہوئی۔
کشمیر و وزیر مال: ۲۵ نومبر ۱۹۰۹ء آج شیخ مقبول حسین صاحب تعلقہ دار گدیا، وزیر مال ریاست کشمیر مقرر ہو کر سندیلہ سے گزریے۔ ان کی تنخواہ ڈیڑھ ہزار روپے ماہوار مقرر ہوئی ہے۔

راجہ پوایاں: ۲۷ مارچ ۱۹۱۰ء... چودھری محمد رؤف صاحب و راجہ درگا پرشاد صاحب سکند کلاس میں سوار تھے جس میں کنور اندر بکر سنگھ خلیفہ راجہ پوایاں، ضلع شاہ جہاں پور بھی سوار تھے۔ راجہ صاحب پوایاں کا علاقہ ضلع شاہ جہاں پور میں واقع ہے جس کی مال گزاری ۸۵ ہزار سالانہ کی ہے اور چند معافی سرکار سے ہیں جو بہ صلہ خیر خواہی زمانہ غدر میں اس کے تیس کو گورنمنٹ سے حاصل ہوئی۔ خیر خواہی راجہ صاحب

یہ تھی کہ انھوں نے احمد اللہ شاہ اور دو ایک نواب دراجہ کو زمانہ غدر میں قتل کیا تھا۔

مہاراجہ پٹیالہ: گدی نشینی: ۸ نومبر ۱۹۱۰ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ۳ نومبر

۱۹۱۰ء کو لارڈ منٹو وائسرائے ہند نے مہاراجہ پٹیالہ کو گدی نشین کیا اور اختیارات ریاست ان کو عطا کیے۔

وفات مہاراجہ جودھ پور: ۲۸ مارچ ۱۹۱۱ء۔ آج کے اودھ اخبار سے معلوم ہوا کہ مہاراجہ

سردار سنگھ والی ریاست جودھ پور نے ۲۰ مارچ ۱۹۱۱ء کو بجا روضہ نمونیہ مبتلا ہو کر قضا کی۔ متوفی مہاراجہ ۱۱ فروری ۱۸۸۰ء

کو پیدا ہوئے تھے اور ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو تخت نشین ریاست ہوئے۔ متوفی نے اپنے سفر انگلستان وغیرہ سے بہت

تجربہ حاصل کیا تھا۔ آپ کی دو شادیاں ہوئیں۔ ایک راجہ بوندی کی ہمشیرہ دوسری مہاراجہ اودے پور کی بیٹی سے

ہوئی تھی۔ آپ تین بیٹے اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑ گئے۔ ان کی سلامی سترہ ضرب توپ کی تھی۔

وفات نظام حیدر آباد: یکم ستمبر ۱۹۱۱ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ نواب میر محبوب علی

خاں بہادر نظام حیدر آباد دکن مورخہ ۱۳ اگست ۱۸۶۶ء کو پیدا ہوئے تھے اور ۲۹ اگست ۱۹۱۱ء کو عارضہ

فالج میں وفات پائی۔ عمر ۴۵ سال تھی۔ مرحوم تعلیم یافتہ اور لشکار دوست تھے۔ متوفی کے بجائے ان کے بیٹے

میر عثمان علی خاں مسند نشین ہوئے جن کی عمر اس وقت پچیس سال کی ہے۔

۲۱ ستمبر ۱۹۱۱ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار امروزہ واضح ہوا کہ ہر ہائی انس نواب میر عثمان علی خاں جدید نظام دکن

حیدر آباد تاریخ ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۰۳ھ یوم شنبہ وقت ۹ بجے رات کو پیدا ہوئے تھے۔

باب سوم

واقعات بیرون ہند



جنگ روس و روس: ۲۹ مارچ ۱۸۷۸ء۔ جو لڑائی سلطان روم و روسیوں سے ہو رہی تھی اس میں سلطان کو شکست ہوئی اور بحالت مجبوری صلح کرنے کو مجبور ہوئے۔ شرائط صلح اچھی دریافت نہیں ہوئی ہیں مگر اس بات کا ضرور اندیشہ ہے کہ روسی ایک نہ ایک روز ضرور قسطنطنیہ دار الخلافہ روم کو اپنے قبضہ میں لے آویں گے کیوں کہ سامان جنگ روسیوں کا بمقابلہ سلطان کے بکثرت ہے اور سلطنت روم کو روز بروز زوال نظر آتا ہے۔

۸ مئی ۱۸۷۸ء درمیان گورنمنٹ انگلستان و روس باعث مزاحمت نہر باسفورس فی الجملہ صورت رنجش کی پیدا ہے۔ اسی وجہ سے فوج انگریزی ہندوستان سے براہِ مہلی بجانب ٹاپو مالٹا بھیجی گئی ہے۔ عجب نہیں کہ جنگ ہو۔
کابل: ۲۵ اکتوبر ۱۸۷۸ء۔ منجانب انگلش گورنمنٹ بہ انگریزی چمبر لین صاحب کابل کو سفارت جاتی تھی بمقام اعلیٰ مسجد فیض محمد خاں گورنر علی مسجد نے حسب اشارت میر شیر علی خاں والی کابل سفارت کو آگے جانے سے روکا لہذا سرکار نے حکم فرمایا فوج بندھنے لام کا بہ مقام پشاور دیا ہے۔ غالباً تھوڑے زمانے میں لڑائی ہو۔

۱۵ نومبر ۱۸۷۸ء۔ پشاور میں فوج انگریزی بہت مجتمع ہو گئی ہے۔ غالباً عنقریب واسطے جنگ کے روانہ کابل ہو۔
۲۳ نومبر ۱۸۷۸ء۔ سرکار اور امیر شیر علی والی کابل سے لڑائی شروع ہو گئی ہے۔ ۲۱ نومبر ۱۸۷۸ء کو اس کا آغاز ہوا تھا۔ ۲۳ ماہ حال کو قلعہ علی مسجد فتح ہو گیا اور سرکار انگریزی کے قبضہ میں آیا۔

۲۴ دسمبر ۱۸۷۸ء۔ فوج انگریزی نے مقام پنوار کو شیر علی خاں والی کابل سے خالی کر لیا اور فوج آگے کی طرف بڑھتی چلی جاتی ہے۔

۲۵ مارچ ۱۸۷۹ء۔ جنگ کابل ابھی تک ختم نہیں ہوئی ہے۔ ایک فوج کابل سے سامان کثیر واسطے مقابل انگریزوں کے کابل سے جلال آباد کو گئی۔

۹ ستمبر ۱۸۷۹ء۔ معائنہ اودھ اخبار سے دریافت ہوا کہ منجر کو گنارل صاحب رینڈیڈنٹ و دیگر حکام انگلش بمقام کابل بالاحصار قتل ہوئے۔ کوئی شخص فوج انگریزی کا باقی نہیں رہا جس کا سبب یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ فوج کابل امیر صاحب غدر کے باعث اس قتل عام کی ہوئی ہے اور امیر یعقوب خاں بھی بحالت محصوری ہیں لہذا فوج انگریزی قندھار سے واسطے تادیب فوج باغی کے کابل بھیجی گئی ہے۔

۱۲ اکتوبر ۱۸۷۹ء۔ سرکار انگلش نے بسکر دگی جنرل رابٹ کابل کو فتح کیا۔

روس و کابل: ۱۳ اپریل ۱۸۸۵ء - ۳۰ مارچ سن الیہ کو بمقام 'پنجہ' متعلقہ کابل افغانان اور روسوں سے لڑائی ہوئی۔ پانچ سو فوجی امیر کابل کے قتل ہوئے۔ جنرل کمروف فوج روسیہ کا افسر تھا۔

کابل: ۱۴ اپریل ۱۸۸۵ء - ۱۱ اپریل کو امیر عبدالرحمن خاں کابل کو واپس گئے۔ منجانب سرکار ہزار ہا روپیہ مہمان داری میں صرف ہوا۔

شہنشاہ جرمنی: ۱۴ مارچ ۱۸۸۸ء - معائنہ اودھ اخبار امروزہ سے معلوم ہوا کہ شہنشاہ ولیم جرمن نے بتاریخ ۹ مارچ سن الیہ کو ۱۸ بجے صبح کو بعد ۹ سال قضا کی - شہنشاہ نے ۳۱ سال سلطنت کی - یہ بڑے خوش نصیب بادشاہ تھے۔

آبادی ممالک: یکم جون ۱۸۸۸ء - معائنہ پرچہ جریدہ روزگار مدراس نمبر ۲۱۵ محررہ مئی ۱۸۸۸ء سے واضح ہوا کہ ممالک ذیل کی آبادی حسب صراحت تحت ہے:

چین - ۴۰ کروڑ سلطنت برطانیہ - ۳۶ کروڑ، روس - ۱۰ کروڑ، فرانس - ۷ کروڑ، ممالک متحدہ امریکہ - ۱ کروڑ، جرمنی - ۵ کروڑ۔

شہنشاہ جرمنی: ۱۹ جون ۱۸۸۸ء - بمعائنہ اودھ اخبار محررہ امروزہ کے واضح ہوا کہ ۱۵ جون ۱۸۸۸ء کو یوم جمعہ ساڑھے بارہ بجے دن کے شہنشاہ فریڈرک جرمن نے تین مہینے چھ یوم سلطنت کے بعد بعد ۴۲ سال عارضہ خناق میں قضا کی بتوفی ملکہ کٹوریہ انگلینڈ کے بڑے داماد تھے۔

مردم شماری دارالسلطنت ممالک: ۳۰ جون ۱۸۸۸ء - معائنہ اودھ اخبار مورخہ ۲۷ جون ۱۸۸۸ء

نمبر ۱۳۸ سے واضح ہوا کہ مردم شماری سلطنت ہائے ذیل میں حسب مندرجہ تحت ہے:

لندن	دارالسلطنت	انگلستان	۲۶۵۵۸۱۹	کلکتہ	دارالسلطنت	ہندوستان	۷۶۶۲۹۸
پیرس	"	فرانس	۲۲۶۹۰۲۳	وینا	"	آسٹریا	۷۲۰۱۰۵
برلن	"	پروشیا	۱۱۲۲۳۳۰	قسطنطنیہ	"	ترکی	۷۰۰۰۰۰
سینٹ پیٹرس برگ	"	روس	۷۶۶۶۶۳	میڈرڈ	"	اسپین	۵۰۰۹۰۰

مردم شماری ناخواہندگی: ۴ اپریل ۱۸۸۹ء - ممالک یورپ مندرجہ ذیل میں اشخاص ناخواندہ یعنی

جاہل حسب ذیل ہیں جس کی شہادت اخبار سررشتہ تعلیم اودھ یکم اپریل ۱۸۸۹ء سے کما حقہ ہوتی ہے:

نام ملک	تعداد فی صدی	نام ملک	تعداد فی صدی	نام ملک	تعداد فی صدی
روس	۸۰	فرانس	۱۵	اسپین	۶۳
رومانیہ	۸۰	بلجیم	۱۵	انگلستان	۱۲
				اطلیا	۲۸
				افلاخ امریکہ	۸

نام ملک تعداد فی صدی نام ملک تعداد فی صدی نام ملک تعداد فی صدی
 ہنگری ۲۱ اسکاٹ لینڈ ۷ سوئٹزر لینڈ ۲۵ ڈنمارک بویریا .
 آسٹریا ۲۹ جرمنی ۱ آئر لینڈ ۲۱ ہندوستان ۸۳
 یعنی ہندوستان میں سو میں صرف ۷ آدمی لکھے پڑھے ہوتے ہیں۔ مقام غور ہے کہ ہندوستان کے باشندے روسوں
 سے بھی جو جاہل قوم مشہور ہے تہذیب و شائستگی میں پیچھے رہ گئے۔

افواج یورپ: ۲۳ اگست ۱۸۸۹ء بمطابق ۲۵ اگست ۱۹۰۷ء بحوالہ اخبار پانیر انگریزی
 مورخہ ۲ اگست ۱۸۸۹ء سے واضح ہوا کہ لڑائی اور امن کے دوران افواج سلاطین یورپ حسب ذیل مہیا موجود رہتی تھیں تفصیل افواج:
 جنگ: جرمن - تیس لاکھ پچاس ہزار۔ آسٹریا - گیارہ لاکھ ۸۱ ہزار اٹلی - اکیس لاکھ ۹ ہزار دو سو پچاس۔
 فرانس سینتیس لاکھ ۵۳ ہزار روس ۵۵ لاکھ۔

امن: جرمن چار لاکھ ۹۲ ہزار آسٹریا تین لاکھ ۸۱ ہزار اٹلی - دو لاکھ ۵۳ ہزار فرانس چار لاکھ ۹۹ ہزار روس بیس لاکھ۔
 تعداد اخبارات: ۲۶ ستمبر ۱۸۹۶ء - سچ ہے دنیا میں تہذیب و شائستگی کی روز افزوں ترقی ہے۔
 علی الخصوص یورپ کو اگر مخزن تہذیب کہیں تو گنجانے کے ہیں۔ ایک ادنیٰ سی بات یہ ہے کہ اودھ اخبار محررہ
 امروزہ ترجمہ انگریزی ٹائمز سے معلوم ہوا کہ بالفعل تخمیناً آٹھ لاکھ ہزار اخبار دنیا میں شائع ہوتے ہیں
 ان میں چوبیس ہزار یورپ میں ہیں حسب ذیل:

جرمنی - ۵۵۰۳ فرانس - ۱۴۰۰ انگلستان - ۳۰۰ آسٹریا ہنگری ۳۵۰۰ اٹلی - ۲۲۰۰
 اسپین - ۸۵۰ روس - ۸۰۰ سوئٹزر لینڈ ۲۵۰ ہالینڈ ۲۰۰ امریکہ ۱۲۵۰۰
 کینیڈا ۷۰۰ آسٹریلیا ۷۰۰ ایشیا ۳۰۰ جاپان ۲۰۰ افریقہ ۳۰۰
 جزائر سندھ و بحرہ (کنڈا) ۲۰۰ - میزان کل ۳۶۲۵۲۔

مکہ میں ہیضہ: ۳ ستمبر ۱۸۹۶ء: بمطابق ۲۵ اگست ۱۹۰۷ء بحوالہ مطری گزٹ ۲۸ اگست سن الیہ
 سے واضح ہوا کہ مکہ معظمہ میں حفظان صحت کا عمدہ بندوبست نہیں ہے اس وجہ سے ہر سال شکایت ہیضہ و بانی بکثرت
 ہوتی ہے اور ایک ایک تاریخ میں چار چار پانچ پانچ سو آدمی مبتلائے عارضہ مہلک ہو کر ضائع ہوتے ہیں۔
 نقشہ سرکاری چھ سال گزشتہ سے واضح ہوتا ہے کہ جس قدر حاجی بمبئی سے گئے ان میں سے دو تہ
 سے زیادہ ہندوستان واپس نہیں آئے۔

حاجیوں کا شمار

روانگی	مراجعت	ضائع
۸۲۳۶	۵۰۲۵	۳۳۹۱
۸۶۰۶	۶۱۵۰	۲۲۵۶
۹۲۶۶	۵۷۲۶	۲۷۲۰
۱۳۹۷۰	۶۵۰۵	۷۲۶۵
۱۲۲۹۵	۱۱۱۰۱	۱۳۹۲
۱۱۶۶۵	۸۶۶۲	۳۰۰۲
۶۳۶۳۸	۳۳۱۸۹	۲۱۲۲۹

میزان

وزیر اعظم انگلستان: ۲۱ اگست ۱۸۹۲ء۔ معائنہ اخبارات سے واضح ہوتا ہے کہ مگر گلیڈ اسٹون وزیر اعظم انگلستان بجائے لارڈ سالسبری مقرر ہوئے اور یہ تیسرا انتخاب ان کے وزیر اعظم ہونے کا ہے۔ قبل اس کے بہ اوقات مختلف دو مرتبہ اس عہدہ پر ممتاز ہو چکے ہیں۔ یہ انتخاب پانچ سال کے واسطے ہوا ہے۔

تعداد ادمبران پارلیمنٹ: ۱۹ ستمبر ۱۸۹۲ء۔ بمعائنہ اودہ اخبار مطبوعہ عام روزہ سے واضح ہوا کہ تعداد ادمبران پارلیمنٹ انگلستان کی حسب ذیل ہے:

انگلستان - ۳۶۵، صوبہ ویلز - ۳۰، اسکاٹ لینڈ - ۷۲، آئر لینڈ - ۱۰۳ - کل - ۶۷۰

چند اقوال: ۳۰ نومبر ۱۸۹۲ء۔ چند اقوال تجربہ کار عقول کے درج ذیل کرتا ہوں جو قابل یاد رکھنے کے ہیں۔

ملٹن: سچ کی کسی برائی سے قدر کم نہیں ہو سکتی جیسے کہ سورج کی کرنوں کو کوئی ہاتھ لگا کر میلا نہیں کر سکتا۔

ٹسکسپیر: ایک منٹ کی خوشی کے لیے ایک ہفتہ کا رنج کوئی ہرگز اختیار نہ کرے گا۔

کوپر: خالی بیٹھے رہنا آرام نہیں ہے۔ جو دل کسی شغل سے خالی ہے وہ غم سے بھرا ہوا ہے۔

سوٹھ: جو کسی کی برائی کرتا ہے اسی کے خود خیالات اسے رنج و دکھ میں رکھتے ہیں۔

سعدی: دو شخصوں کے درمیان ایسی بات کہنا چاہیے کہ اگر وہ دوست ہو جاویں تو ان سے شرمندہ ہونا پڑے۔

جو کوئی شخص بروں میں بیٹھے اگر چہ ان کی عادات اس میں اثر نہ کریں لیکن بروں کے فعل کی تہمت اس پر بھی لگے گی۔

سعدی: بیوقوف کے لیے خاموشی سے بہتر کوئی بات نہیں ہے لیکن اگر وہ اس مصلحت کو جانتا تو بیوقوف نہ ہوتا۔
 جو اپنی امیری کی حالت میں بھلائی نہیں کرتا وہ غریبی کی حالت میں تکلیف اٹھاتا ہے۔

متفرق معلومات: ۳ جولائی ۱۸۹۳ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار لکھنؤ مطبوعہ دی روزہ سے معلوم ہوا کہ
 ۱۔ تمام روئے زمین پر اہل اسلام کی آبادی ساڑھے سترہ کروڑ ہے۔ ۲۔ شہر لندن کی ۷۰۰ مربع میل میں آبادی
 ہے۔ ۳۔ تمام دنیا میں ایک ارب ۳۷ کروڑ پچاس لاکھ من گیموں پیدا ہوتا ہے۔ واقعی اس زمانہ میں شہر لندن
 سے کوئی دوسرا بڑا شہر بلحاظ طول و آبادی روئے زمین پر نہیں ہے۔

کابل: ۳۱ ستمبر ۱۸۹۳ء۔ مسٹر ڈیورنڈ کا کمیشن بغرض صلاح و مشورہ عبدالرحمان خان امیر کابل ۱۵
 ستمبر سنہ الیہ کو پشاور سے روانہ 'جرود' ہوا۔ یہ کمیشن لارڈ لینس ڈاؤن صاحب گورنر جنرل کشور ہند کی ہدایت سے
 بدیں غرض بھی گیا ہے کہ مراتب ضروریہ سرحدی کے بعد یہ بھی امیر کے کرے کہ وہ قندھار تک میل بنانے کی اجازت عطا کریں۔
وزیر اعظموں کا وزنی: ۱۸ نومبر ۱۸۹۳ء۔ لارڈ سالسبری سابق وزیر اعظم انگلستان کا وزن جسمانی
 ۳۶ سیر اور حال کے وزیر اعظم مسٹر گلینڈ اسٹون کا دو من ۳ سیر ہے۔ ایک ڈاکٹر کا قول ہے کہ سر ٹھنڈا رکھو اور
 پاؤں گرم اور عادات باقاعدہ پھرتی کو طبیب اور ڈاکٹر کی ضرورت نہ ہوگی۔

کابل: ۲۲ نومبر ۱۸۹۳ء۔ سفارت مسٹر ڈیورنڈ کامیابی کے ساتھ کابل سے واپس ہوئی۔ امیر عبدالرحمان
 خاں صاحب نے ہر طرح سے اس کی خاطر داری کی اور جملہ عہد و موثیق مابین گورنمنٹ اور امیر کابل بسہولت
 طے ہو گئے اور برٹش گورنمنٹ نے بعض بارہ لاکھ روپیہ سالانہ اب اٹھارہ لاکھ روپیہ سالانہ کا گزارہ امیر کابل
 کا مقرر کر دیا یعنی ڈیڑھ لاکھ روپیہ ماہوار ان کو ملا کریں گے اور جس قسم کے آلات وغیرہ امیر کابل چاہیں انگلستان سے نکالیں
پریسیڈنٹ فرانس: ۶ جولائی ۱۸۹۳ء۔ بمعائنہ اخبارات سے واضح ہوا کہ اہم کارنٹ
 پریسیڈنٹ فرانس کو آخر ہفتہ جون میں مسمی ساٹھواں شدہ اٹلی نے تلوار سے مار ڈالا جب کہ وہ ایک جلسہ میں بغرض
 شرکت گئی پر جا رہے تھے۔ یکم جولائی کو الہا تجہینز و تکفین بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔ مرحوم نہایت
 لائق و منتظم شخص تھے۔ ۵۶ سال تھی اور بیس ہزار پونڈ سالانہ تنخواہ پاتے تھے۔

گلیڈ سٹن: ۹ مارچ ۱۸۹۳ء۔ ۳ مارچ سن رواں کو مسٹر گلیڈ سٹن وزیر اعظم انگلستان نے
 اپنی ملازمت سے بجنور ملکہ معظمہ استعفا داخل کیا اور لارڈ روزمیری کو یہ اعزاز بخشا گیا۔ مسٹر گلیڈ سٹن نے جوہ ضعف
 بصارت و نہ منظور ہونے قانون ہوم رول آر لینڈ کے استعفا داخل کیا۔ اب ان کی عمر ۸۳ سال ہے۔

زار روس : ۵ نومبر ۱۸۹۴ء۔ معائنہ اخبار پانیر انگریزی الہ آباد مطبوعہ ۲ نومبر سے واضح ہوا کہ زار روس الکزنڈر سویم شہنشاہ روس نے پھیپھڑے کے عارضہ میں بمقام 'لیوادیا' تاریخ یکم نومبر شنبہ سوادونجے شام کو انتقال کیا۔ یہ بادشاہ بہت صلح پسند تھا۔

تعداد فوج : ۹ جنوری ۱۸۹۵ء۔ بمعائنہ طر می گزٹ لاہور مطبوعہ یکم دسمبر سے واضح ہوا کہ سلطنت ہائے ذیل میں مفصلہ تحت فوج بحالت صلح و جنگ پائی جاتی ہے:

نام سلطنت	تعداد ایام صلح	تعداد ایام جنگ	توپوں کی تعداد	نام سلطنت	تعداد ایام صلح	تعداد ایام جنگ	توپوں کی تعداد
روس	۱۰,۲۰,۰۰۰	۳,۳۰,۰۰۰	۳۳۶۰	آسٹریا	۳۹,۰۰۰	۱۳,۳۰,۰۰۰	۱۹۱۲
جرمنی	۵,۵۰,۰۰۰	۲,۳۰,۰۰۰	۲۹۹۲	ترکی	۱۰,۰۰,۰۰۰	۱۱,۰۰,۰۰۰	۲۵۰۰
فرانس	۵,۰۰,۰۰۰	۲,۰۰,۰۰۰	۲۸۸۰	اسپین	۱,۰۰,۰۰۰	۰,۰۰,۰۰۰	۸۰۰
اطالی	۲,۲۰,۰۰۰	۲,۹۸,۰۰۰	۱,۶۲۰	برطانیہ اعظم	۲,۱۱,۰۰۰	۶,۲۲,۰۰۰	۶۰۰

طویل قد آدمی : ۲۵ فروری ۱۸۹۵ء۔ دنیا میں سب سے بڑا بلند قد آدمی حسن علی مصری ہے جس کی عمر اس وقت ۱۶ برس اور قد سات فٹ نو انچ ہے اور ہنوز نشوونما جاری ہے اور صرف اپنی طویل القندی کی بدولت نمائش گاہ برلن دارالسلطنت جرمن میں پیش ہوا۔

انجن : ۶ مارچ ۱۸۹۵ء۔ بمعائنہ ادوہ اخبار امروزہ سے واضح ہوا کہ مسٹر جارج ساکن نیو کاسل متعلقہ نیوا انگلینڈ نے انجن کا بنا کر ۱۸۱۲ء میں شروع کیا اور ۲۵ جولائی ۱۸۱۳ء کو چلایا اور ۲۸ ستمبر ۱۸۲۲ء کو بارہ میل کی سڑک ریلوے کھولی جس سے آمد و شد مال تجارت اور آدمیوں کی قائم ہوئی۔ جارج ایک مزدور پیشہ آدمی تھا لیکن اس نے اپنی ذہانت سے ایسی ایجاد کی۔

شہزادہ کابل : ۲۰ جولائی ۱۸۹۵ء۔ سردار نصر اللہ خاں خلیف دویم امیر عبدالرحمان خاں امیر کابل جو حسب خواہش گورنمنٹ ملکہ وکٹوریہ آج کل انگلستان کے شہروں کی سیر کر رہے ہیں کل صرف ان کی سیاحت کا گورنمنٹ موصوفہ برداشت کر رہی ہے۔ چنانچہ ملک معظم نے حکم دیا ہے کہ تمام شاہزادگان انگلستان پر سوکھترادہ ویس بہادر اور ڈیوک آف کوبرگ کے ان کو سبقت دی جائے۔ یہ بہت بڑا اعزاز خلیف دویم امیر کابل کا ہوا۔ اس کی تصدیق انگریزی اخبارات سے ہوئی۔

ڈاک فیلر : ۱۸ اکتوبر ۱۸۹۵ء۔ بمعائنہ اخبار ایوننگ جیڈر آباد مطبوعہ ۲۵ ستمبر الیہ سے واضح

ہوا کہ جان ڈی راک فیلڈ امریکہ میں سب سے زیادہ دولت مند ہیں۔ ان کے پاس ۴۴ کروڑ ۵ لاکھ ڈالر ہیں اور ایک ڈالر دو روپے پانچ آنہ کا ہوتا ہے۔ سال ختم ہونے کے قبل ان کی دولت ۵ کروڑ ہو جائے گی۔ بیان ہے کہ ان کی دولت ایک کروڑ پانچ لاکھ ڈالر سالانہ کے حساب سے بڑھتی ہے۔

موجودہ منی آرڈر: ۱۲ نومبر ۱۸۹۶ء۔ بذریعہ منی آرڈر وینز تار کے روپیہ بھجئے کا موجودہ منی آرڈر فاسٹ بائنا شخص ہے جو سابق پوسٹ ماسٹر جنرل انگلستان کا تھا جس کی دونوں آنکھیں ایک شکار میں جاتی رہیں۔ وہ بدستور اپنے منصبی کام کو انجام دیتا رہا۔

قسطنطنیہ: ۶ جنوری ۱۸۹۶ء۔ آج کل قسطنطنیہ کی حالت نازک ہو رہی ہے۔ کل سلاطین یورپ آرمینیا کے حسن انتظامی کے سلطان عبدالحمید سے خواہاں ہیں اور وہ بوجہ ولایت و لعل کر رہے ہیں۔ لہذا روس، فرانس، انگلینڈ، اٹلی اور امریکہ کے جنگی جہازات آبنائے ڈارڈی میلز میں داخل ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خوف دلا کر کارروائی کریں اور قسطنطنیہ کو سلطان سے انتزاع کر کے باہم تقسیم کر لیں جس سے سلطان از بس پریشان ہیں۔ دیکھا چاہیے کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ آج کل اخباروں میں بجز اس حال کے اور باتوں کا کتر تذکرہ ہوتا ہے۔ یہ سچیدگیاں چند ماہ گذشتہ سے برابر قائم چلی آتی ہیں۔

۵ فروری ۱۸۹۶ء۔ چونکہ بہ سازش انگلستان پانچ دیگر سلطنت ہائے یورپ نے اپنے جنگی جہازات بحیرہ ڈارڈی میلز متعلقہ ٹرکی میں قائم کیے تھے کہ سلطان عبدالحمید سے بہ زور حسن انتظام صوبہ آرمینیا کرادیں لیکن بتدریج وہ جہاز تو واپس گئے اور یکم فروری کے تاریقی او دھ اخبار مطبوعہ ۵ فروری میں لارڈ سائبرری وزیر اعظم انگلستان کی اسٹیج کا یہ مضمون ہے کہ انگلستان ٹرکی سے آرمینیا کے لوگوں کی طرف سے جنگ نہیں کر سکتا اور مہلت دینا چاہیے تاکہ عمدہ انتظام عمل میں لایا جاوے۔ میں یقین نہیں کرتا کہ سلطان نے اس جو ر و ظلم کا حکم دیا ہے جو آرمینیا میں ہو گا ان کی گورنمنٹ کمزور و نالائق ہے اور کچھ نہیں کر سکتی۔ سلاطین یورپ عمدہ انتظام کے نگران رہیں گے لیکن آگے بڑھ کر کوئی کارروائی نہ کریں گے۔ یہ نتیجہ اس وجہ پیدا ہوا کہ انگلستان کو چند سخت جھگڑے امریکہ، جرمنی وغیرہ سے پیش ہو گئے۔ یہ ہے کہ مشیت ایزدی میں ابھی قسطنطنیہ کا خاتمہ مقدر نہیں ہے ورنہ یورپین سلطنتوں کی تو یہ خواہش ہے کہ اس کے حصہ بانٹ کر یورپ جیسا کہ اخباروں میں معلوم ہو رہا ہے۔

قتل شاہ ایران: ۵ مئی ۱۸۹۶ء۔ کیمئی کو مرزا محمد رضا ایک مذہبی متعصب نے ناصر الدین شاہ بادشاہ فارس کے دل میں گولی ماری جب کہ وہ ایک زیارت متصل طہران کے اندر جا رہے تھے۔ اس کے صدمہ سے چار بجے تمام کو شاہ نے قضا کی اور بجائے متوفی ان کے دوسرے بیٹے جو اصلی بیگم کے لطن سے تھے تیسری مئی کو بمقام تبریز تخت نشین ہوئے۔ اس خبر کی تصدیق پانیزال آباد مطبوعہ ۳ مئی سے ہوئی۔ عمر شاہ متوفی ۶۷ سال

تھی۔ ۱۸۲۹ء میں پیدا ہوئے تھے اور بڑی طویل بادشاہت کی میزاج میں تعصب نہ تھا۔

جشن شہنشاہ دروس : ۲۰ مئی ۱۸۹۶ء نہ معائنہ اخبارات سے واضح ہوا کہ شہنشاہ روس کا جشن

تاج پوشی ۲۶ مئی کو ختم ہوا اور شہنشانے بروقت تاج پوشی ایک فرمان جاری کیا جس کی رو سے تمام باقیات ٹیکس معاف کر دیے اور دس برس کے لیے محصول اراضی نصف کر دیا اور خفیف مجرموں کے جرائم معاف کیے اور دیگر سزاؤں میں تخفیف کر دی اور پولٹیکل جلاوطنوں کی نسبت حکم دیا کہ جہاں کہیں مناسب سمجھیں تخفیف سزا کر دیں۔ مگر یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ جب لوگ کھانا کھانے اور انعام لینے چلے تو لکھو کھا آدمی کے ازدہام کے باعث ۲۰۰ آدمی کچل کر مر گئے جو ایسے موقع پر افسوس ناک ہے۔ یہ یادگار کبھی فراموش نہیں ہو سکتی۔

شہزادہ کابل : ۹ جولائی ۱۸۹۶ء۔ معائنہ اخبار انگریزی سے معلوم ہوا کہ شاہزادہ نصر اللہ خاں خلیفہ دویم

امیر عبدالرحمان خاں والی کابل کی سیاحت انگلستان میں ۲۵،۸۰۸ پونڈ خرچ ہوئے جو چند روز کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ یہ روپیہ خزانہ ہندوستان سے خرچ میں پڑے گا۔

ملکہ وکٹوریہ : ۲۸ ستمبر ۱۸۹۶ء دیکھتے اخبارات سے واضح ہوتا ہے کہ جناب ملکہ وکٹوریہ

شہنشاہ ہندوستان و انگلستان ۲۳ مئی ۱۸۱۹ء کو پیدا ہوئی تھیں اور ۲ جون ۱۸۳۸ء کو بیسویں سال تاج شاہی

زیب سر کیا اس حساب سے ۲۰ ستمبر ۱۸۹۶ء تک جناب ممدوح نے اپنے دادا جارج سویم کے مساوی ۵۹ سال

۹۰ یوم زمانہ حکمرانی ختم کیا اور ۲۳ ستمبر سنہ الیہ سے آپ کو اپنے دادا کی سلطنت سے سبقت شروع ہوئی۔ اس قدر

مدت تک سلطنت کسی بادشاہ انگلینڈ نے سلف سے اس وقت تک نہیں کی۔

سلطان عبدالحمید خاں : ۲ نومبر ۱۸۹۱ء۔ سلطان عبدالحمید خاں قسطنطنیہ میں ۲۳ ستمبر ۱۸۴۲ء

کو پیدا ہوئے۔ اس حساب سے اب ان کی عمر ۵۲ سال کی ہے۔

بیرونی کتب خانے : ۲۴ نومبر ۱۸۹۶ء۔ اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ کتب خانہ شاہی فرانس میں چار

ایک لاکھ کتابیں ہیں۔ انگلستان کے کتب خانے میں دو کروڑ دو لاکھ ساٹھ اور روس کے کتب خانے میں دو کروڑ ہیں۔

جنگ روم و یونان : ۸ مئی ۱۸۹۰ء۔ جو جنگ مابین سلطان روم اور یونانیوں کے ہوتی تھی اس

میں سلطان کو کامل کامیابی حاصل ہوئی اور یونانیوں کو ہزیمت حاصل ہوئی اور شہر تھیسلی پر سلطان کا قبضہ ہو گیا۔

اس فوج ترکی کے کمان پر اور افسر علی ادھم پاشا تھے جن کی عموماً تعریف ہو رہی ہے۔ سلطان کی اس کامیابی سے تمام

یورپ حیرت میں آ گیا اور جو خیالات فاسد و حقارت آمیز جنگی کارروائی ترکوں کی نسبت دول یورپ کو تھے وہ اس ظفر بیانی

سے بالکل بدل گئے اور سمجھنے لگے کہ یہ بھی ایک معتدبہ سلطنت یورپ میں ہے۔

وفات گلیڈ اسٹون: ۲۲ مئی ۱۸۹۸ء۔ ۱۹ مئی کو گلیڈ اسٹون سابق وزیر اعظم نے بعمر ۸۹ سال قضا کی۔ ۲۹ دسمبر ۱۸۰۹ء کو پیدا ہوئے تھے۔ یہ بہت بڑا لائق شخص تھا اور جب اسپینج کہنے کھڑا ہوتا تھا تو ایسا خوش بیان تھا کہ گھنٹوں میں ایک بحث ختم ہوتی تھی۔ سخت متعصب شخص تھا۔ ترکوں سے اسے عداوت قلبی تھی۔

اسپین و امریکہ: ۲۶ اگست ۱۸۹۸ء۔ بابت جزیرہ کیوبا، مابین اسپین و امریکہ اس عرصہ میں سخت لڑائی ہوئی اور امریکہ کو کامیابی حاصل ہوئی۔ سلاطین یورپ نے باہم صلح کر دی اور جزیرہ کیوبا اور فلپائن کو اسپین سے امریکہ کو دلوادیا۔
ملکوں میں شادیاں: ۱۵ ستمبر ۱۸۹۸ء۔ آج بمعائنہ اودھ اخبار بحوالہ انگریزی اسپرین معلوم ہوا کہ ممالک ذیل میں شادی لڑکوں اور لڑکیوں کی کس عمر میں ہوتی ہے۔

نام ملک	عمر لڑکا	عمر لڑکی	نام ملک	نام لڑکا	نام لڑکی
آسٹریا	۱۲ سال	۱۴ سال	جرمنی	۱۸ سال	۱۸ سال
فرانس و بلجیم	۱۶ سال	۱۵ سال	اسپین	۱۴ سال	۱۲ سال
روس و یوگوسلاویا	۱۲ سال	۱۶ سال	یونان	۱۴ سال	۱۲ سال
سوئزر لینڈ	۱۴ سال	۱۲ سال			

قسطنطنیہ میں شادیاں اس وقت ہی ہو جاتی ہیں جب لڑکے لڑکیاں چل پھر سکتے ہیں اور ضروری مذہبی احکام تمام کو سمجھ سکتے ہیں۔

جنگ افریقہ: ۲۲ اکتوبر ۱۸۹۹ء۔ آج کل مابین ڈچ کاشتکاران ٹرانسوال واقع افریقہ وانگریزوں کے جنگ ہو رہی ہے اور بمقام کلنکو بہت بڑی جنگ ہوئی جس میں ۲۲ افسرانگریزوں کے مع جنرل سمنز قتل ہوئے۔

۲۰ دسمبر ۱۸۹۹ء دیکھنے اخبارات سے واضح ہوتا ہے کہ جولائی افریقہ میں مابین ڈچ کاشتکاران ٹرانسوال اور انگریزوں کے ہو رہی ہے وہ بہت سخت مقابلہ ہے۔ ہر لڑائی میں بہت سی فوج انگریزوں کی مقتول و مجروح ہوتی ہے۔ ڈچ ایسے نشانہ باز ہیں کہ افسرل کو چن چن کر مارتے ہیں اور سامان حرب بمقابلہ انگریزوں کے ان کا بہت عمدہ ہے۔ پانچ ہزار گز کے فاصلہ پر ان کی توپوں کے گولے بہت عمدہ کام کرتے ہیں اور انگریزوں کی توپیں دو ہزار گز کے فاصلہ کی ہیں۔ جناب ملکہ معظمہ قیصر ہند کو اپنی فوج کے ضائع ہونے کا سخت ملال ہے۔ حتیٰ کہ ان کا قصد تھا کہ بعد بڑے دن کے لندن کے دوسرے مقامات کو جاویں لیکن وفور دنج و غم سے انھوں نے فریغ و بیست کی۔

۲۸ جنوری ۱۹۰۰ء۔ ۱۱ اکتوبر ۱۸۹۹ء سے جنگ ٹرانسوال واقع افریقہ مابین بوئرو برٹش گورنمنٹ کے شروع ہے۔ سرکار کے بہت سے افسر و فوجی لوگ ضائع ہوئے۔ ڈفرن کے خلیف اکبر اور لارڈ رابنس کے اکلوتے بیٹے

اور لفٹیننٹ گورنر برہما کے صاحبزادے اور بڑے بڑے باقی افسر قتل ہوئے۔

۱۹ مارچ ۱۹۰۰ء۔ بلوم فانیٹن دار الخلافت آرنج فری اسٹیٹ واقع جنوبی افریقہ کو لارڈ رابنسن نے فتح کر لیا جس کے پریسیڈنٹ مسٹر اسٹمن تھے اور جنرل کرائچی فوج ملک آزاد کو گرفتار کر کے جزیرہ سینٹ ہلینا بھیج دیا۔ ۳۱ مئی ۱۹۰۰ء بمعائنہ اودھ اخبار واضح ہوا کہ ... ۳ مئی سے دار الخلافت بلوم فانیٹن جنوبی افریقہ کیپ ٹاؤن میں شامل کیا گیا اور اس کی رو سے 'آرنج فری اسٹیٹ' کا نام آئندہ 'آرنج ریور کالونی' ہو گا کیونکہ وہ اب مستقل طور پر انگریزوں کے قبضہ میں آ گیا ہے۔ اب جہاں تک اخبارات دیکھے جاتے انگریزوں کی برابر فتح معلوم ہوتی جاتی ہے اور بوئر لوگ پسپا ہو رہے ہیں وہ جو ہانس برگ میں پہنچ گئے ہیں۔

ملک چین: ۵ اگست ۱۹۰۰ء۔ آج کل ملک چین پر پانچ سلطنتیں چڑھائی کر رہی ہیں جن کی فوجیں برابر بندریہ جہازات اپنے اپنے دارالسلطنتوں سے بھیجی جا رہی ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ جرمن، فرانس، روس، اٹلی، جاپان اور چھپی ٹرش گورنمنٹ۔ سب اس لڑائی کا اخباروں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قوم بکسر باشندگان چین کی پیشوا ہے انھوں نے جب یہ دیکھا کہ غیر ملک کے لوگ چینیوں کو عیسائی کیے ڈالتے ہیں تو انھوں نے غدر کر دیا اور چینی عیسائی لوگ بہم پہنچے ان کو قتل کر ڈالا۔ چون کہ ان کی جماعت کثیر ہے اور اہل چین بھی ان کو اپنا پیشوا مانتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ لوگ بھی بکسروں کے شریک ہو گئے اور چینی فوج بھی ان کی معاون ہے اسی وجہ سے ان کی بہت بڑی جمعیت ہو گئی ہے اور ان سلطنتوں سے مقابلہ کے لیے وہ تیار ہیں۔ دیکھا جاوے کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ لظاہر سخت کشت و خون ہوتا نظر آتا ہے اور عجب نہیں بعد نظر پانے سلطنت ملک چین کو باہم تقسیم کر لیں یہ سلطنت بہت پرانی ہے اور کسی نے اس وقت تک اس پر دست درازی نہیں کی تھی۔ لیکن اب انجام بخیر نظر نہیں آتا۔

جنگ افریقہ: ۱۲ جنوری ۱۹۰۱ء۔ اگرچہ جنرل رائٹس صاحب ٹرانسوال سے لندن کو واپس گئے لیکن

ابھی بوئر برابر لڑ رہے ہیں اور جنگ ختم نہیں ہوئی۔ مسٹر کلورگر کے قائم مقام برابر لڑ رہے ہیں۔

وفات ملکہ وکٹوریہ: ۲۴ جنوری ۱۹۰۱ء۔ آج کے اردو اخبار میں یہ خبر لگین مندرج دیکھی گئی کہ

جناب ملکہ مظہر وکٹوریہ قیصر ہند نے اس جہان فانی سے بمقام لندن رحلت کی۔ وقت ۶ بجے ۳۰ منٹ شام کا تھا اور تاریخ ۲۲ جنوری ۱۹۰۱ء۔ کوئی شکر نہیں کہ قیصرہ ہند نہایت ہی خوش اقبال تھیں اور جس تاریخ سے وہ تخت انگلستان پر بیٹھیں برابر فتوحات بے پایاں حاصل ہوتے رہے اور اولاد کی جانب سے بھی وہ نہایت خوش نصیب تھیں کہ جن کے نواسے قیصر ولیم شہنشاہ جرمن ہیں۔ اس وقت ملکہ مظہر کے قبضہ میں کل دنیا کا

ایک چہارم حصہ ہے اور کبھی آفتاب ان کی عملداری میں غروب نہیں ہوتا۔ اب ذیل میں ان کی مختصر سوانح عمری جو القلم کرتا ہوں جس سے ان کی عمر و تخت نشینی کا حال مفصل معلوم ہوگا۔

جناب ملکہ معظمہ قیسرہ ہند ۲۲ جنوری ۱۸۱۹ء کو پیدا ہوئی تھیں۔ ۲۰ جون ۱۸۳۸ء کو تخت نشین ہوئیں اور ۲۲ جنوری کو رحلت کی۔ اس وقت ان کی عمر ۸۲ سال تھی۔ دو مرتبہ مرحومہ کی پنجاہ سالہ و شصت سالہ جوبلی ہوئی اور ایسی خوش اقبال تھیں کہ ایک چہارم دنیا ان کے قبضہ میں تھی۔

تدفین ملکہ وجلوس ایڈورڈ ہفتمہ۔ ۲ فروری ۱۹۰۱ء۔ چونکہ آج جناب ملکہ معظمہ قیسرہ ہند دفن ہوں گی لہذا آج قصبہ سندیلہ کی کل دوکانیں بند ہو گئیں اور دفاتر میں تعطیل ہے۔

پرنس آف ویلز جو تخت سلطنت انگلشیہ پر جلوس فرما ہوئے ان کا لقب ایڈورڈ ہفتم رکھا گیا اور چھ ایڈورڈ اس سے قبل تخت انگلشیہ پر نشست فرما چکے ہیں جن کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے:

نام	سن جلوس	سن کنارہ کشی یا وفات
ایڈورڈ اول	۱۲۷۲ء	۱۳۰۷ء
ایڈورڈ دوم	۱۳۰۷ء	۱۳۲۷ء
ایڈورڈ سوم	۱۳۲۷ء	۱۳۷۷ء
نام	سن جلوس	سن کنارہ کشی یا وفات
ایڈورڈ چہارم	۱۳۶۱ء	۱۳۸۳ء
ایڈورڈ پنجم	۱۳۷۱ء (کنارہ)	۱۳۸۳ء
ایڈورڈ ششم	۱۵۳۷ء	۱۵۵۳ء
ایڈورڈ ہفتم	۱۹۰۱ء	۲۳ جنوری ۱۹۰۱ء

جنگ افریقہ: ۲۹ جولائی ۱۹۰۱ء۔ جنگ ٹرانسوال واقع جنوبی افریقہ ہنوز ختم نہیں ہوئی ہے اور بڑے اور انگریزوں سے برابر لڑائی جاری ہے۔ بالفعل انگریزی فوج بہ تعداد دو لاکھ ۵۳ ہزار جنگ گاہ میں موجود ہے یہ لڑائی ۱۱ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو شروع ہوئی تھی۔ انگریزی فوج کے سپہ سالار لارڈ کچنر ہیں۔

دختر کلاں ملکہ وکٹوریہ: ۱۵ اگست ۱۹۰۱ء۔ شاہنشاہ بیگم فریڈرک جرمنی یعنی دختر کلاں ملکہ وکٹوریہ بعوارض چند در چند بعد ۶۰ سال بتایئے ۵ اگست ۱۹۰۱ء فوت ہوئیں جن کے ماتم کے واسطے چھ ہفتہ کا اعلان ہوا ہے۔

صدر امریکہ: ۱۶ ستمبر ۱۹۰۱ء۔ مسٹر میکینلے پریڈنٹ امریکہ کو بتاریخ ۱۴ ستمبر ۱۹۰۱ء جبکہ وہ 'فلوئٹاٹس' کی سیر کر رہے تھے کسی زول بورونے دو گولیاں ماریں جس سے انھوں نے انتقال کیا اور روز ولط ان کی جگہ پر پریڈنٹ مقرر ہوئے۔

امیر کابل: ۱۹ اکتوبر ۱۹۰۱ء۔ امیر عبدالرحمن خان امیر کابل نے ۱۳ اکتوبر سن الیہ کو انتقال کیا اور بجائے ان کے حبیب اللہ خاں تخت کابل پر جانشین ہوئے اور انھیں کی بابت خان مرحوم جانشینی تجویز کرتے تھے۔ حبیب اللہ خلف اکبر ہوش منداد می معلوم ہوتے ہیں جن کی جانشینی گورنمنٹ آف انڈیا نے بھی منظور کی۔ عبدالرحمن مرحوم نہایت

لائق و دانش مند شخص تھے جنہوں نے افغانہ پر بہت رعب و ب کے ساتھ سلطنت کی اور جن کو انگریزی گورنمنٹ بھی مانتی تھی اور دو لاکھ روپیہ ماہوار ان کو گزارہ دیتی تھی اس غرض سے کہ روسی گورنمنٹ سے وہ کہیں مل نہ جاتی جو عرصہ سے براہ کابل ہندوستان کا صدر رکھتے ہیں۔ امیر حسا نے اپنی فوج بھی قواعد ال تیار کی تھی۔

جنگ افریقہ: ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۱ء۔ جنگ ٹرانسوال جنوبی افریقہ اب تک مابین برٹش گورنمنٹ اور بوئروں کے قائم ہے جس کا آغاز ۱۱ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو ہوا تھا۔ اگرچہ بوئروں کی فوج برابر دو تین روز تک جنگ نہیں کر سکتے ہیں تاہم سرکار کی ایک بڑی فوج سے جس کی تعداد دو لاکھ تین ہزار ہے برابر مقابلہ کرتے رہتے ہیں۔

آبادی لندن: یکم فروری ۱۹۰۲ء۔ لندن کی مردم شماری اسی لاکھ ۲۶ ہزار ۵۴۱ ہے جس کی تصریح اودھ اخبار مورخہ امروزہ سے ہوئی۔ دس سال گزشتہ میں تین لاکھ کا اضافہ ہوا۔

وفات لارڈ ڈفرن: ۱۴ فروری ۱۹۰۲ء۔ لارڈ ڈفرن صاحب سابق گورنر جنرل نے ۱۲ فروری ۱۹۰۲ء کو بمقام لندن رحلت کی۔

جنگ افریقہ: ۲۹ مارچ ۱۹۰۲ء۔ جنوبی افریقہ میں ٹرانسوال کے بوئروں نے جو برٹش گورنمنٹ سے ۱۱ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو لڑائی شروع کی تھی وہ ابھی تک بدستور جاری ہے۔ سچ یہ ہے کہ وہ لوگ نہایت جری ہیں۔ باوجودیکہ ان کی فوج بہت قلیل ہے اور انگریزوں کی ڈھائی لاکھ سے زیادہ ہے لیکن وہ برابر مقابلہ کر رہے ہیں اور اکثر مقاموں پر انگریزوں کو فاش رک دی۔ اگرچہ ایک روزیہ شدنی ہے کہ وہ مغلوب ہو کر اطاعت قبول کر لیں مگر ابھی تک ان کا دم خم وہی ہے۔

۳ جون ۱۹۰۲ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ جو لڑائی برٹش گورنمنٹ اور جنوبی افریقہ کے بوئروں کے درمیان ۱۱ اکتوبر ۱۸۹۹ء سے ہو رہی تھی اور فریقین کے بڑے بڑے نامی افسر مقتول و مجروح ہوئے تھے اب دونوں میں تاریخ ۳۱ مئی ۱۹۰۲ء کو حسب شرائط ذیل صلح ہو گئی۔ کوئی شک نہیں کہ بوئروں کو نہایت جری جفاکش اور بہادر ہیں جنہوں نے اپنی تھوڑی فوج سے ایک بہت بڑی سلطنت ڈی مقدور سے جس کی کئی لاکھ فوج ان کے مقابل تھی دو سال سات مہینے تک برابر لڑتے رہے اور بہت کچھ نقصان اُسے پہنچایا اور جس کا کروڑوں روپیہ اس جنگ میں صرف ہو گیا۔ شرائط صلح حسب ذیل ہیں: (شرائط بوجہ طویل عبارت ہونے کے ترک کیے گئے۔ ہاشمی)

۷ جون ۱۹۰۲ء۔ آج کے اودھ اخبار سے معلوم ہوا کہ جنگ جنوبی افریقہ میں جو بوئروں کو گول کے ساتھ سرکار انگریزی سے ۱۱ اکتوبر ۱۸۹۹ء شروع ہوئی تھی اور ۳۱ مئی ۱۹۰۲ء کو بذریعہ صلح ختم ہوئی اس میں سرکار انگریزی کا ۱۶۰ ملین پونڈ جو مساوی ۲۴ ملین روپے کے ہے صرف ہوا۔ اس میں معمولی فوجی مزہ جو بال فعل بہت زیادہ ہو گیا ہے داخل نہیں ہے اور نہ وہ بھی شامل ہے جو گورنمنٹ کو اہتمام جنگ کے بعد صرف کرنا ہو گا جس کی تعداد دس ملین پونڈ ہوگی۔ شرائط صلح میں جو مابین طرچ کا شمار ہوا

اور گورنمنٹ انگریزی ہوئی ہے اس کی شرط پنجم یہ ہے کہ ڈچ کاشنکار اپنی حفاظت جان و مال کے خیال سے اپنی رائفل و بندوقل اپنے پاس رکھیں گے اور چھٹی شرط یہ ہے کہ مصارف جنگ کے متعلق جنوبی افریقہ کے ٹرانسوال والوں کے کچھ نہیں لیا جائیگا۔
جشن تاج پوشی: ۹ جون ۱۹۰۲ء۔ جشن تاج پوشی شہنشاہ انگلینڈ و ہندوستان ۲۶ جون ۱۹۰۲ء کو بمقام لندن ہوگا اس میں بہت سے ہندوستانی والیان ملک جیسے مہاراجہ گوالیار، مہاراجہ جے پور، مہاراجہ اندور، مہاراجہ گنگا سنگھ، بیکانیر اور بہت سے روسائے اعظم ہندوستان سے جا رہے ہیں مگر مہاراجہ جے پور نے یہ قابل یادگار بات کی ہے کہ اپنے کرم و دھرم کو قائم رکھنے کے لیے اپنے دیوتا بھی ولایت کو ساتھ لے گئے ہیں حتیٰ کہ ہاتھ پاک کرنے کی مٹی بھی جہاز پر رکھ لی گئی ہے۔ بمقابلہ اور والیان ملک کے مہاراجہ نے نہایت پابندی مذہب کے ساتھ لندن کا سفر اختیار کیا۔ اودھ سے راجہ پرتاب بہادر سنگھ پرتاب گڑھ بھی گئے ہیں غرض کہ احاطہ کلکتہ بمبئی ندرا س اور لاہور وغیرہ سے خاص خاص روسا شرکت جشن تاج پوشی کے لیے جا رہے ہیں اور بہت بڑا صرف اپنے اوپر گوارا کیا ہے۔ دیکھا چاہیے کہ بہ تقریب تاج پوشی ان کے واسطے کیا سلوک ہوتا ہے۔

جنگ افریقہ: ۹ جون ۱۹۰۲ء۔ لارڈ کچنر صاحب سپاہ سالار جنوبی افریقہ کو بجلد وے ان کے حسن خدمات کے انھوں نے بوئر لوگوں سے ۳۱ مئی کو صلح کرادی پچاس ہزار پونڈ انعام دیا گیا اور خطاب وائی کاؤنٹ ان کو شہنشاہ انگلینڈ نے مرحمت فرمایا اور قبل اس کے لارڈ رابرٹس کو بخدمات و کارگزاری جنوبی افریقہ کے ایک لاکھ پونڈ انعام میں ملا تھا۔ اس صلح سے جو ٹرانسوال میں بوئر لوگوں سے ہوئی تسمامی ہندوستانی عموماً اور اہل انگلینڈ خصوصاً خوشیاں منا رہے ہیں۔

۱۰ جون ۱۹۰۲ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار امروزہ سے واضح ہوا کہ بحوالہ بیان محکمہ جنگ جنوبی افریقہ کی برطانی میں ایک ہزار پچھتر افسر اور پختیس ہزار آٹھ سو بہتر سپاہی ہلاک ہوئے اور تین ہزار ایک سو سولہ افسر اور پچھتر ہزار تین سو چودہ سپاہی معزول خدمت قرار پا کر انگلینڈ کو واپس بھیجے گئے۔

وزیر اعظم انگلستان: ۱۶ جولائی ۱۹۰۲ء۔ ۱۳ جولائی ۱۹۰۲ء کو لارڈ سالیبری وزیر اعظم انگلستان نے اپنی ملازمت سے استعفا دیا جس کو شاہ انگلینڈ ہندوستان منظور فرمایا بجائے ان کے مسٹر بالفور ڈ وزیر اعظم مقرر ہوئے۔
ایک عورت: ۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء۔ آج کے اودھ اخبار میں درج ہے کہ ایک عورت متصل شہر نیپلر علاقہ ملک اٹلی میں رہتی تھی اس کی شادی کو ۱۹ سال ہوئے ہیں اس مدت میں اس کے ۶۲ بچے پیدا ہوئے۔ ۵۹ لڑکے اور تین لڑکیاں۔ ۹ برس کے عرصہ میں گیارہ تو ام لڑکے پیدا ہوئے اور پانچ مرتبہ چار چار اور تین مرتبہ تین تین اور

ایک مرتبہ چار بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی اور کچھ زمانے میں صرف ایک ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اب اس کی عمر ۵۷ برس کی ہے اور ضعیف بناواں ہو گئی ہے کچھ کام اس سے نہیں ہوتا لہذا اٹلی کے بادشاہ کو ایک عرضداشت بھیجی گئی ہے کہ اس کا کچھ گزارہ مقرر کر دیں۔
آبادی چین: ۱۲ اپریل ۱۹۰۳ء - آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ جدید مردم شماری ملک چین بیالیس کروڑ ۶۲ لاکھ ۲۷ ہزار ہے۔

شاہ سرویہ: ۱۹ جون ۱۹۰۲ء - ۱۳ جون ۱۹۰۲ء کے تاریخی میں درج ہے کہ الیکزینڈر شاہ سرویہ مع ملکہ ڈریگا کے اپنے ایوان میں قتل کر دیے گئے اور ان کے ساتھ میں وزیر اعظم سرویہ اور ایک جنرل فوج بھی مقتول ہوئے۔ خود ان کی فوج نے انھیں قتل کیا۔ وجہ قتل یہ معلوم ہوئی کہ کل رعایا شاہ سے ناراض تھی۔ ۱۳ اگست ۱۸۷۹ء کو شاہ سرویہ پیدا ہوئے۔ ۱۳ اپریل ۱۸۹۲ء کو تخت نشین ہوئے تھے اور ۲ جولائی ۱۹۰۰ء کو شاہ سرویہ نے اپنی نسبت میڈم ڈریگا سے کی اور ۵ اگست ۱۹۰۰ء کو شادی ہو گئی۔ ڈریگا والدہ کی پیش خدمت تھی جس کی عمر اس وقت ۳۷ سال کی تھی یعنی بادشاہ سے عمر میں بڑی تھی۔ اس کا شوہر حکم تھا مگر جو حسین ہونے کے بادشاہ نے اس کے ساتھ عقد کر لیا تھا۔

وفات پوپ: ۲۳ جولائی ۱۹۰۳ء - آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ پوپ روم اٹلی جو یورپ میں واقع ہے۔ ۲۰ جولائی ۱۹۰۳ء کو وقت ۴ بجے دن کے فوت ہوئے۔ عمر ۹۳ سال تھی اور ۱۸۷۱ء میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ پیشوا مذہب رومن کیتھولک کے تھے۔

وفات سالسبری: ۲۶ اگست ۱۹۰۲ء - ۲۲ اگست سن الیہ کولارڈ سالبری سابق وزیر اعظم انگلستان نے بمقام لندن قضا کی بلغاریہ: ۲۱ اگست ۱۹۰۳ء سرحد بلغاریہ پر پہلی بغاوت ہوئی لہذا فوج سلطان ترکی واسطے تادیب کے بھیجی گئی اور سلونیکا کے قریب کل جماعت باغیوں کی گولہ اندازی افواج ترکی سے مقتول ہوئی۔

ترکی: ۱۶ ستمبر ۱۹۰۳ء۔ ممالک مقدونیا و بلغاریہ و سلونیکا کی بغاوت سے آج کل بڑی بظنی سلطان ترکی کی عملداری میں ہے اور افواج ترکی باغیوں کو گوشمالی واجب دے رہی ہے۔ ہزاروں آدمیوں کا کشت و خون ہو رہا ہے سلاطین یورپ سلطان کو الگ دھکی دے رہے ہیں کہ نظمی جلد دور کی جائے۔

۱۷ ستمبر ۱۹۰۳ء - آج کل یورپ میں باہم سلاطین میں انواع واقسام کے نزاعات پیدا ہیں اور عموماً سلطان ترکی کو دبا رہے ہیں اور کوئی شک نہیں کہ وہ بتیس دانتوں میں ایک زبان ہے۔

جنگ روس و جاپان: ۱۳ فروری ۱۹۰۳ء - ۱۲ فروری سن الیہ کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ۹ فروری ۱۹۰۳ء کو بوقت ۱۰ بجے دن مابین روس و جاپان لڑائی شروع ہو گئی اور جاپانی تار پٹہ کشتیوں نے

بمقام پورٹ آرٹھر روسی جہازوں پر حملہ کیا یہ لڑائی دو بڑی سلطنتوں میں شروع ہوئی ہے۔ دیکھیے کیا انجام ہوتا ہے۔
سب سے زیادہ عمر شخص: ۱۲ مارچ ۱۹۰۳ء - دنیا بھر میں سب سے زیادہ سن دراز و عمر شخص ہے
 (ماسکو روس) کا اذکار دوست ہے۔ اس کی عمر ۱۳۶ برس کی ہے اور اس کی بصارت علی حال بھی قائم ہے۔ اس کا باپ ۱۲۰ برس کا ہو کر فوت ہوا تھا۔

آبادی امریکہ: ۱۳ اپریل ۱۹۰۳ء - آج کے اودھاخبار سے واضح ہوا کہ یونائیٹڈ اسٹیٹ آف امریکہ کی مردم شماری جو ۱۹۰۳ء میں ہوئی تھی اس کی تعداد ۷ کروڑ ۹۹ لاکھ ہے۔
جنگ روس و جاپان: ۲۰ اپریل ۱۹۰۳ء - آج کے اخبار میں میں نے پڑھا کہ جاپان کے مرد و عورت دونوں اپنی بہبودی ملک کے عاشق ہیں جس کی تصدیق مضامین ذیل سے ہوتی ہے:

۱- ایک سپاہی لڑائی پر جاتا تھا۔ اس نے اپنے ایک دوست سے جو اسے پہنچانے آیا تھا بیان کیا مجھے ایک روز مرنا ہے پس بہتر ہے کہ ہم اپنے ملک کے لیے مریں۔ اگر میں بستر مرگ بر مروں گا تو کیا خاک میری ماں کو تسلی ہوگی۔
 ۲- ایک عورت نے اپنے بیٹے سے جب وہ لڑائی پر جاتا تھا کہا کہ تم لڑائی پر جاتے ہو پھر گھر کو واپس نہ آنا۔ اگر تم واپس ہوئے تو میں معاف نہ کروں گی۔

۳- قصہ نکاس کی ایک عورت کو جب معلوم ہوا کہ اس کا بیٹا اس بنا پر جنگی خدمت سے معاف کر دیا گیا کہ وہ اکیلا اپنی ماں کا پرورش کرنے والا تھا تو اس نے فوراً خودکشی کر لی اور اس نے ایک خط میں بیان کیا کہ میں نے اس وجہ سے خودکشی کی کہ میرا بیٹا اپنے ملک کے لیے روسیوں سے آزادی کے ساتھ لڑ سکے۔ دم توڑنے کے وقت اس نے وہ خنجر جس سے خودکشی کی تھی اپنے بیٹے کو دے دیا کہ وہ اس کو دشمن کے خلاف کام میں لائے لڑکے نے خنجر سے باندھ لیا اور فوراً جنگ میں شریک ہونے کی درخواست پیش کر دی۔ وہ رے ملک کی ہمدردی جبکہ ایسی ہم قومی و ملک کی ہمدردی ہو تو کیوں نہ اس ملک کے بادشاہ کو پوری کامیابی حاصل ہو سکے۔

یکم جون ۱۹۰۳ء - مابین جاپان اور روسیوں کے ہنوز جنگ جاری ہے۔ دو مقاموں پر سخت لڑائیاں ہوئیں۔ ایک دریائے یلو پر ۶ مئی کو دوسری 'نان شان' پر ۱۵ مئی کو اور ان دونوں جنگوں میں جاپانیوں کو کامیابی حاصل ہوئی 'نیز پورٹ آرٹھر' میں 'نان شان' کی جنگ میں جاپانیوں کو ۳ توپیں کلاہر باقی میدان اور بندوقیں و گولے بارود حاصل ہوئے اور بہت سے روسی گرفتار ہوئے۔

دنیہ کی قومیں: ۲۹ جون ۱۹۰۳ء - فرانس کے ایک پروفیسر کے پاس کل رو سے زمین کی اقوام کے

آرمیوں کے سر موجود ہیں۔ ان کی تعداد ۹۲۰ ہے۔ اس سے صفا سہید ہے کہ تمام دنیا میں ۹۲۰ قومیں آباد ہیں۔

جنگ روس و جاپان: یکم جولائی ۱۹۰۴ء۔ اب تک جس قدر لڑائیاں مابین جاپان و روس ہوئیں ان سب میں جاپانی فتح یا ہونے اور ۲۸ جون کی جنگ میں انھوں نے کئی مقامات پر جاپان کے روسیوں کے مقابلے میں فتح کر لیے۔

۱ ستمبر ۱۹۰۴ء۔ آج کل خوب گھمسان لڑائی مابین جاپان اور روسیوں کے بمقام 'لیونگ' متعلقہ پوریا، (چین) ہو رہی ہے۔ ڈھائی ڈھائی لاکھ فوج و تیرہ سو توپوں دونوں جانب ہیں اور ہزاروں آدمی دونوں طرف مقتول و مجروح ہو رہے ہیں۔ ۲۲ و ۲۸ اگست سن الیہ کے مابین سخت لڑائیاں ہوئیں اور تیسری ستمبر سن الیہ بوقت ۹ بجے صبح کے جاپانیوں نے روسیوں سے 'لیونگ' چھین لیا اور اپنا قبضہ داخل کیا۔ جنرل کروٹین روسیوں کی طرف افسر عالی ہیں اور جنرل گروکے اور جنرل اوکر جاپانیوں کی جانب سے۔

اصطباغ ولی عہد روس: ۲۰ ستمبر ۱۹۰۴ء۔ اودھ اخبار محررہ امر وزہ سے واضح ہوا کہ شہنشاہ روس نے بعد اصطباغ اپنے بیٹے شہنشاہ زادہ کی پیدائش کی یادگار میں اپنے دست مبارک لکھا ہوا حکم مشرعیہ میں خلاصہ لکھا کہ:

- ۱۔ فوج بحری دبستی کو جو بکرار تکاب جرم پیمزائے جسمانی دی جاتی تھی وہ نہ دی جاوے گی، ۲۔ بقایا مال گزاری ٹیکس و محصول معاف کیا گیا۔ ۳۔ پیٹرواز زمانہ قحط کی تقاوی کاشتکاروں کو معاف ہوئی۔ ۴۔ بہت سے جرمائے معاف ہوئے۔ ۵۔ قیدیوں کی سزائیں جو پولیٹیکل قیدی اپنے زمانہ قید میں نیک کردار رہے ان کی سزا ختم ہونے پر انھیں سول اختیارات دیے جائیں۔ ۶۔ جن لوگوں نے قبل پندرہ سال پولیٹیکل جرائم کیے ہیں اور ان کا پتہ نہیں ہے اب ان پر جرم عائد نہ ہوگا۔ ۷۔ جو پولیٹیکل مجرم روس سے بیرونجات کو بھاگ گئے ہیں اگر وہ پھر عادیہ چاہیں تو وزیر داخلہ سے درخواست کریں۔ ۸۔ فن لینڈ کی باقیات مال گزاری ٹیکس بابت ۱۹۰۴ء جو شہنشاہ زادہ کی پیدائش تک ادا نہیں کیے گئے وہ سب معاف کیے گئے اور وہاں کے کاشتکاروں کو جو نقد روپیہ یا غلہ دیا گیا اس میں سے ایک چوتھائی معاف ہوگا۔ ۹۔ موضوعوں اور قصبوں پر اپنی طرف سے لوگ منتخب نہ کرنے کی علت میں جو جرمائے کیا گیا تھا وہ بھی معاف کر دیا گیا۔ ۱۰۔ جو لوگ بغیر منظوری فن لینڈ سے چلے گئے تھے ان کو ایک سال کے اندر واپس آنے کی اجازت دی گئی۔ ۱۱۔ ان میں سے جو لوگ ملازم فوج تھے وہ فوراً واپس آکر حکام فوجی کو رپورٹ کریں۔ ان کو سزا نہ دی جائے گی۔ ۱۲۔ فوجی کاموں سے گریز کرنے کے جرم میں خاندان یہود پر جو جرم مانا ہوا تھا۔ ان کو سزا نہ دی جائے گی۔

معاهدہ تبت و بٹش: ۲۱ ستمبر ۱۹۰۴ء۔ برٹش گورنمنٹ اور تبت کے مابین حسب ذیل عہد نامہ ہوا۔

۱۔ تبت پابند ہوگا کہ مقامات بٹنگ گیا منٹسی اور کٹوک میں بازار قائم کرے۔ ۲۔ تبت نصف ملین اسرٹلنگ تاوان جنگ ادا کرے۔ اس کی سالانہ تین اقساط ہوں گی۔ ۳۔ برٹش فوج وادی چچی پر اس وقت تک رہے گی جب تک کہ تاوان جنگ ادا نہ ہو۔ ۴۔ برٹش گورنمنٹ کی رضامندی کے بغیر کوئی غیر سلطنت تبت کے کسی علاقہ پر قبضہ نہ کریگی نہ کسی سلطنت کو اس کا پتہ دیا جائے گا۔ ۵۔ کوئی غیر سلطنت معاملات تبت میں دست اندازی نہ کرے گی۔ نہ کوئی سرٹاک یا ریلوے یا تار برقی قائم کرے گی اور نہ کوئی کان کھدوائے گی۔

گھڑی کی ایجاد: ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء۔ پٹراہیم نے ۱۵۲۰ء میں گھڑی کی ایجاد کی تھی جس کی یادگار مقام 'ٹورم برگ' میں قائم ہونے والی ہے۔

سلطنت روس: ۲۷ نومبر ۱۹۰۲ء۔ نکولس دوم شہنشاہ حال روس کے زیر حکومت براعظم یورپ کا نصف مشرقی حصہ اور براعظم ایشیا میں نصف سے کچھ کم شمالی حصہ ہے۔ اس وسیع سلطنت کی لمبائی شرقاً غرباً تخمیناً پانچ ہزار میل ہے اور عرض شمالاً جنوباً قریب ایک ہزار تین سو بیس میل کے ہے۔ کل سلطنت کا رقبہ ۸۶ لاکھ مربع میل ہے یعنی کل روئے زمین کا ایک ششم حصہ زیر حکومت شہنشاہ روس ہے۔ آبادی اس عظیم الشان سلطنت کی ۱۲ کروڑ ہے۔ بحالت جنگ بری فوج کی تعداد ۲۵ لاکھ اور سواروں کی تعداد ۲۵ لاکھ ۸ ہزار ہے۔ روسی عموماً بلند قامت مضبوط و جہی ہوئے ہیں۔

شہزادہ کابل: ۲۵ دسمبر ۱۹۰۳ء۔ سردار عنایت اللہ خاں خلیفہ اکبر امیر حبیب اللہ خاں والی کابل براہ لاہور والہ آباد روانہ کلکتہ ہوئے جہاں لارڈ کرزن صاحب وائسرائے ہند سے ۲۷ دسمبر کو ملاقات کریں گے سردار صاحب کی عمر ۱۶ سال ہے اور پانچ سو افغان ان کے ساتھ ہیں اور کل خرچہ ان کی آمد و شد کا گورنمنٹ برداشت کرے گی۔

۵ جنوری ۱۹۰۵ء۔ سردار عنایت اللہ خاں خلیفہ اکبر امیر حبیب اللہ خاں والی کابل ہندوستان سے واپس گئے اور لارڈ کرزن صاحب وائسرائے ہند نے بمقام کلکتہ ان کی بہت خاطر مدارت کی اور گورنمنٹ نے کل صرف ان کی آمد و شد ہندوستان کا اپنے ذمہ برداشت کیا۔

راشچائلڈ: یکم جنوری ۱۹۰۵ء۔ راشچائلڈ انگلستان میں ایک مشہور مہاجن ہے۔ اس کے تمول کو بعض سلطنتیں بھی نہیں پہنچ سکتیں۔ اسکی منٹوں کی آمدنی لاکھوں شمار کی گئی ہے۔ جو نصائح اس نے اپنے خاندان کو کیے ہیں وہ فوراً قابل ہیں۔

۱۔ اپنے کاروبار کے ہر جز پر نہایت احتیاط کے ساتھ غور کرو۔ ۲۔ ہر کام کو بہ مستعدی انجام دو۔ ۳۔ ہر ایک معاملہ کا بعد غور کامل فیصلہ ناطق کرو۔ ۴۔ اس قسم کی کوشش کرتے رہو جو باعث ترقی ہوں۔ ۵۔ جو مصائب نکالیں پیش آویں ان کو صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کرو۔ ۶۔ راست بازی کو مقدم سمجھو۔ ۷۔ تاقیام زندگی ہر کام میں

کوشش وسیع پیمانے پر رہی۔ ۸- کاروباری معاملہ میں ہرگز جھوٹ نہ بولو۔ ۹- لوگوں سے فضول ملاقات نہ کرو۔ ۱۰- اپنا فرض بہ مستعدی ادا کرو۔ ۱۱- اپنے اوقات عمدہ کاموں میں صرف کرو۔ ۱۲- جو امور اتفاقی پیش آئیں ان کا زیادہ مت خیال کرو۔ ۱۳- اپنے متعلقہ کاموں کو نہایت محنت و مستعدی کے ساتھ انجام دو۔

جنگ روس و جاپان : ۱۸ فروری ۱۹۰۵ء - جاپانی روس کو منچوریا میں برابر شکست پر شکست دے رہے ہیں۔ پورٹ آر تھر ان سے چھین لیا اور 'مکڈن' میں بھی شکستیں دے رہے ہیں۔ ادھر سے 'سینٹ پیٹرس برگ'، دار الخلافت روس 'دورسا' و 'طفلس' وغیرہ میں لاکھوں آدمی بلوہ کر رہے ہیں۔ حضرت شہنشاہ روس محل میں چھپے ہیں۔ فوجیں بلوایوں کا مقابلہ کر رہی ہیں جس کی وجہ سے زائد فوجیں واسطے مقابلہ جاپان کے منچوریا نہیں جاسکتی ہیں۔ ۸- فروری ۱۹۰۴ء کو جنگ شروع ہوئی تھی اور ہنوز برابر قائم ہے۔ جنرل اسٹیوئل پورٹ آر تھر سے اس شرط کے ساتھ رہا ہوئے کہ وہ آئندہ کسی جنگ میں جاپانیوں کے مقابلہ میں نہ آئیں گے اور جنرل کروٹکن 'مکڈن' میں شکستیں کھا رہے ہیں جو گورنمنٹ روس سے وعدہ کر کے آئے تھے کہ جاپانیوں کو سمندر میں ڈبو دوں گا۔

۱۶ مارچ ۱۹۰۵ء جاپانیوں نے 'مکڈن' واقع منچوریا کو روسیوں سے چھین لیا۔ اس لڑائی میں دو لاکھ روسی فوج قتل ہوئی اور چار ہزار مقید اور پانچ سو توپیں علاوہ بہت سے سامان رسد وغیرہ کے جاپانیوں کے ہاتھ آئیں۔ جنرل کروٹکن جو جاپانیوں کو شکست دینے کے واسطے روس سے آئے تھے انھوں نے شہنشاہ روس کو درخواست دی ہے کہ ان کی جگہ پر کوئی دوسرا جنرل بھیجا جاوے۔ اب ان کے آرام کرنے کے دن ہیں۔

صلح کابل : ۲۷ مئی ۱۹۰۵ء - آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ سفارت مسٹر ڈین صاحب کابل کو گئی تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شرائط صلح تمام بدستور وہی قائم رہے جو امیر عبدالرحمان خاں مرحوم دانی کابل کے عہد میں طے ہوئے تھے اور امیر حبیب اللہ خاں دانی کابل کو گورنمنٹ ہند نے خطاب عطا کیے: ہر مجبسی خود مختار دولت افغانستان۔

ایک عودت : ۲۱ جولائی ۱۹۰۵ء - شہر کیوبا (امریکہ) میں ایک عورت جس کی عمر ۳۰ سال اور قد ۲۶ انچ کا تھا اس کا نام 'جیکوٹا' ہے۔ حالت نوعمری میں اس کے سونے کے لیے معمولی ڈبے کے برابر پلنگ کافی ہوتا تھا۔ اس عمر میں بھی اس کے پیر آٹھ مہینہ کے اوسط قد کے بچے کے برابر ہیں۔ اگرچہ بہت پستہ قد ہے۔ مگر بدن کے کل عضلہ سڈول ہیں۔ اس کو گانے بجانے کا بہت شوق ہے۔ بائیسکل پر خوب سواری کرتی ہے۔

جہاز پرمتلی : ۲۱ جولائی ۱۹۰۵ء - جہاز کی سواری میں اکثر آدمیوں کو متلی ہوتی ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ ایک آنکھ میں پٹی باندھ لی جاوے تو جلد آرام ہو جاتا ہے (از اودھ اخبار)

صلح روس و جاپان : ۸ ستمبر ۱۹۰۵ء - پورٹسماوتھ واقع امریکہ میں ۵ ستمبر ۱۹۰۵ء کو روسی اور جاپانیوں کے مابین صلح نامہ پر دستخط ہو گئے اور لڑائی ختم ہو گئی۔ شرائط صلح نامہ ۳ ستمبر کی تاریخ میں درج ہیں جو بوجہ طوالت نظر انداز کیے گئے ہائے جاپان میں اخبارات : ۲۸ ستمبر ۱۹۰۵ء - ابتداءً جاپانی اخبار ۱۸۶۲ء میں جاری ہوا تھا جس کو ۲۲ سال کا زمانہ ہوا اور اب جاپان میں ایک ہزار پانچ سو اخبار اور سالے روزانہ نکلتے ہیں۔

متفرقات معلومات : ۳ اکتوبر ۱۹۰۵ء - آئین بنانے کا سب سے بڑا کارخانہ 'برمنگھم' واقع انگلستان میں ہے جہاں ہر روز تعطیل وغیرہ کا زمانہ چھوڑ کر ۳ کروڑ ۷۰ لاکھ آئینیں تیار کی جاتی ہیں۔ نیوزی لینڈ کے جنوب میں جزائر کا ایک مجمع جوسات بہنیں کہلاتی ہے اس میں ہمیشہ بارش ہوا کرتی ہے۔ سمندر کا پانی نہایت ہی مقوی جگر، معدہ و گردہ ہوتا ہے۔

روس میں بغاوت : ۱۸ دسمبر ۱۹۰۵ء - روسی سلطنت کے ہر صوبہ میں غدر و فساد تو ہو ہی رہا تھا اب فوج بحری و برسی نے بھی بغاوت شروع کر دی ہے۔ چنانچہ اخبارات سے واضح ہوتا ہے کہ روسی فوج ہارن نے بھی غدر کر دیا اور شہر مذکور کو لوٹ و جلا کر خاکستر کر دیا۔ یہ بد اقبالی نکوس دویم شہنشاہ روس کی ہے۔

آبادی جرمنی : ۲۲ مارچ ۱۹۰۶ء - سلطنت جرمنی کی آبادی مردم شماری کے لحاظ سے ۶ کروڑ ۶ لاکھ ۵۸۳ ہے۔

اسپین : ۵ جون ۱۹۰۶ء - ۳۱ مئی ۱۹۰۶ء کو شاہ انفانسا اسپین کی شاہزادی 'اینا' (انگلستان سے شادی ہوئی) جب جلیوس گرجا گھر سے ایوان خاص کو چلا تو کسی بد معاش نے ایک گولہ چمک دار فولاد کا پھینکا جو شاہ کے گھوڑوں کے نیچے گر کر پھٹا۔ گاڑی شاہی کے پہیوں کو سخت نقصان پہنچا۔ گھوڑے ہلاک ہو گئے۔ تین افسر سات سپاہی اور پانچ تماشائی ہلاک ہوئے اور ایک سو آدمی سخت مجروح ہوئے۔ تحقیقات ہو رہی ہے۔ شاہ اور ان کی بیگم محفوظ رہیں۔

شہد کی مکھیوں کے چھتے : ۶ نومبر ۱۹۰۶ء - اسپین میں شہد کی مکھیوں کے چھتے سولہ لاکھ تو تے

ہزار تھے۔ ان میں سے ۱۹ ہزار ٹن شہد نکلتا ہے۔ (ازاد دھوا اخبار مورخہ امروزہ)

امیر کابل : ۶ جنوری ۱۹۰۷ء - امیر حبیب اللہ خاں والی کابل بعزم سیاحت ہندوستان ۲ جنوری ۱۹۰۷ء

'لندی کوتل' سرحد ہندوستان میں داخل ہوئے۔ ان کے ہمراہ گیارہ سو آدمی سوار و پیدل ہیں۔ امیر کی بہت خاطر مالدار ہوتی ہے اور جب وہ ۲ جنوری سن الیہ کو داخل پشاور ہوئے تو ان کے قایموں کے پاس اکیس ہزار کی تھیلیاں منجانب گورنمنٹ بطور نذرانہ رکھی گئیں۔ امیر نے قبول کیا۔

وفات شاہ ایران : ۱۱ جنوری ۱۹۰۷ء - ۸ جنوری ۱۹۰۷ء کو وقت ۱۱ بجے رات کو مظفر الدین شاہ بادشاہ ایران نے قضا کی

امیر کابل: ۱۳ جنوری ۱۹۰۷ء۔ امیر حبیب اللہ خاں والی کابل اب بادشاہ قرار دیے گئے ہیں اور ہمارے شہنشاہ نے ان کو خطاب 'ہنر مجسٹری' کا عطا کیا ہے جس کے معنی بادشاہ کے ہیں اور اسی مضمون کا انھوں نے تاریخ بھی بمقام 'اندھی کوتل' دیا تھا جس میں لقب 'ہنر مجسٹری' درج تھا۔ امیر کابل قبل تشریف آوری آگرہ کے اول ۸ جنوری کو بمقام 'سرہند' علاقہ پٹالہ کو اس غرض سے تشریف لے گئے کہ حضرت امام ربانی یعنی مجدد الف ثانی کے مزار پر فاتحہ پڑھیں جو مقام 'سرہند' سے دو میل فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ ایک کابلی بزرگ ہیں جو شہنشاہ اکبر کے عہد سلطنت میں ہندوستان تشریف لائے تھے۔ اولاً ان کی شہنشاہ نے بہت قدر و منزلت کی لیکن وہ مذہب شاہ پر معترض ہوئے تو ان کی وقوت فی الجملہ گھٹ گئی۔ بعد انتقال شہنشاہ اکبر جہانگیر شاہ کا زمانہ آیا تو اراکین سلطنت کی شکایتوں پر پیر صاحب قلعہ گوالیار میں چند سال کے واسطے قید کر دیے گئے۔ پھوڑے عرصہ کے بعد جب سلطنت میں کچھ بے قراری پیدا ہو گئی تو جہانگیر نے نہایت اعزاز کے ساتھ حضرت کو قید سے رہائی دے کر اپنے پاس بلالیا اور خود بھی مرید ہو گئے اور تقریباً تیرہ ہزار آدمی اراکین سلطنت میں سے جو مخالف تھے وہ سب کے سب پیر صاحب کے مرید ہو گئے اور ہر ایک حکم ان کا بطیب خاطر بجالایا گیا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے اسی زمانہ میں پیشین گوئی کی تھی کہ آئندہ ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ جب درانی قوم کے افغان تخت کابل پر مسلط ہوں گے۔ چونکہ امیر حبیب اللہ خاں درانی نسل سے ہیں لہذا جب وہ ہندوستان کو تشریف لائے تو انھوں نے حضرت صاحب کے مزار پر جا کر نہایت عقیدت کے ساتھ فاتحہ خوانی فرمائی۔

۱۰ جنوری ۱۹۰۷ء۔ اخباروں سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر حبیب اللہ خاں امیر کابل جو ہندوستان تشریف لائے ہیں منجانب لٹری گورنمنٹ ان کی بہت بڑی خاطر داری اور اعزاز ہو رہا ہے جیسا کہ کسی اور نے کسی اور ان کے مابقی کا نہیں کیا۔ بمقام آگرہ لفٹیننٹ گورنر اضلاع متحدہ آگرہ و اودھ و لارڈ منٹو گورنر جنرل وائسرائے ہند نے بڑی بڑی دعوتیں کیں جس سے امیر بہت خوش ہوئے اور ایک بوٹر کار گارڈی قیمتیں تین ہزار ان کی نذر کی گئی اور لارڈ منٹو نے امیر کو معزز تمغہ پہنایا۔

۱۹ جنوری ۱۹۰۷ء۔ امیر حبیب اللہ خاں کا یادگار حکم: چونکہ نماز عید الاضحیٰ امیر صاحب جامع مسجد دہلی میں پڑھیں گے لہذا دہلی کے مسلمانوں نے چاہا کہ ایک سو گاتیں قربانی کریں۔ جب امیر صاحب کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو انھوں نے حکم دیا کہ ہم ہندوستان کو بنا برسر و تفریح آئے ہیں نہ کسی فریق کے دل دکھانے کو ہم یہی بات جس سے اہل اسلام و اہل ہنود کے اکثر جھگڑے ہوتے ہیں ناپسند کرتے ہیں اور بجائے اس کے اگر مسلمان بکرے

ذبح کریں گے تو باعث ہماری خوشی کا ہوگا۔ چنانچہ اب یہی ہونے والا ہے۔ اہل ہندو اس بات سے بہت خوش ہوئے اور جابجا کو میٹیاں کر کے اظہار خوشی کے تار امیر صاحب کی خدمت میں بکھیر رہے ہیں۔

۲۲ جنوری ۱۹۰۶ء - ۱۶ جنوری کو امیر حبیب اللہ خاں امیر کابل علی گڑھ میں تشریف لائے اور لالہ علی گڑھ کو غور و غوض کے ساتھ دیکھ کر نسبت تعلیم مذہبی کے واقفیت حاصل کی اور خوش ہوئے اور مبلغ بیس ہزار روپے بنا بر اعانت کالج مرحمت فرمائے اور چھ ہزار روپہ سالانہ دینے کا وعدہ کیا۔

۲۹ جنوری ۱۹۰۶ء - ۲۵ جنوری کو امیر حبیب اللہ خاں نے نماز عید الاضحیٰ مسجد عید گاہ دہلی میں پڑھی اور نماز جمعہ جامع مسجد میں ۷۵ ہزار آدمی شریک نماز تھے۔

شاہ ایران: ۲۰ فروری ۱۹۰۶ء - شاہ مظفر الدین متوفی ایران کے بجائے محمد علی مرزا تخت نشین ہوئے۔

امیر کابل: ۱۹ مارچ ۱۹۰۶ء - امیر حبیب اللہ خاں امیر کابل کے ہندوستان میں تشریف لانے سے انفعالت

کے متعصب فرقے بہت ناراض ہوئے ہیں اور جن خاص امور پر اعتراض ہے وہ یہ ہیں کہ امیر نے انگریزی افروں کے ساتھ کھانا کھایا۔ ان سے بہت اظہار دوستی کا کیا۔ یورپین لباس اختیار کیا اور بہت انگریزی چیزیں مول لیں۔ ایک پل کا تمام سامان خرید کیا۔ کلکتہ میں امیر فرامشن ہو گئے۔ جلال آباد کے قریب ضلع لانمان میں ملاؤں کا ایک بہت بڑا جلسہ ہوا اور اشتعال طبع دلانے والی تقریریں کی گئیں اور یہ الزام لگایا گیا کہ امیر نے فرامشن ہو کر اپنا مذہب بدل دیا۔ بعض غالی ملاؤں نے یہ بھی کہا کہ اب وہ ہم پر قابل حکمرانی نہیں۔ اس جلسہ کو سردار عنایت اللہ خاں خلیفہ اکبر امیر حبیب اللہ خاں نے منتشر کر دیا۔

شاہ ایران: ۲۰ مارچ ۱۹۰۶ء - محمد علی شاہ بادشاہ ایران مظفر الدین شاہ مرحوم کے خلیفہ اکبر ہیں۔

جن کی عمر ۳۴ سال ہے۔ ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کی شادی ملکہ جہاں خاتون وزیر جنگ کی بیٹی سے ہوئی۔

شاہ پرتگال: ۷ فروری ۱۹۰۶ء - آج کے روزاودھا اخبار سے معلوم ہوا کہ شاہ کارنور پرتگیز اور

ان کے بیٹے ولی عہد اور ملکہ پرتگیز گاڑی پر سوار جا رہے تھے اور ان کا چھوٹا بیٹا مینول گاڑی پر سوار تھا تو تین شخصوں نے گاڑی پر چڑھ کر لیوے لپنچ سے شاہ اور ولی عہد کو گولیوں سے مار ڈالا صرف ملکہ اور ان کا چھوٹا بیٹا محفوظ رہا۔ قاتل گرفتار ہو کر قتل کیے گئے۔

وزیر اعظم انگلستان: ۱۱ اپریل ۱۹۰۸ء - ۸ اپریل ۱۹۰۸ء کو مسٹر کیمل بیسن نے بوجہ علالت

خود عہدہ وزیر اعظم لندن میں استعفا داخل کر دیا اور جگان کے مسٹر اسکویٹھ وزیر اعظم مقرر ہوئے۔

افغانستان: ۶ جون ۱۹۰۸ء - ہندوؤں کو برٹش گورنمنٹ کی فوج نے گوشمالی واجب دی جس سے

انھوں نے اٹا قبول کی اور جرمانہ بھی ادا کیا۔ جنرل لاکس فوج کے علاوہ تھے جن کی ہڈیاں سے فوج لڑی اور بہت بڑی کامیابی ہوئی۔
سلطان دروم: ۲۶ اگست ۱۹۰۸ء سلطان عبدالحمید خاں نے قسطنطنیہ میں اپنی گورنمنٹ قائم کی
 اگرچہ بعض وزراء اس کے خلاف تھے لیکن سلطان نے اس کی کوئی پروا نہیں کی اور ان کو موقوف کر کے جدید
 وزراء مقرر کیے لیکن عموماً سلطان کی مکمل رعایا نے اظہارِ خوشی کا کیا اور یورپین بادشاہ بھی
 پارلیمنٹ قائم ہونے سے بظاہر رضامند و خوش ہیں۔

عرب میں ریل: یکم ستمبر ۱۹۰۸ء آج کی تاریخ سے مقام دمشق تا مدینہ منورہ ریل جاری ہو گئی۔ اب
 حجاج کو وہاں جانے میں بہت آسانی ہوگی۔ اور اس ریل کے جاری ہونے سے عموماً کل باشندگان ہندوستان
 وغیرہ جہاں مسلمان رہتے ہیں بڑی خوشی اور جشن منائے گئے۔

ایران میں غدس: ۲۰ ستمبر ۱۹۰۸ء اخباروں سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت ایران میں غدس ہو رہا
 ہے۔ بادشاہ ایران آئینی حکومت کو پسند نہیں کرتے اور رعایا اسی کی خواستگار ہے۔ لہذا رعایا اور بادشاہ میں بمقام
 تبریز سخت لڑائی ہوئی اور برابر خونریزی ہو رہی ہے۔ دیکھا چاہیے کہ اس کا کیا انجام ہوتا ہے۔

ترکی میں آئینی حکومت: ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۸ء آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ۲۳ جولائی ۱۹۰۸ء کو
 ترکی میں آئینی حکومت قائم ہوئی اور پارلیمنٹ کا انعقاد ہوا اور باقاعدہ گورنمنٹ قرار دی گئی۔
وفات شاہ چین: ۱۷ نومبر ۱۹۰۸ء آج کے اودھ اخبار سے معلوم ہوا کہ ۱۴ نومبر کو شاہ شاہ
 چین نے اور ۱۵ نومبر کو بیوہ شاہنشاہ چین نے انتقال کیا۔

۲۰ نومبر ۱۹۰۸ء آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۸ء کو پونے دو سالہ فرزند پرنس
 جین شاہنشاہ پرنس جن ریجنٹ سلطنت چین مشہر ہوئے کیونکہ شاہنشاہ اور بیوہ شاہنشاہ بیگم نے ۱۴ نومبر
 سن الیہ کو انتقال کیا تین ہزار برس پہلے جو جو سوم و عمال کیے جاتے تھے وہی شاہنشاہ اور بیگم شاہنشاہ کے وقت عمل آئے۔
ترکی: ۳۱ دسمبر ۱۹۰۸ء سلطان ترکی نے ۱۷ دسمبر ۱۹۰۸ء کو پارلیمنٹ کا افتتاح کیا اور توری
 انتظام کے آغاز سے اپنی مسرت ظاہر کی۔

انگلستان میں برف باری: ۲۴ جنوری ۱۹۰۹ء آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ برطانیہ
 غظمی میں طوفان برف کا ایک تاریخی واقعہ ہے۔ ۱۹ ڈیسمبر تک بستی ہیں۔

ترکی: یکم مئی ۱۹۰۹ء آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ۲۷ اپریل ۱۹۰۹ء کو عبدالحمید خاں سلطانِ روم

حسب فتویٰ شیخ الاسلام تخت سے اتار دیے گئے کہ انھوں نے احکام شرع شریف کے خلاف کیا اور بے گناہوں کا خون بہایا اور رشید آفندی ان کے چھوٹے بھائی کو جن کی عمر ۶۵ سال کی ہے بلقب محمد پنجم تخت نشین کیا۔ سلطان عبدالحمید کی عمر ۶۸ سال کی ہے۔ انھوں نے ۳۳ برس حکومت کی۔ ان کا منشا یہ تھا کہ پارلیمنٹ بھی قائم ہو اور میرا بھی اختیار ہے۔ اس وجہ سے بڑا کشت و خون ہوا۔ سلطان عبدالحمید خاں مع گیارہ بیگمات و دو چھوٹے بیٹوں کے سلوینیکا کو منتقل ہوئے اور بہ حالت جلاوطنی وہیں سکونت گزین ہوں گے۔ ۲۹ اپریل کو سلوینیکا بھیجے گئے۔

یکم جون ۱۹۰۹ء - ۲۰ جون ۱۹۰۹ء سلطان عبدالحمید کی ذاتی دولت پانچ کروڑ پونڈ ہے جو معرض ضبطی میں آوے گی اور مصارف سلطنت میں صرف ہوگی۔

ایران: ۲۱ جولائی ۱۹۰۹ء - ۱۷ جولائی ۱۹۰۹ء کو شاہزادہ ولی عہد سلطان احمد مرزا فرزند دوم شاہ ایران مشہر ہوئے اور فرزند نیشنلسٹ کے خوف سے جسکے سرگروہ اس خاں ہیں محمد علی شاہ ایران نے روسی سفارت خانہ میں پناہ لی۔

ترکی: ۲۹ جولائی ۱۹۰۹ء۔ سلطنت قسطنطنیہ کی پارلیمنٹ نے چودہ ہزار تین سو پچھتر روپیہ مشاہرہ سلطان معزول عبدالحمید خاں کا مقرر کیا۔

باورچی خانہ شاہ روس: ۱۹ اگست ۱۹۰۹ء شاہنشاہ روس کے باورچی خانہ میں ۴۰ عدد تقریاً کڑاھیاں ہیں جن کی ہر ایک کی قیمت ۴۰ پونڈ ہے۔ شاہنشاہ روس کا میر سامان ایک فرانسیسی شخص ہے جس کے ساتھ مثل ایک شریف آدمی کے برتاؤ کیا جاتا ہے۔ اس کو تلواریا باندھنے کا اختیار ہے۔ اس کی تنخواہ چھ ہزار چار سو پونڈ سالانہ ہے۔ اس کی ماتحتی میں چھ اور آدمی کام کرتے ہیں جن کی تنخواہیں تین ہزار پونڈ سے بارہ ہزار پونڈ سالانہ تک ہے۔

شاہ ایران: ۲۴ نومبر ۱۹۰۹ء - آج کے اودہ اخبار سے واضح ہوا کہ محمد علی شاہ معزول بادشاہ ایران ۶ ستمبر ۱۹۰۹ء کو خارج البلد ہوئے۔

وفات ایڈورڈ ہفتم: ۸ مئی ۱۹۱۰ء - آج کے پانیر سے واضح ہوا کہ ایڈورڈ ہفتم بادشاہ انگلستان اور ہمارے شاہنشاہ معظّم نے ۶ مئی ۱۹۱۰ء کا دن گزار کے رات کو گیارہ بج کے ۳۵ منٹ پر لبارضہ الفلوئز انتقال کیا۔ عمر ۷۰ سال تھی۔ اعلیٰ حضرت کے زمانہ میں قحط و زلزله و طاعون اور ہر قسم کی پریشانیوں زیادہ لاحق رہیں۔

مصارف تدفین شاہان: ۹ اگست ۱۹۱۰ء - آج کے اودہ اخبار سے واضح ہوا کہ شاہنشاہ ایڈورڈ ہفتم وغیرہ کی لاش دفن کرنے میں حسب ذیل خرچ ہوا۔

شاہنشاہ ایڈورڈ - ۴ ہزار پونڈ، ملکہ وکتوریہ - ۲۵ ہزار پونڈ، قیصر جرمنی ولیم - ۵۶ ہزار پونڈ، منجانب

اہل جرمنی و گورنمنٹ جرمنی کی جانب سے ایک لاکھ آسی ہزار پونڈ، ڈیو لوگٹ و لنکٹن۔ ایک لاکھ پونڈ بیلیس کی لاش اٹھانے میں ۵۸ ہزار پونڈ۔
آبادی فیویارک: ۶ ستمبر ۱۹۱۰ء۔ حال میں جو مردم شماری فیویارک میں ہوئی اس کی تعداد ۴۵ لاکھ ۲۶ ہزار
 آٹھ سو تیرا سی ہے۔ دس برس میں ۱۳ لاکھ ۲۹ ہزار ۲۹۱ آدمیوں کا اضافہ ہوا۔

جاپان میں طوفان: ۶ ستمبر ۱۹۱۰ء۔ آج کے اودھ اخبار سے معلوم ہوا کہ ٹوکیو اور اس کے گرد و نواح میں
 جو فی الحال سیلاب آیا تھا اس کے نقصانات جان و مال کا اندازہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ ایک ہزار ایک سو آدمی معقولہ النجری میں ۲۔ ایک لاکھ اکیاون ہزار چھ سو پینتیس مکان سیلاب میں ڈوب
 گئے ۳۔ پینتیس ہزار نو سو ترسٹھ مکان بہہ گئے ۴۔ چار سو ننانوے پل دریاؤں کے کچھ مسمار ہوئے اور چار سو
 اٹھارہ پل بہہ گئے ۵۔ ایک سو پندرہ مکانات کی زمین شق ہو گئی۔

ایران: ۲۲ ستمبر ۱۹۱۰ء۔ سلطان احمد مرزا خلیفہ محمد علی شاہ ایران نے وفات پائی۔

پرتگال: ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۰ء۔ پرتگال میں جمہوری سلطنت قائم ہو گئی اور شاہ... الفانسو جہاڑ
 سوار ہو کر لندن وغیرہ کی طرف جان بچانے کو چلے گئے۔

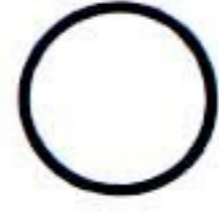
تاج کی قیمت: ۲۸ نومبر ۱۹۱۰ء۔ سمج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ شاہ پرتگال کے تاج کی قیمت
 ۳ کروڑ روپیہ کہی جاتی ہے اور شہنشاہ روس کے تاج کی قیمت ۲ کروڑ روپیہ ہے۔ شہنشاہ جارج پنجم کے تاج
 میں چھوٹے بڑے ۱۳۶۰ سفید ہیرے ہیں اور ۳۷۲ رنگین الماس جڑے ہوئے ہیں۔ چار بڑے موتی ایک لعل
 اور ایک بڑا نیلم لگا ہوا ہے۔ ۱۶ چھوٹے نیلم ۳۶۵ چھوٹے موتی، ۱۸ بڑے مروارید اور چار پنے بھی اس میں لگے ہیں۔
 ... کے تاج کی قیمت کا اندازہ ۲ کروڑ روپیہ کیا جاتا ہے جس میں کوہ نور کی قیمت کا حساب نہیں لگایا گیا ہے۔

ولی عہد جرمنی: یکم جنوری ۱۹۱۱ء۔ آج کل ولی عہد جرمنی ہندوستان کے مشہور شہروں کی سیاحت
 فرما رہے ہیں اور ہماری گورنمنٹ ان کا ہر کام اعزاز و دعوت و تواضع فرما رہی ہے کہ وہ وکٹوریہ انجہانی کے نواسے ہیں۔

آبادی جرمنی: ۲۷ فروری ۱۹۱۱ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ دسمبر ۱۹۱۰ء میں مردم شماری
 ملک جرمنی کی ہوئی تھی اس کی تعداد چھ کروڑ اڑتالیس لاکھ چھیانوے ہزار ہے۔ ۱۹۰۵ء میں مردم شماری ملک
 مذکور کی چھ کروڑ اکتالیس لاکھ تھی۔ اس چار پانچ سال کے عرصہ میں بیالیس لاکھ پچیس ہزار کی زیادتی ہوئی۔

باب چہارم

مقامی حالات کی ترقی و بہتری وغیرہ کے



ربائی ہیضہ: ۲۵ جولائی ۱۸۶۷ء - آج ریڈ صاحب ڈپٹی کمشنر ہروئی وارڈ سندیلہ ہوئے اور انھوں نے حکم قطعی صادر کیا کہ ایک محلہ کا آدمی دوسرے محلہ میں نہ جاوے بلکہ جا بجا راستوں میں پہرے تلنگوں کے مقرر کر دیے اور کیفیت یہ ہے کہ چھپتا آدمی روزمرہ مرتے ہیں۔ انگریزی ڈاکٹر ہروئی سے آیا وہ ہر مریض کو دیکھنے جاتا ہے اور علاج کرتا ہے۔

۲۰ جولائی ۱۸۶۷ء - خلائق سندیلہ شدت و با سے از حد پریشان ہے بعض لوگ بیرونجات کو چلے گئے تقریباً ۲۵ آدمی روز ہیضہ سے مرتے ہیں۔

۲۰ اگست ۱۸۶۷ء - سندیلہ سے اب ہیضہ بالکل دفع ہو گیا اور لغایت ۱ اگست قریب چھ سو آدمیوں کے باشندگان سندیلہ سے نذر ہیضہ ہوئے اکثر ان میں قابل یادگار ہیں۔ بابو جوالا پراد صاحب ہیڈ ماسٹر بسواں کی تحریر سے معلوم ہوا کہ قصبہ خیر آباد میں اس مرتبہ ہیضہ سے ایک ہزار آدمی فوت ہوئے۔

۲۷ اگست ۱۸۶۷ء - آج جناب قاضی وجیہ الدین صاحب نے اعلان کیا کہ عنقریب بلائے آسمانی ہیضہ سے سخت تر آنے والی ہے سب لوگوں کو چاہیے کہ استغفار و توبہ کریں اور خیرا دیوں۔ (یہ بلا نہیں آئی۔ ہاشمی)

رہس: ۲۲ مئی ۱۸۶۸ء - آج شب کو احاطہ لقی میاں میں منشی فضل رسول صاحب نے ناچ رہا کرایا۔ یہیں لکھنؤ سے آیا تھا۔ اخیر شب کے جوگن نے بہت لطف دیا۔ مجمع کثیر تھا۔ ایسا ناچ پہلی مرتبہ میرے ہوش میں ہوا۔

۲۵ مئی ۱۸۶۸ء - اس بات سے مجھے سخت ملال ہوا کہ والد کے سیوم کے روز منشی فضل رسول صاحب کے یہاں ناچ کرایا گیا۔ اگرچہ اس محلہ میں تین دن زیادہ مان دان نہیں ہے لیکن قرابت قریبہ ہرگز مقتضی ایسے جلسہ کی نہ تھی۔

مردم شماری: ۳ اکتوبر ۱۸۶۸ء - تمام ہندوستان میں مردم شماری ہونے والی ہے۔ سندیلہ کے ایک محلہ کا آدمی شماری محمد کریم خاں تحصیلدار نے مجھے تفویض کیا۔

۱۶ اکتوبر ۱۸۶۸ء - آج بزخانہ شماری قصبہ سندیلہ میں دینا شروع ہوئے اکثر رئیس سندیلہ اس کام کو انجام دے رہے ہیں۔

رہس: ۱۹ دسمبر ۱۸۶۸ء - آج شادی میرا بوالحسن زرنڈ ڈپٹی محمد حسن منڈلی کی تھی جس میں رہس لکھنؤ و رہس

جیو اہرٹوائف سندیلہ سے ناچ وغیرہ میں مقابلہ ہوا۔ رہس سندیلہ کو ترجیح رہی۔

عملیات: ۱۹ اگست ۱۸۶۹ء۔ آج ہری ہر شاہ فقیر اندرائن (سندیلہ) نے حامد حسین کو طلب کیا اور شاہ اندرائن کی قبر کے سامنے انھیں کھڑا کیا۔ کھڑے ہونے کے ساتھ ہی حامد حسین نے غل شور مچایا کہ حسن علی شاہ گویا سو کا ہوں۔ حامد حسین کے بالوں پر عاشق ہو کر سترہ دن سے ان کے ساتھ رہتا ہوں لیکن اب چھوڑتا ہوں ہرگز نہ آؤں گا۔ غرض کہ ہری ہر شاہ نے حامد حسین کے چہرہ پر کچھ پڑھ کر پھونک ڈالی اور حسن علی شاہ چلے گئے اور حامد حسین صحیح و سالم ہو گئے یہ کیفیت میری چشم دید ہے۔ معلوم نہیں کہ کیا اسرار تھا۔

شکار: ۲۲ فروری ۱۸۷۰ء۔ آج سید فضل حسین (ابن سید فضل رسول) لکھنؤ سے آئے ان سے دریافت ہوا کہ شاہزادہ ایڈنبراد اسٹے ٹیکار کے جنگل نیپال کو تشریف لائے۔

وفات علی نقی خاں: ۳۰ نومبر ۱۸۷۱ء۔ نواب علی نقی خاں سابق وزیر اعظم لکھنؤ نے بعارضہ ہیفیڈ نواب محمد لکھنؤ کے مکان پر قضا کی اور لاش ان کی کربلا بھیجی گئی۔

سندیلہ میں ریل: ۱۵ جنوری ۱۸۷۲ء۔ اب انجن ریل مع گاڑیوں معمول کارخانہ سرٹک ریل کا برابر آمد و شد رکھا ہے اور کام تعمیر اسٹیشن سندیلہ بجلت ہو رہا ہے۔ ظن غالب ہے کہ ماہ آئندہ سے ریل سندیلہ سے لکھنؤ تک جاری ہو جائے۔

۲۵ جنوری ۱۸۷۲ء۔ اب ریل گاڑی مسیت (سندیلہ اور ہردوئی کے درمیان ایک اسٹیشن ہاشمی) تک جاتی ہے۔ آج تفریحاً بخوردار مصطفیٰ علی ہمراہ جان علی خدمتگار مسیت تک گئے اور شام کو واپس آئے۔

۲۹ جنوری ۱۸۷۲ء۔ آج بابو ایشور داس اسٹیشن، ماسٹر سندیلہ مقرر ہو کر آئے۔ ستر روپے تنخواہ مقرر ہوئی اور اشتہار دیا کہ یکم فروری سے سندیلہ سے لکھنؤ تک ریل جاری ہوگی اور پانچ آنہ کرایہ دینا پڑے گا۔ ٹھیکہ تعمیر اسٹیشن سندیلہ متعلق حسن علی قصاب کانپور کے ہے۔

یکم فروری ۱۸۷۲ء۔ آج سات بجے سواریاں بندریہ ریل لکھنؤ روانہ ہوئیں۔ دوسری ریل لکھنؤ سے چار بجے آوے گی۔ پانچ آنہ فی کس کرایہ ہے۔

۲ فروری ۱۸۷۲ء۔ آج ٹی فہم الزماں صاحب دہری بشیر الزماں تفریحاً سواری ریل لکھنؤ گئے۔

۴ فروری ۱۸۷۲ء۔ آج منشی امتیاز الزماں خولیش چودھری سرفراز احمد تعلقہ دار مسیح (ضلع بارہ بنکی)

معاپنے چھوٹے بھائی محمد زماں کے تفریحاً سواری ریل سندیلہ کو آئے اور دس روپے بخوردار مصطفیٰ علی کو بطور شیرینی دیے۔

۱۵ جولائی ۱۸۷۲ء۔ آج سندیلہ سے ہردوئی تک ریل جاری ہوئی۔ پانچ آنہ تین پانی محصول مقرر ہوا۔

اسی ریل پر خوردار مصطفیٰ علی میرے پاس 'چونسہ' آئے۔

ایک لڑکا: ۶ اگست ۱۸۷۲ء - شیوچرن عرف بن فرزند کلوتا بابو بودھن پال ڈاکٹر شفا خانہ سندھ آج ہیضہ و بانی میں مبتلا ہوا اور انہی وفات پائی۔ یہ لڑکا نیک بخت تھا۔ عربی، فارسی، انگریزی میں اچھی لیاقت پیدا کی تھی سب لوگوں کو اسکے انتقال کا افسوس ہوا۔ ڈاکٹر دھن پال نے اس کی قبر اپنے باغ منصوبہ میں پختہ بنوائی۔

اولاد میر قاسم علی: ۲ اکتوبر ۱۸۷۲ء - آج میر قاسم علی سو دگنے بے عارضہ پیرانہ سالی انتقال کیا۔ مرنے کے بعد اولاد کی طرف سے خوش نصیب تھے اور جب ان کے اولاد ہوئی تو دو لڑکے ایک ساتھ پیدا ہوئے۔ کبھی لڑکا لڑکی اور کبھی دونوں لڑکے۔ ایسا آدمی نگاہ سے کم گزرا ہے۔ اخیر عمر میں منشی فضل رسول صاحب کے وہاں چار روپے ماہواری کے نوکر تھے۔ حساب کھنڈ سار و دیہات کا لکھا کرتے تھے۔

ایک بنگالی: ۱۲ دسمبر ۱۸۷۲ء - آج بضرورت کام ریل 'کانپور گیا۔ بابو کیلاش چندر مکھرجی سے ملاقات ہوئی ان کا قیام کانپور میں رہتا ہے۔ آدمی طویل قامت و فریبہ اندام خلیق ہیں اور تنخواہ ۵۰۰ روپے پلتے ہیں۔ ایسا موٹا تازہ آدمی بنگالیوں میں نے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا ہے۔

عمرس محمد علی شاہ: ۲۴ جنوری ۱۸۷۲ء - آج شب کو عمرس محمد علی شاہ کا حسین آباد (لکھنؤ) میں تھا۔ کرم خاں ملازم حسین آباد کی تحریک سے میں بھی شریک ہوا اور پچھانک حسین آباد پر بیٹھ کر خوب تماشا دیکھا۔ کیفیت روشنی و آتش بازی نہایت درجہ قابل تعریف ہے۔ میں نے جو سامان اس امام باڑہ میں آرائشی دیکھا اس کی کوئی تعریف نہیں ہو سکتی۔ واقعی محمد علی شاہ نہایت عقیل و تجربہ کار و انجام میں بادشاہ تھے ان کی یادگار کسی حالت میں مٹ نہیں سکتی۔

شطر نچ: ۱۶ جنوری ۱۸۷۲ء - آج بابو اگھرناتھ سے دو بازی شطر نچ کی میں نے جیتیں۔ آٹھ سال کے بعد آج شطر نچ کھیلنے کا اتفاق ہوا۔ باوصف کامیابی میں اپنے نفس پر لعنت کرتا تھا کہ کیوں میں تکب ایسے فعل لہو و لعب کا ہوا جو میرے خلاف عادت تھا۔

کینڈی صاحب: یکم فروری ۱۸۷۲ء - کینڈی صاحب نے چہار عدد کتب اردو جو میں نے واسطے

لے چونسہ: تحصیل سندھ میں ایک بڑا گانو ہے جو ریوے اسٹیشن سمیت 'سندیل ہروئی لائن' سے تین میل پر واقع ہے اور مولوی مظہر علی صاحب کے خالوشی سید فضل رسول صاحب کی ملکیت میں تھا۔ مولوی صاحب اس زمانے میں سمیت میں بچہ فراخی ریوے تعینات تھے لیکن رات کو چونسہ میں جا کر ہتھے تھے۔ اسی گانو کے نام سے آم کی مشہور قسم 'چونسہ' مشہور ہے۔ جسے منشی فضل رسول صاحب نے بطور قلم لگایا تھا۔ ہاشمی - ۲ - آتش بازی اور روشنی ہر سال محرم میں اب بھی ہوتی ہے لیکن اسے عرس نہیں کہا جاتا۔ مولوی صاحب کو غلط فہمی ہوئی۔ یہ محمد علی شاہ نہیں محمد علی بادشاہ اودھ تھے۔ ہاشمی

پڑھنے کے دی تھیں بذریعہ چھٹی مجھ کو واپس لیں۔ لکھا کہ مجھ کو کمال افسوس ہے کہ ان کتابوں کے پڑھنے کا مجھے موقع نہیں ملا اور بہت مسکراہٹ گزاری ادا کی۔ سچ یہ ہے کہ کینڈی صاحب کو مجھ سے الفت زیادہ تھی۔ کبھی میرے حالات کا مستفسر نہیں ہوتا تھا۔ مجھے ہر نوع کی آزادی حاصل تھی اور میرے ساتھ ایسی خوش اخلاقی سے پیش آتا تھا کہ اگر انگریز سے ایسی امید نہیں ہو سکتی۔ مجھے کمال افسوس ہے کہ ایسے حاکم مہربان سے علیحدہ ہوتا ہوں۔

ریل شاہ جہاں پور تک: یکم مارچ ۱۸۷۳ء۔ آج لکھنؤ سے شاہ جہاں پور تک ریل جاری ہو گئی ہے۔ منشی فہیم الزماں صاحب واسطے سیر شاہ جہاں پور کی آج دو بجے کی ریل پر تشریف لے گئے۔
تعزیت: ۹ مارچ ۱۸۷۳ء (محرم ۱۲۹۰ھ)۔ آج... کچھ تعزیت دیکھ کر سو رہا۔ شکر و ملازم قاضی وجیہ الدین سے دریافت ہوا کہ اب کے سال ۵۷۳ تعزیت قصبہ ہذا میں رکھے گئے۔

ملازمت ریل: ۱۳ اپریل ۱۸۷۳ء۔ اس مرتبہ جب ریل میں ملازم ہوا ہوں مجھے بالترتیب دوادوش رہتی ہے۔ اگر سواری ریل کی اور بالترتیب نئے لوگوں کا ملاقات ہونے کا موقع نہ ملتا تو شاید نوکری مجھ سے نہ چل سکتی۔
گنگا کا پل: ۱۱ اپریل ۱۸۷۳ء۔ آج میں کانپور گیا اور گھاٹ دریا گنگا پر قیام کیا۔ کام تیاری پل گنگا کا بہت مستعدی سے ہو رہا ہے۔ نیوٹن صاحب انجینیر اس کے مہتمم ہیں۔ بہت سی کوٹھیاں گل چکی ہیں اور متصل جرنیل گنج تعمیر اسٹیشن کی تیاری ہو رہی ہے۔

شاہ تقی علی کا کوردوی: ۱۷ جون ۱۸۷۳ء۔ میں آج شب کو شریک اس شاہ تراب علی صاحب کا کوردوی ہوا۔ منڈولی سے دو کوس کا فاصلہ تکیہ کا کوردوی کا ہے۔ میں نے دو روپے شاہ تقی علی صاحب سے مولوی محمد اکبر صاحب کو نذر دیے اور بارہ بجے رات کو منڈولی واپس آیا۔ شاہ تقی علی صاحب خلیق و مہذب ذی علم اور زاہد ہیں اور اشغال شبانہ روزی نہایت عمدہ ہیں۔ ایسا بزرگ فی الحال اس نواح میں نہیں ہے۔
باون سبھا: ۲۳ اگست ۱۸۷۳ء۔ آج 'منڈولی' میں جلسہ بابو لوگوں نے قرار دیا۔ شب اول میں سورداس نابینا ساکن لکھنؤ نے بہت خوب چکارہ بچایا۔ اس کے بعد ناچ باون سبھا کا ہوا جس سے تمام شب جگنے کا اتفاق ہوا۔ جلسہ عموماً اچھا تھا دو روپہ چندہ کے میں نے بھی دیے

وفات شاہ تقی علی کا کوردوی: ۱۳ ستمبر ۱۸۷۳ء۔ پرسوں شاہ تقی علی صاحب بزرگ کا کوردوی نے ایک بچے دن کو رحلت فرمائی۔ یہ بہت بزرگ شخص تھے۔ اس نواح میں ان کے مانند دوسرا نہیں تھا۔ ذی علم خوش بیان حالات خاندانی سے واقفیت تمام رکھتے تھے۔ بہت بڑے بڑے لوگ کوردوی لکھنؤ و منڈولی

کے انکے مرید تھے۔ وہ فوراً خلاق سے لوگوں کے دلوں کو اپنی جانب جذب کر لیتے تھے۔ سن شریف قریب اسی سال کے ہوگا۔
راجہ فتح چند: ۲۴ اکتوبر ۱۸۷۳ء۔ آج راجہ فتح چند صاحب تعلقہ دار سرولن بڑا گاؤں ضلع
 ہردوئی نے ۷۷ سال انتقال کیا۔ راجہ صاحب بڑے منظم تھے۔ مالگزاری سرکار اور تنخواہ ملازمین بوقت و جوب
 ادا کر دیتے تھے۔ لیکن چونکہ مزاج میں حساست تھی لہذا عموماً ان کے جاننے والے علی الصباح ان کا نام نہیں لیتے
 تھے۔ خزانہ انھوں نے بہت فراہم کیا تھا۔ آخر وقت میں مفلوج و نابینا ہو گئے تھے۔

شب دیگ: ۲۸ دسمبر ۱۸۷۳ء۔ آج منشی فہیم الزماں صاحب نے سرفراز علی رکاب دار لکھنؤ
 سے شب دیگ تیار کر کے بعض مشاہیر اشراف مولانا ہتوانہ کو طلب کر کے دعوت کی۔ واقعی شب دیگ نہایت
 نفیس تیار ہوئی تھی اور یہ امر منشی صاحب کی عالی حوصلگی پر دال ہے کہ بلا کسی خاص وجہ کے ایسا مرن گوارہ
 کر کے ہم لوگوں کو طعم لذیذ سے متلذذ فرماتے ہیں۔

اکرام اللہ خاں: ۱۲ فروری ۱۸۷۳ء۔ منشی الا اللہ خاں صاحب اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر ضلع
 ہردوئی بحصول رخصت دو ماہ بہرہ میں میاں صاحب رئیس بلگرام رازہ حیدر آباد دکن ہوئے۔ سنا گیا ہے کہ وہاں کسی عہد پر عزیمت ہو گئی۔
راجہ گوالیار کی طوائف: ۱۹ مئی ۱۸۷۳ء۔ دریافت ہوا کہ راجہ گوالیار اپنی طوائف چند رہاگا
 کے لینے کے واسطے لکھنؤ آئے تھے جس نے منشی محمد حسین وکیل سے عقد کر لیا ہے۔ رات کے وقت وکیل کے
 مکان پر چڑھ دوڑے۔ وکیل صاحب تو سہاگ گئے تھے مگر چند رہاگا کو گوشمالی معقول دی۔

حاجی وارث علی شاہ: ۲۰ جون ۱۸۷۳ء۔ حاجی وارث علی صاحب سے اسٹیشن لکھنؤ پر
 ملاقات ہوئی۔ ان شاہ صاحب کے بہت لوگ مرید ہیں بلکہ مستورات زیادہ ہیں۔ چودھری امتیاز الزماں
 صاحب کو عقیدت کمال ہے اور ہر مرید کو میں زیادہ ارادت مند پاتا ہوں۔

ایک انگریز انجینیئر: ۱۳ اگست ۱۸۷۳ء۔ کینلس صاحب انجینیئر کا کوری اکثر کانپور بہ جلسہ
 نازیناں رہا کرتے ہیں۔ شاید عنقریب کسی اس کو پسند کر کے شادی کریں گے۔ جس کی وجہ سے اکثر کاغذات
 بلادستحلی رہتے ہیں اور کوئی کام اجرا نہیں ہوتا۔

ستی: ۷ اپریل ۱۸۷۵ء۔ کل ایک برہمنی موضع رسول پور میں اپنی خاوند کی لاش کے ساتھ
 ستی ہو گئی۔ بدریافت اس حال کے اہلکار فوجداری و تحصیلدار سندیلہ موقع پر پہنچے اور بعد تحقیقت تیس
 آدمیوں کو گرفتار کر کے لائے۔

ایک تکیہ کلام: ۱۹ نومبر ۱۸۷۵ء۔ یعقوب خاں سابق کیدان عہد شاہی رئیس 'مرزا گنج' نے قضا کی۔ ان کا عہد شاہی میں بہت دور دورہ تھا۔ میاں کے سر کی قسم، ان کا تکیہ کلام تھا۔ حساب اہل محض تھے لیکن آدمی خوش نصیب تھے۔ لعمر ۶۵ سال قضا کی۔

جلوس شاہزادہ ویلس: ۶ جنوری ۱۸۷۶ء۔ آج میں لکھنؤ گیا۔ قیصر باغ میں مقیم ہوا۔ شام کو سواری شاہزادہ ویلس بہادر ولی عہد ملکہ وکٹوریہ معاہدہ کی۔ شاہزادہ صاحب بگھی چواسپہر سوار تھے۔ ہزار ہا خلقت تماشائی تھی۔ عمر تخمیتاً ۳۵ سال ہوگی۔

۷۔ جنوری ۱۸۷۶ء۔ آج شاہزادہ ویلس قیصر باغ میں ۹ بجے رات کو تشریف لائے۔ منجانب تعلقہ داران اودھ دعوت بارہ درمی قیصر باغ میں ہوئی۔ روشنی و آتش بازی عمدہ تھی۔ ایک تاج مرصع و بکس نقدی وغیرہ قیمتی تین ہزار روپیہ منجانب تعلقہ داران پیش آیا جس کو شاہزادہ صاحب نے منظور و قبول فرمایا۔

مسماۃ علیما: ۲۰ فروری ۱۸۷۶ء۔ میر معصوم علی تھانہ دار سندیلہ نے حسب الحکم رائے شیوسہاے اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر ضلع ہردوئی کے مسماۃ علیما زوجہ محمد اجمل سے دربارہ تکلیف دہی شوہر و خسر کے دریافت کیا۔ مسماۃ مجیب ہوئی کہ میں اصالتاً ڈپٹی صاحب کے اجلاس میں مقدمہ متدائرہ کی پیروی و جواب دہی کروں گی۔ اس حال سے تمام شرفائے سندیلہ کو تاسف ہوا کہ عورت پردہ نشین کو ایسی جرات ہے کہ جس سے بدنامی و ناموسی متصور ہے۔ خدا غارت کرے۔

۲۷ فروری ۱۸۷۶ء۔ آج کل ہر گلی و کوچہ میں تذکرہ مقدمہ مسماۃ علیما النساء و محمد اجمل کا ہوتا ہے اور کمال درجہ فضاحتی ہو رہی ہے۔ یہ مقام کمال عبرت کا ہے جس شخص کا باپ عہدہ صدر اعلیٰ پر بمشاہرہ ۶۰۰ روپیہ ماہواری پر ممتاز ہو اس کی لڑکی بمقابلہ اپنے شوہر کے عداوت میں رو بکاری کرتی پھرے۔

۶ مارچ ۱۸۷۶ء۔ آج مسماۃ علیما النساء کا مقدمہ ہردوئی میں پیش ہوا۔ بیانات قاضی وجیبہ الدین صاحب و قاضی عابد علی و مولوی کریم الزماں تحریر ہوئے۔ حکم تاریخ آئندہ پر سنایا جائے گا۔

۹ مارچ ۱۸۷۶ء۔ مسماۃ علیما النساء کے مقدمہ میں اجلاس رائے شیوسہاے صاحب اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر ضلع ہردوئی سے حکم چلکہ لینے پانچ سو روپیہ کا بیعہ ایک سال محمد اجمل شوہر مدعیہ سے نافذ ہوا۔ اگر ماہانہ سال کے محمد اجمل پھر اپنی زوجہ کو تکلیف دیں گے تو پانچ سو روپیہ تاوان ان کو دینا پڑے گا۔

ریل گاڑی لٹوی: ۲۰ ستمبر ۱۸۷۶ء۔ آج شب کو عجب اتفاق ہوا کہ غفلت رام دین کلید بردار اسٹیشن

سندیل سے سڑک آہنی قینچ مال گاڑی کی کھل رہ گئی اور مسافر گاڑی بیاعت کھلی ہونے قفل قینچ کے اسی سڑک آہنی پیر جس پر مال گاڑی کھڑی تھی چلی آئی اور ایک ضرب شدید مال گاڑی کو دی کہ کل گاڑیاں اس کی اسٹیشن چبوترہ پر چڑھ آئیں اور چند گاڑیاں پٹری سڑک کے نیچے اتر گئیں۔ اس صدمہ سے اکثر مسافر مجروح ہوئے۔ کلید بردار مفور ہو گیا۔ صبح کو بمشکل تمام مسافر گاڑی لکھنؤ کی شاہجہاں پور کو روانہ ہوئی۔ دیکھا چاہیے کہ اس جرم میں کتنے آدمی سزایاب ہوں۔

بہ سلسلہ خطاب ملکہ: ۳ جنوری ۱۸۷۷ء۔ آج منجانب سرکار پنڈت بشمبھرناتھ تحصیلدار سندیل نے رضائی و کتل محتاجوں کو تقسیم کیے اور شب کو مدرسہ سرکاری میں طوائفوں کا ناچ ہوا۔ آتش بازی چھوٹی۔ مبلغ پانچ سو روپیہ بہ سلسلہ خطاب ملکہ معظمہ قیصر ہند تحصیل سندیل میں صرف ہوئے۔

ایک نابینا: ۱۸ فروری ۱۸۷۷ء۔ ایک حافظ نابینا ساکن شہر دہلی وارد مکان منشی عزیز الدین صاحب ہوئے۔ غزل و قصیدہ اساتذہ سلف کے بہت یاد ہیں اور ان کے گلے میں کچھ ایسی تاثیر پیدا ہے کہ دوسرے شخص کی آواز میں اپنی آواز ملا دیتے ہیں۔

چیچک: ۲۲ فروری ۱۸۷۷ء۔ سندیل میں آجکل چیچک کی شدت ہے اکثر لڑکے اس عارض میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ انجہام آشنائی: ۳۰ اپریل ۱۸۷۷ء۔ میر نصرت حسین برادر عابد علی نمبر ۱۱۱ جمکورہ، اور مسماہ تلشیا خاکروب بن زوجہ کالکا خاکروب سندیل سے آشنائی تھی۔ آج میرند کور بنجانہ کالکا خاکروب تلشیا سے ملتفت تھے۔ یہ حالت دیکھ کر خاکروب مذکور کو سخت اشتعال طبع ہوا۔ نامبروہ نے تصدق حسین کو بانک سے مجروح کیا۔ چند زخم چہرہ پر لگے اور اپنی زوجہ تلشیا اور منیا خوشدامن کو جو محرم راز اس واقعہ کی تھی چند زخم کاری لگائے۔ مقدمہ زیر تحقیقات پولیس ہے۔

قلت بارش: ۲ اگست ۱۸۷۷ء۔ جس مقام پر طوائفان سندیلہ علم لے کر کر بلا میں مقیم ہوتی تھیں اور عابار ان رحمت کی کرتی تھیں شب کو کسی شخص نے بھیت کر بلا میں آگ لگا دی اور چند بھیتیں جو ایک دوسرے سے پیوستہ تھیں سوخت ہو گئیں۔ بے چاری طوائفیں بیاعت خوف بحالت سر ایملی بھاگ کر اپنے اپنے گھر آئیں اور امیدواری بارش میں یہ سوختگی نصیب ہوئی۔

لے بھیت اس اونچے ٹیلے کو کہتے ہیں جہاں پان کی کاشت ہوتی ہے یہ ٹیلے عموماً کسی چھوٹے یا بڑے تالاب کے کنارے منتخب کیے جاتے ہیں۔ کر بلا سندیل میں ایک تالاب اس نام سے موسوم ہے جس کے کنارے عشرہ محرم کو تعزیر ذوق کیے جاتے ہیں (ہاشمی)

۸ اگست ۱۸۷۷ء۔ اگرچہ آج چودہ تاریخ ساون کی ہے لیکن بارش اب تک نہیں ہوئی ہے۔ دوپہر کو ہو اگر گرم چلتی ہے اور رات کو ایسی گرمی ہوتی ہے کہ جس کی برداشت نہیں ہو سکتی ہے۔

۱۱ اگست ۱۸۷۷ء۔ اب تک مطلقاً بارش نہیں ہوئی۔ روز بروز زرخ غلہ کا گراں ہوتا جاتا ہے۔ جو خریف کاشتکاروں نے بوئی تھی وہ خشک ہو گئی۔ بظاہر آثار خشک سالی پیدا ہیں۔ خدا اپنا فضل کرے۔

۱۲ اگست ۱۸۷۷ء۔ آج کل ایسی گرمی ہو اور دوپہر کو چلتی ہے جیسے مہینہ بیساکھ یا جیٹھ کا ہو۔ فصل کنوار و اگہن باسٹنا اس کے جو کنویں پر ہے اور سینچی گئی ہے بالکل نیست و نابود ہو گئی ہے۔

یکم اکتوبر ۱۸۷۷ء۔ ہو اگر دس بجے صبح سے ایسی تیز چلتی ہے کہ باہر مکان کے کلنا سخت ناگوار ہوتا ہے اور رات کو مثل چیت و بیساکھ کے سردی ہوتی ہے۔ اس سے اور کبھی بارش کی نسبت مایوسی ہے۔

عرس فضل میاں: ۲۲ اکتوبر ۱۸۷۷ء۔ اس مرتبہ حافظ کرم احمد صاحب کے مکان پر عرس جناب فضل میاں مرحوم و مغفور کا بہت بڑے مجمع کے ساتھ ہوا۔ قوالان خیر آباد و لکھنؤ و سندیلہ حاضر جلسہ تھے اور گانا بھی بہت اچھا ہوا۔ حافظ صاحب جس قدر ندریں اپنے مریدوں سے پاتے ہیں سب قوالوں کو دیریتے ہیں اور خرچہ عرس کا اپنی جیب خاص سے کرتے ہیں۔ واقعی ذات حافظ صاحب نہایت معتنم ہے۔

قحط: ۱۰ فروری ۱۸۷۸ء۔ بفضل یزدال فصل ریح بہت خوب ہے اگر کوئی آفت ارضی و سماوی نازل نہ ہوئی تو فصل کنوار و اگہن کی حالت سقیم بخوبی دفع ہو جائے گی لیکن فی الحال لوگ بھوکوں کے مارے مرے جاتے ہیں۔ اگرچہ رئیسوں قصبہ ہڈانے کچھ روپیہ بطریق چندہ واسطے تقسیم محبتوں کے فراہم کیا ہے جس سے نوپائی یومیہ ہر ایک کو تقسیم ہوتی ہے اور چودھری خصلت حسین و تحصیلدار صاحب سندیلہ اس کے مہتمم ہیں لیکن یہ مقدار بیاعت گراتی غلہ ان کے واسطے ہرگز کافی نہیں ہے۔

۱۳ فروری ۱۸۷۸ء۔ بیاعت گراتی غلہ اعلیٰ و ادنیٰ اسب کو پریشانی ہے۔ اکثر آدمی بوجہ فاقہ کشی پہچانے نہیں جاتے۔ بیاعت ہجوم محتاجین مجھے اپنی نشست گاہ میں بیٹھنا دشوار ہے۔

حافظ شوکت علی: ۱۶ فروری ۱۸۷۸ء۔ آج حافظ شوکت علی صاحب میرے مکان پر تشریف لائے اور ایک قطعہ دستاویز بہ نام مورخہ یکم فروری ۱۸۷۸ء بابت موضع لکرائی، میرے سامنے واسطے گواہی کے پیش کیا میں نے تعمیل حکم کی کی۔ یہ مہینہ حافظ صاحب نے اپنی اہل خانہ مسماۃ اما کو بہ استثناء باغات کے تحریر کیا ہے۔

۱۷ حافظ کرم احمد صاحب کے ایک جدی بزرگ جو بڑے خدارسیدہ تھے (ہاشمی) نے حافظ شوکت علی صاحب سندیلہ مولوی منظر علی کے استاد رہ چکے تھے۔ (ہاشمی)

سید شریف: ۲۹ اگست ۱۸۷۸ء - آج سید شریفی نے طبعاً سجدہ نشین درگاہ حضرت معین الدین چشتی قدس سرہ اجمیری وارد سندیلہ ہوئے اور درگاہ مخدوم صاحب میں قیام کیا اور میرے واسطے ایک تسبیح، ایک شانہ صندل و قدرے خرما و خاک درگاہ مبارک معرفت اپنے خادم کے بھتیجی جس کو میں نے مہترک سمجھ کر لے لیا اور ایک روپیہ ان کی نذر کو دے دیا۔

ٹٹیری: ۱۲ اکتوبر ۱۸۷۸ء - کل سہ پہر کو ٹٹیری بکثرت پورب سے پھم کو گئی۔ شب کو جہاں بسیرا کریگی غالباً فضل کنوار میست و نابود ہو جائے۔

علاقہ فضل رسول: ۲۳ اکتوبر ۱۸۷۸ء - اگرچہ منشی فضل رسول صاحب کا علاقہ کورٹ سے واگزار ہوا ہے لیکن اس کا انتظام کچھا چھا نہیں ہے۔ قواعد مرتب ہوئے ہیں لیکن ان پر عمل نہیں ہوتا ہے بلکہ ان کے خلاف کارروائی ہوتی ہے۔ مجری کو زیادہ زور قوت ہے۔

ٹیکس: ۱۳ فروری ۱۸۷۹ء - آج کل ڈپٹی سید محمد اکبر صاحب ہر دوئی سے وارد سندیلہ ہیں اور تجویز ٹیکس اہل حرفہ پر حلقہ بندی پٹواریوں کی کر رہے ہیں۔ ان کے خوف سے تمام رعایا اندیشہ ناک ہے کہ تجویز ٹیکس سخت کرتے ہیں۔

شکار: ۲۱ فروری ۱۸۷۹ء - نواب غنی بہادر داماد برادر خورد نواب علی نقی خاں بہادر وزیر اعظم واجد علی شاہ لکھنؤ و محمد خاں داروغہ بہ تقریب شکار وارد سندیلہ ہوئے اور میرے مکان پر شب کو قیام کیا اور صبح کو واسطے کھیلنے شکار کے روانہ گھوگیرہ ہوئے۔ میں ان کے کھانے پینے کا وہاں انتظام کر دیا۔ پانچ چھ آدمی ان کے ہمراہ تھے۔

۲۳ فروری ۱۸۷۹ء - نواب غنی بہادر و محمد خاں داروغہ گھوگیرہ سے واپس آئے۔ چند چڑیاں ان کو شکار میں ملیں۔

منشی فہیم الزماں: ۲۷ مارچ ۱۸۷۹ء - منشی فہیم الزماں نے اپنے بیٹے بشیر الزماں کی رفاقت گوارا نہ کر کے ان کو مدرسہ علی گڑھ سے طلب کیا ہے اور بشیر الزماں (داماد) چونکہ بحالت تنہائی وہاں قیام نہیں کر سکتے ہیں اس وجہ سے وہ بھی آویں گے اور لکھنؤ میں تحصیل علم کریں گے۔

یکم مئی ۱۸۷۹ء - کل بشیر الزماں و مشیر الزماں علی گڑھ سے سندیلہ لوٹ آئے اور پڑھنا انگریزی کا چھوڑ دیا۔

اخبار نور الافوار: ۹ جون ۱۸۷۹ء - بمعائنہ اخبار نور الافوار کا پور مورخے جون ۱۸۷۹ء سے معلوم ہوا کہ سال رواں سالہائے گزشتہ سے زیادہ خراب ہے۔ ۳ جون کو اتصال مزخ کا زہل کے ساتھ ہوگا جس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ لغایت ۱۲۸۵ فصلی بیماری ہیضہ و وبائی بخار و چیچک عالمگیر ہوگی۔ انسان اور حیوان بکثرت تلف ہوں گے۔

اور ۳ جون کو ایک نیا ستارہ نمایاں ہو گا جو وقت ولادت حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے ظاہر ہوا تھا۔ روشنی اس کی ستارہ زہرہ سے زیادہ منور ہوگی۔ یہ پیشین گوئی کار سپانڈنٹ نورالانوار نے جو صاحب اخبار ریاست پٹیالہ مورخہ ۱۲ مئی ۱۸۷۹ء کے کی ہے۔ دیکھا جاہے کہ اس کا کیا ظہور ہو۔ منشی فضل رسول صاحب کو اس پیشین گوئی کے دیکھنے سے تیز ہوا اور ایک نقل اس کی اپنے پاس رکھ لی ہے۔

کثرتِ اذنبہ: ۱۵ جون ۱۸۷۹ء۔ اکتوبر ۱۸۷۹ء۔ ایک سال انبہ ایسی کثرت سے پیدا ہوا ہے کہ قبل اس کے کسی سال میں اتنا زیادہ اور ازرال فروخت نہ ہوا تھا۔ بالفعل اس کی قیمت ایک پیسہ سیکڑہ ہے۔

وفات قاضی وجیہ الدین: ۱۱ اکتوبر ۱۸۷۹ء۔ آج قاضی وجیہ الدین صاحب نے عارضہ تپ و لرزہ میں بعمر ۷۰ سال قضا کی۔ یہ بہت بزرگ شخص تھے اور ۷۰ سالانہ حافظ امام علی صاحب اپنے مرشد کا کیا کرتے تھے اور چار پانچ دن تک شب و روز جلسہ رہتا تھا اور اکثر کتھک کے لڑکوں کا ناچ ہوتا تھا اور سندیل کے بہت لوگ ان کے مرید تھے۔ ہر جمعہ کو بوقت سپہر قوالوں کا گانا ہوا کرتا تھا۔ قاضی عابد علی صاحب اپنے ناماد و بھانجے سے اخیر وقت تک ان کو ملال رہا۔

میونسپلٹی کے ممبر: ۸ نومبر ۱۸۷۹ء۔ بموجب حکم محررہ ۲۳ اکتوبر ۱۸۷۹ء جناب چیف کمشنر صاحب بہادر اودھ راقم بشمول دیگر ارباب سندیلہ ممبر میونسپل سندیلہ کا مقرر ہوا۔ اسم نویسی درج ذیل ہے۔

”راجہ وزیر چند تعلقہ دار۔ سید فضل حسین تعلقہ دار۔ چودھری خصلت حسین تعلقہ دار۔ منشی مظہر علی۔ لالہ گنگا سہاے لچھن پراساد بزاز۔ لالہ پراساد بزاز۔ منشی عزیز الدین اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پنشن یافتہ شیخ اعظم علی چودھری عبدالباقی“

تابوت کا قضیہ: ۲۲ دسمبر ۱۸۷۹ء۔ سید محمد تقی منصف نے کہ شیعہ مذہب ہیں قصداً کیا کہ تابوت محلہ اشرف

ٹولہ درگاہ حضرت عباس میں لے جائیں جس کو میر شرف علی نے منگل بازار میں تعمیر کیا ہے۔ یہاں پر سید ابوالقاسم و سید فضل حسین و چودھری عبدالباقی و شیخ اعظم علی و حامد حسن و سید محمد تقی وغیرہ اور بہت سے جولاہے کھتی ٹولہ کے آمادہ فوجداری ہوئے اور رپورٹ سٹھانہ میں لکھوائی کہ منصف صاحب خلافت عملد رآمد قدیم کے ہمارے محلہ میں تابوت لے جانا چاہتے ہیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو سخت فوجداری ہوگی۔ تب حسب فہمائش مولوی عبدالقادر صاحب تحصیلدار سندیلہ و حافظ رحیم بخش سٹھانہ دار کے منصف صاحب تابوت کو اشرف محلہ میں نہیں لائے اور درگاہ مخدوم صاحب کے راستہ سے امام باڑہ چودھری تفضل حسین میں لے گئے۔

وفات والدہ امجد خاں: ۱۷ اپریل ۱۸۸۰ء۔ شب کو انجے مردم خانہ محمد علی خاں سابق چکلہ دار

نوابی بغراضہ پیرانہ سالی بمرہ ۹ سال قضا کی۔ ان کو اپنی حیات میں صدقات بیہم لاحق حال ہوئے علی الخصوص
علی امجد خاں ان کے اکلوتے بیٹے کے زمانہ غدر میں مقتول ہونے سے سخت صدمہ پہنچا۔

ایک لطیفہ: ۱۲ مئی ۱۸۸۰ء - احمد رضا خاں صاحب تھانہ دار ہوشناگ آباد ساکن رام پور واسطے
ملاقات مولوی فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی فائز سندیلہ ہوئے اور مکان منشی فضل حسین پر قیام کیا اور مزاحاً
یہ بات کہی کہ اگر مکان منشی صاحب کو بہشت قرار دوں تو ہو سکتا ہے کیونکہ مثل بہشت کے اس مکان میں پاخانہ نہیں ہے۔

عمرس فضل رسول: ۲ و ۳ جولائی ۱۸۸۰ء - آج عرس منشی فضل رسول صاحب مرحوم قبرستان
عمرہ پر قرار پایا۔ اکثر قوال بیرونجات سے آئے تھے۔ اور سید فضل حسین نے بادشاہ پند کشمیری کو بقرار دادیں پلے
یومیہ علاوہ کرایہ ریل و خرچہ خوراک کے لکھنؤ سے بلایا۔ رات کو اس کا جلسہ خوب ہوا۔ مولوی واجد علی
کا کوری سے اور منشی مظفر علی اسیر لکھنؤ سے تشریف لائے تھے چار سو روپیہ کا ایسٹن صوف ہوا۔ کل اہتمام میرے متعلق تھا۔

جائداد اسیر لکھنوی: ۳ ستمبر ۱۸۸۰ء منشی غضنفر علی و افضل علی صاحبزادگان منشی مظفر علی
اسیر واسطے تصفیہ چک ایس پور تحصیل ہردوئی میں ایک اراضی فضل رسول صاحب اور ان کے دوست
اسیر لکھنوی نے مشترکہ طور پر خریدی تھی انتظام اس کا فضل رسول صاحب تعلقہ دار کے سپرد تھا (ہاشمی)
لکھنؤ سے تشریف لائے۔ تمام دن گفتگو ہوتی رہی لیکن کوئی تصفیہ نہیں ہوا۔

۴ اکتوبر ۱۸۸۰ء - حسب طلب منشی سید فضل حسین صاحب لکھنؤ جا کر منشی مظفر علی اسیر سے اس بات
کا فیصلہ کر لیا کہ چک ایس پور بالفعل ان کے قبضے میں ہے اور جب اراضی بنجر کا تردد ہو جائے تو اس وقت
اس کی بابت کوئی فیصلہ ہو اور ان کو نالیش سے باز رکھا۔

نیبتی تال: ۲۳ ستمبر ۱۸۸۰ء - ۱۸ ستمبر سن رواں کو نیبتی تال پہاڑ پر ایسا سیلاب آیا کہ ایک ٹکڑا پہاڑی
کا پھٹ کر گرا جس سے بہت انگریز ہلاک ہوئے اور نیبتی تال والوں کو بہت بڑی مصیبت کا سامنا ہوا۔
پارسی تھیٹر: ۵ اکتوبر ۱۸۸۰ء - شب کو بارہ دری قیصر باغ (لکھنؤ) میں پارسیوں کا تھیٹر ہمراہ
سید فضل حسین صاحب کے معاونہ کیا۔ ٹکٹا درجہ دویم ایک روپیہ کا تھا۔ صبح کو سندیلہ لوٹ آیا۔

بعض لوگوں نے ان کا نام امجد علی خاں لکھا ہے۔ یہ بڑے با اثر اور جری شخص تھے اور بہرائچ کے چکلہ دار بھی تھے۔ غدر ۱۸۵۷ء
میں انگریزوں سے لڑتے ہوئے لکھنؤ میں بمقام عالم باغ مارے گئے۔ جب علی بیگ سردار نے ان ہی کے وہاں
قیام کر کے "شاگرد محبت" لکھی تھی۔ (ہاشمی)

طوائفوں کے تعزیے : ۲۷، ۲۸ دسمبر ۱۸۸۰ء۔ مسماۃ اچھی طوائف سندیلہ نے کہ بالفعل مرزا محمد علی بیگ تعلقہ دار اورنگ آباد (تحصیل سندیلہ) سے علاقہ رکھتی ہے اپنا تعزیہ کمال تنزک و احتشام سے اٹھایا۔ مرزا صاحب کی جانب سے جلوس بہت عمدہ تھے۔ چوہدری دھندھی بردار وغیرہ اورنگ آباد سے آئے تھے۔ مرزا صاحب نے پانچ سو روپیہ اس کام کے واسطے اچھی طوائف بنت گوہر طوائف اشرف ٹولہ کو دیے ہیں۔ اب کی سال بھی محرم سندیلہ میں کمی کے ساتھ ہو رہا ہے۔ اکثر طوائفوں نے بیعت غربت و افلاس کے تعزیہ داری چھوڑ دی ہے۔ لاڈو طوائف جس کا تعزیہ ہر سال دھیم سے اٹھتا تھا اب کی سال اس نے تعزیہ نہیں رکھا۔ صرف محفل عزا پر قناعت کی۔

تعزیہ بسنت : ۲۲ فروری ۱۸۸۱ء۔ دو سال گزشتہ سے وصی علی شاہ صاحب درگاہ بسنت اٹھاتے ہیں جو فیض بخش نجارہ ان کے مرید کے مکان سے اٹھتا ہے جس میں چند گلہ رستہ ہائے رنگارنگ کے ایک طرف گلی میں رکھے ہوتے ہیں اور گاتے بجاتے گشت کرتے ہوئے درگاہ مخدوم صاحب میں لے جاتے ہیں اور کل مریدین کی پوشاک بسنتی ہوتی ہے۔ جب بسنت اندر درگاہ کے پہنچتا ہے تو شاہ صاحب کے مریدوں پر کیفیت طاری ہوتی ہے۔ اس وقت گانا خوب ہوتا ہے۔ بہت سے اہل مذاق شریک ہوتے ہیں۔ مجھے تو کبھی اتفاق جانے کا نہیں ہوا مگر منشی فضل حسین اس مرتبہ شریک ہوئے تھے۔

آتش بازی : ۱۰ مارچ ۱۸۸۱ء۔۔۔ شام کو دریائے گوتمی کے دونوں طرف اور کشتیوں پر نہایت عمدہ روشنی کی گئی اور آتش بازی چھوٹی۔ یہ دونوں چیزیں قابل دید تھیں جس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ اہتمام اس کلچر کی خصلت حسین صاحب تعلقہ ار سندیلہ و سکرٹیری انجن ہند سے متعلق تھا اور چودھری نصرت علی صاحب اسسٹنٹ سکرٹیری کو بہ سن کار گزار بی کام متعلقہ نمائش اجناس گورنمنٹ سے حسب ذیل جلدت عطا ہوا۔
دو سالہ ایک رومال نسالی ایک دوپٹہ بناری ایک چوتھہ پشمینہ ایک جملہ ۵ عدد۔ اور یقین ہے کہ ان کی تنخواہ میں بھی اضافہ ہو۔

نواب نور الحسن خاں : ۱۴ اپریل ۱۸۸۱ء۔ شیخ نور الحسن ولد مولوی نواب صدیق حسن خاں صاحب شوہر تیسبہ بھوپال واسطے بیعت مولوی فضل الرحمن صاحب رکنج مراد آباد معہ مولوی قدرت اللہ سندیلوی وارد مکان منشی سید فضل حسین ہوئے۔

۱۵ اپریل ۱۸۸۱ء۔ نواب نور الحسن خاں صاحب کہ لطن دختر مدار المہام صاحب بھوپال سے ہیں

معہ برادر سید عنایت حسین روانہ مراد آباد ہوئے اور مولوی فضل الرحمن صاحب کی بیعت کی اور سبھائی عنایت حسین صاحب بھی مرید ہوئے۔ واقعی ذات مولوی صاحب اس زمانہ میں بہت غنیمت ہے۔

۱۷ اپریل نواب نور الحسن بعد بیعت مراد آباد سے واپس آئے۔ عمران کی قریب ۷ برس کے ہوگی۔ چونکہ عقد نواب صاحب کا قصبہ فتح پور سہوہ میں قرار پایا تھا وہاں سے مولوی فضل الرحمن صاحب کی بیعت کو چلے آئے۔

۱۸ اپریل برادر سید عنایت حسین صاحب و نواب نور الحسن خاں صاحب مولوی قدرت اللہ روانہ بھوپال ہوئے۔ شادیوں کی کثرت: ۱۸ جون ۱۸۸۱ء۔ آج کل سندیلہ میں شادیوں کی کثرت ہے۔ رات ہوئی بارہا تین نکلنے لگیں۔ شاید اب کی سال سال پیوستہ کے مانند زیادہ شادیاں ہوں گی۔

عرس فضل رسول: ۲۰ جون ۱۸۸۱ء۔ شب کو روشنی شب عرس منشی فضل رسول صاحب کے مزار پر ہوئی۔ قوال بیرونجات سے آئے ہیں۔ محفل حال و قال نصف شب تک گرم رہی۔ ضامن علی شاہ لکھنؤ کو کیفیت بہت زور و شور سے آئی جس سے لوگ مخطوط ہوئے۔

بادش میں روزہ: ۳۰ جولائی ۱۸۸۱ء۔ چار دن سے برابر بارش ہوتی ہے اور دن بھر ابر محیط بہ آسمان رہتا ہے۔ اس وجہ روزہ داروں کو چنڈاں روزہ معلوم نہیں ہوتا ہے۔ یہ بھی فضل یزدانی کے باعث ہے۔

تیسری چوری: ۲۰ اگست ۱۸۸۱ء۔ آج کل ایک مقدمہ چوری تیسرا اجلاس منشی فضل حسین صاحب میں چالانی پولیس دائر ہے کہ جس میں مسمی سرفراز علی رئیس زادہ شاہ آباد بھی ماخوذ ہیں۔ اور اکثر تیس قصبہ مذکور مقدمہ مسطورہ کی پیروی کر رہے ہیں۔

پیپر میل لکھنؤ: ۲۷ ستمبر ۱۸۸۱ء۔ بہرہ ای سید فضل حسین کارخانہ کاغذ سازی جو متصل دریائے گومتی لکھنؤ کے ہے آج جاگرمعائنہ کیا۔ واقعی بہت بڑا کارخانہ ہے۔ جس میں صد ہا آدمی ملازم ہیں اور دو انگریز بھی توکر ہیں۔ بالفعل چھوٹی کل سے کاغذ بنتا ہے اور بڑی کل مرتب ہو رہی ہے۔

مقدمہ جاغدا: ۱۵ ستمبر لکھنؤ: ۱۷ نومبر ۱۸۸۱ء۔ سید افضل علی ولد منشی مظفر علی اسیر لکھنوی نے بابت مداخلت منیجر اراضی افضل پور واقع گرنٹ الیس آباد تحصیل بہرہ دوئی (بمقابلہ منشی سید فضل حسین تعلقہ دار نالش حسب دفعہ ۱۰۲ ایکٹ لگان تحصیل بہرہ دوئی میں دائر کی اور مولوی ابوالحسن تحصیلدار بہرہ دوئی نے ان کو ڈگری عطا فرمائی۔ اب فکر نظرتانی عدالت جوڈیشی میں، جس کی منشی کالی پرشاد صاحب سے رائے لی جائے گی۔

تعزیه: ۱۵ اسی: ۲۸ نومبر ۱۸۸۱ء۔ ۵ محرم ۱۲۹۹ھ۔ آج نصیباً طوائف کا تعزیه بڑی دھوم دھام سے

اٹھا۔ چودھری خصلت حسین صاحب رئیس اعظم قصبہ ہذا اور دیگر روسائے عزیز کے ساتھ تھے۔
۲۹ نومبر۔ آج شب کو حسب معمول قدیم امام بارگاہ شاہ اور میر قاسم علی میں جا کر شریک ہوا۔ اور
گزشتہ شب کو چودھری صاحب کے یہاں گیا تھا۔

۳ دسمبر۔ شکر و قدرت گار قاضی عابد علی صاحب سے معلوم ہوا کہ اب کے سال ۱۴۰۰ تعزیرے
سندیلہ خاص میں رکھے گئے۔ یہ شخص رات بھر تعزیریوں کی زیارت کرتا ہے اور کوئی تعزیرہ اس کے
شمار سے نہیں چھوڑتا ہے اور صبح کو مجھے تعداد سے مطلع کرتا ہے۔

کمیٹی تعلقہ داران اودھ: ۳۰ دسمبر ۱۸۸۱ء۔ کمیٹی تعلقہ داران آج بارہ دری قیصر باغ میں
شریک ہوا۔ مرزا محمد علی بیگ تعلقہ دار اور نگ آباد (سندیلہ) ورگھو بردیا ل سیٹھ تعلقہ دار، معز الدین پور بسواں
سے ملاقات ہوئی یہ دونوں شخص بہت اشفاق سے پیش آئے۔ ۱۸۲۳ء میں یہ دونوں صاحب میر مدد سہیتاپور میں ہم سبق تھے۔

۳۱ دسمبر۔ آج روشنی و آتش بازی بارہ دری قیصر باغ قابل دید تھی اور ایسی چیزیں نمائش گاہ میں
دیکھنے میں آئیں جو کبھی دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ عزیزی بشیر الزماں (خلف فہم الزماں) میر کمرہ قیصر باغ میں مقیم ہیں۔
مرض دق: ۵ جنوری ۱۸۸۲ء۔ قاضی مصمصا علی (منظہر علی صاحب کے ایک خالہ زاد بھائی ہاشمی)

کو باوجودیکہ تیس عورت و شیر خرد بچہ سرطان یعنی لیکرٹے کی استعمال کرائی گئی۔ لیکن حرارت لاحقہ میں کوئی افادہ
نہیں ہے۔ بیسن بہت سے لیکرٹے دریگومتی سے مزکا دیے تھے یہ ایشیا پرانے زمانہ میں مرض دق سے بچنے کے
لیے مفید سمجھی جاتی تھیں۔ ہاشمی۔

مولوی ضامن حسین: ۱۵ جنوری ۱۸۸۲ء۔ آج مولوی ضامن حسین صاحب سٹی مجسٹریٹ دکن
حیدرآباد سے ملاقات ہوئی۔ پانچ سو روپے ماہ سواری کے نوکر ہیں اور آدمی خلیق و لائق ہیں۔ باوجودیکہ میں نے
ان سے عربی پڑھی ہے اور ان کا شاگرد ہوں لیکن نہایت کفایت و کرم سے بوقت ملاقات پیش آتے ہیں۔

وفات منشی عزیز الدین: ۳۱ مئی ۱۸۸۲ء۔ صبح کے چار بجے منشی عزیز الدین صاحب کسٹراسٹنٹ
کمنشنر پنشن یافتہ نے بعارضہ فالج عمر ۶۳ سال میں قضا کی۔ مرحوم اپنے باپ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ باپ شیخ
جمیل الدین تھے جو قبل ولادت بیٹے کے مفقود النجر ہو گئے تھے۔ لہذا مولوی فضل صاحب ماموں حقیقی کے
سایہ عاطفت میں پرورش و تعلیم پائی اور رفتہ رفتہ کسٹراسٹنٹ کمنشنری پر فائز ہوئے۔ زمانہ غدر
کی خیر خواہی سے موضع اولوا تحصیل بلگرام میں ملا اور بعد حصول پنشن مبلغ دو سو چوٹن روپے کے خانہ نشین ہوئے۔

قبل وفات آمدنی جناب مرحوم کی بشمول پنشن چھ سو ماہواری تھی۔ زوجہ اولیٰ کی اولاد قائم نہ رہنے سے عقد ثانی قصبہ 'مسولی' ضلع نواب گنج بارہ بنگلی میں کیا جن سے تین فرزند زینہ اور دو لڑکیاں موجود ہیں۔ آدمی نہایت راست گو، لائق و تجربہ کار تھے۔ اپنی حیات میں کمال عزت و توقیر گورنمنٹ انگلشیہ سے حاصل کی۔

ظہور لکھنوی: ۲۲ اگست ۱۸۸۲ء۔ منشی ظہور الحسن شاعر لکھنؤ کو منشی فضل حسین نے بمشاہرہ مبلغ دس روپیہ ماہواری تو کر رکھا ہے اور شاعر صاحب ان کے واسطے دیوان مرتب کر رہے ہیں۔ کلام اچھا ہوتا ہے۔
مولوی عبدالقادر صاحب: ۵ ستمبر ۱۸۸۲ء۔ جلسہ کمیٹی میونسپل مدرسہ سندیلہ میں منعقد ہوا۔ راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دارو مولوی عبدالقادر صاحب تحصیلدار سندیلہ دربارہ سڑک دین بہت بے لطفی سے گفتگو ہوئی۔ راجہ صاحب نے سخت کلمہ تحصیلدار صاحب کی نسبت کہا اور طیش کھا کر جلسہ کمیٹی سے اٹھ جانے کا قصد کیا لیکن چودھری محمد عظیم صاحب نے ان کو فہمائش کر کے روکا مگر تحصیلدار صاحب نے زبان درازی نہیں کی اور سکوت کیا۔ راجہ درگا پرشاد صاحب نے کمال معذرت اور متعدد اشخاص کو درمیان میں ڈال کر عبدالقادر صاحب سے صفائی حاصل کی۔ راجہ صاحب مغلوب الغیظ ضرور ہیں۔

ڈنگل: یکم نومبر ۱۸۸۲ء۔ آج سپر پھر کو ڈنگل کشتی پہلوانوں کا غلہ کے گودام میں ہوا۔ چار آنہ ایک آنہ اور چھپائی کا ٹکٹ تھا۔ چراغ علی پہلوان اورنگ آباد (تحصیل سندیلہ) و ناقصا پنجابی کی کشتی ہوئی۔ آخرش چراغ زیر ہوا۔
دربار لکھنؤ: ۲۸ نومبر ۱۸۸۲ء۔ شام کی ریل میں واسطے شرکت دربار کے میں لکھنؤ گیا۔ مولوی عبدالقادر صاحب تحصیلدار سندیلہ میر ساتھ ریل میں تھے میں منشی فضل حسین کے پاس قیصر باغ میں ٹھہرا۔
۲۹ نومبر آج گورنر جنرل صاحب (لارڈ رین) نے صبح کے گیارہ بجے دربار فرمایا۔ تعلقہ دارو دیگر رؤساء عظام مشرف بہ زیارت ہوئے۔ اور یہ دربار بارہ دری قیصر باغ میں ہوا۔

۳۰ نومبر۔ شب کو تمام قیصر باغ میں روشنی ہوئی اور جب دس بجے گورنر جنرل صاحب تشریف لائے تو نہایت عمدہ قسم کی آتش بازی چھوٹی میں بھی تعلقہ داروں کے ساتھ اندر بارہ دری کے یہ سب تماشا دیکھ رہا تھا صبح کی ریل میں سندیلہ لوٹ آیا اور کاروبار تعلقہ جلال آباد میں مصروف ہوا۔

شیخ حامد حسن: ۲ جنوری ۱۸۸۳ء۔ شیخ حامد حسن (سید فضل حسین تعلقہ دار کے بہنوئی) نے بخانہ حسین باندی طوائف روزمرہ کا قیام اختیار کیا۔ اس منشی فضل حسین صاحب و دیگر اعزاسسرالی ناراض ہیں۔

لے عبدالمجید دریا بادی صاحب کے والد جو عرصہ تک سندیلہ کے تحصیلدار رہے۔ ہاشمی

فہرست و وڈ دھندگان: ۲۲ مارچ ۱۸۸۲ء۔ بہ استعانت چودھری عبدالباقی فہرست
اسم نویسی رات دھندگان ہر چہار محلہ قصبہ سندیلہ کی مرتب کر کے بخدمت مانک چند قائم مقام تحصیلدار سندیلہ کے
پیش کی جس سے وہ بہت رضامند اور خوش ہوئے۔

شادی الطاف رسول: ۱۹ اکتوبر ۱۸۸۳ء۔ آج صبح کو تقریباً پنجہر خوردار الطاف رسول ولد
سید فضل حسین) قرابائی۔ مجمع بہت کثیر تھا اور بتائے نہایت خوش انتظامی کے ساتھ تقسیم ہوئے۔ کوئی محسوم
نہیں گیا۔ بیرونجات کے لوگ متعدد مکانوں میں فردکش تھے جن کے واسطے ہر قسم کا سامان ضروری مہیا
کیا گیا۔ ہر مہمان کی خبر گیری کے واسطے علیحدہ علیحدہ آدمی مقرر تھے ...

۲۰ اکتوبر۔ ہزار ہا مردمان بیرونجات طوائفان گرد و نواح شادی الطاف رسول میں آئی تھیں اور سب
کو وقت معین پر کھانا اور دیگی اشیلے ضروری پہنچتی تھیں۔ مجھے شب و روز دو گھنٹہ سے زائد آرام کی مہلت
حاصل نہ تھی۔ دو کشمیری مسلمان کھلونا و فضل حسین و ایک انگریزی باجاس میں ۲۲ آدمی تھے اور دو ڈیرہ طوائف مسماۃ
نظیر جان و چھوٹی صاحب لکھنؤ سے آئے تھے اور ایک ڈیرہ کشمیری قصبہ سانڈی، کا بھی تھا۔ برادری تاشہ نوانا
شمار میں آٹھ عدد تھی۔ چھ ہزار بخش مسلمانوں کو علاوہ خوراک ہائے ہنود کے روزمرہ تقسیم ہوتے تھے۔ اشخاص
معزز کی اسم نویسی جو شریک شادی تھی درج ذیل کی جاتی ہے۔ اگرچہ ان کے علاوہ بہت سے زمیندار و غیرہ بھی شریک
تھے جس کی صراحت اس مقام پر لکھنا طوائف سے خالی نہیں اس کے بعد اکیس تعلقہ دار رؤسا اور دکلاہ
کی فہرست ہے جو یہاں حذف کی جاتی ہے۔ (ہاشمی)

۲۲ اکتوبر۔ بارات سید الطاف رسول بہ کمال احتشام دو بجے رات کو روانہ ہوئی۔ سامان آرائش بہت خوب
تھا لیکن انورضاں و ججے ملی کی غفلت بلکہ نمک حرامی سے ہمراہ بارات کے سامان روشنی کا کم تھا۔ ان لوگوں نے خیال
اس کے کہ اس ہجوم میں کون باز پرس کرے گا مزدوران بہت کم فراہم کیے اور ان کی اجرت خود چکھ گئے۔ اس
ان کی نالائقی سے کمال رنج و باعث بے لطفی کا تھا... چار بجے صبح کو بارات منشی شمس الدین کے دروازے پہنچی تو
نوشاہ ہاتھی پر سوار اور ان کے ہر چہار جانب ہاتھیوں کا حلقہ تھا آتش بازی علی حسین و محمد حسین و فرزند علی
آتش بازان لکھنؤ قابل تعریف تھی جس سے عموماً سب لوگ بہت خوش ہوئے۔

۲۳ اکتوبر۔ صبح کو ایک گھڑی دن چڑھے عقرب خوردار الطاف رسول حلف منشی سید فضل حسین تعلقہ دار
'جلال پور، مسماۃ شفیق النساء دختر منشی سید عنایت حسین سے بعض مہر پچیس ہزار کے ہوا۔ منشی شمس الدین صاحب

نانا دولہن کفیل مصارف شادی تھے اور دولہن کے باپ نے کچھ زیور اور سید کرامت حسین چچا نے ایک گھوڑا مزہ زیور
نقرئی اور کچھ ظروف مسی جہیز میں دیے۔ دس بجے دن کے بار آ رخصت ہوئی۔ شام کی ریل میں اکثر مہمان رخصت ہوئے۔
۲۲ تا ۲۴ اکتوبر شادی الطاف رسول میں عموماً انتظام اچھا تھا اور انعام بھی اچھا دیا گیا جس سے نذیل
اور اس کے نواح میں اس شادی کی بہت شہرت و ناموری ہوئی...

منشی شمس الدین صاحب نے میرے انتظام شادی الطاف رسول کی بہت تعریف کی اور نہایت درجہ
میرا شکریہ ادا کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ مجھے تمہارے انتظام کی نسبت ایسی امید ہرگز نہیں تھی...
خدا کا شکر ہے کہ شادی الطاف رسول میں میرے انتظام کی بہت شہرت ہوئی اور ہر شخص میرا نام نیکی سے
لیتا ہے اور جو اندیشہ مجھے حالی خاطر تھا اس کا انجام بفضل نیرداں نیک ہوا۔ منشی شمس الدین صاحب اکسٹرا اسٹنٹ
کمشنر بعد فراغت شادی اپنی نواسی کے روانہ نواب گنج (بارہ بنکی) ہوئے۔

راجہ درگا پور شاہ: ۱۱ فروری ۱۸۸۳ء۔ چونکہ راجہ درگا پور شاہ صاحب کے ساتھ اتفاق نشست
ویکیائی اجلاس پنج میں روزمرہ ہوتا ہے اس وجہ سے ان کی لیاقت کا حال بخوبی منکشف ہوا۔ آدمی نہایت
لائق و فہمیدہ ہیں۔ علم فارسی میں دستگاہ کامل ہے۔ نہایت خوش خط و زود نویس ہیں۔ قانون دانی البتہ کم ہے۔
۲۵ فروری۔ آج راجہ درگا پور شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ چند امور میں مجھ سے مشورت کی اور فرمایا کہ
ہماری اور آپ کی کمیٹی میونسپل سٹیٹ میں ہمیشہ اتفاق رائے ہونا چاہیے۔ جو آپ کو منظور ہوا کرے وہ آپ
پہلے سے کہہ دیں۔ میں اس سے اتفاق کروں گا۔

تین لڑکیوں کا: ۱۲ مارچ ۱۸۸۳ء۔ کل بجانہ ملک مصطفیٰ حسین دوپہر کو فرزند زینہ پیدا ہوا۔ چونکہ لڑکا بعد
تین لڑکیوں کے پیدا ہوا ہے اس وجہ سے عورتیں اس کو تیرا نامزد کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ایسا لڑکا ناقص ہوتا
ہے باپ اس کو نہ دیکھے۔ اس وجہ سے ملک صاحب سخت منزد ہیں اور اپنے گھر نہیں جاتے۔

منشی شمس الدین: ۱۳ اپریل ۱۸۸۳ء۔ شب کو منشی شمس الدین صاحب بحصول پنشن از عہدہ اکسٹرا
اسٹنٹ نواب گنج سے تشریف لائے۔ بانوے روپے ماہوار پنشن مقرر ہوئی۔ بوقت ملاقات کمال عنایت بزرگانہ سے
پیش آئے اور میری تعظیم کی اور فرمایا کہ حسب سفارش فوراً صاحب کمشنر فیض آباد میں ریاست برائے پور میں
یہ عہدہ وزیر خزانہ بہ مشاہرہ تین سو روپیہ ماہوار مقرر ہوا ہوں۔

۱۔ منشی فضل حسین کے چچا۔

بناسی باغ لکھنؤ: ۱۹ اپریل ۱۸۸۲ء بمقام لکھنؤ۔ شام کو بناسی باغ کی میں نے سیر کی۔
 نہایت خوش کیفیت ہے اور سبزہ و گل بوٹے اس کے تازگی بخش ہیں۔ اتفاق سے اس وقت کچھ گوری پلٹن
 گھنکر والی رکڑا کی آئی اور انگریزی باجانہایت عمدہ گت کے ساتھ بیا جس طبیعت نہایت محفوظ ہوئی۔ شام کو نیکو لوٹ آیا۔
 ایک امام باطرہ: ۱۳ مئی ۱۸۸۲ء۔ مرزا محمد علی بیگ تعلقہ دار اورنگ آباد (تحصیل سندیلہ) کو مسماۃ اچھی طوائف
 سندیلہ سے اتحاد ہے لہذا حسب خواہش اس کی مرزا صاحب برف نذر کثیر ایک امام باطرہ طوائف مذکور کے واسطے تکرار کر رہے ہیں جس
 کے مہتمم مولوی محمد امیر الی حسین رئیس منڈی کے ہیں۔ چونکہ اس کی تیاری کا جشن ہوگا۔ اس وجہ سے مرزا صاحب تشریف لائے ہیں۔
 سندیلہ میونسپلٹی: ۹ اکتوبر ۱۸۸۲ء۔ آج کو میٹی لوکل سلف گورنمنٹ کچہری پنچ میں ہوئی۔

بمشورت یک دیگر منظوری عہدہ ہائے ذیل کے استحقاق کے طور پر تجویز ہوئی جس کی رپورٹ صاحب ضلع کو
 بھیج دی گئی اور جس کے مستقل ہونے میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہا۔ مولوی عبدالقادر صاحب تحصیلدار
 (میر مجلس) چودھری محمد عظیم صاحب (نائب میر مجلس) راجہ درگا پرشاد صاحب (نائب میر مجلس) راقم (سکرٹری
 میونسپل)۔ حکم گورنمنٹ مورخہ ۶ اکتوبر ۱۸۸۲ء بدین مضمون موصول ہوا کہ بیس ممبر واسطے کو میٹی میونسپل کے قائم
 ہوئی۔ منجملہ ان کے پندرہ شخص مجوزہ رعایا اور پانچ شخص مقرر کردہ سرکار ہیں اور وہ پانچوں آئیری محسوطہ سندیلہ
 کے جن کا تقریباً گورنمنٹ کرتی رہے گی۔ چودھری محمد عظیم منشی فضل حسین کنور درگا پرشاد کنور وزیر چند، مولوی سید مظہر علی۔

تعزیے: ۲۹ اکتوبر ۱۸۸۲ء۔ آج چند مشہور تعزیے میں نے جا کر دیکھے جو اپنی ساخت میں قابل تعریف
 ہیں: خیراتی و بدل منہیاری، میرناظم علی سوداگر، امانی نوربان، سادھان بھرجی، لال خاں میر قاسم علی سوداگر، واجد علی
 نے ایک تعزیہ ٹین کا تیار کیا جیسا کہ قبل اس کے کبھی نہیں بنا تھا۔

۳۰ اکتوبر شکر و ملازم قاضی عابد علی نے بیان کیا کہ اب کے سال ۵۲۳ تعزیے سندیلہ میں رکھے گئے۔
 مرزا محمد علی بیگ تعلقہ دار اورنگ آباد (تحصیل سندیلہ) ایک تعزیہ (قصبہ بسواں) سے بہ قیمت پچیس روپے اچھی طوائف کو منگوا دیا جو نہایت
 مولوی خلیل الدین: ۲۲ نومبر ۱۸۸۲ء۔ کل مولوی خلیل الدین خلیفہ شیخ امین الدین حقانی مکہ شریف

سے واپس آئے۔ بہ عمر ۲۵ سال وہ عالم و حافظ و حاجی و طبیب ہوئے۔ ایسا لائق آدمی اب اس محلہ میں نہیں ہے۔

ایک شادی: ۱۳ دسمبر ۱۸۸۲ء۔ شب کو نوبے عقد سید نبی احمد خلیفہ مولوی علی احمد وکیل جبل پور
 مسماۃ سید اختر شیخ حامد حسن سے بوجہ ۴۰۰۰ متقال نقرہ کہ مسادوی ایک سو چھپن روپے آٹھ آنے کے ہوتا ہے

لے مولوی مظہر علی کے بھائی۔ (ہاشمی)

مسجد مولوی فضل علی صاحب میں ہوا۔ مولوی مہدی حسن صاحب کی ممانعت سے اندر و باہر نہ تو ڈھول بجی نہ کسی قسم کا گانا ہوا۔ مولوی علی احمد صاحب وکیل نے کھانا اہل برادری کو اچھا تقسیم کیا تھا۔ نان بہت بڑی تھی جہیز عمدہ ملا۔ منشی فضل حسین نے ایک گھوڑا معزز یورنقری جہیز میں دیا۔

مولوی عبدالقادر: ۱۲ مارچ ۱۸۸۵ء۔ مولوی عبدالقادر تحصیل ارسنڈیلہ کی تنخواہ میں مجلس روپے سرکار سے اور اضافہ ہوئے ایک سو پچھتر روپے ماہواری تنخواہ پائیں گے۔

بسمیل خیر آبادی: ۱۹ ستمبر ۱۸۸۵ء۔ محمد حسین خاں بسمیل بعد ملاقات حافظ کرم احمد صاحب خیر آباد تشریف لے گئے۔ یہ وہی بسمیل ہیں جو حافظ صاحب کے قدموں سے جدا نہیں ہوتے تھے اور ہر وقت لباس گروا پہننے رہتے تھے اور خیر آباد سے سندیلہ پا پیادہ آتے تھے۔ اب جب سے ریاست ٹونک میں اپنے باپ کی جگہ وکیل ریاست ہو گئے ہیں حافظ صاحب سے کچھ علاقہ ہی نہیں رہا اور خیر آباد میں آئے تو کبھی سندیلہ نہیں آتے اور جب حافظ صاحب خیر آباد جاتے ہیں تو سولے معمولی دعوت کے نہ وہ خدمت ہے اور نہ وہ اطاعت اور نہ وہ مریدی ہے جس کا ابتدا شور و شغب زیادہ تھا۔

لفٹیننٹ گورنر کی آمد: ۱۹ نومبر ۱۸۸۵ء۔ آج گپسن صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی واسطے انتظام جلسوں وغیرہ تشریف آوری لفظیننٹ گورنر بہادر ہردوئی سے سندیلہ وارد ہوئے اور بہ کمال مستعدی ہر ایک کی دیکھ بھال کی اور مجھ سے بوقت شام کچھری پنج میں دریافت کیا کہ کس قدر مقدمات ۱۸۸۴ء میں دائر و فیصل ہوئے۔ میں نے بیان کیا کہ دو سو پینتیس مقدمے دائر ہوئے۔ ۱۹۰ میں مجرموں کو سزا ہوئی اور ۲۵ مقدمے بذریعہ راضی نامہ و عدم ثبوت جرم کے خارج ہوئے اور کسی کا اپیل نہیں ہوا۔ اس بات سے بہت خوش ہوئے اور کپتان صاحب سے میری تعریف کی۔

۲۰ نومبر ۱۸۸۵ء۔ صبح کے ۸ بجے بذریعہ اسپیشل ٹرین جناب نواب الفرڈ لائل صاحب لفظیننٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی (یعنی یو۔ پی۔ ہاشمی) و چیف کمشنر اور دھ لکھنؤ سے تشریف لائے۔ اسٹیشن سنیلہ پر فریش باناٹی بچھا تھا میں بھی شریک پیشوائی تھا۔ اڈل اپنی قیام آگاہ پر تشریف لے گئے۔ بعد ۱۰ بجے اسکول میں تشریف لائے۔ منی انب میونسپل راجہ درگا پرشاد صاحب نے ایڈرس پڑھا۔ جواب میں کلمات خوش فرمائے اور پنج مجسٹریٹوں کی تعریف کی۔ مدرسہ سرکاری بھی فرس باناٹ وغیرہ سے آراستہ و پیراستہ تھا۔ چودھری محمد عظیم صاحب نے بہت چاہا کہ لفظیننٹ گورنر صاحب بہادر الی کے مکان پر تشریف لے جاویں جس کے واسطے مکان

اپنا بہت آراستہ کیا تھا مگر صاحب ممدوح تشریف نہیں لے گئے اور دو بجے کی ریل میں مراجعت فرمائی۔ بازار بہت خوب آراستہ تھا اور ہر ایک دوکان سفیدی سے پستی ہوئی تھی۔

ڈاکٹر کٹر تجارت و زراعت : ۳ مارچ ۱۸۸۶ء۔ آج مسٹر پچر صاحب اسسٹنٹ ڈاکٹر کٹر تجارت و زراعت سے کہ بہ تقریب دورہ سندیلہ تشریف لائے ہیں میں نے ملاقات کی اور حسب فرمائش ان کی چوڑی لاکھ سا سندیلہ قلم دان و پلنگ پوش سندیلہ کے بنے ہوئے اور آرسی گوپامو کی بنی ہوئی ملاحظہ کرائی اور تھوڑے سے لٹو ٹھکری حلوائی کے ان کو بھیجے جس سے نہایت درجہ خوش ہوئے اور ایک یادداشت مجھ کو لکھ کر بھیج دی کہ جس کے مطابق میکو جولاہے سے میں پلنگ پوش تیار کرا کے عجائب خانہ لکھنؤ کو بھیجوں۔

منشی غضنفر علی : ۳۰ مارچ ۱۸۸۶ء۔ منشی سید غضنفر علی صاحب خلیفہ منشی منظر علی صاحب اسیر سے ان کے مکان پر جا کر ملاقات کی اور مقدمہ گرنٹا ہر دوئی دیر تک بات چیت رہی اور بوقت رخصت ہونے کے منشی صاحب نے اپنے دروازے تک مشالعت کی۔

ہیضہ : ۳ اگست ۱۸۸۶ء۔ سندیلہ علی لکھنؤ اشرا محلہ میں تیرکا ہیضہ پڑھتی جاتی ہے اور بالترتیب دو چار آدمی ضائع ہوئے ہیں۔ ۷ اگست۔ کل شام سے دوشیشہ گلاب اور ایک میسر لوبنجا خرید کر کے الہ بخش خدمت گار کو تفویض بدیں ہڈا کر دیے ہیں کہ جو شخص عارضہ میں مبتلا ہو کر طالب گلاب وغیرہ کا ہو تو فوراً اس کو دیا جاوے۔ چنانچہ اس وقت تک چند آدمی لے جا چکے ہیں۔ اس کے بعد کئی تاریخوں میں ہیضہ سے مرتے والوں کے نام درج کیے ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ بیماری سندیلہ اور اس کے نواح میں بھی پھیل گئی تھی۔ مولوی صاحب کا نواسہ رشید الدین بھی اسی ہیضہ میں ضائع ہوا۔ اور اہل خانہ موصوف اور بڑی بیٹی افضلہ بھی مبتلا سے مرض ہوئی تھیں لیکن نچ گئیں۔ ہاشمی

۱۵ ستمبر۔ شب کو والدہ منشی فضل حسین اور دختر شیخ حامد حسن لکھنؤ سے وارد سندیلہ ہوئیں۔ اب بیماری ہیضہ سندیلہ سے دفع ہوئی۔ اب نہ کوئی بیمار ہوتا ہے نہ ضائع ہوتا ہے۔

بسمل خیر آبادی : ۲۹ نومبر ۱۸۸۶ء۔ سچ ہے کہ حافظ کرم احمد صاحب کو اپنے پیر معشوق علی شاہ صاحب کے عرس میں صرف کرنے سے کوئی آسودگی نہیں ہوتی۔ چنانچہ اس مرتبہ بھی قرض و دام سے روپیہ لے کر عرس شاہ صاحب کیلئے کل خیر آباد کو تشریف لے گئے۔ افسوس ہے کہ محمد حسین بسمل خیر آبادی (مضطر خیر آبادی کے بڑے بھائی۔ ہاشمی) باوجود عمدہ روزگار ہونے کے کوئی استعانت اس میں نہیں کرتے ہیں۔ میں نے اس وجہ سے یہ بات لکھی کہ بسمل صاحب معشوق علی شاہ کے پوتے اور حافظ کرم احمد صاحب کے مرید ہیں۔

برہما میں ملازمت: ۶ فروری ۱۸۸۷ء۔ آج میرے پاس کسی اشتہار ہردوئی سے آئے کہ جس شخص کو ملازمت پولیس برہما کی منظور ہو وہ ہردوئی جائے۔ اس کی تنخواہ چوتن روپے ماہواری سے پچھتر روپے تک ہوگی۔ اور جو شخص زبان برہمی سیکھ لے گا اس کی تنخواہ اس سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔ میں نے اشتہارات جا بجا چسپاں کر دیے۔ جس کو خواہش ہوگی وہ ہردوئی جا کر نوکری حاصل کرے گا۔

حکیم عبدالعزیز دریا بادی: ۷ اپریل ۱۸۸۷ء۔ حکیم عبدالعزیز صاحب برادر چچا زاد مولوی عبدالقادر صاحب تحصیلدار سندیلہ، حسب طلب والدہ منشی فضل حسین واسطے معالجہ کے لکھنؤ سے تشریف لائے اور لہجہ معانہ فیض وقار اور جناب مقدر کے ایک اشرفی نذر میں پیش کی گئی لیکن حکیم صاحب نے میری رشتہ داری کی وجہ سے قبول نہیں کی۔ اور میری کوٹھی دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اب کوئی مکان قصبہ سندیلہ میں ایسا نہ ہوگا۔

ریل سیٹاپور۔ لکھیہ پور: ۲۷ اپریل ۱۸۸۷ء۔ ۱۵ اپریل سے ریل سیٹاپور سے لکھیہ پور تک جاری ہوئی جس کا محمول درجہ ادنیٰ فی کس سوا پانچ آنے قرار پائے گا۔

شادی پوتی اسیر لکھنوی: ۲۰ مئی ۱۸۸۷ء۔ الطاف رسول (پرنسٹی فضل حسین تعلقہ دار) واسطے شرکت تقریب شادی دختر منشی غنیمت علی صاحب حکیم شاعر لکھنوی کے صبح کی ریل سے روانہ لکھنؤ ہوئے اور مبلغ دس روپے نیوٹ کے منجانب منشی فضل حسین بغرض حوالگی شاعر صاحب ان کو دیے گئے۔

حاجی وادت علی: ۲۲ جولائی ۱۸۸۷ء۔ کل حاجی وادت علی شاہ صاحب سندیلہ میں تشریف لائے۔ نانی صاحبہ برنور دار مصطفیٰ علی ان کی مرید ہیں۔ میری کیفیت بے کاری شاہ صاحب سے عرض کی۔ فرمایا خدا اس کا مالک ہے۔

ہیضہ وبائی: یکم اکتوبر ۱۸۸۷ء۔ بالفعل ہیضہ وبائی سندیلہ میں پھر شائع ہوا ہے۔ اکثر علیل اور دو ایک آدمی ضائع بھی ہوئے ہیں (اس کے بعد متعدد تاریخوں میں مرنے والوں کے نام درج ہیں۔ ہاشمی)

لفٹیننٹ گورنر: ۷ نومبر ۱۸۸۷ء۔ سر الفرڈ لایل صاحب لفظینٹ گورنر اضلاع مغربی و شمالی اودھ نے چارج لفظینٹی کا سر آکلینڈ کالون صاحب کو بمقام الہ آباد دیا اور ۲۱ ماہ حال کوروانہ ولایت ہوں گے۔

حکیم بندہ حسن: ۱۵ دسمبر ۱۸۸۷ء۔ کل حکیم بندہ حسن صاحب جو ملازم موروثی چودھری محمد عظیم کے تھے اور بہ ضرورت اداے ایک شہادت کے کانپور گئے تھے وہاں درد قوی لہج اور ضیقہ النفس میں مبتلا ہو کر بمقام کانپور بہر ستر سال وفات پائی۔ جس کے سننے سے نہایت درجہ افسوس ہوا کیونکہ حکیم صاحب کی ذات سندیلہ میں نہایت غنیمت تھی۔ مزاج میں خلق و مروت زیادہ تھی۔ اہالی قصبہ کو ان کی ذات سے بہت فیض تھا اور جو

شخص بلاتا تھا بلا تکلف و خیال غریب و امیر کے تشریف لے جاتے تھے۔ افسوس کہ اب سندیلہ طبیب سے خالی ہو گیا۔ تیس روپے ماہواری علاوہ کھانے کے چودھری صاحب ان کو دیتے تھے اور حکیم صاحب ان کے چھتیس برس کے ملازم تھے اور اہل قصبہ بھی بوقت معالجات ان کی خدمت کیا کرتے تھے۔

کانگریس و اہل اسلام: ۲۱ دسمبر ۱۸۸۷ء محمد باقر خاں صاحب اسٹنٹ کمشنر ہردوئی نے بمقدمہ کانگریس اہل اسلام جو ۲۷، ۲۸ دسمبر سن الیہ کو بمقام لکھنؤ مکان منشی امتیاز علی صاحب وکیل پر منعقد ہوگا۔ مجھ سے سوالات چند متعلقہ طرز و روش اہل اسلام سندیلہ دریافت کیے تھے جس کا جواب میں نے بہ استغانت محمد ذکی (درگاہ) کے لکھ بھیجا۔

نیا گورنر: ۲۲ جنوری ۱۸۸۸ء آج بارہ بجے دن کے سر آکلینڈ کالون صاحب لفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی و چیف کمشنر اودھ کے دربار میں بمقام کیننگ کالج شریک ہوا۔ ڈپٹی کمشنر ان اضلاع نے اپنے اپنے ضلع کے لوگوں کو پیش کیا۔ مجھے ہارس فورڈ ڈپٹی کمشنر ضلع ہردوئی نے اس اعلان کے ساتھ پیش کیا کہ یہ آنریری مگریٹ و سگریٹری میونسپل بورڈ سندیلہ کا ہے۔ ایک اشرفی میں تے نذر دکھلائی۔ ایک بچے لفٹیننٹ گورنر صاحب نے اسپرچ دی اور عطر و پان کے بعد دربار برخواست ہوا۔

تماشا تھیٹر: ۲۹ جنوری ۱۸۸۸ء آج شب کو دائم علی کے تماشے تھیٹر میں ۹ بجے سے دو بجے تک مدرسہ سندیلہ میں شریک رہا۔ ٹکٹ نمبر ایک دو روپے کا لیا تھا اور محمد ذکی کو جو میرے ہمراہ گئے تھے آٹھ آنے کا ٹکٹ لے دیا تھا۔ اور اپنے تین خدمتگاروں کو چھ آنے کے ٹکٹ خرید دیے تھے مگر تاشا اچھا نہ تھا۔ کچھ لطف حال نہیں ہوا۔

منشی شمس الدین: ۳ فروری ۱۸۸۸ء منشی شمس الدین صاحب چالیس سال ہوئے جب وہ ریاست گوالیار میں بہ عہد ملازمت ایک مہاجن کے بارہ سو کے مقروض تھے۔ مہاجن مر گیا تھا۔ اس کے لڑکے کو بلا کر کل قرضہ اس کا ادا کر دیا۔ ایسا کام کسی دوسرے سے نہیں ہو سکتا ہے۔

گل صاحب: ۶ فروری ۱۸۸۸ء آج گل صاحب اسٹنٹ کمشنر ہردوئی سے ملاقات ہوئی آدمی بہت خلیق اور نیک مزاج ہیں اور مقدمات فوجداری میں بہت کم سزا دیتے ہیں۔ ایسا انگریز میری یاد میں کبھی ضلع میں نہیں آیا۔ اگر گل کو بضم میم گل سے تشبیہ دیں تو ہو سکتا ہے۔

عبد القادر صاحب: ۲۵ مارچ ۱۸۸۸ء آج پروانہ تبادلہ مولوی عبدالقادر صاحب تحصیل سندیلہ

سے عبدالماجد دریا بادی صاحب کے والد۔ ہاشمی

از اجلاس صاحب ڈبھی ٹکشنز ہردوئی اس مضمون سے موصول ہوا کہ مولوی عبدالقادر صاحب بلگرام کو اور منشی مقبول احمد صاحب تحصیلدار بلگرام سے سندیلہ کو تبدیل ہوئے یہ خبر سن کر مجھے اور کل اشخاص سندیلہ کو بغایت درجہ ملال ہوا مولوی صاحب نہایت نیک مزاج فہمیدہ اور عقیل تھے تحصیل سندیلہ میں کوئی ان سے ناراض نہیں تھا۔۔۔

تحصیلدار صاحب نے علاوہ نو مہینے قائم مقامی کرنے کے جس کے بعد ہردوئی اپنے عہدہ سرستہ داری پر واپس گئے تھے۔ ۲۹ جون ۱۸۸۱ء کو پھر چارج تحصیلدار کی کا سید محمد صاحب تحصیلدار سے حاصل کیا اور بعد چند روز کے مستقل ہو گئے اور اس وقت تک اسی عہدہ پر ممتاز رہے۔ اس حساب سے چھ سال نو مہینے انھوں نے تحصیلدار کی سندیلہ کی کمال نیک نیتی اور تدبیر کے ساتھ انجام دی اور مجھے ان کی ذات سے ہر طرح کی اعانت ملی اور ملنے کی امید تھی۔ دیکھا چاہیے کہ اب منشی مقبول احمد صاحب سے کس طرح برتاؤ سہوتا ہے۔

۲ اپریل۔ آج مولوی عبدالقادر صاحب تحصیلدار بہ چشم گریاں روانہ بلگرام ہوئے۔ وقت رخصتی اسٹیشن پر ہر قسم کے لوگ مشالیت کو گئے تھے۔ یہ ان کی محض وسعت اخلاق کا نتیجہ تھا۔۔۔

۲۲، ۲۳، ۲۴ اپریل۔ مولوی عبدالقادر صاحب تحصیلدار بلگرام ایک ہفتہ کی رخصت لے کر اس غرض سے وارد سندیلہ ہوئے کہ اپنے قبائل کو دریا بادی پہنچادیں۔

مولوی عبدالقادر صاحب نے اپنے اہل خاندان کے روانہ قصبہ دریا بادی ہوئے۔ ریلوے اسٹیشن پر مجمع رخصتی کثیر تھا۔ افسوس ہے کہ اب ان کا دست سندیلہ آنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

وکٹوریہ ہال ہردوئی: ۱۶ اپریل ۱۸۸۸ء۔ خط ہارس فورڈ صاحب ڈبھی ٹکشنز ہردوئی اس مضمون سے موصول ہوا کہ ۲۱ اپریل سنہ الیکو بنیاد وکٹوریہ ہال ہردوئی کی مسٹریٹورڈ برن صاحب چیف سکریٹری لفٹیننٹ گورنر ڈالیں گے۔ تم بھی اس جلسہ میں شرکت کرو۔

غم مفارقت: ۲۸ مئی ۱۸۸۸ء۔ شب کو دختر لالہ دولت رام جس نے اپنے شوہر منسارام کے غم مفارقت دائمی میں کھانا پینا ترک کر دیا تھا اور یاد شوہر میں کیفیت جنون کی پیدا ہو گئی تھی ان کے رات کو لبرہ اسال فوت ہوئی۔ واقعی اس کو عشق حقیقی تھا اور زمانہ سابق میں ایسی ہی عورتیں سی ہو جاتی تھیں۔

کثرت بارش: ۳۰ اگست ۱۸۸۸ء۔ کل آدھی رات سے بارش بہ شدت ہوئی۔ ایسی اس طرف کتر ہوئی تھی۔ زراعت خراب کو بہت نقصان پہنچا۔ یہ قاعدہ سمرہ ہے کہ سادوں میں ہوا مغربی و بھادوں میں ہوا مشرقی سے بارش ہوتی ہے لیکن اس سال اس کے برعکس ہوا بلظاہر اتارا چھ نہیں ہیں۔ صد ہا مکان خام گر گئے۔۔۔

۲۱ اگست۔ آج بھی تمام روز بارش رہی۔ مکانات خام و پختہ برابر گر رہے ہیں۔ شاید سندلیہ میں کوئی مکان ایسا نہ ہوگا جو ٹپکنے سے محفوظ رہا ہو۔ اور ہنوز کوئی آثار آسمان کھلنے کے نہیں معلوم ہوتے۔ میرے دیہات کمال پور و گھوگرہ میں فصل خریف کو بہت نقصان پہنچا کہ یہ مواضع فی الجملہ نشیب میں واقع ہیں۔

۲۲ ستمبر۔ آج بھی چند مکانات پختہ و خام گر گئے۔ واقعی اس بارش سے تمامی خلائق کو بہت نقصان پہنچا یہ ایک قسم کی آفت ہے جو ہمارے افعال قبیحہ کا نتیجہ ہے۔ پروردگار عالم فضل کرے۔ آثار سال کے بہت خراب ہیں۔

۲۰ ستمبر۔ اس سال اضلاع مغربی و شمالی وادھ و کلکتہ وغیرہ میں ایسی بارش ہوئی کہ سیلاب آگیا۔ اور حیدرآباد میں نازا استسقاہ جمعیت دو دو ہزار کے پڑھی جاتی ہے۔ یہ بھی ایک شانِ خدایہ ہے کہ کہیں ایسی بارش ہو کہ سیلاب آجائے اور پیداوار منقود ہو جائے اور کہیں ایسی کمی ہو کہ خشک سالی سے آثار قحط نمایاں ہوں۔

الفلوٹنز ۱: یکم اکتوبر ۱۸۸۸ء آج کل شکایت تپ و لرزہ کی سندلیہ اور اس کے نواح میں نائڈ ہے۔ اب آدمی بھی ضائع ہونے لگے ہیں۔ (اس کے بعد کی تاریخوں میں متعدد اموات کی خبریں درج کی گئی ہیں۔ ہاشمی۔)

خط جہنم: ۱۵ اکتوبر ۱۸۸۸ء۔ آج کل عجب نیرنگیاں سندلیہ میں وقوع پذیر ہیں کہ جن کا اظہار اس موقع پر بے محل نہ ہوگا۔ منشی... کی عادت ہے کہ بلا وجہ لوگوں کو ستانے و دق کرنے کو اکثر خطوط گننام ان کے نام بھیجا کرتے ہیں بلکہ اکثر اپنے دست و قلم سے لکھا کرتے ہیں جس کا جواب اسی طریقہ سے ان کو وصول ہوا کرتا ہے۔ بقول شخصے چاہ کندرہ راجاہ درپیش۔ چنانچہ کئی روز ہوئے کہ ایک خط منجانب جناب منشی ران کے والد صاحب مرحوم از مقام جہنم بنام (اپنے بیٹے) صاحب اس مضمون کا موصول ہوا کہ "انوں خاں میرے پاس داخل جہنم ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تم لوگوں سے خوش برتاؤ نہیں کرتے اور کل اپنی قصبہ کو اپنا دشمن کر لیا ہے جس سے اس جانب کو سخت طال۔ تا سفا ہے۔ قصد تھا کہ قبر توڑ کر نکل آؤں اور تم کو شمالی مناسب دوں لیکن یہ قانون قدرت کے خلاف ہے اس وجہ سے مجبور رہا۔ اگر تم اپنے طریق و عمل طرز معاشرت درست نہ کرو گے تو دوسرے نہج سے تمہاری تنبیہ و سرکوبی ہوگی یہ خط بدل ان تحریرات کا ہے جو وہ دوسروں کے دل دکھانے کے واسطے بھیجتے ہیں ورنہ اور رئیس بھی سندلیہ میں ہیں ان کے نام کیوں نہیں ایسے خطوط آتے۔ افسوس ہے کہ منشی موصوف نے اپنے وقار اور حرمت کو ایسا بگاڑا ہے کہ ادنیٰ درجہ کے لوگوں کو ان کے نام تحریر آہل و تمغہ بھیجنے کی جرات ہوتی ہے۔ خدا ان کو رائے صائب عطا کرے۔

راجہ محمود آباد: ۶ نومبر ۱۸۸۸ء آج ۱۱ بجے دن کے میں قیصر بان (لکھنؤ) مع بر خور دار مصطفیٰ علی کے گیا۔ اول چودھری نصرت علی صاحب اسسٹنٹ سکرٹری انجن ہند سے ملاقات کی۔ بہت خلو سے پیش آئے

اور میری خواہش پر آمادہ ہوئے کہ راجہ امیر حسن خان صاحب سے دلوانے چھٹی میں سعی ضرور کروں گا۔ چنانچہ بجے راجہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ بہ لطف پیش آئے اور میری درخواست پر جناب ممدوح نے وعدہ کیا کہ میں کسی حاکم کو چھٹی ضرور لکھ دوں گا۔ چونکہ دماغ راجہ صاحب کا باعث لاحق ہو جانے عارضہ جنون کے ہنوز جیسا کہ چاہئے صحیح نہیں ہے اس وجہ سے ان کے حرکات و افعال متغیرانہ حالت میں ہیں جس کا شہ یہ ہے کہ صبح کے تین بجے بعد تناول آرام کرتے ہیں اور بارہ بجے دن کو بیدار ہوتے ہیں۔ اسکے بعد نماز و وظیفہ میں مصروف ہو جاتے ہیں کسی کو نوبت کہ وہ کل ام تین بجے شام تک نہیں پہنچتی ہے۔ کوئی کام خود نہیں دیکھتے۔ ہاں ہوں میں شبانہ روز گزرتا ہے۔ آخر آج ان کے کثرت اور اداسی کوئی موقع مجھے لکھوانے چھٹی مطلوب کا نہیں ملا۔

۷ نومبر۔ بوقت ایک بجے دن کے میں پھر واسطے ملاقات راجہ امیر حسن خاں صاحب بہادر قیصر باغ گیا اور بحسن کوشش چودھری نصرت علی صاحب راجہ صاحب نے واسطے سفارش برخوردار مصطفیٰ اعلیٰ کے ایک چھٹی انگریزی از دست خود بنام بٹس صاحب ڈپٹی کمشنر سیٹاپور کے لکھ دی جس کا یہ مضمون تھا کہ سید مصطفیٰ اعلیٰ نوجوان آدمی میرے ایک دوست کا بیٹا ہے۔ ان کے باپ میرے ساتھ مدرسہ سیٹاپور میں انگریزی پڑھتے تھے مصطفیٰ علی نے امتحان انٹرنس کلکتہ یونیورسٹی کا پاس کیا ہے اور اب درجہ ایل۔ اے۔ میں پڑھتے ہیں۔ یہ شخص تعلق دار سندھیہ کا عزیز ہے۔ بہ عہد شاہی و نیز بوقت تسلط عملداری سرکار انگریزی ان کے مورث اعلیٰ اعلیٰ عہدوں پر ممتاز رہے اور بہت ذی عزت ہیں اس وجہ سے میں سفارش کرتا ہوں کہ آپ براہ عنایت مصطفیٰ اعلیٰ کو کوئی عہدہ ان کی عزت کے موافق عطا کریں گے جس کا میں مشکور ہوں گا۔

بعد واپسی مکان قیام میں نے کل بن۔ ولست جانے برخوردار مذکور کا کر دیا اور مولوی عبدالغنی صاحب وکیل سیٹاپور کے نام خط لکھ دیا کہ اپنے مکان میں برخوردار کا قیام کرادیں اور صاحب ضلع سے ملاقات کرادیں۔

۱۲ نومبر۔ آج چار بجے شام کو برخوردار مصطفیٰ اعلیٰ ضلع سیٹاپور سے واپس آئے معام ہو کہ بٹس صاحب ڈپٹی کمشنر سیٹاپور سے بمقام 'سہولی' ملاقات ہوئی۔ راجہ امیر حسن خاں صاحب کی چھٹی ملاحظہ کر کے فرمایا کہ بالفعل کوئی جگہ خالی نہیں ہے لیکن تمہارا نام امیدواروں میں لکھ لیا گیا۔ بروقت موقع پرورش کی جائے گی چونکہ صاحب بہادر وعدہ کے پکتے ہیں عجب نہیں کہ کسی موقع پر یاد کریں بلکہ برخوردار موصوف سے کہہ دیا ہے کہ کبھی کبھی ملاقات کر جایا کرو۔

انجمن اسلامیہ سندھیہ : ۱۸ نومبر ۱۸۸۸ء - ۳۰ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ - آج جلسہ انجمن اسلامیہ

اشراف ٹولہ سندھیہ بوقت ۹ بجے صبح مدرسہ سرکاری میں قرار پایا۔ ایک سو سے زائد باشندگان سندھیہ کا مجمع تھا۔ منشی

فضل حسین صدر نشین کیسے گئے۔ سید محمود رضا (ولد سید محسن رضا صاحب) امیر حسن، کرامت علی (ولد شیخ سلامت علی صاحب مرحوم) و مولوی حفیظ اللہ مدرس دویم ساکن ساندھی، و مولوی فیاض علی مدرس اول محلہ منڈی نے مناسب وقت ہمدردی و ترقی دین اسلام کے اسپینچیں کیں۔ یہ جلسہ ۳ گھنٹے تک قائم رہا۔ انجمن مذکورہ ۱۳۰۱ھ میں قائم ہوئی ہے۔ خدا برکت دے کہ یہ قائم رہے اور کوئی نفاق باہمی پیدا نہ ہو جائے۔ اس انجمن کی دیکھا دیکھی واجد خاں صاحب نے محلہ ملکانہ میں اور ریاض الدین پٹواری 'مخدوم پورہ' نے محلہ منڈی میں ایک ایک انجمن چنڈہ سے قائم کی ہے۔ اگر ان میں نفاق نہ ہو تو خیر و نفع انجام بخیر نہ ہوگا۔

حافظ کرم احمد : ۱۹ نومبر ۱۸۸۸ء - افسوس ہے کہ آج ایک بچہ ۳ منٹ دن کے جناب حافظ کرم احمد صاحب نے بہ عمر ۶ سال اس دارنا پائدار سے رحلت فرمائی۔ ان کی مفارقت دائمی سے باشندگان سندیلہ کو غموگما اور ان کے اعزاء و مریدین کو خصوصاً از بس صدمہ ہوا۔ جناب مرحوم شیخ صدیقی حافظ محمد حسین صاحب کے بیٹے تھے۔ کتب درس تصوف میں دستگاہ کامل تھی۔ ابتداً بعد تحصیل علم ضروری اضلاع 'للت پور' وغیرہ میں بہ عہدہ ہائے مختلف ملازم سرکار تھے۔ ۱۸۵۵ء و ۱۸۵۶ء میں ضلع 'اورنی' تک متوسط میں سرشتہ دار و موضع 'سراون' میں تھانہ دار رہے۔ زمانہ غدر ۱۸۵۷ء میں سندیلہ تشریف لائے اور بعد رفع غدر و تسلط عملداری برٹش گورنمنٹ ضلع 'ساگر' میں سرشتہ دار بند و بست و پیش کاری وغیرہ عہدہ ہائے مختلف پر ممتاز رہے۔ بعد تکمیل ملازمت ۱۸۷۲ء میں بحصول پنشن تیرہ روپے چار آنے خانہ نشین ہوئے۔ حضرت معشوق علی صاحب خیر آبادی کے مرید تھے اور اس طریقت میں معلومات کامل تھی۔ آپ کے صاحبزادے و زین سندیلہ و خیر آباد، گوپامیو، لکھنؤ، ساگر، بھوپال، ٹونک وغیرہ میں مرید ہیں۔ باوصف قلت مداخلت و حالت توکل اپنے دادا پیر حضرت فضل میاں صاحب قدس اللہ سرہ کاعرس ۱۲ شوال کو بمقام سندیلہ بہت ادھوم دھام سے فرماتے تھے اور ہر سال خیر آباد تشریف لے جا کر ربیع الاول کو اپنے مرشد کاعرس بڑی فیاضی و کشادہ دلی و خوش اعتقادی سے سرانجام دیتے تھے۔ اس مرتبہ علالت درود و مانع عزیمت خیر آباد ہوئی اور عرس آخری سندیلہ میں کیا۔ آپ کو کاشتکاری کا بہت شوق تھا۔ اگرچہ اس سے نفع قلیل حاصل ہوتا۔ بیاعت و وسعت اخلاق و قطری فیاضی و تعلیم علم فقر کے لوگوں کا ہجوم رہتا۔ دوسروں کا نفع اپنے نقصان پر مقدم جانتے۔ کسی سائل کو بے نیل ملامت واپس نہیں کرتے اور اس کے فائدے کو بدل مہر و ہوجاتے۔ کنبہ پروری میں یکتا تھے۔ دوسروں کے انجام مرام میں کسی نہج سے دریغ نہیں فرماتے اور ان کی راحت کو اپنی تکلیف پر ترجیح دیتے۔ ان کی ذات خیر و برکت سے رونق محلہ تھی اور کل اہل سندیلہ ان کا اعزاز کرتے

تھے۔ سخت تاسف ہے کہ آج جناب ممدوح نے باتیں کرتے ہوئے درد صدر میں انتقال فرمایا جو کم و بیش دو ہفتہ سے لاحق تھا اور چھ بجے شام کو اپنے احاطہ نشست گاہ میں مدفون ہوئے۔ چارپانچ سو آدمی تجہیز و تکفین میں شریک تھا۔ جناب مرحوم کے کوئی اولاد نہ تھی۔ صرف ایک لڑکی یادگار چھوڑی جو قبل اس کے لا ولدیہ ہو چکی ہے۔ افسوس صد افسوس کہ آج کے روز سے ان کا نام و نشان بالکل معدوم ہو گیا۔

۲۰ نومبر۔ آج طعام درجہ خانہ جناب حافظ کرم احمد صاحب مرحوم بھیجا۔ چونکہ برخوردار مجتبیٰ علی حافظ صاحب مرحوم کے بہ کمال عقیدت مندی سرید تھے لہذا رحلت فرمائی حافظ صاحب سے ان کو نہایت صدمہ ہوا اور چند گھنٹے اوقات عزینے کے گریہ و زاری میں صرف کیے۔

ایک عقد شرعی : ۱۷ دسمبر ۱۸۸۸ء۔ آج ۹ بجے رات کو عقد شرعی دختران وصی علی شاہ صاحب درگاہ کافرزدان حامد علی و مشرف علی سے ہوا۔ میں بھی شریک رہا۔ محمد ادریس حلف حامد علی کا عقد مسماۃ کنیز فاطمہ اور نبی محمد عرف مسیح اللہ حلف مشرف علی کا مسماۃ اللہ بخشئی سے ہوا۔ ایک ایک ہزار اور ایک ایک روپیہ مہر قرار پایا۔ دس بجے رات کو فراغت ہوئی۔ بونکاح شاہ صاحب اپنے سر پر چکی کے پل رکھ کر اور لڑکیوں کو پا پیادہ لے کر ان کی کسمپرسی پہنچائے۔ لڑکیاں سات سات پیونز کی چادریں اوڑھے تھیں اور پیچاموں میں بھی پیونز لگے تھے۔ ایسے شرعی طریقے سے عقد بندہ میں کبھی نہیں ہوا۔ بروقت رخصتی دو لہن ایک کھرا عظیم تھا۔ کل حاضرین کو رقت تھی۔

اطباءے سندیلہ : ۱۶ دسمبر ۱۸۸۸ء۔ افسوس کہ سندیلہ طبیبوں سے خالی ہو گیا۔ بعد انتقال حکیم بندہ حسن صاحب اب کوئی ایسا نظر نہیں آتا کہ اس سے رجوع کیا جائے اور پھر بعد تشخیص کامل علاج ہو۔ گرچہ حکیم جاوید علی مہتوانہ شاگرد رشید حکیم صاحب مرحوم علاج بتوجہ کرتے ہیں اور بجانب غربان کی نظر زیادہ ہے لیکن جو علمیت اور ریاضت حکیم صاحب کو حاصل تھی وہ کہاں۔ میرے خیال میں اب طب یونانی روز بروز معدوم اور علاج انگریزی کو ترقی ہے غالباً اب عموماً علاج انگریزی ہوا کرے گا۔ اور یونانی مطلقاً منفقود ہو جائے گا۔

منشی امتیاز علی و اکرام اللہ خاں : ۲۴ دسمبر ۱۸۸۸ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار امروزہ سے واضح ہوا کہ منشی امتیاز علی صاحب رئیس کا کوری وکیل عدالت ہائے لکھنؤ ۲۱ ماہ حال کو عازم بھوپال ہوئے اور ۲۲ خواہ ۲۳ دسمبر کو چارج منصب وزارت ریاست مذکورہ سٹروارڈ صاحب مہتمم ریاست سے حاصل کریں گے۔ نسکر ہے کہ ہمارے ہم وطن بھائی کو ایسا اعزاز حاصل ہوا جس سے ہر آئینہ موجب فخر قومی متصور ہے۔ اور اسی پرچے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ محمد اکرام اللہ خاں صاحب بہادر نواب یار جنگ صوبہ دار گلبرگہ (کن) رکن ریاست رام پور

مقرر ہوئے اور شاید یکم جنوری ۱۸۸۹ء کو ریاست مذکور میں فائز ہو کر کنور لطف علی خاں صاحب سے چارج حاصل کریں۔ سنا گیا کہ منشی امتیاز علی صاحب کی دو ہزار پانچ سو روپیہ اور ڈیڑھ لاکھ خاں صاحب کی بارہ سو روپیہ تنخواہ ہوئی۔ صاحب آخر الذکر علاوہ اس تنخواہ کے پانچ سو روپیہ پنشن ماہوار ریاست حیدرآباد سے اور تین سو بیس روپیہ گورنمنٹ انگریزی سے پاتے رہیں گے۔

برادرس خوسرا : ۲۹ دسمبر ۱۸۸۸ء۔ آج شب کو حسب ہدایت سابقہ جناب حافظ کرم احمد صاحب مرحوم شیخ شجاعت حسین و حیدر حسن وغیرہ ساکنان گوپا مسوومریدین حافظ صاحب مرحوم و مغفور نے عزیز سید اطہر علی کو خلیفہ جناب مرحوم کا قبول کیا اور بعد بندش عمامہ خلافت تو الا ان نے مبارک باد گائی اور مریدین نے نذریں پیش کیں۔ چوں کہ اس کارروائی میں عجلت بہت ہوئی اس وجہ سے میں شریک نہ ہو سکا۔ واقعی حافظ صاحب عزیز موصوف سے بیاعت ان کی سلیم الطبعی و شایستگی کے از حد خوش تھے اور علم فقر کی تعلیم بوجہ ان کی حاضر باشی بطور مناسب فرمائی تھی۔ خدا کرے کہ سرانجام اس خلافت کا خوش اسلوبی سے ظہور پذیر ہو۔

انجمن اسلامیہ : ۲۰ دسمبر ۱۸۸۸ء۔ آج ایک بکے دن کے جلسہ انجمن اسلامیہ مدرسہ سندیلہ میں قرار پایا۔ منشی فضل حسین پریسڈنٹ کلیدی تجویز ہوئے اور مولوی علی احمد صاحب نے دربارہ ترقی تعلیم اہل اسلام کے پر جوش اسپچ بیان کی جس سے حاضرین کو ایک نوع کا اثر ہوا۔ بعد مولوی مقیم الدین صاحب عالم پنجابی نے چند آیات قرآنی کا ترجمہ بطور وعظ کے فرمایا اور جلسہ برخاست ہوا۔

گورنر کا دس باس : ۵ فروری ۱۸۸۸ء صبح کی ریل میں جناب سر کلینڈ کالون صاحب بہادر لفٹیننٹ گورنر اضلاع مغربی و شمالی و چیف کمشنر اودھ وارد ہر دوئی ہوئے۔ چار بجے شام کو بمقام وکٹوریہ ہال دربار ہوا۔ چودھری محمد عظیم صاحب نے از جانب وکٹوریہ ہال اور راجہ درگا پرشاد نے منجانب تعلقداران ایڈرس پڑھا اور راقم نے منجانب ڈسٹرکٹ بورڈ و حاجی محمد حسین خان شاہ آباد نے از جانب میونسپلٹی و سید تقی صاحب (عرف بھیتن میاں) نے از طرف بلگرام انسٹیٹیوٹ ایڈرس و شیخ نظیر حسین وکیل ہر دوئی نے قصیدہ یکے با دیگرے پیش کیا جو قبول و منظور ہوا۔ بعدہ الہی و پان تقسیم ہو کر دربار برخاست ہوا۔ شام کو آتش بازی و روشنی و قصہ جگن و گنن وغیرہ طوائفان لکھنؤ و فضل حسین کشمیری کا ہوا۔

کتب خانہ وکٹوریہ ہال : ۲۲ فروری ۱۸۸۹ء۔ آج صبح کی ریل میں واسطے شرکت کو میٹھی چندہ کتب خانہ کالون صاحب وکٹوریہ ہال ہر دوئی کو گیا۔ بارہ بجے کو میٹھی ہوئی۔ مبلغ چار ہزار چھ سو روپے کی تعداد کتب خانہ

تاریخ ہذا تک قرار پائی۔ منشی نوکٹور صاحب مالک مطبع اودھ اخبار نے ایسیچ پڑھی اور دو ہزار پانچ سو جلد کتاب کی ایک فہرست پیش کی جو کتب خانہ کالون میں داخل کریں گے اور دو سو روپے نقد واسطے خرید ایک کتاب جامع علوم فنون کی دینا منظور کیے جو کتاب لندن سے خرید ہو کر آوے گی۔ اول ہارس فورڈ صاحب ڈپٹی کمشنر بعدہ علی بہادر صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس و منشی نظیر حسن صاحب نے ایسیچس پڑھیں جن کا تعلق فائدہ عام کتب خانہ کالون سے تھا۔ پانچ بجے شام کو فراغت ہوئی اور اسی وقت شام کی ریل میں سنیڈلہ واپس آیا۔

شادی عزت علی: ۸ مارچ ۱۸۸۹ء۔ شب کو جلسہ رقص شادی عزت علی رخصت چودھری نصرت علی

صاحب) میں شریک ہوا۔ حسب ذیل تعلقداران اودھ نے باعث اسٹنٹ سکریٹری ہونے چودھری صاحب کے شرکت کی۔ علاوہ تعلقداروں کے اور بھی معزز لوگ شریک ہوئے تھے۔ تفصیل تعلقدار: رامانکر بخش صاحب تعلقدار کھجور گاؤں ضلع راجہ بریلی۔ راجہ تصدق رسول صاحب تعلقدار جہانگیر آباد ضلع بارہ بنکی۔ خان بہادر احمد حسن خان صاحب تعلقدار گدیاض ضلع بارہ بنکی، مرزا محمد علی بیگ تعلقدار اورنگ آباد ضلع سیتاپور محمد علی خاں صاحب تعلقدار سہاؤ ضلع لکھنؤ، داروغہ نظیر حسن تعلقدار ضلع لکھنؤ، وصی حیدر عرف جی میاں صاحب تعلقدار بلگرام ضلع ہردوئی، اٹھاکر جنگ بہادر صاحب تعلقدار سرورہ ضلع سیتاپور، وصی الزماں تعلقدار ناؤرا قلم جلسہ میں چند منٹ ٹھہرا اور دو روپے چودھری نصرت علی صاحب اور دو روپے چودھری محمد عظیم صاحب کو نیوتہ دے کر مکان پر واپس آیا۔

۹ مارچ۔ صبح کو نکاح چودھری نصرت علی خلیف چودھری نصرت علی صاحب کا سمانہ مینا دختر چودھری محمد عظیم

صاحب سے بعض ہر چھتر ہزار کے ہوا۔ حافظ شوکت علی صاحب نے نکاح پڑھا۔ سامان آرائش و آئین بازی بہت خوب تھا۔ چند ڈیرے طوائف کے لکھنؤ سے بھی آئے تھے۔ چودھری محمد عظیم صاحب نے حسب معمول کندوری عام طور سے تقسیم کیا اور جہیز بھی اچھا دیا۔ تفصیل مختصر درج ذیل ہے۔

ظرف نقرہ۔ ۵۱، ظرف مسی ۵۱، اذہ بخیریل یک، اسپیک شتریک۔ زیور کل طلائی تھا۔ صرف چھپان گوکھو، نقری تھے (کذا) یہاں تک کہ زیور پیر کا بھی مثل کرے و چھڑے کے طلائی دیا گیا۔ ظرف و زیور مضبوط و وزنی تھا لہذا فائدہ تھا۔ چھ ہزار بخش کنوری میں صرف ہوئے۔ گیارہ بجے رات کو بارات رخصت ہوئی۔ جب بارات بخانہ دولہا پہنچی تو ایک طشت ایک اوطان نقری و ایک پات طلائی قیمتی ۲۲ روپے چوری گیا جس کی تفتیش ہو رہی ہے۔

چیچک: ۱۴ اپریل ۱۸۸۹ء۔ آج کل سنیڈلہ خاص اور اس کے نواح میں اس قدر شکایت چیچک ہے کہ

صہارٹ کے اس عارضہ میں ضائع ہو گئے اور ہوتے جا رہے ہیں مگر ہاں جن رٹکوں کو ٹیکہ دیا گیا ہے وہ البتہ اس شکایت

سے محفوظ رہیں۔ یہ عجب موذی عارضہ ہے کہ صد ہا شخصوں کو داغ مفارقت اولاد دے رہا ہے۔
 حکیم ظہور الحسن: یکم مئی ۱۸۸۹ء۔ آج میں نے بوقت ملاقات منشی مقبول احمد صاحب تحصیلدار سندیلہ
 سے حکیم ظہور الحسن نبیرہ میر کرم صفی کی سفارش کی کہ سندیلہ میں حکیم کے نہ ہونے سے عموماً تکلیف سخت ہے۔ اگر ان کا
 تقرریہ فیصلہ میونسپل سے کیا جائے تو باعث بڑے رفاہ عام کا ہے۔ چنانچہ تحصیلدار صاحب نے سفارش منظور کی اور
 کمیٹی آئندہ پران کا تقرر و تنخواہ وغیرہ کی بحث کو موقوف رکھا۔

مدارسہ انگریزی: ۲۷ جون ۱۸۸۹ء۔ آج کمیٹی واسطے قائم ہونے مدرسہ انگریزی کے استعانت
 ارباب سندیلہ قائم ہوئی۔ کثرت رائے سے طے پایا کہ یکم جولائی سن الیہ کو دیوان خانہ چودھری دھوکن میں جو تین رتوں
 ماہواری کرایہ پر لیا گیا ہے مستقر ہو۔ بالفعل تین مدرسوں دو انگریزی اور ایک فارسی داں واسطے تعلیم کے تجویز ہوئے واسطے
 امور انتظامی کے منشی علی بہادر صاحب تحصیلدار سندیلہ پریسیڈنٹ و کنوردر گاکا پرشاد صاحب و کنور نرنندر بہادر
 صاحبان و ایس پریسیڈنٹ اور راقم الحروف سکرٹری تجویز ہوا اور پروانہ جات تقرری بنا م مدرسین جاری ہوئے۔
 پنڈت آسارام نقل نویس سب جی ہر دوئی مدرس اول تنخواہ بیس روپے، اکبر خاں سندیلہ مدرس دویم دس روپے،
 لالہ جواہر لال سندیلہ معلم فارسی سات روپے، بھگوان دین چپراسی سندیلہ تین روپے۔ گل چالیس روپے ماہواری۔
 پنڈت آسارام کے نام پروانہ تقرری بھیجا گیا ہے اگر وہ قبول نہ کریں گے تو کوئی دوسرا شخص تجویز ہوگا۔

یکم جولائی۔ آج مدرسہ انگریزی بہ دیوان خانہ چودھری دھوکن مرحوم راقم و کنوردر گاکا پرشاد و کنور نرنندر
 بہادر صاحبان نے کھولا۔ بالفعل اکبر خاں و جواہر لال نے کام شروع کیا۔ ہیڈ ماسٹر ابھی نہیں آئے۔

۹ جولائی۔ آج میں نے ایک فہرست مرتب کی اور اس کو شائع کیا کہ روسائے قصبہ ہذا و ممبران میونسپل
 بروقت تشریف آوری کرنی چاہئے جو ۱۱ جولائی کو وارد سندیلہ ہوں گے کھولنے مدرسہ انگریزی میں شرکت کریں۔
 ۱۱ جولائی۔ آج بارہ بجے دن کی ریل میں کرنل پچر صاحب ڈپٹی کمشنر ہر دوئی و ڈاکٹر مکریڈی صاحب
 و پرل صاحب کپتان پولیس واسطے کھولنے مدرسہ انگریزی سندیلہ کے رونق بخش سندیلہ ہوئے اور دیوان خانہ
 چودھری دھوکن میں تشریف لے جا کر جہاں بالفعل مدرسہ تجویز ہوا ہے مدرسہ کو کھولا۔ راجہ درگاکا پرشاد صاحب
 تعلقہ دارسرون بڑا گاؤں نے اسپرچ پڑھی جس کے جواب میں صاحب ضلع نے اپنے ایڈرس میں وعدہ کیا کہ ہم اس
 مدرسہ کے واسطے سرکاری مدد بھی دیں گے اور میونسپل سندیلہ سے بھی بجالت گنجائش مدد کی تحریک کریں گے
 راقم و جملہ تعلقہ داران و روسائے قصبہ ہذا موجود جلسہ افتتاح تھے۔

۱۹ جولائی۔ میر علی حسن ساکن پہانی ہیڈ ماسٹر مدرسہ انگریزی سندیلہ مقرر ہو کر آئے اور چارج اپنے عہدہ کا لیا۔
۲۱ جولائی۔ آج کل بہ منصب سکریٹری مدرسہ انگریزی سندیلہ مجھے کچھ کام زیادہ بڑھ گیا ہے لیکن اس سے مجھے
کچھ مجبوری نہیں ہے اور نہایت خوشی سے میں کام کو انجام دیتا ہوں جسکی علت غائی صرف رفاہ خلائق و حصول اعزاز ہے۔
۳۱ جولائی۔ آج بغرض ہوادار کرنے دیوان خانہ چودھری دھوکن مرحوم جس میں بالفعل مدرسہ انگریزی قائم
ہوا ہے) ایک دروازہ پشت برب مرگ توڑوا دیا تاکہ معلمین و متعلمین کو احتباس ہوا سے تکلیف نہ ہو۔

ایک میت : یکم ستمبر ۱۸۸۹ء۔ آج مسماۃ شفیق النساء دختر منشی سید عنایت حسین صاحب یعنی اہل خانہ
سید الطاف رسول خلیف منشی فضل حسین نے بعارضہ تپ دق بوقت ۵ بجے شام کے اس دنیا سے رحلت کی۔
عمر ۱۷ سال تھی مرحومہ کے تابرگ حواس خمسہ درست رہے اور باتیں کرتی رہیں اور کلمہ شہادت پڑھتی رہیں۔
۲۳ اکتوبر ۱۸۸۳ء کو بہ صرف مبلغ پندرہ ہزار روپیہ شادی ہوئی تھی لیکن بیاعت نا اتفاقی مورثان فریقین ایک
روز بھی آسائش نصیب نہ ہوئی... دو باتیں مرحومہ کے انتقال میں جدید ہوئیں جو رواج سندیلہ کے خلاف تھیں۔
اول جب لاش مکان سے لے چلے تو بیاعت خفیف ترشح ایک سائبان مختصر بغرض حفاظت لاش چار آدمی تانے
لے چلے۔ دوسرے یہ کہ نماز جنازہ مسجی عمر ہرہ کے اندر ہوئی جس کی نسبت علما میں اختلاف ہے۔

مدیسہ انگریزی و حکیمہ ظہور الحسن : ۱۹ ستمبر ۱۸۸۹ء۔ آج میونسپل کمیٹی ماہواری قرار پائی۔
بکثرت لائے مبلغ پندرہ روپے ماہوار واسطے امداد مدرسہ انگریزی کے تجویز ہوئے۔ حکیمہ ظہور الحسن نمبرہ میرا
صفی 'چوپار ٹولہ' سندیلہ از جانب میونسپل کمیٹی طبیب تجویز ہوئے اور دس روپے ماہوار ان کو کمیٹی میونسپل
سندیلہ سے ملیں گے بشرطیکہ حکام بالا اس تجویز کو منظور کریں اور بائیس روپے ان کو چندہ سے ملیں گے جس کو روسا
سندیلہ نے منظور کیا، اور ایک روپیہ میں بھی اس میں دینا جائز رکھا ظہور الحسن حکیمہ نوجوان خوش شخص ہیں اور علاج اچھا کرتے ہیں۔
اچھی طوائف : ۱۶ اکتوبر ۱۸۸۹ء۔ مسماۃ اچھی طوائف کل بد حج کعبہ سے داخل سندیلہ ہوئی۔
اس نے گناہوں سے توبہ کی اور اب اس کا قصد اپنے پیشہ کا نہیں ہے۔ عجب نہیں کسی سے عقد کر لیوے۔

ٹیکا چیک : ۲۳ اکتوبر ۱۸۸۹ء۔ آج کمیٹی خاص میونسپل میں یہ طے ہوا کہ کام لگانے ٹیکہ ہر ایک
ممبر کو تفویض کیا جائے اور وہ لوگ ہفتہ وار اپنے اہتمام خاص سے کام ٹیکہ کا انجام کرا دیں جس کی بابت ہدایت
خاص گورنمنٹ موصول ہوئی ہے چنانچہ میرے متعلق ہفتہ اول دسمبر ۱۸۸۹ء کا مقرر ہوا ہے۔

مذبح : ۳۰ اکتوبر ۱۸۸۹ء۔ آج بہرہ ہی سید علی بہادر تحصیل سندیلہ دو گھنٹہ کامل گشت قصبہ نہا کا کیا

اور مقامات ذبیحہ کے تجویز کیے۔ آخرش متصل تالاب شراوض، ایک موقع واسطے ذبیحہ کے قرار پایا۔ بعد تعمیر اس مکان میں گائے ہیل وغیرہ ذبح ہوا کریں گے اور جو مقام تالاب شاہ دیوان عالم تجویز ہوا ہے۔ اس میں بکری و بھٹری وغیرہ ذبح ہوا کریں گی۔ یہ مکانات عنقریب میونسپل سے تعمیر کرائے جائیں گے۔

صہمت نہر: ۲۸ نومبر ۱۸۸۹ء آج کل مرمت نہر تالاب 'چکوپہرہ' جو ندی 'یتا' میں منتہی ہوئی ہے میرے اہتمام میں ہوتی ہے۔ ضامن علی سابق خدمت گار راقم بحیثیت میٹ سولہ نفر مزدوروں سے کام لیا ہے۔ آج میں نے کام معائنہ کیا۔ آج چند جریب تیار ہوا ہے اور اچھا ہوا ہے۔ اب یقیناً زمان بارش میں پانی تالاب 'چکوپہرہ' و 'بھٹریلا' کا جو محلہ مہتوانہ کے گرد پھیل جاتا تھا بلا تکلف 'یتا' میں بہتا چلا جائے گا۔

قیمت گوشت: ۸ دسمبر ۱۸۸۹ء۔ آج میونسپل کمیٹی اکتوبر نومبر سن الیہ کی ایک ساتھ ہوئی۔ ایک امر متعلقہ نامنظوری افزونی قیمت گوشت کے میری رائے کو غلبہ رہا اور منجملہ بارہ ممبران موجودہ کے دس کو مجھ سے اور ایک کو چودھری محمد عظیم سے اتفاق رائے ہوا۔ ان کی رائے تھی کہ قیمت گوشت کی دو آنے سے ڈھائی آنے سیر کر دی جائے۔ آخرش بہ کثرت رائے فیصلہ ہوا اور دو آنہ سیر قیمت قائم رہی۔

فضل حسین و احمد علی شوق: ۲۳ فروری ۱۸۹۰ء۔ غلط بیانی سے بروقت افشلے راز ہمیشہ نداشت ہوتی ہے لیکن کچھ لوگ اس کے ایسے عادی ہو رہے ہیں کہ باوصف زک پر زک اٹھانے کے باز نہیں رہتے۔ چنانچہ آج کل ایک مقدمہ مابین منشی فضل حسین تعلقہ دار و سید علی بہادر صاحب تحصیلدار سندیلہ کے زیر بحث ہے۔ بابت تفصیل کہ منشی صاحب نے ایک فن گارٹی لکھنؤ سے بقیعت نو سو پچاس روپے بذریعہ احمد علی شوق (جن کا اخبار موسومہ آزاد لکھنؤ سے نکلتا ہے) خرید کر کے سندیلہ منگائی اور خرچ اس کا درج روشن باقی تعلقہ ہوا۔ اور قبل آنے گاڑی کے منشی صاحب نے راجہ کنور بہادر صاحب تعلقہ دار خریداری گاڑی اور اس کی قیمت کا اظہار کیا اور محمد یحییٰ مختار عام نے بھی اس کی تصدیق میرالطاف حسین سیرنڈنٹ آکڑائی سے کی۔ جب سیرنڈنٹ نے محصول طلب کیا تو منشی ساڑھے چار سو قیمت گاڑی قرار دے کر چودہ روپے ایک آنہ محصول بھیج دیا۔ چونکہ سیرنڈنٹ کو اصل قیمت سے اطلاع تھی لہذا انھوں نے سید علی بہادر صاحب پریسڈنٹ میونسپل کو اس صورت حال سے اطلاع دی جس پر تحصیلدار نے بعد استفسار از شوق رجوع حسن اتفاق سے یہ تقریب شادی رفیع الزماں ہمراہ بارات آئے تھے، کل کیفیت درج کر کے منشی صاحب سے جواب طلب کیا ہے دیکھیے کہ کیا جواب دیتے ہیں۔

۲۳ فروری۔ جب منشی فضل حسین کو معلوم ہوا کہ احمد علی شوق، مالک اخبار آزاد لکھنؤ نے سید علی بہادر

تھیلدار سے تصدیق کی ہے کہ گھٹی بندریہ ان کے نو سو پچاس کو خرید ہوئی ہے تب تو منشی صاحب سخت پریشان ہوئے اور ڈرے کہ ایسا نہ ہو کہ مقدمہ بچم اختفائے محمول قائم کیا جائے لہذا فوراً مبلغ تینتیس روپے بابت قیمت گھٹی نو سو پچاس کے محمول بھجوا دیا لیکن تھیلدار صاحب نے اس وقت تک لینے سے انکار کیا جب تک منشی صاحب نے تحریری اقبال خرید گاڑی کا بہ قیمت نو سو پچاس روپے کے نہیں کیا۔ سچ ہے کہ جھوٹا بولنے کا ایسا ہی نتیجہ ہوتا ہے جیسا کہ منشی صاحب نے حاصل کیا ہے جس سے تمام سندیلہ میں مطعون ہو رہی ہے۔

کالون انسٹی ٹیوٹ : ۱۰ مارچ ۱۸۹۰ء - آج ایک ٹیکٹ شرکت جلسہ کالون انسٹی ٹیوٹ جس کی بنیاد شاہ باغ لکھنؤ میں ۱۱ مارچ ۱۸۹۰ء وقت ۵ بجے شام کے قائم ہوگی مرسلہ چودھری نصرت علی صاحب اسٹنٹ سکریٹری انجمن ہند لکھنؤ موصول ہوا۔ چونکہ کل مقدمات چودھری نصرت علی صاحب اس لیے شکریہ کے ساتھ عذر عدم شرکت کا لکھ بھیجا۔

شادی میں فضول خرچی : ۱۹ مارچ ۱۸۹۰ء - چونکہ دفتر مرزا محمد علی بیگ تعلقدار اورنگ آباد ضلع سیٹاپور کی تقریباً رخصتی بہت دھوم دھام سے قرار پائی ہے۔۔۔ سنایا ہے کہ بہت بڑا مجمع ہوگا۔ کسی لاکھ لاکھ کامن جائز رکھایا ہے۔ ہمارے ہندوستانی بھائی ایسی ہی فضول خرچی سے مقروض و پریشان ہیں۔

قانون ٹیکہ : ۲ اپریل ۱۸۹۰ء - آج شام کمیٹی نیو سپل منعقد ہوئی۔ سید علی بہادر صاحب پریڈنٹ کمیٹی نے تجویز کیا کہ قانون ٹیکہ کا قصبہ ہذا میں جاری کیا جاوے جس کی تائید بالاتفاق ہوئی اور اس بارے میں ایک روداد خاص بخدمت صاحب ضلع واسطے منظوری گورنمنٹ کے بھیجی گئی۔

مرزا محمد علی بیگ : ۱۵ جون ۱۸۹۰ء - مرزا محمد علی بیگ صاحب ولد آغا جان تعلقدار اورنگ آباد (ضلع سیٹاپور) سے آج شام کو طاقات ہوئی۔ بہت نپاک سے پیش آئے اور میرے بعض خیالات کو دیکھ کر بدینتی سے احتراز اور مظلوموں پر نگاہ کرم) اپنے سے مطابق پا کر بہت خوش ہوئے اور اگلے زمانے کا پورا خیال ان کے قلب پر حالی ہے جب کہ میں اور وہ ۱۸۶۲ء میں مدرسہ سیٹاپور میں ایک ساتھ پڑھتے تھے۔ بالفعل عشق اچھی جان بنت گوہر طوائف سندیلہ میں مرزا صاحب سخت مبتلا ہیں اور اس کو ایک ماہ بارہ پختہ بھر مبلغ چھ ہزار روپیہ سندیلہ میں تعمیر کروا دیا ہے

کثرت انب : ۲ جولائی ۱۸۹۰ء - آج کل آم کی بہت افراط ہے۔ ہر سڑک گلی میں اس کی خریداری ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ دو پیسہ سیکڑہ فروخت ہوتے ہیں۔ بمقابلہ پر سال کثرت ہے۔

لے کالون کالج کے نام سے یہ ادارہ اب بھی موجود ہے۔ اسی۔

نمائز بقر عید : ۲۸ جولائی ۱۸۹۰ء۔ مولوی مقیم الدین صاحب ساکن ڈیرہ اسماعیل خان صاحب کی کوشش موفورہ سے آج نماز بقر عید گاہ میں ہوئی۔ دو ہزار سے زائد آدمی شریک تھے۔ کل رو ساقیہ بڑا چودھری محمد عظیم صاحب و حافظ شوکت علی صاحب و منشی فضل حسین صاحب وغیرہ باوصف ترشح بارش شریک تھے۔ ایسا مجمع شاید عہد شاہی میں ہوا ہو لیکن اس میں اس قدر رؤسا کا اجتماع محالات سے ہوگا۔ یہ نتیجہ محض مولوی صاحب کی محنت شاقہ کا ہے۔ مولوی صاحب ایک غریب الوطن شخص ہیں (جن کا سر دست قیام سندیلہ بیاعت تعلیم چودھری حسن جان متبنی چودھری محمد روف صاحب کے ہے۔ جہاں سے چالیس روپے ماہوار علاوہ کھانے کے مقرر ہے) مگر محض تمہیت و جوش اسلام سے اس بار عظیم کو اپنے سر لیا جس کا بہ فضل خدا انجام بخیر ہوا۔ اس مجمع سے ایک کتابت اسلام اظہار ہوتی تھی۔ خدام لوگوں کو ہدایت کرے کہ ہمیشہ نماز عیدین عید گاہ میں ادا کریں جبکہ جو تہ چڑھ سے یہ سچ کر لیا گیا۔

تین درخت : ۸ اگست ۱۸۹۰ء۔ بالفعل اندرون آبادی قصبہ سندیلہ تین درخت ہمہ جہت ذیل ایسے بلند ہیں جو قصبہ سے تین تین کوس کے فاصلہ پر نمودار ہوتے ہیں اور ایسا بلند کوئی درخت کسی محلہ میں نہیں ہے۔ اس وجہ سے ضرور اس زمانہ میں قابل یادگار ہیں۔ درخت کھجور منصوبہ نظام میاں واقع اشرف ٹولہ دو عدد، درخت اہلی بنی تین دیا نور بان مملو کہ میر شرف علی وغیرہ برواری محلہ ایک عدد۔

ایک کتاب خواں : ۸ اگست ۱۸۹۰ء میر ہادی کتاب خواں ساکن ملیح آباد نے قضا کی۔ عمر ۶۵ سال تھی۔ یہ شخص بروز چاند رات محرم ہر سال سندیلہ میں آجاتا تھا اور مقامات معروف میں کتاب خوانی مجلس عزا میں کرتا تھا اس سوز و گداز و خوش الحانی سے کتاب پڑھتا کہ حاضرین کو نہایت لطف ملتا تھا اور مقامات غم میں سخت رقت ہوتی تھی۔ اکثر حضرات محض بغرض سماعت کتاب شریک مجلس عزا ہوتے تھے۔ اب ان کے انتقال سے لطف کتاب خوانی جاتا رہا اور محرم سندیلہ کا نصف رہ گیا۔ سنا گیا کہ یہ واقعہ کل بمقام ملیح آباد ہوا۔

ظہور لکھنوی : ۳۱ اگست ۱۸۹۰ء۔ آج گیارہ بجے دن کے منشی ظہور الحسن شاعر ساکن لکھنؤ بجا روضتہ مزن مکان منشی فضل حسین صاحب تعلقہ دار لکھنؤ ۶۵ سال فوت ہوئے۔ متوفی اگرچہ قوم کے باورچی تھے لیکن خواندہ و فارسی تھے۔ شاعری میں تحقیقات اچھی تھی۔ منشی مظفر علی اسیر لکھنؤ کے شاگرد رشید تھے۔ مزاج میں از بس انکساری تھی۔ لفظا وہی ان کی باعث فروغ ہوئی۔ ظہور تخلص تھا۔ منشی فضل حسین تعلقہ دار انھیں کے باعث شاعر مشہور ہوئے۔ دو دیوان اپنی فکر سے ان کے نام سے لکھ دیے ورنہ بذاتہ تعلقہ دار صاحب کو ایک مصرعہ موزوں کرنے کی لیاقت نہ تھی۔ چونکہ شاعر متوفی کو تمنا تھی کہ سندیلہ کے قبرستان امرہہ میں دفن ہوں پس جب زائد علیل ہوئے تو لکھنؤ سے نڈیلہ چلے

آئے۔ منشی فضل حسین بچلہ دے شعر گوئی پندرہ روپے ماہوار متوفی کو دیتے تھے۔ میں اس امر کو بھی فرود گذاشت نہیں کرنا چاہتا کہ متوفی کی عقل صائب اور تجربہ کار شخص تھے اور اپنی منکسر مزاجی سے ہر ایک کو راضی رکھا۔

لاڈ و طوائف : ۱۶ نومبر ۱۸۹۰ء۔ آج مسماۃ لاڈ و طوائف دختر مولا طوائف جس نے ایک مسجد بازار بزازہ امانی گنج میں تعمیر کی ہے میری عیادت کو آئی۔ اس کا عہد شاہی میں بہت بڑا دور دورہ تھا۔ بوجہ مصاحبت نواب علی نقی خاں وزیر اعظم گل چنگہ دار اس کے مطیع تھے۔ یہ ایک نقل مشہور ہے کہ اس نے اپنی تقریب سستی میں... سے گھوٹیاں چھلوائی تھیں۔ اب بھی وہ خوش حال ہے۔ اس کے پاس ایک موضع موسومہ لاڈ و کھیرا، ضلع اناؤ میں معانی ہے جس کی نکاسی حال ۵۰۰ روپیہ سالانہ سے کم نہیں ہے۔

وفات منشی فہیم الزماں : ۲۷ دسمبر ۱۸۹۰ء۔ کل ۱۱ بجے رات کو منشی فہیم الزماں صاحب خلیف شیخ ممتاز الزماں صاحب نواسہ دیوان محمد علی صاحب مرحوم نے بعوارض مختلف بہ عمر ۶۴ سال قضا کی۔ مرحوم نے پرسوں بدستی و حواس جب میں ان کی ملاقات کو گیا تھا اپنے خلیف اکبر شیخ بشیر الزماں سے کہا کہ میرا قیام بمقام سندیلہ باعث مولوی مظہر علی (راقم) کے ہوا۔ تم کو چاہیے کہ ہمیشہ ان سے مصالحت لیتے رہو اور ان کے افعال کی تقلید کرو جو باعث تمہاری بہبودی کا ہوگا۔ میں واقعی لکھتا ہوں کہ مرحوم نہایت خوش تقریر تواریخ داں، حافظہ قوی کے آدمی تھے۔ علوم متعارفہ میں واقفیت تام تھی۔ خوش نیت، خوش خوراک خوش پوشاک تھے۔ دنیاوی جھگڑوں سے باعث لائق کارندوں کے بے فکر تھے۔ راقم کے نہایت درجہ خیر طلب اور بہ و نور محبت دعائے نیر سے یاد کرتے تھے۔ اکثر عمدہ عمدہ کھانے کا بدار لکھنؤ سے پکواتے، خود کھاتے اور اپنے احباب کو کھلواتے تھے۔ سندیلہ میں ان کے مقابل دوسرا خوش خوراک کم دکھا گیا۔ اولاد کی طرف سے بھی خوش نصیب تھے کہ دو فرزند سعادت مند بشیر الزماں و نعیم الزماں اور تین لڑکیاں یادگار چھوڑیں جن کے فرائض سے سبکدش ہو چکے تھے۔ آج ایک بجے دن کے اپنی مادر مرحومہ کے پہلے احاطہ زیر مجلس میں مدفون ہوئے۔ ان کی مفارقت دائمی کا مجھے صدمہ سخت ہوا۔ پانچ سو بخش کھانے کے جس میں قورمہ قلیہ اور پلاو شامل تھا بہ رسم تعزیت میں نے بھیجے۔ ایک روز قبل از انتقال جناب مرحوم نے بشیر الزماں کو بلا کر وصیت کی کہ تم دونوں بھائی میری کل جائداد کے بلا تفریق مالک ہو۔ میرے بعد کوئی فساد نہ ہونا چاہیے۔

چودھری نصرت علی : ۲۶ دسمبر ۱۸۹۰ء۔ آج چودھری نصرت علی صاحب سابق اسسٹنٹ سکریٹری انجمن ہند لکھنؤ۔ حال اکسٹر اسسٹنٹ کمشنر ضلع بریلی میری ملاقات کو تشریف لائے اور گھنٹہ بھر سے زائد قیام کر کے نہایت لطف و تپاک سے باتیں کرتے رہے۔ یہ خاندان چودھری حسنت علی صاحب مرحوم میں لائق و خوش فکر

آدمی ہیں اور انھوں نے اپنے ہم چشموں میں کامل ترقی و اعزاز حاصل کیا۔

فضل حسین: ۲۶ جنوری ۱۸۹۱ء۔ آج منشی سید فضل حسین صاحب نے اپنے شیشہ آلات سے میری کوکھی کو بعنوان شائستہ آراستہ کرادیا کہ تقریباً پنجہ نور چشم مجتبیٰ علی اسی مکان میں ہوگی اور ایک لیمپ جو آندھی سے بھی گل نہیں ہو سکتا اور ایک فلٹر سنگ جس سے بہ آسانی پانی صاف ہو جاتا ہے بہ امر مجھے دیا اور تیرہ دل سے اپنی محبت کا میری جانب اظہار کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ضرور صاف دل آدمی ہیں لیکن افسوس کہ بیاعتنا قلت جو ہر عقل ان کے مصاحبوں کا ان کے قلب پر بڑا اثر پڑ رہا ہے۔ اگر صحبت نیک ہوتی تو ان کے مقابل دوسرا آدمی سندیلہ میں نہ ہوتا۔
فوج گوداپلٹن: ۱۳ فروری ۱۸۹۱ء۔ کل ایک فوج گورا بہ تعداد ۲۰۰ بہ قصد جانے گنگاپار کے لکھنؤ سے وارد سندیلہ ہوئی۔ سید علی بہادر صاحب تحصیلدار (ساکن بلگرام) کی کوشش سے انتظام رسد نہایت عمدہ تھا۔ گوروں بلا کسی جبر و تعدی کے اشیاء ضروری خریدیں اور قیمت کامل ادا کی۔

میلہ دھنک جگ: ۱۸ مارچ ۱۸۹۱ء۔ معلوم ہوا کہ میلہ دھنک جگ حسب اشارہ کرنل ہارٹ صاحب ڈپٹی کمشنر روہی کو کوشش مالا لیاق مولوی سید علی بہادر صاحب تحصیلدار سندیلہ میں ان شیرہ حوض (سندیلہ) میں بڑی دھوم دھام سے ہوا جو تاریخ یکم مارچ سے تاریخ امروزہ تک قائم رہا۔ سولے رسولے قصبہ بنگال کے بہت سے لوگ شریک ہوئے اور بہ توجہ تحصیلدار تاجروں کی بکری بھی ہوئی۔ ہاتھی، گھوڑے اور ٹیل بھی بکرت آئے۔ سنا گیا ہے کہ بیل کی بکری زائد ہوئی۔

عقد مرزا محمد علی بیگ: ۲۵ مارچ ۱۸۹۱ء۔ تحریر لالہ دیاندر سندیلہ سے معلوم ہوا کہ پرسوں واقعہ ۲۳ مارچ ۱۸۹۱ء روز دو شنبہ بوقت ۱۲ بجے دن کے بمقام سندیلہ عقد مرزا محمد علی بیگ تعلقہ دارا و رنگ آباد (ضلع تپالپور) خلف آغا جان صاحب، مسماۃ اچھی بنت گوہر طوائف اشرف ٹولہ سندیلہ سے ہوا اور پانچ ہزار مہر قرار پایا۔ مرزا صاحب بہت روز سے اس کی تمنا رکھتے تھے اور اسی امید پر علاوہ تیاری زیورات قیمتی سات ہزار خرچ کر کے اس کا اہتمام پختہ تعمیر کرادیا جیسا کہ اس محلہ میں دوسرا نہیں ہے۔

قافلہ برائے حج: ۱۴ مئی ۱۸۹۱ء۔ آج ایک قافلہ قصبہ ہڈا کے محلہ اشرف ٹولہ سے بغرض طواف کعبہ زیارت مدینہ منورہ نوبت صبح کی ریل میں روانہ بمبئی ہوا جس میں اکثر میرے اعزا و بزرگ شامل ہیں جن کے اسم گرامی درج ذیل کیے جاتے ہیں ۱۴ نام مردوں اور عورتوں کے درج ہیں جو یہاں حذف کیے گئے۔ ہاشمی، مشتاق احمد کو منشی فضل حسین صاحب نے اپنی والدہ ماجدہ کی طرف سے خرچ دے کر روانہ کیا ہے باقی لوگ اپنے اپنے صرف یا باستعانت

دوسروں کے جاتے ہیں۔ مسماۃ فاطمہ (اہل خانہ حافظ اکرم احمد صاحب مرحوم) کو زیارت مدینہ منورہ کے لیے عرض حاصل ہے۔ میں نے بروقت روانگی مبلغ پانچ روپے ان کے نذر کیے۔ خدا سب کی تمنائیں پوری کرے اور بخیر و عافیت معاودت وطن کرے۔ منشی سید فضل حسین صاحب نے اپنے چچا منشی سید شمس الدین احمد صاحب کو مبلغ ایک ہزار پانچ صد روپیہ بغرض سفر بیت اللہ قرضاً دیا جس کی ادائیگی باقسط ہوگی۔

چودھری نصرت علی ۱۸ مئی ۱۸۹۱ء۔ واقع ۱۶ مئی سن حال کو چودھری نصرت علی صاحب رئیس سندیلہ واکسٹر اسسٹنٹ کمشنر ضلع بریلی نے اپنی ملازمت چار سو روپے ماہوار سے مستعفی ہو کر پھر اپنی نوکری سابقہ اسسٹنٹ اسکرٹری انجمن ہند لکھنؤ کو واپس آگئے۔ اگرچہ اس عہدہ کی تنخواہ تین سو روپے ماہوار ہے لیکن اختیارات کو وسعت اپنی ذات کو آزادی اور ہر طرح سے صورت انتفاع پیدا ہے اور زیادہ تر فائدہ کی بات یہ ہے کہ جب چاہا سندیلہ چلے آئے اور اپنے ذاتی معاملات ریاست کی پورے اطمینان کے ساتھ نگرانی کر لی اور عجب نہیں کہ باعث عنایت افسران انجمن یہاں بھی کچھ اضافہ تنخواہ کا ہو جاوے۔ آدمی خوش نصیب ہیں۔

راجہ سگاپوشا : ۱۲ جولائی ۱۸۹۱ء۔ کل شب کو راجہ درگا پرتھاد صاحب نے بڑا جشن و اگراری علاقہ کا کیا جس کو قرض لے کر کورٹ (آف وارڈس) سے چھڑایا ہے۔ بہت سے لوگ اہل کاران ہر دوئی سے شریک ہوئے تھے اور علی جان کشمیری اور ایک طائفہ زمانہ علاوہ سندیلہ کے لکھنؤ سے آیا تھا۔ تمام رات بڑی مسرت کا جلسہ رہا۔ چونکہ راجہ صاحب میرے دوست ہیں لہذا خلا سے دعا کرتا ہوں کہ خدا ان کو ہدایت کرے کہ ایسی فضولیات سے وہ اپنے کو بچاویں تاکہ علاقہ قائم رہے ورنہ سو لاکھ روپے کی قرض داری جس کا سود دس آنے فی صدی ہے علاقہ کو اپنے خاندان میں قائم نہیں رکھ سکتے۔ یہ بحث عقلمندی سے کی گئی ہے اگر کوئی غیبی تائید ہو جا تو اس کا علم نہیں۔

مستی نظیر جان : ۲۵ جولائی ۱۸۹۱ء۔ کل سے بہ تقریب سستی مسماۃ نظیر جان طوائف بڑی دھودھام ہوئی ہے۔ کل شام کو پانچ ریل گاڑیوں میں وہ نامور مردانہ و زمانہ طائفے لکھنؤ سے آئے جو بلا اخذ اجرت معقول شہر سے نقل و حرکت نہیں کرتے ہیں لیکن مسماۃ مذکورہ کے ہم پیشہ ہونے کی وجہ سے بلا لینے کسی اجرت کے شریک جلسہ ہوئے بلکہ ایک جانب ریل کا کر ایہ اپنی جیب خاص سے ادا کیا۔ مسمیان بندادین و کالا کشمیری جو آج کل لکھنؤ میں گانے و بتانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے و مسماۃ نظیر جان چودھری طوائفان لکھنؤ و مسماۃ بگن و جدن جو اپنی خود آپ ہی نظیر ہیں شریک ہوئیں اور بڑے بڑے نامی قوال و ستاریے وغیرہ نے بھی شرکت جلسہ مذکورہ کے کی۔ مسماۃ نظیر جان سندیلہ نے بڑی عالی حوصلگی کے ساتھ اس جلسہ کو انجام دیا اور آج صبح سے تمام دن رات اور کل صبح تک قیام جلسہ رہے گا۔

میرے خیال میں شاید کبھی ایسی تقریب اس دھوم دھام سے قصبہ ہذا میں ہوئی ہو اور ایسے لوگ جو اپنے فن میں معروف و کامل ہیں شریک ہوئے ہوں۔ مسماۃ نظیر جان سندیلہ نے کھانا بھی اعلیٰ درجہ کا پخت کرا کے تمامی مہمانوں کو کھلایا اور روسائے قصبہ ہذا کو تقسیم کیا۔ آج کے دن بڑی دھوم دھام ہو رہی ہے جو قابل دید ہے اور یہ جلسہ مرزا محمد علی بیگ صاحب تعلقدار اورنگ آباد کے گنج میں متصل ریو اسٹیشن ہے قراب پایا۔ اکثر روسائے شریک جلسہ ہوئے۔

۲۶ جولائی۔ آج جلسہ رقص مسی نظیر جان طوائف سندیلہ کا ختم ہوا۔ شب کو جلیوس کے ساتھ بہ کمال تازگی و احتشام بارات نکالی گئی۔ آرائش کٹی اور آتش بازی چھٹی اور شام کی ریل میں مہمان رخصت ہو کر روانہ لکھنؤ ہوئے۔ جس قدر طائفے مردانہ و زنانہ لکھنؤ سے آئے تھے انھوں نے کسی قسم کی تکلیف نظیر جان سندیلہ کو نہیں دی۔ مجھ سے مسن لوگ کہتے ہیں کہ ایسی مسی عہد شاہی سے اس وقت تک کسی طوائف کی ایسی دھوم دھام سے نہیں ہوئی۔

کثرت بارش: ۱۶ اگست ۱۸۹۱ء - ۱۰ محرم ۱۳۰۹ھ - ۲۶ ساون ۱۲۹۸ھ فصلی۔ شب گزشتہ کو ۱۲ بجے

رات سے شدت بارش ہوئی اور تمام دن اسی حالت سے ہوتی رہی۔ یا تو اساک باران کی شکایت تھی یا اس کا نزول اس افراط سے ہوا کہ لوگ گھبرا گئے اور کتر مکانات پختہ ایسے ہوں گے جو ٹپکنے محفوظ رہے ہوں۔ کچے مکانوں کا تو کوئی ذکر ہی نہیں۔ بہت سے سڑگوں بھی ہو گئے۔ اکثروں کی دیواریں گر گئیں بعضوں کی چھتیں..... اس شدت کی بارش کسی سال شاید ہی ہوئی ہو کہ جملہ تالاب گرد و نواح قصبہ الٹے بہ رہے ہیں۔ اگر نہر برونی، و کربلا، نہ نکلی ہوتی تو نصف قصبہ ڈوب جاتا۔ یہاں آتش آہ بارش سے واضح ہوا کہ کل ۸ بجے دن سے ۶ بجے شام تک ایک انچہ ۲۹ خط اور کل ۷ بجے شام سے آج ۸ بجے صبح تک ۶ انچہ ۵۲ خط اور ۸ بجے سے ۵ بجے شام تک ۴ انچہ ۱۶ خط۔ جملہ ۱۱ انچہ ۵ خط بارش ہوئی۔ ضلع ہذا میں ۳۳ انچہ اوسط بارش کا ہے اور یہ بارش بہ لحاظ اوسط سالانہ ۱۱ انچہ یعنی ایک ثلث ۲۲ گھنٹے میں ہوئی۔ دیکھا چاہیے کہ مہینہ بھادوں کیسا اپنا اثر دکھاتا ہے۔ ہمارے اشراف گولہ کے تعزیہ داروں کو شاہی دینا چاہیے کہ ایسی بارش وہاں میں وہ اپنے تعزیوں کو مرنی پڑھتے ہوئے اسی طریقہ سے کربلا لے گئے جیسے ہمیشہ لے جاتے تھے۔ تعزیوں کا صرف ٹھاٹھ تو رہ گیا تھا اور ابرک و کاغذ کا کوئی نشان نہ تھا جو وقت معمول ساڑھے پانچ بجے "کربلا میرا معز الدین" قدس اللہ سرہ العزیز میں دفن ہوئے۔

مسال پورے طور سے شمار تعزیوں میں بارش مانع ہوئی اس وجہ سے صحیح تعداد ان کی میں نہیں لکھ سکتا۔

حج کے مسافر: ۲۰ اگست ۱۸۹۱ء - آج رات کی ریل میں مسماۃ فاطمہ النساء مسماۃ عزیزا (اہل خانہ و دختر حافظ کرم احمد صاحب مرحوم) بعد حج کعبۃ اللہ براہ ساگر، وارد سندیلہ ہوئیں۔ موصوفین ۵ شوال ۱۳۰۸ھ کو ہمارے

(عرف بنگامیاں) جو میرے حقیقی بھانجے ہیں بعد سیاحت بعد ازاد کا طین نجف اشرف و کربلائے معلیٰ وغیرہ براہ بندہ کراچی، لاہور، امرتسر وغیرہ ہوتے ہوئے صبح کی ریل سے وارد سندیلہ ہوئے۔ عزیز موصوف نے ۲۷ سال کی عمر میں کلام شریف حفظ کیا، عالم ہوئے، فن طبابت میں دستگاہ کامل حاصل کی اور زیارت کعبہ سے مشرف ہوئے۔ اس لیاقت کا آدمی اب قصبہ ہذا میں کوئی نہیں ہے۔ بالفعل موصوف ریاست جھالڑ و اڑ میں بمشاہدہ مبلغ بیس روپے ماہوار سرشتہ دار چنگی ہیں لیکن افسوس کہ علم و وجہ زمانہ حال انگریزی قانون سے ناواقف ہیں جو باعث فلاح و بہبودی امور دنیوی متصور ہے۔

ہیضہ: ۱۲ نومبر ۱۸۹۱ء۔ اگرچہ سردی پڑنے لگی ہے لیکن ہنوز آب و ہوا قصبہ ہذا کی خراب حالت میں ہے۔ آج بھی دو آدمی بلا بے درماں میں ضائع ہوئے بلکہ جہاں تک اخباروں میں دیکھا جاتا ہے تو عموماً گل ہندوستان میں اسی بیماری ہیضہ کی از حد کایت ہے۔ شہر لکھنؤ بہت پر خطر ہو رہا ہے۔

درخت پیپل: ۲۳ نومبر ۱۸۹۱ء۔ آج شام کو کرنیل کوٹن صاحب ڈپٹی کمشنر ہر دوئی نے شاخ ہاک پیپل بلکہ نصف درخت مننا زعم (جس کی وجہ سے تعز یہاں سے سوداگران ملک کانہ جو چہلم کو دفن ہوتے تھے ہنوز بدستور ان کے گھروں پر رکھے ہیں اور وہ لوگ رجوع نالش پر آمادہ ہیں) کٹوا ڈالا۔ یہ پیپل متصل مکان شیخ نثار علی مہتوانہ لب چاہ پختہ واقع ہے اور اس کی شاخیں سڑک پختہ کو گھیرے ہوئے تھیں۔

نئے و پرانے تحصیل: ۲۹ نومبر ۱۸۹۱ء۔ آج بابو نوروز علی (نئے تحصیلدار سندیلہ) سابق ہٹی کلرک ضلع پرتاب گڑھ) میری ملاقات کو تشریف لائے اور تادیر میرے مکان پر نشست رکھی۔۔۔ میں نے بوقت شب ان کی دعوت کی اور ہر قسم کا کھانا پکوا کر کھلایا۔ بظاہر آدمی صاف گو سچے و مستعد معلوم ہوتے ہیں۔ آج ڈھائی بجے ریل میں سید علی بہادر صاحب سابق تحصیلدار اپنے وطن بگرام کو تشریف لے گئے جہاں سے اپنی ملاقات جدید منجری علاقہ جات کورٹ آف وارڈس، ستیا پور کو جائیں گے۔ بروقت روانگی اسٹیشن پر مجمع زائد تھا۔ سید صاحب آدمی مدبر تیز مزاج و صاحب جرات تھے۔ قلم پر بہت زور دیتا اور حکام کو فوراً راضی کر لیتے تھے اور وہی باعث ان کی اس قدر جلد ترقی کا ہوا۔ اگرچہ خاص لوگ قصبہ کے ان سے رضامند تھے لیکن عوام کچھ شاکھی تھے۔ میرے حال پر ان کی عنایت خاص تھی۔ ان کے عہد میں میونسپل سندیلہ کو بہت رونق ہوئی۔ متعدد سڑکیں جدید پختہ تیار ہوئیں۔ بم پولس پختہ بنے۔ لالٹین روشنی کی بڑھیں۔ مدرسہ انگریزی چندہ سے مقرر ہوا۔ حکیم ظہور الحسن بصر میونسپل و نیز چندہ سے مقرر ہوئے۔ نہر برونی کو بلا کھودی گئی جس سے قصبہ کو بڑا فائدہ ہوا اور نہ اس سال کی

بارش میں زیادہ حصہ اس کا غرق ہو جاتا۔ غرض کہ بہت سے کام رفاہ عام کے اُن کے عہد میں ہوئے۔ انھوں نے دماغ ایسا عالی پایا ہے کہ جو تجویز کرتے تھے وہ مقبول حکام وقت ہوتے تھے۔

ایک ڈیپٹی کمشنر: ۲۵ دسمبر ۱۸۹۱ء۔ آج کل بہ تقریب یوم کلاں رکرسمس۔ بڑا دن۔ ہاشمی ہمارے کرنل کوٹن صاحب ڈیپٹی کمشنر ہردوئی بمقام موضع بروا میں جہاں سب سامان عیش مسماۃ دلیل کنور ٹھکرانن بروا زوج چند رکا پرشاد تعلقدار نے مہیا کیا ہے۔ کچھونہ سے بروا تک ایک سڑک مرتب ہوئی۔ تعلقداروں کی بگھیاں وغیرہ ہردو جانب سے واسطے لانے و لے جانے اجاب صاحب ضلع کے تیار رہتی ہیں۔ سامانِ روشنی کافی ہوا تعلقدار رؤسا حکام و اہل کار ضلع حسب حیثیت خود ہا عمدہ عمدہ ڈالیاں پیش کر رہے ہیں اور صاحب ممدوح مع اپنے دیگر یوروپین اجاب کے نہایت مسرت کے ساتھ جشن میں مصروف ہیں۔ جہاں تک خیال کیا جاتا ہے ایسا یوروپین حاکم عیش دوست کامل طامع اس ضلع میں کبھی نہیں آیا ہے جس سے کل رعایا بباعث عدم دستیابی قیمت کاملہ سخت پریشان ہیں اور نگاہ حیرت سے دیکھ رہے ہیں کہ ایسے لوگ یورپ میں بھی ہوتے ہیں جن کے افعال ظاہری قابل نفرت ہیں۔ سچ یہ ہے کہ جب سے ضلع قائم ہوا ہے ایسا صاحب ضلع کبھی نہیں آیا۔

۲۶ دسمبر۔ جگم کرنل کوٹن صاحب ڈیپٹی کمشنر گل شکاری بطیروں کے قصبہ نڈا سے موضع بروا کو طلب ہو گئے تاکہ شکار کھیل کر ممدوح الیکو تازہ بطیریں پہنچادیں اور نام قیمت صفر۔ جو تعلقدار بہ جشن یوم کلاں اعلیٰ درجہ کی ڈالی خود لے جا کر پیش کرتے ہیں تو قبول ہوتی ہے ورنہ واپس۔ چنانچہ راجہ درگا پرشاد صاحب و کنور نرنہ بہادر صاحب تعلقداران کی ڈالیاں اسی وجہ سے نامقبول ہوئیں کہ وہ خود نہ گئے تھے۔ لہذا بفور سماعت اس حال کے موصوف الیہم افعال و خیزاں آج بروا تشریف لے گئے اور ڈالیاں پیش کر کے شام کو واپس آئے کہ مقدم خوشنودی حاکم ہے۔ دیکھا چاہیے کہ یہ ظالم حاکم کب تک ضلع میں رونق بخش رہیں گے۔

مردم شماری ضلع: ۳ فروری ۱۸۹۲ء۔ جو مردم شماری ۱۸۹۱ء کو تمامی ممالک محروسہ عملداری انگریزی

کی ہوئی تھی تو اس کی رو سے ضلع ہردوئی میں جہاں کا میں باشندہ ہوں حسب ذیل مردوزن شمار میں آئے۔

نام مقام	مرد	زن	میزان	نام مقام	مرد	زن	میزان
میونپل ہردوئی	۶۷۲۳	۲۲۱۹	۱۱۱۵۲	تحصیل بگرام	۱۳۵۸۸۶	۱۲۶۲۱۹	۲۷۲۱۰۵
تحصیل ہردوئی	۱۵۸۸۳۱	۱۲۶۰۸۸	۲۸۴۹۱۹	میونپل سانڈی تحصیل بگرام	۲۹۱۳	۳۷۲۵	۹۶۳۹
میونپل سانڈی	۸۳۷۸	۸۳۲۵	۱۶۷۰۳	میونپل شاہ آباد	۱۰۲۹۲	۹۸۶۱	۲۰۱۵۲
تحصیل سانڈی	۱۳۸۳۳	۱۲۲۲۰۶	۲۶۰۵۳۹	میونپل پہانی تحصیل شاہ آباد	۲۰۶۶	۳۹۲۷	۷۹۹۳
				میزان کل ضلع ہردوئی	۵۹۹۳۸۵	۵۱۶۷۰۹	۱۱۱۲۱۹۳

رام لیلا : ۲۱ فروری ۱۸۹۲ء۔ آج بجے شام کو بہ سواری گجھی معہ عزیز بھائی بشیر الزماں بغرض معائنہ میلارام لیلا کے گیا۔ جاوا اچھا ہے۔ کچھ دوکاندار بیرونجات کے بھی آئے ہیں۔ بین گائے کی کثرت ہے۔ پانچ چھ ہاتھی اور بہت سے گھوڑے سوداگری کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ بیلوں کی بکری زیادہ ہو رہی ہے۔ اس میلہ کا نام رام لیلا اس وجہ سے رکھا گیا کہ یہاں کے ہنود بمقابلہ اہل اسلام زیادہ متمول ہیں جن سے حسب حیثیت چندہ کافی وصول ہو کر امور انتظامیہ میں صرف ہوتا ہے اور اصل غایت مدد سہ کار ی یہ ہے کہ چشمہ تجارت قصبہ ہذا میں جاری ہوا اور ہر چیز بہ آسانی و بکفایت مل سکے جس سے فروغ و رونق قصبہ متصور ہے۔

۲۴ فروری۔ ۱۸ سال میلہ رام لیلا میں اکثر مسلمان بھی جلتے ہیں۔ آج چودھری محمد عظیم صاحب رئیس اعظم سندیلہ بھی تشریف لے گئے تھے۔ اب کے سال چنڈاں رکاوٹ مسلمانوں کو نہیں ہے ورنہ پڑسال مولوی ہدایت رسول وغیرہ واعظوں نے بہت جھگڑے پیدا کر دیے تھے۔ یہ زمانہ نازک ہے انسان کو چاہیے کہ حالت وقت کی دیکھ کر کام کرے۔

تحصیل : اس سندیلہ : ۱۲ مارچ ۱۸۹۲ء۔ افسوس کہ بابونور وزیر علی تحصیلدار سندیلہ عیش دوست ثابت ہوئے جن کو مسماة مقصودا طوائف بازار سندیلہ سے تعلق پیدا ہو گیا ہے۔ اب میں یقین نہیں کر سکتا کہ ان کی داب حکومت پورے طور سے قائم رہے جب کہ روسلے قصبہ عجمے بھی مل نہیں ہے۔

۲۹ مارچ۔ بابونور وزیر علی صاحب تحصیلدار سندیلہ کی مخالفت اہل قصبہ سے روتہ روز بڑھتی جاتی ہے۔ تحصیلدار صاحب علانیہ طور پر لوگوں کو برا بھلا کہا کرتے ہیں اور بدنامی سے نام پیدا کرنے کو مستعد ہیں۔ طریق عمل ظاہری ضرور مقتضی اس کا ہے کہ شاید سندیلہ ان کو جلد چھوڑنا پڑے۔ یہ امر بخوبی پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ شریف القوم نہیں ہیں.....

۱۳ اپریل۔ میں نے اس قسم کا آدمی چھوٹے قد کا نہیں دیکھا کہ وہ اپنے راز کو یعنی کہ وہ لے پا لگے ہیں) علانیہ انشا کرے۔ یہ حضرت ایسے عقل مند ہیں کہ ہر وقت سرد بار ہر ایک کو برا بھلا کہا کرتے ہیں حتیٰ کہ چودھری محمد عظیم صاحب تعلقہ دار سندیلہ کی نسبت کوئی دقیقہ برائی کا اٹھ نہیں رہتا۔ بالمرہ حد ہا صلواتیں سناتے ہیں..... یہ سچ ہے کہ غلام لے پا لگ کسی کا دوست نہیں ہوتا اور نہ اس سے کوئی امید ہو سکتی ہے اور لطف یہ ہے کہ باوجود حکومت سخت حشر تماشائی کے بھی شائق ہیں۔ مسماة مقصودا طوائف بازار والی بوقت شب ہم بستر رہتی ہے۔

وفات مولوی سرفراز علی : ۸ مئی ۱۸۹۲ء۔ آج ۴ بجے شام کو مولوی سرفراز علی ملک کانہ اپنے فرزند علی اصغر کی بارات شری دروازہ حافظ محمد اسحاق خلیف میر وارث علی مرحوم کے لائے۔ مہر کی کمی و بیشی کی نسبت کچھ خفیہ بحث

فریقین میں ہوئی۔ مولوی صاحب کو غصہ آگیا۔ بدن کپننے لگا۔ بسم اللہ کہہ کر سر جھکا لیا۔ مدعا انتقال ہو گیا۔ اس وقت مصلحتاً یہ راز مخفی کیا گیا۔ اول عقد علی اصغر مسماة خلیقا دختر حافظ اسحاق سے بعبوض مہر پانچ ہزار کے کر دیا گیا۔ اس کے بعد وفات مولوی صاحب مشہر کی گئی۔ ایسی واردات کمتر گوش گزار ہوئی اور کبھی دیکھا نہیں گیا کہ خوشی کے ساتھ شادی کرنے کو آئے تھے اور بعبوض رخصتی دو لھن خود کی لاش گئی۔ رخصتی کی بابت بوقت استفسار میں نے کہا کہ لاش لے جا کر دفن کرنا چاہیے اور بعد سیوم یا جب مناسب ہو رخصتی دو لھن کی کر لی جائے جو باتفاق منظور ہوا۔ مولوی سرفراز علی صاحب اس وقت میں نہایت بزرگ و نیک مزاج تھے۔ ابتداً اضلاع متوسط میں ملازم گورنمنٹ رہے اور بتدریج ترقی کر کے سپرنٹنڈنٹ بن کر وبست مقرر ہوئے جہاں سے مبلغ اڑتیس روپے بارہ آنہ ماہوار پنشن حاصل کر کے سندیلہ آئے۔ پچیس سال سے فائز نشین تھے اور کچھ اراضی خرید لی تھی۔

بارش: ۲۱ جولائی ۱۸۹۲ء۔ جمعہ گزشتہ ۱۵ جولائی سے جو بارش شروع ہوئی اس کا سلسلہ آج تک برابر قائم ہے۔ زمین خشک بخوبی تر ہو گئی۔ اب کاشتکاروں کی خواہش ہے کہ تھوڑے روزوں کے واسطے بیلا ہو جاوے تو کھیت نکائے جائیں۔ ۲۲ جولائی۔ جیسا کہ ایک ہفتہ ہوا خلافت نہ ہونے بارش سے منتشر تھی ویسے ہی اب اس کی زیادتی سے پریشان ہے کہ نشیبی کھیت ڈوبے جلتے ہیں اور موقع نکوئی نہیں ملتا۔

محرم کے تعزیے: ۳۱ جولائی ۱۸۹۲ء مطابق ۶ محرم ۱۳۱۰ھ۔ محلہ اشرف ٹولہ کی رولٹی تعزیہ داری صرف طوائفوں کی ذات سے ہے۔ بالمرہ ان کے تعزیے ۶ محرم تک بہت دھوم دھام بڑے مجمع کے ساتھ اٹھتے ہیں اور بہ استثنائے بعض روسائے معزز کل قصبہ کے لوگ ساتھ ہوتے ہیں جس کی رولٹی زیادہ تر سڑک پختہ پر بمقابلہ شفاخانہ و مدرسہ سرکاری کے ہوتی ہے اگر ان کے تعزیے نہ اٹھتے ہوتے تو شاید سوا سا اور دس محرم کے اور سی دن مجمع نہ ہوتا۔

وصی علی شاہ: ۲۲ اگست ۱۸۹۲ء۔ آج بوقت شب میں نے وصی علی شاہ صاحب سجادہ نشین درگاہ مخدوم صاحب سید علاء الدین صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی عیادت کی جو چند روز سے اندرون ناک ذبل نکلنے کے باعث علیل ہیں۔ بہت خاطر سے پیش آئے۔ چونکہ آدمی خلیق ہیں جو ان کی ملاقات کو جاتا ہے ان کی محبت کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ فقرا کے واسطے انکساری ایک پہلا حسن ہے جو ان میں موجود ہے۔ مولوی سید علی اختر صاحب خلیفہ سید غلام حسین صاحب مرحوم مخدوم زادہ سندیلہ اور بہت سے دیگر حضرات ان کے مرید ہیں۔

ہیضہ: ۲۹ ستمبر ۱۸۹۲ء۔ ہنوز ہیضہ کی چھیڑ چھیڑ قصبہ میں چلی جاتی ہے۔ دو تین آدمی بالمرہ خانہ ہوتے ہیں۔ محلہ مہتوانہ کا کل خاندان چودھری اور محلہ منڈی کے اعلیٰ رئیس سندیلہ چھوڑ کر کھنڈو وغیرہ مقامات کو چلے گئے۔

نا اتفاقی سٹوٹا: ۲ اکتوبر ۱۸۹۲ء۔ افسوس کہ ہمارے قصبہ میں باہم روس کے اتفاق نہیں ہے۔

حالانکہ یہ دونوں راجہ درگا پرشاد و کنور نرندر بہادر (ہنود تعلقہ دار جن کی باہم قرابت ہے اور ایک دادا کی اولاد میں باہم رنجش چلی جاتی ہے۔ اگر کاش تعلقہ تقسیم نہ ہوا ہوتا تو نائبرہ فساد کبھی نہ کبھتی۔ وائے بر حال ان تعلقہ داران کے جن کے سلسلہ باہم رشتہ دہری قائم نہیں ہے۔ میں نہایت افسوس کے ساتھ لکھتا ہوں کہ ہمارے قصبہ میں مطلقاً اتفاق کی جو قائم نہیں۔ باہم ایک دوسرے کے ہمیشہ فسادات برپا رہتے ہیں اور اسی پھوٹ کے باعث ہر ایک حاکم تحصیل کو پورا موقع ان پر حکومت کا حاصل ہوتا ہے۔

ایک عقیدہ: ۱۵ اکتوبر ۱۸۹۲ء۔ یہ ایک مشہور نقل تھی کہ اس زمانہ میں ہیضہ نہیں رہتا اور اگر ہوتا

ہے تو دفع ہو جاتا ہے جب کہ سیارہ وگدھے بولنے لگتے ہیں اور ابا بیلوں کا جھنڈ چھپاتا ہوا ہوا میں اڑتا ہے۔ لیکن جب اس مرتبہ تجربہ کر کے دیکھا گیا تو بالکل خلاف اس کے وقوع میں آیا۔ یہ سب جانور بولتے رہے لیکن بیماری نہ گھٹی۔ سچ یہ ہے کہ مشیت ایزدی میں کسی کو دخل نہیں۔

ہیضہ: ۱۶ اکتوبر ۱۸۹۲ء۔ ۲۶ اگست سن الیہ سے شکایت ہیضہ قصبہ ہذا میں شروع ہوئی جس

کی شکایت کچھ نہ کچھ آج تک چلی جاتی ہے۔ موضع کہوری میں چالیس سال کے بعد اسال ہیضہ نے خروج کیا۔ پچاس آدمی ضائع ہوئے۔ زمینداران خوش حال گاؤں چھوڑ کر دوسرے مواضع کو چلے گئے۔

منشی شمس الدین: ۱۹ اکتوبر ۱۸۹۲ء۔ منشی شمس الدین احمد صاحب خلیف حکیم سید عبدالشکور صاحب

مرحوم صرف ہمارے بزرگوں میں بقید حیات ہیں اور بظاہر تجربہ کار، ممکن تھا کہ ان کا دباؤ اور مان خوردوں پر ہوتا اور ان کی ذات سے مدد ملتی۔ لیکن افسوس کہ وہ ایسے اپنی بی بی رہماری مومانی صاحبہ کے قابو میں ہیں کہ بدو ان کی مشورت کے کام نہیں کر سکتے اور عورتوں کی کج عقلی مشہور ہے۔۔۔ (ان کی) زن مریدی تمام محلہ میں مشہور ہے۔ پس مقام غور ہے کہ ایسی حالت میں کس سے رائے لی جائے۔

گورنر کا دربار ہودوئی: ۲۹ اکتوبر ۱۸۹۲ء۔ آج ۳ بجے شام کو سر آکلینڈ کالون صاحب بہادر لکھنٹ

گورنر اضلاع مغربی و شمالی و چیف کمشنر اودھ کا دربار ہوا۔ مسٹر ولیم صاحب قائم مقام کمشنر اضلاع لکھنؤ وغیرہ ہمراہ تھے۔ میری کرسی کا نمبر ۲۲ تھا۔ درباریوں میں جملہ تعلقہ داران و روسا و معزز ممبران میونسپل و ڈسٹرکٹ بورڈ شریک تھے۔ منجانب باشندگان ضلع ہردوئی چودھری محمد عظیم صاحب تعلقہ دار و رئیس سندیلہ نے ایڈریس اردو میں پڑھا جس کا جواب لارڈ صاحب نے اسی زبان میں دیا۔ جملہ درباری حسب ہدایت کرنل کوئن صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی عامہ

ممبری کی ترمیم کر کے مرتب کی جس کی تعداد گھٹ کر اب مصلحتہ ذیل ہوئی۔

فہرست رائے دہندگان بقید محلہ	فہرست امیدواران بقید محلہ	فہرست رائے دہندگان بقید محلہ	فہرست امیدواران بقید محلہ
اشراف ٹولہ	۸۷	اشراف ٹولہ	۳۰
مہتوانہ	۵۶	مہتوانہ	۲۰
منڈنی	۲۹	منڈنی	۲۹
ملکانہ	۶	ملکانہ	۶

شرکت دربار لکھنؤ: ۲۶ مارچ ۱۸۹۳ء۔ آج ٹھیک گیارہ بجے بہم رہی منشی فضل حسین صاحب بہ سواہی بگھی کو کھٹی کیننگ کالج (لکھنؤ) میں واسطے شرکت دربار کے حاضر ہوا۔ بارہ بجے جناب سر چارلس صاحب بہادر لفٹیننٹ گورنر تشریف لائے۔ کرنل کونٹن صاحب ڈپٹی کمشنر ہر دوئی نے جناب محترم الیہ سے معرفی کرایا۔ ایک شرفی پیش کی جو مس کر کے واپس ہوئی۔ شرکت دربار کے واسطے شرط تھی کہ عامہ سر پر دوپٹہ مکر میں اور بوٹ وارنش پیر میں ہو، جس کی پوری تعمیل ہوئی۔ چونکہ مجھے روشنی و آتش بازی سے جو کل رات کو ہوگی چنداں شوق نہیں ہے لہذا آج آٹھ بجے رات کی گاڑی میں سندیلہ لوٹ آیا۔

تھیٹر بکا ولی: ۲۴ مارچ ۱۸۹۳ء۔ آج شب کو حسب اصرار کنور نرندر بہادر صاحب تعلقہ دار میں ان کے مکان پر تماشائے تھیٹر میں شریک ہوا جو آجکل لکھنؤ سے وارد سندیلہ ہے۔ بکا ولی کا تھیٹر ہوا۔ میں رات کے ایک بجے تک شریک تماشارہا۔ اگرچہ نقالوں کی پوشاک وغیر عمدہ تھیں لیکن خوش آواز نہ تھے۔

تحصیل دارنور و ذعلی: ۲۴ اپریل ۱۸۹۳ء میں نے ایسا تحصیل دار قبل اس کے کوئی نہیں دیکھا جس کی مختصر نظیر یہ ہے کہ جس شخص کے خلاف مقدمہ لگان یا فوجداری فیصلہ کرنا چاہتے ہیں تو اول ہی سے علانیہ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ فلاں کو ڈگری یا سزا دوں گا اور جب سزا کی ترتیب شروع کرتے ہیں تو اپنی مرضی کے موافق اس کا نکلہ کر دیتے ہیں تاکہ اس کے زور سے ڈگری یا سزا میں ایسی قوت پیدا ہو جائے کہ اپیل سے کوئی سقم مقدمہ کی اصلیت میں عائد نہ ہو اور تماشائے بینی کا یہ حال ہے کہ کوٹھے پر مقصود اطوائف بازاری کو لیے پڑے رہتے ہیں اور نیچے کے مکان میں حضرت کی بی بی صاحبہ ہمشیرہ کلاں اور لڑکے بالے رہتے ہیں لیکن اسکا مطلقاً خیال نہیں رہتا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔

۱۷ اپریل۔ آج بابونور و ذعلی تحصیل دار سندیلہ نے بضر دہل منادی کرائی کہ ہر ایک دوکاندار پندرہ روز کے اندر اپنی دوکانوں کے آگے چھپڑا تہنی ڈالیں اور جس کا چھپر بھوس کا بعد پندرہ دن کے قائم رہے گا وہ مستوجب سزا متصور ہوگا۔ اس حکم سے اکثر دوکاندار پریشان ہیں کہ جن کو استطاعت اس طرفہ کی نہیں ہے کہ جس میں بچیس تیس روپے سے کم خرچ نہ ہوں گے۔ لہذا ضرور ہے کہ وہ بھوس کا چھپر اتار کر دھوپ میں تپسیا کریں اور ذکر خیر سے تحصیل دار کی

یاد میں بھجن گادیں۔ یہ نیا حکم نہ تو خلاف ورزی قواعد میونسپل میں ہے اور نہ اس کے واسطے کوئی منظور کی گئی ہے اور نہ گورنمنٹ نے اپنے گزٹ میں اس کا اعلان کیا ہے پس یہ کیسے واجب التعمیل ہو سکتا ہے لیکن چونکہ ہمارے روسائے قصبہ میں اتفاق نہیں ہے اور سب نفسی نفسی کا دم بھر رہے ہیں اس وجہ سے ہر ایک حکم تحصیلدار کا چاروں چار واجب التعمیل ہو جاتا ہے۔ یہ زمانہ عرصہ تک لوگوں کو یاد گار رہے گا۔

چودھری محمد عظیم: ۱۹ اپریل ۱۸۹۳ء۔ آج بھی اکثر لوگ عید طے آئے اور میں بھی اپنے اعزہ سے ملنے گیا۔ شام تک اکثر حصہ وقت کا ملاقات احباب میں صرف ہوا۔ چودھری محمد عظیم صاحب تعلقہ داروٹ میں عظیم سندیلہ وفات اپنے اہل خانہ سے سخت منگوم ہیں کہ ان کا لطف زندگی بالکل جاتا رہا بلکہ کل عید کو کپڑے بھی نہیں بدلے اور نہ عید گاہ میں نماز پڑھنے گئے۔ مسجد مخدوم صاحب میں معہ فرزند ان خود نماز ادا کی۔ دوسرے بابونور علی تحصیلدار کی دشمنی اور مقدمہ زیادہ ستانی رقم بٹائی، یعنی گنج، جو ہنوز عدالت سے فیصل نہیں ہوا ہے اور بھی ہر وقت سوہان روح ہو رہا ہے۔ گو چودھری صاحب مال مال ہیں لیکن افسوس کہ ان کی جان کو راحت و چین نہیں اور سخت پریشانی میں زندگی گزار رہے ہیں اور ان کا طریق عمل ایسا غیر مستحسن ہے کہ کسی اہل قصبہ لطف نہیں ہے حتیٰ کہ چودھر نصرت علی صاحب عزیز قریب اور اپنے خاص فرزندوں سے بھی نہیں۔ اسی وجہ کوئی انکو سر حال نہیں بلکہ بوقت ملاقات اپنا حال زار دیکھ کر بیان کرتے ہیں۔

میلہ صحبت: ۲ مئی ۱۸۹۳ء۔ آج بہ تقریب میلہ صحبت (صحبتیا باغ کے نام پر اس میلہ کا نام میلہ صحبت پڑ گیا تھا۔ ہاشمی) میں نے مبلغ دس روپے اپنے لڑکوں کو دیے اس میلہ میں سید سالار (مسعود غازی) کا بہت مان دان ہے۔ لڑکوں میں اس کی بہت قدر ہوتی ہے۔ انواع و اقسام کی چیزیں خرید و فروخت ہوتی ہیں جس سے اطفال کی نہایت دلچسپی متصور ہے۔

نتیجہ امتحان الہ آباد یونیورسٹی: ۲ مئی ۱۸۹۳ء۔ اب کے سال نتیجہ امتحان یونیورسٹی الہ آباد حسب ذیل ہے جس کی تصدیق ۲۹ اپریل ۱۸۹۳ء کے گزٹ سرکاری سے ہوتی ہے۔ ایم اے (۲) بی اے (۱۹) ایف اے (۳۰) انٹرنس (۸۲۹) ایم اے میں کیننگ کالج کا ایک لڑکا اول آیا۔ پہلے یوپی میں تمام امتحانات انٹرنس تا ایم اے الہ آباد یونیورسٹی ہی کے تحت ہوتے تھے۔ ہاشمی

موسم: ۸ مئی ۱۸۹۳ء۔ اگرچہ مہینہ جیٹھ کا رواں ہے لیکن فصل میں کچھ ایسا غیر معمولی انقلاب ہے کہ شب و روز بہ شدت ہوا مشرقی چلتی ہے اور شب کو سردی ہوتی ہے چنانچہ آج جب میں بوقت شب زیر سامان سو رہا تھا تو مجھے لحاف اوڑھنے کی ضرورت داعی ہوئی اور یہی کیفیت تاملی ہندوستان میں دیکھنے اخبارات

سے ظاہر ہوتی ہے۔ میرے ہوش میں ایسا حال کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔

سفر حج: ۳ جون ۱۸۹۳ء۔ عزیزی حامد حسن ولد مولوی فضل علی مرحوم موسم مسماۃ بانڈی طوائف خود بھول رخصت از ریاست بھوپال جہاں وہ انسپٹر پولیس بمشاہدہ یک صدر و پے ماہوار ہیں واسطے شرف زیارت کعبہ مصلحہ و مدینہ منورہ براہ جبل پور روانہ ہو کر جہاز 'خیوا' پر عازم بیت اللہ ہوئے۔ اس جہاز میں بہت سے حجاج سوار تھے۔ جب چند منازل طے ہوئیں تو دفعتاً جہاز میں آگ لگ گئی جس سے اکثر جانیں تلف اور کل اسباب حاجیوں کا سوخت ہو گیا۔ ان میں سے بعض تین تنہا کشتیوں کے مل جانے سے ایک جزیرہ کے کنارے پہنچے اور اپنی جان بچائی اور مال اسباب سے ہاتھ دھوئے۔ منجملہ ان کے عزیز موصوف بھی معاہدہ اپنی اہلیہ کے اس آفت و مصیبت سخت سے محفوظ رہے۔ صرف اسباب کے ماتھے گئی اور اب اس جزیرہ سے مکہ پہنچنے تک وقت حج کا گزر جائے گا لہذا وارد بمبئی ہوئے ہیں۔

کثرت انبہ: ۳ جولائی ۱۸۹۳ء۔ آم کی اس سال بہت کثرت ہے۔ بعض روز شام کو ایک سیکرٹا فروخت ہوتے ہیں۔

مسخرگی: ۲۵ جولائی ۱۸۹۳ء۔ ۱۱ محرم ۱۳۱۳ھ.... میں حسب تحریک تحصیلدار کے ایک بچے سے چھ بجے شام تک ان کے ساتھ گڈری سے کربلا میراں معزالین تک (جہاں قصبہ کے تعزیے دفن ہوتے ہیں۔ ہاشمی) رہا۔ اگرچہ ماندگی محسوس ہوئی۔۔۔ کربلا میں لالہ ہزاری لال ولد کشی دیال ساکن "منڈائی"، اور بابو نوروز علی تحصیلدار و پنڈت شیورام سھانہ دار سندیلہ سے بہت کچھ مسخر اپن ہوا۔ حتیٰ کہ تھانیدار نے ہزاری لال کو بہ حالت مسخرگی ایک گڈھے میں ڈھکیل دیا جس میں پانی بھرا ہوا تھا جس سے کل کپڑے اس کے بھینگ گئے اور وہ تحصیلدار تھانیدار کے پیچھے چہلا لیے ہوئے مارتا پھرتا تھا اور یہ دونوں شخص اسی مجمع میں ادھر ادھر بھاگ رہے تھے جس پر بڑے قہقہے ہوتے رہے اور علاوہ محرم کے ایک یہ تماشا جہاں گانہ تھا جس کو صاحب تہذیب نگاہ حیرت سے دیکھتے تھے اور معزز حکام کی جانب نگاہ کم وقتی سے نظر کرتے تھے۔ فسوس کہ آج کل زمانہ کچھ عجیب رنگ ہو رہا، کہ جن باتوں کو دیکھ کر کمال تعجب ہوتا ہے۔

نفاق باہمی: ۷ اگست ۱۸۹۳ء۔ آج کل حالت سندیلہ نہایت پر آشوب ہے۔ ایک رئیس دوسرے کا دشمن ہو رہا ہے۔ بلکہ باہم خاندانوں میں لطف نہیں ہے۔ جہاں جاؤ سوائے اس تذکرہ کا دوسرا ذکر نہیں ہوتا۔ یہ حالت میری یاد میں شاید کبھی نہ تھی۔ میرا خیال ہے کہ اس کے باعث بالونور وزیر علی تحصیلدار ہیں جو باہم روسا میں چڑھاؤ آثار کر کے طال پیدا کر رہے ہیں اور ان کی یہ باتیں اس وجہ سے جلد پراثر ہو جاتی ہیں کہ صاحب ضلع کے مزاج میں ان

لور سوخ کامل حاصل ہے۔ میں ذیل میں تفصیل ان روسا کی حوالہ تلم کرتا ہوں جن میں بالفعل مخالفت ہے یہ فہرست یہاں نظر انداز کی گئی۔ ہاشمی، تحصیلدار صاحب کل روسا کے کم و بیش چٹکی لیتے ہیں۔ چودھری محمد عظیم صاحب اور ان کے بیٹوں سے مخالفانہ عداوت ہے۔ منشی فضل حسین صاحب کو نگاہ تیز سے دیکھتے ہیں۔ راجہ درگا پور شاد و کنور زیند بہادر صاحبان چونکہ حاضر باش رہتے ہیں اس وجہ سے بظاہر میل ہے لیکن باطناً ضرور چٹکی لینے کو تیار ہیں جب موقع پاجاویں بے باغ نہ چھوڑیں گے۔ پروردگار عالم ایسے شخص کے سابقہ سے اپنے حفظ میں رکھے۔

خلافت دستور قدیم: ۱۶ اگست ۱۸۹۳ء ہمارے خاندان میں یہ دستور کبھی نہ تھا کہ مستورات پر وہ نشین قبرستان میں جاتیں یا سیر باغات کرتیں لیکن اب منشی سید فضل حسین صاحب نے اپنی اہلیہ ثانی (کاکوری) کے واسطے ایسا جائز رکھا ہے کہ وہ اکثر قبرستان 'عمرہ' میں جایا کرتی ہیں اور چمن ہاے باغ میں جہاں ہزار ہا مردے دفن ہیں گل گشت کرتی رہتی ہیں اور اکثر کوٹھی 'عمرہ' میں قیام بھی رہتا ہے۔ آج انھوں نے بڑے بلوغ کی سیر کی جو طرت ہتوانہ میں متصل ریلوے اسٹیشن ہے۔ یہ امور ضرور ہمارے خاندانی اصول کے خلاف ہیں۔

امروہ کی کثوت: ۲۸ اگست ۱۸۹۳ء آج کل سندیلہ اور اس کے نواح میں امروہ کی اس قدر کثرت ہے کہ شاید قبل اس کے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ جو عام طور پر دو ڈیڑھ پیسہ پنج سیری فروخت ہوتے ہیں اور غریب لوگوں کے باعث شکم پری ہوتے ہیں۔ نرخ غلہ فصل ربیع سے اڑھائی ہے۔ تین پیسے پنج سیری کے حساب سے بچھڑا فروخت ہوتا ہے جس سے ایک آدمی ڈیڑھ پیسے میں بہت آسودگی کے ساتھ شکم پری کر سکتا ہے۔

میلا د شریف: ۲۲ ستمبر ۱۸۹۳ء آج ۸ بجے رات کو بندت شیورام کھانہ دار پولیس نے محفل میلا د کھانہ میں منعقد کی۔ اکثر روساے قصبہ شریک تھے۔ راقم بھی حسب امر شریک ہوا۔ محفل پر رونق تھی۔ جلیبی بہ کثرت تقسیم ہوئیں۔ کھانا نیکار صاحب کا یہ فعل مصلحت سے خالی نہیں۔

۹ اکتوبر کل شب کو چودھری محمد عظیم صاحب تعلقہ دار نے محفل میلا د بڑی دھوم سے کی۔ مجمع کثیر تھا اور ایک ایک رکانی نصف سیر پلاؤ اور ایک ایک ہانڈی بورانی کی ہر ایک کو تقسیم کی۔ اس قسم کی محفل آج تک قصبہ سندیلہ میں میری یاد میں کسی خاندان میں نہیں ہوئی کہ پلاؤ اور بورانی تقسیم ہوئی ہو۔

بنیاد سرائے و شفا خانہ: یکم نومبر ۱۸۹۳ء آج سرائے اکوٹ کا بنیادی پتھر سڑجے ایڈمنسٹریٹو صاحب کسٹمر قسمت لکھنؤ نے آٹھ بج کر چھپس منٹ صبح کو اپنے ہاتھ سے رکھا۔ کئی تقری جس پر نام صاحب بہادر بقید تاریخ وغیرہ کندہ تھا۔ قیمتی تیس روپے کی تھی۔ اول راجہ درگا پور صاحب تعلقہ دار بڑا گاؤں بانی سرائے نے

ایڈرس بزبان اردو پڑھا جس کے جواب میں صاحب کمشنر نے ارشاد کیا کہ اس کام خیرات سے تجار و مسافروں کو بہت بڑا نفع ہوگا اور راجہ درگا پرنشاد کو کرنل کوٹن صاحب ڈپٹی کمشنر ہر دوئی کا نام ہمیشہ یادگار رہے گا۔ دربار میں تعلقہ دار روسا تقریباً ڈیڑھ سو کے کرسی نشین تھے اور میری نشست زمرہ آنریری مجسٹریٹوں میں تھی۔

بوقت ساڑھے چار بجے شام کے کمشنر صاحب ممدوح نے پتھر بنیادی شفاخانہ کا اراضی قدیم مملوکہ چودھری محمد عظیم میں رکھا۔ یہ کتنی بھی قیمتی بتیس روپے کی تھی اور بہ جواب ایڈرس کے جو راجہ صاحب نے منجانب میونسپل بورڈ پڑھا تھا صاحب ممدوح نے بابت اراضی سرائے (یہاں پہلے بھٹیاری سرائے تھی۔ ہاشمی) کے چودھری محمد عظیم صاحب کا اور بابت اعانت چندہ کے روساے قصبہ علی الخصوص خان بہادر چودھری نصرت علی صاحب کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے پانچ سو اس تعمیر دینا منظور کیے ہیں۔ یہ دربار صبح کے دربار سے پر رونق تھا۔ حکام میں کرنل کوٹن صاحب ڈپٹی کمشنر مسٹر ہیوم صاحب اسسٹنٹ کمشنر اور شاہزادہ ہمایوں قدر صاحب شریک تھے۔ صاحب ضلع اور اسسٹنٹ صاحب کی کرسی بالائے تخت صاحب کمشنر کے داہنے دبائیں تھی۔

پزایہ: ۲۵ نومبر ۱۸۹۳ء۔ آج صبح کو بہ سواری اسپ مادیرہ خود تالاب کھتری واقع مہتوانہ پر ایک موقع تیاری پزایہ کا دیکھا جو انگریزی ساخت کا چینی دار بنایا جائے گا۔

شفاخانہ ہر دوئی: ۲۳ دسمبر ۱۸۹۳ء۔ آج ۳ بجے شام کے بعد سر چارلس کراس ویٹ لفٹیننٹ گورنر بہادر کا شفاخانہ جدید (ہر دوئی) کے صحن میں دربار ہوا۔ اول راجہ درگا پرنشاد صاحب تعلقہ دار سندیلہ نے اپنا تصنیف کیا ہوا قصیدہ فارسی زبان کا پڑھا۔ بعد منشی نظیر حسن صاحب نے منجانب روساے ضلع ایڈرس اردو میں پڑھ کر سنایا۔ اس کے جواب میں محترم الیہ نے انگریزی میں جواب پڑھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ روساے ضلع کی اعانت سے شفاخانہ مردانہ اور بچوں کی صورت سنگھ صاحب کی استعانت سے شفاخانہ زنانہ تعمیر ہوا جس کو میں نے آج نہایت خوشی کے ساتھ کھولا۔ وہ ایک نہایت وسیع عمارت ہے۔ جناب لفٹیننٹ گورنر کے ہمراہ ایک کپینی فوج جنگی اور بائیس سوار رسالہ کے تھے۔ یہ محض خوبی اقبال ہے کہ چار صوبہ کا مالک ایک کھٹوری سی جمعیت کے ساتھ ایسے وسیع ملک کا دورہ کر رہا ہے جس کا حکم ہے کہ کوئی شے ہرگز بلا قیمت نہ لی جاوے لیکن معلوم نہیں کہ وہ قیمت کون حاصل کرے گا۔ جب کہ رسد زمینداروں سے لے کر فراہم ہو چکی ہے۔

بڑے دن کی ڈالیاں: ۲۵ دسمبر ۱۸۹۳ء۔ میں نے بمقام ہر دوئی دیکھا کہ اکثر تعلقہ داروں کے نائب بعض اصالتاً واسطے پیش کرنے والی جناب نواب لفٹیننٹ گورنر صاحب بہادر اور ان کے سکریٹریوں کو بہ تقریب جشن

بڑے دن کے وارد ہوئے اور قیمتی ڈالیاں پیش کیں۔ ان میں سے بعض کے نام درج ذیل کرتا ہوں :

۱۔ لالہ بھگوان دیال صاحب نائب ریاست مہاراجہ پرتاپ نرائن سنگھ صاحب تعلقہ دارا جودھیا۔ ۲۔

شیخ عنایت اللہ صاحب نائب راجہ امیر حسن خاں صاحب محمود آباد۔ ۳۔ خلف الصدق راجہ جنگ بہادر صاحب نانپارہ۔ ۵۔

تبادلہ تحصیلدار : یکم جنوری ۱۸۹۲ء۔ آج نقل حکم صاحب کلکٹر اعظم گڑھ مشعر بدین مضمون مرسلہ دفتر

ہر دوئی بنام بابونور وزیر علی تحصیلدار سندیلہ کو موصول ہوئی کہ تم ضلع اعظم گڑھ کو تبدیل ہوئے اور بجائے تمہارے

شیخ عبدالرحمان صاحب ضلع مذکور سندیلہ کو آویں گے۔ بابو صاحب کو ۵ جنوری تک ضلع مذکور میں پہنچ کر چارج تحصیلدار

لینا چاہیے۔ ہمارے کرنل کوئن صاحب ڈپٹی کمشنر کو غالباً اس تباہی سے بہت افسوس ہوا ہوگا۔ پنڈت شیورام کھاننار

و بابو پیسری دیال اسٹیشن ماسٹر ریلوے اور بعض دیگر اشخاص کو بہت ہی افسوس ہوگا کہ ان کی حکومت جاتی رہی۔

مولوی فضل رحمان صاحب : ۲۰ جنوری ۱۸۹۲ء۔ سچ یہ ہے کہ اس زمانہ میں جناب مولوی

فضل الرحمان صاحب ساکن گنج مراد آباد نہایت مقدس بزرگ ہیں جن کے حصول زیارت کی غرض سے

ہزاروں مرد و زن ہر فرقہ کے منازل دور دراز بلکہ تمامی ہندوستان سے چلے آتے ہیں۔ کوئی دن نہیں جاتا

کہ دو چار آدمی آپ کا شرف زیارت حاصل نہ کرتے ہوں۔ حسی کہ یوروپین بھی آتے ہیں چنانچہ جب اکتوبر

۱۸۹۳ء کو جناب سر چارلس کر اس ویٹ صاحب بہادر لفٹیننٹ گورنر اضلاع مغربی و شمالی و چیف کمشنر

اور وہ بہ تقریب دورہ 'ملانواں' سے بانگرمو تشریف لے گئے تو آپ کا ذکر خیر سن کر متمنی ملازمت ہو کر سرگرمی

وغیر ہماریاں خود مراد آباد تشریف لے گئے اور آپ سے مصافحہ کیا۔ آپ نے صرف اس قدر صاحب محترم الیہ

سے فرمایا کہ ظلم زیادہ ہوتا ہے اس کا انسداد کرو۔ فی الواقع آپ کی ذات تشریف بسا غنیمت ہے۔ مشہور ہے کہ اس

وقت آپ کا سن تشریف ایک سو چھ سال کا ہے اور بخوبی چلتے پھرتے ہیں اور لکھنے پڑھنے وغیر میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

بابونور، وزیر علی : ۱۲ فروری ۱۸۹۲ء۔ آج دو بجے کی ریل میں مرزا یعقوب حسن تحصیلدار وارد سندیلہ

ہوئے اور بابونور وزیر علی تحصیلدار سندیلہ سے چارج تحصیلداری سندیلہ کالیا۔ بابو صاحب سندیلہ چھوڑنے

سے بہت افسردہ خاطر ہیں جہاں دو سال دو ماہ سولہ یوم بوجہ نا اتفاقی روسا بہت تیزی سے تحصیلداری

کی۔ مزاج میں عجلت، تلون، نا عاقبت اندیشی، ارذل کا درخور، اخبار پر عمل، تماش بینی کا بد تہذیبی کے ساتھ شوق

مثل بازار یوں کے پھکر لانا، عزت و آبرو کی نہ سمجھنا، قبل از وقت بات کہنا، ظلم کو جائز رکھنا، کسی مشرب کا

پابند نہ ہونا، ہندوؤں کو مسلمانوں پر ترجیح دینا۔ البتہ صاف دل و صاف معاملہ تھے۔

سے ظاہر ہوتی ہے۔ میرے ہوش میں ایسا حال کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔

سفر حج: ۳ جون ۱۸۹۳ء۔ عزیزی حامد بن ولد مولوی فضل علی مرحوم مع مسماۃ بانڈی طوائف خود بخود رخصت از ریاست بھوپال جہاں وہ انسپٹر پولیس بمشاہدہ یک صدر و پے ماہوار ہیں واسطے شرف زیارت کعبہ مظلہ و مدینہ منورہ براہ جبل پور روانہ ہو کر جہاز 'خیا' پر عازم بیت اللہ ہوئے۔ اس جہاز میں بہت سے حجاج سوار تھے۔ جب چند منازل طے ہوئیں تو دفعتاً جہاز میں آگ لگ گئی جس سے اکثر جانیں تلف اور کل اسباب ہاجیوں کا سوخت ہو گیا۔ ان میں سے بعض تنہا کشتیوں کے مل جانے سے ایک جزیرہ کے کنارے پہنچے اور اپنی جان بچائی اور مال اسباب سے ہاتھ دھوئے۔ منجملہ ان کے عزیز موصوف بھی معاہدہ اپنی اہلیہ کے اس آفت و مصیبت سخت سے محفوظ رہے۔ صرف اسباب کے ماتھے گئی اور اب اس جزیرہ سے مکہ پہنچنے تک وقت حج کا گزر جائے گا لہذا وارد بمبئی ہوئے ہیں۔

کثرت اخبہ: ۳ جولائی ۱۸۹۳ء۔ آٹھ کی اس سال بہت کثرت ہے۔ بعض روز شام کو ایک بیٹہ سیکڑا فروخت ہوتے ہیں۔

مسخرگی: ۲۵ جولائی ۱۸۹۳ء۔ ۱۱ محرم ۱۳۱۱ھ.... میں حسب تحریک تحصیلدار کے ایک بچے دن سے چھ بجے شام تک ان کے ساتھ گڈری سے کربلا میراں معزالدین تک (جہاں قصبہ کے تعزیرے دفن ہوتے ہیں۔ ہاشمی) رہا۔ اگرچہ ماندگی محسوس ہوئی۔۔۔ کر بلا میں لالہ ہزاری لال ولد تگشی دیال ساکن "منڈائی"، اور بابو نوروز علی تحصیلدار و پنڈت شیورام سھانہ دار سندیلہ سے بہت کچھ مسخرایں ہوا۔ حتیٰ کہ تھانیدار نے ہزاری لال کو بہ حالت مسخرگی ایک گڈھے میں ڈھکیل دیا جس میں پانی بھرا ہوا تھا جس سے کل کپڑے اس کے بھیگ گئے اور وہ تحصیلدار تھانیدار کے پیچھے چہلا لیے ہوئے مارتا پھرتا تھا اور یہ دونوں شخص اسی مجمع میں ادھر ادھر بھاگ رہے تھے جس پر بڑے قہقہے ہوتے رہے اور علاوہ محرم کے ایک یہ تاشا جاگانہ تھا جس کو صاحب تہذیب نگاہ حیرت سے دیکھتے تھے اور معزز حکام کی جانب نگاہ کم وقتی سے نظر کرتے تھے۔ فسوس کہ آجکل زمانہ کچھ عجیب رنگ ہو رہا، کہ جن باتوں کو دیکھ کر کمال تعجب ہوتا ہے۔

نفاق باہمی: ۷ اگست ۱۸۹۳ء۔ آج کل حالت سندیلہ نہایت پر آشوب ہے۔ ایک رئیس دوسرے کا دشمن ہو رہا ہے۔ بلکہ باہم خاندانوں میں لطف نہیں ہے۔ جہاں جاؤ سوائے اس تذکرہ کا دوسرا ذکر نہیں ہوتا۔ یہ حالت میری یاد میں شاید کبھی نہ تھی۔ میرا خیال ہے کہ اس کے باعث بابو نوروز علی تحصیلدار ہیں جو باہم روسا میں چڑھاؤ اتار کر کے ملال پیدا کر رہے ہیں اور ان کی یہ باتیں اس وجہ سے جلد پراثر ہو جاتی ہیں کہ صاحب ضلع کے مزاج میں ان

لور سوخ کامل حاصل ہے۔ میں ذیل میں تفصیل ان روسا کی حوالہ قلم کرتا ہوں جن میں بالفعل مخالفت ہے یہ فہرست یہاں نظر انداز کی گئی۔ ہاشمی، تحصیلدار صاحب کل روسا کے کم و بیش چٹکی لیتے ہیں۔ چودھری محمد عظیم صاحب اور ان کے بیٹوں سے مخالفانہ عداوت ہے۔ منشی فضل حسین صاحب کو نگاہ تیز سے دیکھتے ہیں۔ راجہ درگا پور شاد و کنور نرنند بہادر صاحبان چونکہ حاضر باش رہتے ہیں اس وجہ سے بظاہر میل ہے لیکن باطناً ضرور چٹکی لینے کو تیار ہیں جب موقع پاجاویں بے باغ نہ چھوڑیں گے۔ پروردگار عالم ایسے شخص کے سابقہ سے اپنے حفظ میں رکھے۔

خلافت دستور قدیم: ۱۶ اگست ۱۸۹۳ء۔ ہمارے خاندان میں یہ دستور کبھی نہ تھا کہ مستورات پر وہ نشین قبرستان میں جاتیں یا سیر باغات کرتیں لیکن اب منشی سید فضل حسین صاحب نے اپنی اہلیہ ثانی (کاکوری) کے واسطے ایسا جائز رکھا ہے کہ وہ اکثر قبرستان 'عمرہ' میں جایا کرتی ہیں اور چمن ہاے باغ میں جہاں ہزار ہا مردے دفن ہیں گل گشت کرتی رہتی ہیں اور اکثر کوٹھی 'عمرہ' میں قیام بھی رہتا ہے۔ آج انھوں نے بڑے بلوغ کی سیر کی جو طرت ہتوانہ میں متصل ریوے اسٹیشن ہے۔ یہ امور ضرور ہمارے خاندانی اصول کے خلاف ہیں۔

امروہ کی کثوت: ۲۸ اگست ۱۸۹۳ء۔ آج کل سندیلہ اور اس کے نواح میں امرود کی اس قدر کثرت ہے کہ شاید قبل اس کے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ جو عام طور پر دو ڈیڑھ پیسہ بیخ سیری فروخت ہوتے ہیں اور غریب لوگوں کے باعث شکم پُری ہوتے ہیں۔ نرخ غلہ فصل ربیع سے ارزاں ہے۔ تین پیسے بیخ سیری کے حساب سے بچھڑا فروخت ہوتا ہے جس سے ایک آدمی ڈیڑھ پیسے میں بہت آسودگی کے ساتھ شکم پُری کر سکتا ہے۔

میلا د شریف: ۲۲ ستمبر ۱۸۹۳ء۔ آج ۸ بجے رات کو پنڈت شیورام کھانہ دار پولیس نے محفل میلا د کھانہ میں منعقد کی۔ اکثر روساے قصبہ شریک تھے۔ راقم بھی حسب امر اشریک ہوا۔ محفل پُرونی تھی۔ جلیبی بہ کثرت تقسیم ہوئیں۔ کھانا نیدار صاحب کا یہ فعل مصلحت سے خالی نہیں۔

۹ اکتوبر۔ کل شب کو چودھری محمد عظیم صاحب اعلیٰ قدر نے محفل میلا د بڑی دھوم سے کی۔ مجمع کثیر تھا اور ایک ایک رکانی نصف سیر پلاؤ اور ایک ایک ہانڈی بورانی کی ہر ایک کو تقسیم کی۔ اس قسم کی محفل آج تک قصبہ سندیلہ میں میری یاد میں کسی خاندان میں نہیں ہوئی کہ پلاؤ اور بورانی تقسیم ہوئی ہو۔

بنیاد سرائے و شفا خانہ: یکم نومبر ۱۸۹۳ء۔ آج سرے اکوٹ کا بنیادی پتھر مٹرجے ایڈمنسٹریٹو صاحب کمشنر قسمت لکھنؤ نے آٹھ بج کر چھپس منٹ صبح کو اپنے ہاتھ سے رکھا۔ کئی تقری جس پر نام صاحب بہادر بقید تاریخ وغیرہ کندہ تھا۔ قیمتی تیس روپے کی تھی۔ اول راجہ درگا پور صاحب تعلقہ دار بڑا گاؤں بانی سرے نے

ایڈرس بزبان اردو پڑھا جس کے جواب میں صاحب کشنر نے ارشاد کیا کہ اس کام خیرات سے تجار و مسافروں کو بہت بڑا نفع ہوگا اور راجہ درگا پرنشاد کو کرنل کوٹن صاحب ڈپٹی کمشنر ہر دوئی کا نام ہمیشہ یادگار رہے گا۔ دربار میں تعلقہ دار روسا تقریباً ڈیڑھ سو کے کرسی نشین تھے اور میری نشست زمرہ آنریری مجسٹریٹوں میں تھی۔

بوقت ساڑھے چار بجے شام کے کمشنر صاحب ممدوح نے پتھر بنیادی شفاخانہ کا اراضی قدیم مملوکہ چودھری محمد عظیم میں رکھا۔ یہ کتنی بھی قیمتی بتیس روپے کی تھی اور بہ جواب ایڈرس کے جو راجہ صاحب نے منجانب میونسپل بورڈ پڑھا تھا صاحب ممدوح نے بابت اراضی سرائے (یہاں پہلے بھٹیاری سرائے تھی۔ ہاشمی) کے چودھری محمد عظیم صاحب کا اور بابت اعانت چندہ کے روساے قصبہ علی الخصوص خان بہادر چودھری نصرت علی صاحب کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے پانچ سو اس تعمیر دینا منظور کیے ہیں۔ یہ دربار صبح کے دربار سے پر رونق تھا۔ حکام میں کرنل کوٹن صاحب ڈپٹی کمشنر مسٹر ہیوم صاحب اسسٹنٹ کمشنر اور شاہزادہ ہمایوں قدر صاحب شریک تھے۔ صاحب ضلع اور اسسٹنٹ صاحب کی کرسی بالائے تخت صاحب کشنر کے داہنے دبائیں تھی۔

پزایہ: ۲۵ نومبر ۱۸۹۳ء۔ آج صبح کو بہ سواری اسپ مادیرہ خود تالاب کھتری واقع مہتوانہ پر ایک موقع تیاری پزایہ کا دیکھا جو انگریزی ساخت کا چینی دار بنایا جائے گا۔

شفاخانہ ہر دوئی: ۲۳ دسمبر ۱۸۹۳ء۔ آج ۳ بجے شام کے بعد سر چارلس کراس ویٹ لفٹیننٹ گورنر بہادر کا شفاخانہ جدید (ہر دوئی) کے صحن میں دربار ہوا۔ اول راجہ درگا پرنشاد صاحب تعلقہ دار سندیلہ نے اپنا تصنیف کیا ہوا قصیدہ فارسی زبان کا پڑھا۔ بعد منشی نظیر حسن صاحب نے منجانب روساے ضلع ایڈرس اردو میں پڑھ کر سنایا۔ اس کے جواب میں محترم الیہ نے انگریزی میں جواب پڑھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ روساے ضلع کی اعانت سے شفاخانہ مردانہ اور بچہ کر صورت سنگھ صاحب کی استعانت سے شفاخانہ زنانہ تعمیر ہوا جس کو میں نے آج نہایت خوشی کے ساتھ کھولا۔ وہ ایک نہایت وسیع عمارت ہے۔ جناب لفٹیننٹ گورنر کے ہمراہ ایک کپتانی فوج جنگی اور بائیس سوار رسالہ کے تھے۔ یہ محض خوبی اقبال ہے کہ چار صوبہ کا مالک ایک کھٹوری سی جمعیت کے ساتھ ایسے وسیع ملک کا دورہ کر رہا ہے جس کا حکم ہے کہ کوئی شے ہرگز بلا قیمت نہ لی جاوے لیکن معلوم نہیں کہ وہ قیمت کون حاصل کرے گا۔ جب کہ رسد زمینداروں سے لے کر فراہم ہو چکی ہے۔

بڑے دن کی ڈالیاں: ۲۵ دسمبر ۱۸۹۳ء۔ میں نے بمقام ہر دوئی دیکھا کہ اکثر تعلقہ داروں کے نائب بعض اصالتاً واسطے پیش کرنے والی جناب نواب لفٹیننٹ گورنر صاحب بہادر اور ان کے سکریٹریوں کو بہ تقریب جشن

بڑے دن کے وارد ہوئے اور قیمتی ڈالیاں پیش کیں۔ ان میں سے بعض کے نام درج ذیل کرتا ہوں :

۱۔ لالہ بھگوان دیال صاحب نائب ریاست مہاراجہ پرتاپ نرائن سنگھ صاحب تعلقہ دارا جو دھیا۔ ۲۔ شیخ عنایت اللہ صاحب نائب راجہ امیر حسن خاں صاحب محمود آباد۔ ۳۔ خلف الصدق راجہ جنگ بہادر صاحب ناتپارہ۔

تبادلہ تحصیلدار : یکم جنوری ۱۸۹۲ء۔ آج نقل حکم صاحب کلکٹر اعظم گڑھ مشعر بدین مضمون مرسلہ دفتر ہر دوئی بنام بابونور وزیر علی تحصیلدار سندیلہ کو موصول ہوئی کہ تم ضلع اعظم گڑھ کو تبدیل ہوئے اور بجائے تمہارے شیخ عبدالرحمان صاحب ضلع مذکور سندیلہ کو آویں گے۔ بابو صاحب کو ۵ جنوری تک ضلع مذکور میں پہنچ کر چارج تحصیلدار لینا چاہیے۔ ہمارے کرنل کوئن صاحب ڈپٹی کمشنر کو غالباً اس تبادلے سے بہت افسوس ہوا ہوگا۔ پنڈت شیورام کھاننار و بابو پیسری دیال اسٹیشن ماسٹر ریلوے اور بعض دیگر اشخاص کو بہت ہی افسوس ہوگا کہ ان کی حکومت جاتی رہی۔

مولوی فضل رحمان صاحب : ۲۰ جنوری ۱۸۹۲ء۔ سچ یہ ہے کہ اس زمانہ میں جناب مولوی

فضل الرحمان صاحب ساکن گنج مراد آباد نہایت مقدس بزرگ ہیں جن کے حصول زیارت کی غرض سے ہزاروں مردوزن ہر فرقہ کے منازل دور دراز بلکہ تمامی ہندوستان سے چلے آتے ہیں۔ کوئی دن نہیں جاتا کہ دو چار آدمی آپ کا شرف زیارت حاصل نہ کرتے ہوں۔ حتیٰ کہ یورپین بھی آتے ہیں چنانچہ جب ۱۵ ستمبر ۱۸۹۳ء کو جناب سر چارلس کراس ویٹ صاحب بہادر لفٹیننٹ گورنر اضلاع مغربی و شمالی و چیف کمشنر اودھ بہ تقریب دورہ 'ملانواں' سے بانگر مو تشریف لے گئے تو آپ کا ذکر خیر سن کر ممتنی ملازمت ہو کر مگر پٹری وغیرہ ہمایاں خود مراد آباد تشریف لے گئے اور آپ سے مصافحہ کیا۔ آپ نے صرف اس قدر صاحب محترم الیہ سے فرمایا کہ ظلم زیادہ ہوتا ہے اس کا انسداد کرو۔ فی الواقع آپ کی ذات شریف بسا غنیمت ہے مشہور ہے کہ اس وقت آپ کا سن تشریف ایک سو چھ سال کا ہے اور بخوبی چلتے پھرتے ہیں اور لکھنے پڑھنے وغیرہ میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

بابونور وزیر علی : ۱۲ فروری ۱۸۹۲ء۔ آج دو بجے کی ریل میں مرزا یعقوب حسن تحصیلدار وارد سندیلہ

ہوئے اور بابونور وزیر علی تحصیلدار سندیلہ سے چارج تحصیلداری سندیلہ کالیا۔ بابو صاحب سندیلہ چھوڑنے سے بہت افسردہ خاطر ہیں جہاں دو سال دو ماہ سولہ یوم بوجہ نا اتفاقی روسا بہت تیزی سے تحصیلداری کی۔ مزاج میں عجلت تلون نا عاقبت اندیشی، ارذل کا درخور اخبار پر عمل، تماش بینی کا بد تہذیبی کے ساتھ شوں مثل بازار یوں کے پھکر لانا، عزت و آبر کسی کی نہ سمجھنا، قبل از وقت بات کہنا، ظلم کو جائز رکھنا، کسی مشرب کا پابند نہ ہونا، ہندوؤں کو مسلمانوں پر ترجیح دینا۔ البتہ صاف دل و صاف معاملہ تھے۔

راجہ دس گاپر شاد : ۱۸ فروری ۱۸۹۲ء - آج بحالتِ تخلیہ مجھ سے اور راجہ درگاپر شاد صاحب تعلقہ دار سے نہایت صفائی کے ساتھ ہر قسم کی بات چیت ہوئی اور گذشتہ حالات بالونور وزیر علی تحصیلدار بیان ہوتے رہے جو ان کے اور میرے ساتھ غیبتاً مخالفانہ طریقے سے برتے جاتے تھے اور باہم ہمارے اور راجہ صاحب کے یہ معاہدہ ہوا کہ ہم دونوں سچے دوست ہو جاویں حتیٰ کہ جو میرا دوست وہ انکا اور جو میرا دشمن وہ ان کا اور اسی پر زور دے کر قولِ قرار ہوا اور باہم ہاتھ ملایا گیا اور ایک چھڑی ناخ کی قیمتی پندرہ روپے میں نے بیادگار دستخط کام اس معاہدہ کے بذریعہ تحریر امروزہ خدمت میں راجہ صاحب ممدوح کے ارسال کی جو تحریری شکرگزاری کے ساتھ قبول ہوئی اور جواب میں یہ بھی کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں کبھی کسی موقع پر ایسے معاہدہ کی یادگار میں ایسی چیز پیش کروں گا کہ ہر وقت پیش نظر ہے اور میری یاد ہر وقت آپ کو دلاتی رہے۔

مسئلہ اور جناح گانا : ۲۵ اپریل ۱۸۹۲ء - آج کل مسماۃ کندن کا کوروی اہل خانہ ثانی منشی فضل حسین صاحب تعلقہ دار نے مسہل لیا ہے اس وجہ سے مسماۃ رانا میرا شن ملیج آباد و لکھنؤ کا گانا شب و روز سنا کرتی ہیں۔ یہ میرا شن مثل طوائفوں کے ناجستی گاتی ہے۔ کیا عجب ہے کہ اہل محلہ خوش بول کہ ان کو مفت بلارٹ گانا سننے کو ملتا ہے جو بال خانہ زنانه پر ہوا کرتا ہے۔ یہ سب باتیں زیادتی روپیہ سے حاصل ہوتی ہیں۔

خطاب خان بھادس : ۲۱ مئی ۱۸۹۲ء - معائنہ اودھ اخبار مطبوعہ امروزہ سے واضح، اگر حسبِ اندراج گزرتا آف انڈیا محکومہ ۲۶ مئی مولوی سید علی احمد صاحب خلیفہ مولوی سید غلام حسین صاحب مرحوم اشرف گولہ سندیلہ حال دکیں جبل پور کو بہ تقریب جشن سالگرہ ملکہ و کٹوریہ انگلستان کی خطاب خان بہادر، بطور زیادتی اعزاز کے عطا ہوا۔ ۲۴ مئی سن الیہ کو ملکہ کی عمر پورے پچھتر سال کی ہوئی۔

جلوس مہندی : ۱۰ جولائی ۱۸۹۲ء - ۶ محرم ۱۳۱۲ھ - آج دس بجے رات کو واہدین سائز محلہ اشرف گولہ نے مہندی نکالی سامانِ روشنی و آرائش بہت خوب تھا۔ مومن علی (صدر اعلیٰ) کے مکان کی طرف سے چودھری عبدالباقی کے دروازے ہوتی ہوئی پیارے شہیدوں میں اور وہاں سے بازار منگل ہو کر میری کوٹھی کے نیچے نکلی اور پھر چوراہا سڑک پختہ پر ہو کر اس کے امام باڑہ میں پانچ بجے صبح کو پہنچی۔ مرثیہ قدم قدم پر ہوتا جاتا تھا اور مجمع بھی زائد تھا۔ میرے خیال میں یہ پہلا موقع اس کے نکلنے کا اس قصبہ میں ہے۔

ناک کٹی : ۲۰ ستمبر ۱۸۹۲ء آج کل ولد فہم اللہ نے کلہو خلف روح الدین کی ناک دانت سے کاٹی جو علیہ ہو گئی۔ یہ دونوں محلہ میں رہتے ہیں کچھ معاملہ عاشقی معشوقی کا تھا۔ کلہو کچھ ایسا حسین و خوبصورت لڑکا نہ تھا لیکن طبیعت۔

خاندان چودھری حشمت علی: ۲ دسمبر ۱۸۹۳ء - چودھری حشمت علی صاحب تعلقہ دار
 مرحوم کے خاندان میں بالفعل تین شخص محض عظیم صاحب تعلقہ دار خان بہادر چودھری نصرت علی صاحب
 اسٹنٹ سکریٹری ایجن ہند تعلقہ داران لکھنؤ چودھری محمد رفوف صاحب گزارہ دار تعلقہ لکھنؤ،
 سربراہ آوردہ و حکام رس ہیں اور باہم ان تینوں میں قرابت قریبہ ہے اور بظاہر یہ جلسہ ریکیائی مثل شیر و شکر
 پیوستہ رہتے ہیں لیکن دل میں ایسا اتفاق پیدا ہے کہ ایک دوسرے کا سخت دشمن ہے اور پیش گاہ حکام
 ایک دوسرے کی توہین و تذلیل میں کوئی دقیقہ اٹھاتا نہیں رکھتے۔ یہ کیفیت میں نے اسی خاندان میں دیکھی۔
 یہ محض نفسانیت ہے جو باعث تخریب ہو رہی ہے۔ اگر باہم ان میں اتفاق ہوتا تو کل قصبہ ان کا مطیع و متقاد
 رہتا اور کوئی دم مخالفت نہ مار سکتا۔ یہ علامت ادبار ہے جو عموماً مسلمانوں پر مسلط ہو رہی ہے۔

فائقے کے ماس سے: ۲۶ دسمبر ۱۸۹۳ء - آج میں ایک واقعہ افسوس ناک حوالہ رقم کرتا ہوں جو
 باعث عبرت ناظرین ہو گا۔ مجھے آج صبح اسٹنٹ سرجن سندیلہ نے ایک خط بھیج کر اپنے شفا خانہ میں طلب
 کیا کہ میں ایک ملزم کا بحیثیت مجسٹریٹ بیان لکھوں جو جان بلب ہے۔ اور شفا خانہ میں زیر علاج مسماۃ
 پاربتی زوجہ خوشحال چمار "جنڈ پور" مزرعہ بھرمیرہ" کھانا سندیلہ نے بوقت استفسار بیان کیا کہ وہ بیوہ ہے
 اور اس کے چار خور و سال لڑکے تھے۔ پانچ روز سے کچھ کھانے کو میسر نہیں آیا اور سبھوک سے تڑپتے
 تھے۔ تب وہ اپنے لڑکوں کی ایسی حالت برداشت نہ کر سکی اور مرنے کو زندگی پر ترجیح دی۔ سب سے اول
 اس نے چاروں لڑکوں کا گلا اُترے سے کاٹا اور پھر اپنے گلے پر استرا پھیر جس سے نیم جان سانس پیٹ کی
 کچھ ذریعہ زخم کچھ منہ سے نکلتی ہے۔ چند ساعت کے بعد لڑکا لہر گیا تینوں لڑکیاں زندہ ہیں جن کی عمر وغیرہ درج ذیل ہے۔
 مسماۃ مہرنیا۔ عمر دس سال۔ مسماۃ مکونی ۶ سال۔ مسماۃ دلارہ ۴ سال۔ مسماۃ گھانسی پسر متونی ۵ سال
 تینوں لڑکیاں غالباً پنج جاویں مگر ماں کی خیریت نہیں جس کی عمر ۴۰ سال ہے۔ یہ فعل محض مجبوری سے ہوا اور نہ
 اولاد سے دلاری دنیا میں کوئی چیز نہیں ہے۔

افتتاح کوٹن سرائے: ۲ جنوری ۱۸۹۵ء - بہ تقریب کھولنے سرائے سندیلہ کے دور دور سے
 مہمان لاجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار کے آرہے ہیں اور سرائے کی بہت آرائش ہو رہی ہے۔ واقعی یہ کام
 راجہ نے نہایت حوصلہ مندی کے ساتھ باوصف مقروض ہونے علاقہ کے انجام دیا ہے جس کی تیاری آرائشی اور
 اور مہمان داری کا خرچہ بیس ہزار سے کم نہیں ہو سکتا۔ میں نے حسب خواہش جناب موصوف ایک تاریخ سنگ مر

پر کندہ کر کے بطور یادگار و استحکام روالہ و اتحاد کے وسط پھاٹک سرانے نو تعمیر میں نصب کروائی ہے۔
 ۳ جنوری ۱۸۹۵ء - آج تقریب افتتاح سرانے کو بن عمل میں آئی۔ ضلع کے جملہ حکام تعلقہ دار و روسا
 وغیرہ علی قدر مراتب کرسی نشین ہوئے۔ کرنل کوئن صاحب ڈپٹی کمشنر ہر دوئی جن کے نام نامی پر یہ سرانے موسوم
 ہوئی ٹھیک تین بجے شام کو تشریف لائے۔ اول راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار بانی سرانے نے ایڈرس پڑھا۔
 بعدہ کرنل صاحب نے بہ زبان انگریزی اس کا جواب دیا۔ پھر اسکا ترجمہ شاہزادہ مرزا ہمایوں قدردار صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ
 کمشنر نے پڑھ کر سنایا۔ ایڈرس پارچہ ریشمی سرخ پر تحریر تھا جو کشتی نقرئی میں لگا کر پیش کیا گیا اور کنبی نقرئی سے صاحب بہادر
 نے قفل افتتاح کا کھولا۔ صاحب بہادر نے اپنے جواب میں راجہ صاحب کو ہدایت کی کہ کچھ جائداد واسطے مرمت
 ضروری سرانے کی علیحدہ کر دی جاوے تاکہ وہ ہمیشہ قائم و برقرار رہے شب کو جلسہ چند طائفہ زنانہ ساریہ و علیان
 کشمیری کا ہوا۔ یہ کام راجہ صاحب نے واقعی نہایت حوصلہ کے ساتھ کیا ہے اور اپنے ہمسروں میں سبقت لے
 گئے۔ میری نشست بائیں جانب صفا اول میں آنریری مجسٹریٹوں میں تھی۔

حال و قال: ۱۸ جنوری ۱۸۹۵ء - آج رات سے منشی فضل رسول صاحب کا عرس شرع ہوا اور
 مشائخ لکھنؤ واسطے زینت محفل کے آرہے ہیں۔ کاش منشی صاحب (یعنی محفل حسین صاحب جو اپنے والد
 منشی فضل رسول کا عرس کرتے تھے۔ ہاشمی) اس مصنوعی حال و قال کی مجلس موقوف کر کے دو چار ہزار خوش
 کھانے محتاجوں کو تقسیم کراتے تو شاید روح جناب مغفور کو زیادہ ثواب پہنچتا۔ اس مجلس کا یہی نتیجہ نکلا
 کرتا ہے کہ شہر کے لوگ حالیوں کا تماشادیکھ کر قہقہہ لگاتے ہیں اور ان کی شورش سے لطف گانے کا بھی
 مفقود ہو جاتا ہے اور کچھ عجب نہیں کہ ایسے افعال اور حرکات سے مرحوم کی روح کو صدمہ ہوتا ہو۔

افعال قبیحہ: ۱۸ فروری ۱۸۹۵ء - آج عزیز زار جان بشیر الزماں خلیف منشی فہیم الزماں صاحب
 سے معلوم ہوا کہ آج کل کے تعلیم یافتہ لڑکے اکثر عارضہ زلیق میں مبتلا ہیں۔ بعضوں کو شکایت کم اور بعض کو زیادہ
 ہے۔ جن کی شادیاں ہو گئیں وہ دو اکی تلاش میں سرگرداں اور بے شادی والے ہنوز اس سے غفلت میں
 پڑے ہیں۔ ان دنوں طرقتی تہذیب تحفظ بدنامی صحبت مستورات یہی قرار پایا ہے۔ تفصیل ابتلا سے نوجوانان
 مجلوق جس کی تصدیق اب تک ہوئی ہے یہ ہیں۔ یہاں مصنف روزنامہ نے آٹھ تعلیم یافتہ نوجوانوں
 کے نام درج کیے ہیں جن میں ان کا ایک بیٹا بھی شامل ہے۔ ہاشمی، افسوس اگر ابتداءے عمر میں شادی کی جاتی
 ہے تو اولاد کم زور پیدا ہوتی ہے۔ تعلیم کی طرف چنداں توجہ نہیں رہتی اور اگر اس میں توقف ہوتا

ہے تو ایسے افعال قبیحہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہ نکل لڑ کے تعلیم یافتہ ہیں۔

مالگذا سرائی میں اضافہ : ۳۱ مارچ ۱۸۹۵ء۔ آج میں نے راجہ درگا پرشاد صاحب کی جمع ثانی معائنہ کی جس کی وہ نقل لائے ہیں تو جمع مالگذا سرائی سابق کے دو چند ہے۔ اس حالت میں کیسے امید ہو سکتی ہے کہ ان کا یا کسی کا علاقہ بحالت موجودہ قائم رہ سکتا ہے چہ جائے کہ راجہ صاحب پر اس وقت قریب دو لاکھ کے قرضہ ہے۔ جس وقت سے میں نے یہ کیفیت دیکھی ہے اور سنی ہے میرے ہوش جاتے رہے کہ میں اپنی کثیر عیال داری کے ساتھ کیونکر لبر کر سکوں گا جب کہ جمع سابق سے دو چند تجویز ہو رہی ہے اور کوئی دوسرا ذریعہ معاش کا بجز اس کے میرا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ عزت و آبرو سے رکھے۔ بجز اس کے افضال کے اب کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔

ندوة العلماء لکھنؤ : ۱۰ اپریل ۱۸۹۵ء۔ بارہ دری قیصر باغ (لکھنؤ) میں جلسہ ندوة العلماء منعقد ہوا ہے جس میں مشہور و نامی علمائے ہندوستان کے شریک ہیں۔ مقاصد جلسہ یہ ہیں کہ اہل اسلام کو ترقی دینی دنیوی میں توجہ ترویج ہو جو اور قوموں سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ دونوں وقت صبح و شام وعظ ہوتا ہے اور اس تمامی خرچ کے کفیل حضرت وکیل صاحب ہیں۔ خدا ان کو اپنی کوشش میں کامیاب کرے۔

ہنگامہ محرم میں : ۶ جولائی ۱۸۹۵ء۔ نویں محرم کو تعزیہ چودھری کلو کا معہ دیگر تعزیوں کے اگڈری میں زیر محل راجہ صاحب کے پہنچا تو ایک مرتبہ غل ہوا کہ رانی چند کنور زوجہ راجہ وزیر چند صاحب کے محل سے اینٹ آئی اور کل تعزیے وہیں رکھ دیے گئے اور ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ تحصیلدار و محتایار و مرزا ہالیوں قدر صاحب اسٹرا اسٹنٹ کمشنر موق پر پہنچ کر تحقیقات کرنے لگے حالانکہ اینٹ آنے کی کوئی اہلیت نہ تھی۔ مرت یہ کارروائی واجد خاں بلوچ کی کئی جنٹوں نے صدر ولد علی رضا مہتوانہ والہی وغیرہ چند اپنے ملازم افترا پر داز کو اشارہ کر دیا تھا کہ جب تعزیے اگڈری میں پہنچیں تو چند پارہ سفالی تعزیوں پر اچھا لویں اور جب رانی کی طرف بدگمانی ہو کر ہنگامہ برپا ہو جاوے اور تعزیے ولے پولس و حکام کا کہنا نہ مانیں تو آپ کے درمیان میں طحال کر انھیں راضی کریں تاکہ اس کے باعث سے بیٹھی گاہ حکام رسوخ و وقعت پیدا ہو اور پولس ایک فعل ناجائز کے ارتکاب کو مانع نہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب تعزیہ والوں نے پولس وغیرہ کا کہنا نہ کیا تو حضرت نے اپنی سازباز متخیلہ کے مطابق سب کو رام کر کے تعزیوں کو آگے بڑھایا اور ایک نوع کی ظاہری نمود حاصل کی ورنہ دراصل یہ کوئی بات نہ تھی مگر افسوس یہ فطرت ان کی کھل گئی اور پولس کو بھی معلوم ہو گیا۔ عجب نہیں کہ یہ راز حکام کو بھی منکشف ہو جاوے اور ان کی فطرتی کارروائی کا ثمرہ بدٹے۔ عجب بے ڈھب لوگ ہیں کہ

حکام وقت سے ان کو مطلقاً خوف نہیں اور ایسے فعل کا ارتکاب کرتے ہیں کہ جس سے نیک رُئیوں کے جسم میں ریشہ پیدا ہوتا ہے۔ خدا ایسے لوگوں کی نزدیکی سے اپنی حفاظت میں رکھے۔

حصہء میلاد: ۱۲ ستمبر ۱۸۹۵ء - آج صبح کوچو دھری نصرت علی صاحب خاں بہادر رئیس "مہتوانہ" کے مکان پر محفل میلاد شریف منعقد تھی۔ اول پانچ پانچ لڑکے جو اسی غرض سے تیار ہوئے تھے تقسیم ہوئے اور جب وہ باعث جمع کثیر کافی نہ ہو سکے تو مسٹھانی بازار سے منگوا کر تقسیم ہوئی اور جب وہ بھی غیر کافی ٹھہری تو سو روپے کے پیسے فی کس دو آنے کے حساب سے بانٹے گئے اور جب وہ بھی حساب نہ چل سکا تو ایک آنہ، بعد اچھ پانی فی کس دیے گئے۔ سنا گیا کہ ۱۶۵۰ روپے اس تقریب میں صرف ہوئے۔ اب سندیلہ میں مجلس کرنا بہت مشکل ہو گیا۔ نیکی تو درکنار بڑائی پیش قدمی کو تیار اس وجہ سے متوسط لوگوں نے ایسا کرنا موقوف کر دیا، گردن صد عیب و نہ گردن یک عیب۔

تحفہ راجہ صاحب: ۲۶ ستمبر ۱۸۹۵ء - راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار "سرون بڑا گاؤں" نیپال سے آج واپس آئے اور براہ اندیاد محبت و مراسم دوستانہ ایک قلمدان برنجی ساخت انگریزی دائرہ شدہ لائے اور بطور تحفہ کے مجھے لطف فرمایا۔ سچ یہ ہے کہ ایسے طریق عمل سے بنائے محبت و دوستی کو صورت استحکام کی پیدا ہے۔

لکھنؤ کی قفلیاں: ۱۸ اکتوبر ۱۸۹۵ء - ^{مستطاب} ڈھونڈھے لکھنؤ کی بالائی کی قفلیاں نہایت اعلیٰ درجے کی ہوتی ہیں جو پاؤ بھر سے کم نہیں ہوتیں اور وہ آتے سے تین آنہ تک بلحاظ کمی و بیشی بالائی کے فی قفلی فروخت ہوتی ہے۔ آج وہ بذریعہ برخواستہ ردار تفضلی علی لکھنؤ سے منگائی گئیں اور استعمال میں آئیں جو نہایت پسندیدہ ثابت ہوئیں اور بدرجہ غایت قابل تعریف تفضلی علی اب کے سال درجہ ایف اے کا امتحان دیں گے۔ خدا کا میاں کرے۔

دربار لفٹیننٹ گورنر: ۳ فروری ۱۸۹۶ء - آج ۸ بجے صبح کی ڈاک گاڑی میں بغرض شرکت دربار لکھنؤ گیا۔ قیصر باغ میں ٹھہر کر اپنے ساتھ کا کھانا بہ معیت منشی سید فضل حسین صاحب تعلقہ دار کے کھایا اور انھیں کی گھٹی پر ۱۲ بجے کیننگ کالج موقع دربار میں بذریعہ ٹکٹ درباری داخل ہوا۔ ٹھیک بارہ بجے جناب سرانٹنی میکڈانل صاحب لفٹیننٹ گورنر اضلاع مغربی و شمالی و چیف کمشنر اودھ تشریف لائے۔ اول فرمان شاہی و تمغہ عطاے خطاب (نائٹ کمانڈر) مہاراجہ پر تاپ نرائن سنگھ اچو دھیا کو مرحمت ہوا اور فرمان پڑھ کر تبا گیا پھر ہر ایک درباری کو ضلع کے صاحب ڈپٹی کمشنروں نے ٹکٹ کے ذریعہ سے نام پکار کر پیش کیا اور لفٹیننٹ گورنر بہادر نے ایک اشرفی نذر پیش شدہ مس کی۔ بعد درباری جو بساط قالین اونی داہنی کنارہ سے پیش ہوا تھا وہ بائیں کنارہ قالین مذکور ہو کر اپنی جگہ نشست پر جا بیٹھا۔ اس کے بعد چائے مختتم الیہ

انگریزی میں ایچ ڈی جس کا ترجمہ اردو محمد رفیق صاحب ایڈیشنل جج لکھنؤ نے پڑھ کر سنایا جس کا خلاصہ نسبت تعلقہ داران اور دھبہ تھا کہ اپنی اولاد کو تعلیم دلائیں اور مصارف شادی وغنی میں تخفیف کریں اور بادشاہ وقت کی خیر خواہی میں مصروف رہیں۔ نراں بعد ضلع کے ڈپٹی کمشنر نے درباریوں کو عطر پان دیا اور ٹھیک اپنی بجے کے دربار برخواست ہوا اور پھر یہ معیت منشی صاحب و صوف قیصر باغ میں واپس ہو کر بعد ادا سے نماز ظہر ریوے اسٹیشن کو گیا اور ۱۴ بجے شام کی ڈاک گاڑی میں اپنے مکان سندیلہ کو واپس آیا۔

یوپی کی میونسپلٹیاں: ۲ مئی ۱۸۹۶ء۔ رپورٹ سال تمام گورنمنٹ اضلاع مغربی و شمالی و اوڈھ

میونسپل ۱۸۹۶ء سے واضح ہوتا ہے کہ انعقاد میونسپل کمیٹی بقید مردم شماری ۱۸۹۱ء ضلع ہردوئی حسب ذیل ہے۔

نام قصبہ	کب میونسپلٹی قائم ہوئی	مردم شماری اندر	نام قصبہ	کب میونسپلٹی قائم ہوئی	مردم شماری اندر
سنیلہ	۱۳ جولائی ۱۸۶۸ء	۱۶۸۱۳	سانڈی	یکم اپریل ۱۸۷۷ء	۹۶۲۹
ہردوئی خاص	یکم جنوری ۱۸۷۱ء	۱۱۱۵۲	پہانی	یکم اپریل ۱۸۷۷ء	۷۹۹۳
شاہ آباد	یکم نومبر ۱۸۷۲ء	۲۰۱۵۳			

قیام میونسپل و مردم شماری شہر ہائے نامی اضلاع مختلف مغربی و شمالی و اوڈھ

نام قصبہ و شہر	کب میونسپلٹی قائم ہوئی	مردم شماری اندر	نام قصبہ و شہر	کب میونسپلٹی قائم ہوئی	مردم شماری اندر
لکھنؤ	یکم جنوری ۱۸۶۲ء	۲,۶۷,۹۱۰	میرٹھ	یکم جولائی ۱۸۶۳ء	۱,۱۹,۳۹۰
بنارس	یکم جون ۱۸۶۸ء	۲,۱۳,۱۶۱	بریلی	۲۳ جون ۱۸۵۸ء	۱,۰۰,۷۸۵
آگرہ	۷ اکتوبر ۱۸۶۳ء	۱,۶۹,۵۰۹	فیض آباد	۱۹ اگست ۱۸۶۵ء	۷۲,۶۸۶
کانپور	۲۲ نومبر ۱۸۶۱ء	۱,۶۳,۷۷۹	باندہ	یکم نومبر ۱۸۶۵ء	۶۳,۰۷۱
الہ آباد	یکم مارچ ۱۸۶۳ء	۱,۶۲,۸۹۵			

بسمل خیر آبادی: ۲ جون ۱۸۹۶ء۔ آج محمد حسین بسمل خیر آبادی اپنے مرشد حافظ کرم احمد صاحب مرحوم

کی قبر پر واسطے فاتحہ خوانی کے آئے جو ۲۲ سال گزشتہ سے منحرف تھے۔ ابتدا میں ان کو ایسی عقیدت تھی کہ حضرت مرشد کی قدم بوسی کو خیر آباد سے پایادہ آتے تھے اور بحالت قیام سندیلہ چارپائی پر نہیں لیٹتے تھے۔ اس وقت ان کی شادی نہیں ہوئی تھی اور نہ کوئی عمدہ روزگار ملا تھا لیکن جب شادی ہوئی اور ریاست ٹونک میں رئیس کے منشی مقرر ہوئے تو سندیلہ کا کبھی رخ بھی نہیں کیا۔ جب بی بی لاولد فوت ہوئیں اور روزگار سے پنشن پائی ولولہ سابقہ پھر جوش میں آیا اور حسرت بھری آرزوں سے کشاں کشاں سندیلہ آئے اور فاتحہ مزار مرشد کے بعد

قوالی گانا سنا۔ اگر کاش حیات میں اپنی عقیدت سابقہ پر قائم رہ کر آندھ شدر کھتے تو بمقابلہ اوڑن کے ان کو خلیفہ ہونے کا فریاد اور فریادیں جھونتی۔
لفٹیننٹ گورنر: ۲۴ جولائی ۱۸۹۶ء۔ سر اینٹنی میکڈائل صاحب لفظینٹ گورنر نہایت بیدار مغز و منصف
 حاکم ہیں۔ حکام ماتحت علی الخصوص یور وین ان سے بہت ڈرتے ہیں۔ ان کی رائے عدل و انصاف سے مملو ہے۔
 وہ ہرگز نہیں چاہتے کہ ان کے ماتحت رعایا پر کوئی ظلم و تعدی جائز رکھیں۔ اس وجہ سے ہر شخص کو عام حکم ہے کہ
 جو کچھ ان پر جبر ہوا ہو جو ان کو کہنا سنا ہوا اپنی زبان سے بیان کریں تاکہ اس پر غور مناسب کیا جاوے۔ عمر صاحب
 محترم الیہ قریب پچاس سال کے ہو گئے۔ پستہ قد جسم آدمی ہیں۔

ایک تعلقہ دار کی فریاد: ۹ اگست ۱۸۹۶ء۔ آج منشی رحمت اللہ تحصیلدار سندیلہ نے بوقت
 ملاقات مجھ سے بیان کیا کہ... تعلقہ دار کی وجہ ناراضگی میرے ساتھ یہ ہے کہ انہوں نے دو شکایتیں مجھ سے کیں کہیں
 ان کا انسداد کرادول لیکن وہ ایسے امور تھے کہ میں ان کی تعمیل میں قاصر رہا۔ اول یہ کہ چودھری علی جان خلیفہ
 دویم چودھری محمد عظیم صاحب تعلقہ دار جہاں کہیں ملتے ہیں تو مجھے انڈا دکھلاتے ہیں اور قیں کر دیتے ہیں اور
 جب میں بازار میں نکلتا ہوں تو بازاری لڑکے مجھے منہ چڑھاتے ہیں اور انڈا دکھلاتے ہیں۔ آپ ان کو گوشمالی
 واجب دیں۔ دوسرے میری آشنا شیریں (طوائف) کے یہاں رات کو ڈھیلے آتے ہیں اور نصف چلے
 ہوئے کندھے اور میری کوٹھی و محل سرائے میں اینٹیں آتی ہیں تو میری بی بی کو اس موسم گرما میں صحن میں لیٹنا
 دشوار ہو گیا ہے۔ اس کا انسداد کر دیں۔ میں نے کہا کہ دونوں باتیں مجھ سے نہیں ہو سکتی ہیں۔ آپ خود اس
 کا بہ حیثیت تعلقہ دار اپنی دولت مندی کے باعث بند و بست کر سکتے ہیں۔

انتظام بے روزگاری: ۱۲ اگست ۱۸۹۶ء۔ بمعائنہ اودھ اجاڑی روزہ کے معام ہوا کہ
 یکم اگست ۱۸۹۶ء کے گزرتے انتظام عامہ امید داران ملازمت کے لیے گورنمنٹ نے بذریعہ ریزرویشن ۹۴۵
 ج محکومہ ۲۴ جولائی سن الیہ کے مشتہر کیا ہے کہ جو شخص انگریزی یا اردو کا مڈل پاس ہو گا اس کو ۲۵ روپے ماہوار
 تک ملازمت مل سکتی ہے اور جو انٹرنس پاس ہو گا اس کو ۲۵ روپے ماہوار سے زائد تنخواہ تک نوکری مل سکے گی۔
اسپتال سندیلہ: ۶ ستمبر ۱۸۹۶ء۔ آج شفا خانہ جدید سندیلہ کا کھولا گیا اور بابو سوشی بھوشن بیزجی
 اسپتال سرجن سندیلہ نے اس میں بیٹھ کر معالجہ شروع کیا۔

ایک رسم: ۲ اکتوبر ۱۸۹۶ء۔ چونکہ بخاند الطاف رسول خلیفہ الصدق منشی میر فضل حسین صاحب
 امیر ولادت فرزند اولین ہے اور اب ساتواں مہینہ ختم ہو رہا ہے لہذا صاحب رواج خاندانی آج تقریب ستوائی

دو پٹہ ڈالنے کی بہ فراہمی مستورات برادری گانے بجانے کے ساتھ ادا ہو رہی ہے۔ خدا کرے فرزند صاحب اقبال پیدا ہو۔
 حکیم عبدالعزیز دریا بادی: ۳۰ نومبر ۱۸۹۶ء۔ آج تحریر دریا بادی سے واضح ہوا کہ ۲ نومبر سن الیہ
 جمعہ کو بوقت ۱۲ بجے حکیم عبدالعزیز خلیفہ مولوی نور کریم صاحب نے بعادہ سب قضا کی۔ عمر ۵۶ سال تھی۔ مرقوم
 مدرس عربی کیننگ کالج لکھنؤ کے تھے اور پچھتر روپے تنخواہ پاتے تھے۔ علم طب میں بھی اچھی مداخلت تھی اور روز
 بہ روز ان کی شہرت اور فیس یومیہ بڑھتی جاتی تھی۔ اب پندرہ روپیہ تک یومیہ تھا۔ اپنے سب بھائیوں میں
 لائق تھے اور سب لوگ ان کی عزت کرتے تھے۔ صرف دو لڑکیاں یادگار چھوڑیں اور کل حساب امداد منقولہ
 وغیر منقولہ اپنی بیوی کے نام وصیت کر گئے۔

ایک تحصیلدار: ۱۹ دسمبر ۱۸۹۶ء۔ منشی رحمت اللہ تحصیلدار سندیلہ سخت جابر اور رشوت خور
 ہیں اور ادنیٰ ادنیٰ چیزوں کو بھی نہیں چھوڑتے۔ یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ جب وہ دورہ پر تشریف لے جاتے
 ہیں تو اپنے گھوڑے کے واسطے چھ سیر دانہ زمینداروں سے لیتے ہیں۔ چار سیر گھوڑے کو دے کر باقی سندیلہ میں لاکر
 چند روز تک اسی حساب سے اپنے گھوڑے کو کھلاتے ہیں ان کو خریدنا نہیں ہوتا اور نہ ان کو کوئی اثر قحط سالی کا
 پہنچا۔ یہ ایک ادنیٰ بات ہے اور باتوں کی نسبت اسی نہج کا خیال کر لیا جاوے اور طرہ یہ ہے کہ یہ سب جلب منفعت
 غرہ ڈبہ بتلا کر کی جاتی ہے۔ عموماً لوگوں کا خیال ہے کہ اس قماش کا کوئی تحصیلدار سندیلہ میں نہیں آیا۔

امداد محتاجین: ۲۵ دسمبر ۱۸۹۶ء۔ آج مسٹر لاٹوش صاحب صدر بورڈ اضلاع مغربی و شمالی اوڈھ
 سندیلہ آئے اور ایک قطعہ نوٹ پچاس روپے کا منشی رحمت اللہ تحصیلدار سندیلہ کو دیا کہ محتاجوں کو سرمائی بنوادیں
 چنانچہ حسب تحریک تحصیلدار میں نے چالیس روٹیاں اور تیس عدد ہنگے بنوادیے جن کی تیاری
 میں جملہ چوٹن روپے آٹھ آنے صرف ہوئے۔

۵ جنوری ۱۸۹۷ء۔ آج ۸۰ رضائی حسب ہدایت تحصیلدار سندیلہ تیار کر کے محتاجین کو بھیجیں جس
 کی حاصل تیاری میں مبلغ چھیا سٹھ روپے آٹھ آنے نوپائی خرچ ہوئے۔ یہ امداد منجانب گورنمنٹ ہے۔ آج
 بیشکل تمام فہرست مستورات پردہ نشین قصبہ ہذا حسب ہدایت ڈپٹی انبا سہاے صاحب میں نے مرتب کی
 جس کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔ علاوہ اس کے ابھی اور کبھی مستورات باقی ہیں جن کا اندراج عجلت میں نہ ہو سکا
 اشرف ٹولہ۔ ۱۳۲، مہتوانہ۔ ۹۱، طکانہ۔ ۳۸، منڈئی۔ ۲۵ = کل ۲۷۷

۱۵ جنوری ۱۸۹۷ء۔ آج محلہ چوپار ٹولہ (طکانہ) میں بوقت سپہر ہمراہ ڈپٹی انبا سہاے صاحب

رہا اور گزارہ مستورات پردہ نشین وغیرہ کو شام تک تقسیم کرتا رہا اور اس کے بعد گیارہ بجے رات تک عورت اشرفیہ کی تقسیم ہوتی رہی۔ اگرچہ اس کام سے مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے کہ کھانے و سونے کا وقت ہو جاتا ہے لیکن محض بغرض رفع تکلیف مردمان پریشان حال جن کو دو دو تین تین وقت کھانا میسر نہیں آتا ہے میں اس تکلیف کو تکلیف نہیں تصور کرتا ہوں بلکہ عن موجب راحت جانتا ہوں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ تکلیف بہ شراکت تام ڈپٹی صاحب میری ایک مدت دراز تک رہے گی۔

تماشا کرناٹکی: ۲۶ جنوری ۱۸۹۷ء - آج ۴ بجے شام کو مسٹر ہوٹل صاحب اسٹنٹ کمشنر ہردوئی نے اپنے لشکر باغ پڑاؤ میں کرناٹک جیڈر آباد کن کا تماشا کرایا اور حسب طلب منشی رحمت اللہ تحصیلدار ازم نے راجدرگا پرشاد و کنور نرنند بہادر شریک جلسہ تھے۔ میں نے ایک روپیہ تماشا کرنے والوں کو دیا۔ اور لوگوں نے بھی بقدر اپنی حیثیت مراتب کے دیا۔ تماشا اچھا تھا۔

ڈپٹی کمشنر ہردوئی: ۲ مارچ ۱۸۹۷ء - کل دوپہر کرنل کوئن صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی نے مسٹر ہاپکنس صاحب سابق جج ہردوئی کو اپنے عہدہ کا چارج دے دیا اور آج نو بجے کی ڈاک گاڑی میں روانہ ولایت لندن ہوئے میں نے بھی اسٹیشن پر سلام رخصتی کی۔ بعض روسے قصبہ ہذا صدر ہردوئی کو بھی واسطے ملاقات کے گئے تھے۔ اور لکھنؤ تک بھی ہمراہ گئے۔ صاحب بہادر جبر پسند تھے۔ ہر ایک چیز مفت چاہتے تھے۔ ان کی بیخ سالہ ڈپٹی کمشنری میں لوگوں کو کوئی نفع نہیں ہوا بجز رحمت اللہ کے جن کو پیش کاری ضلع اناؤے تحصیلدار سندلیہ مقرر کر دیا۔ باوجودیکہ راجدرگا پرشاد صاحب تعلقہ دار نے اپنی تمبر کوئن سرے سے اپنے کو زیر بار قرضہ کر دیا لیکن کوئی رعایت ان کے ساتھ بھی نہیں ہوئی۔ اور چلتے چلاتے یہ دو باتیں ان کے عہد کی یادگار رہیں گی کہ اپنی روانگی کے دو ہفتہ قبل انہوں نے کل روسے ضلع ہذا کی قرقی کرا کے پورا مطالبہ چھاپنے خریف کا باوجود قحط سالی کے وصول کر لیا حالانکہ منشا گورنمنٹ فی صدی چالیس لینے کا تھا جس کا اشتہار گورنمنٹ گزٹ مورخہ ۱۲ جنوری میں درج ہے۔ . . . دوسرے یہ کہ بہت سی پردہ نشین محتاج اور غیر پردہ دار کے نام خارج کر دیے جن کو گورنمنٹ سے گزارہ ملنا تھا۔ بجز ان کے بہت سے ہلاک ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ عجب نہیں کہ وہ اپنے جانشین مسٹر ہاپکنس صاحب کو بھی ایسی تعلیم دے گئے ہوں۔

تاریخ شادی: ۲۴ ستمبر ۱۸۹۷ء۔۔۔ نور چشم مرتضیٰ علی کی بارات لکھنؤ جاوے گی اور عقد شرعی

ہوگا اور ۲۷ ربیع الثانی کو رخصتی ہوگی اور ۲۸ کو دونوں (اپنے دو بیٹوں ارتضیٰ علی و مرتضیٰ علی کی شادیاں

مولوی مظہر علی نے ایک ہی تاریخ کو کوئی تھیں۔ ہاشمی) کی سندیلہ سے واپسی ہوگی کیوں کہ ۲۶ کو بعد شام کے تاریخ لگ جاوے گی جو طاق ہوگی اور اس قسم کی تاریخ میں رواجاً عقد نہیں ہوتا ہے۔

نواب یار جنگ: ۲۸ فروری ۱۸۹۸ء۔ آج منشی اکرام اللہ خاں صاحب نواب یار جنگ واسطے عیادت منشی فضل حسین صاحب کا کوہری سے تشریف لائے۔ ان کو اب گورنمنٹ انگریزی اور ریاست حیدرآباد سے بارہ سویشن ملتی ہے۔ میں نے اسٹیشن ریل تک پیشوائی کی اور بوقت سپر بہ سواری گجھی مقامات مشہور کی سیر کرائی۔ مجھ سے بہ اخلاق پیش آئے۔ میری ان سے ملاقات سابق کی بھی تھی جب کہ وہ بندوبست میں اکثر اسسٹنٹ کمشنر ضلع ہردوئی میں تھے۔

رسم نیوتہ: ۳۱ مئی ۱۸۹۸ء۔ برخوردار سید حافظ علی ولد سید ماجد علی مرحوم نے اپنی بیٹی کا عقد محمد عزیز کے ساتھ کیا۔ اس میں کسی کا نیوتہ نہیں لیا اور نہ کوئی رسم ادا ہونے دی حتیٰ کہ کسی قسم کا کھانا بھی نہ دیا نہیں بھیجا۔ صرف کچھ زیور معمولی اور ایک جوڑا لڑکی کو دے کر رخصت کر دیا۔ جب انھوں نے نیوتہ نہیں لیا ہے تو آئندہ کسی کو نہیں دیوں گے۔ یہ طریقہ انھوں نے جدیداً خیر کیا جس کا رواج اس محلہ و قصبہ میں نہیں ہے۔

ممولو مکڑی: ۱ ستمبر ۱۸۹۸ء۔ تجربہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کھیر پچ (کذا) عرف مولو پرند اور جلالا مکڑی برسات کے شروع ہونے پر ناپید ہو جاتا ہے یعنی پرند پہاڑوں پر چلا جاتا ہے اور مکڑی جلالا لگانا موقوف کر دیتی ہے اور بارش کے خاتمے پر پرند مذکور پھر نمایاں ہو جاتا ہے اور مکڑی جلالا لگانا شروع کر دیتی ہے اور یہ دلیل اس بات کی ہے کہ اب اور بارش نہ ہوگی۔ چنانچہ آج کل اس قسم کے آثار نظر آ رہے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب بارش اور زیادہ نہ ہوگی کہ جھلے پالے اور کانس بھی پھولنے لگی ہے۔

گرا مو فون: ۲۹ مارچ ۱۸۹۹ء۔ اس کے بعد میں کنور نندر بہادر صاحب سے ملا۔ مجھے اپنی کوٹھی جدید کا معائنہ کرایا اور بہت لطف و محبت سے پیش آئے اور ایک گھنٹہ تک مجھے مسٹر ایڈیسن صاحب امریکہ کا ایجاد کیا ہوا باج سنایا جو جدید ایجاد ہوا ہے اور جس میں ہر ایک شخص کی آواز کا فوٹو اتر جاتا ہے جس قسم کی وہ بات چیت کرے اور گانا گائے فوراً اس کی آواز پیالہ میں اتر جاتی ہے اور جس وقت اس کو ٹوکے فوراً اسی قسم کا گانا جیسا گوتے نے گایا تھا اسی تال سے ہر گتے۔ کنور صاحب نے اس باج کو بقیعت مبلغ تین سو روپے خرید کیا ہے۔

چوہے: ۲ اپریل ۱۸۹۹ء۔ مذہان امر اوساکن 'سہنگوان' نے اپنے کھیتوں کے ڈھانی ہزار چوہے مائے جس سے ایک کھیت اس کا چوہوں کی ضرر رسانی سے محفوظ رہا اور جانا خوب پیدا ہوئی اور وہ

ترکیب یہ کرتا تھا کہ جس قدر گڑھے اس کے کھیت میں تھے ان میں پانی بھر دیتا تھا اور جب چوہے گڑھوں سے نکلتے تھے تو اس کے بیٹے اور بھائی جو تعداد میں پانچ چھ تھے سب مل کر ان کو مار ڈالتے تھے جس سے افزائش چوہوں کی اب کے سال نہ ہو سکی۔ یہ ترکیب میں نے اپنے ہوش میں کبھی دیکھی نہ سنی۔

تھیٹر: ۸ اپریل ۱۸۹۹ء۔ آج شب کو ایک تھیٹر لکھنؤ کا جلسہ اعلا تعلق میاں مرحوم میں شروع ہوا۔ ٹکٹ ۳ روپے سے لے کر بارہ روپے تک تھا۔

شادیوں کی کثرت: ۵ مئی ۱۸۹۹ء۔ آج کل ایک مہینہ سے اس قدر کثرت شادی بیاہوں کی قصبہ نڈا میں ہے کہ اوسط روزانہ بارہ سے پندرہ تک کا ہے۔ اور یہی کیفیت دیہات میں ہے۔ یہ دیکھ کر مجھے غدر کے بعد ۱۸۵۸ء کی کیفیت یاد آجاتی ہے کہ اس زمانے میں یہی کثرت تھی۔

نیاشوالہ: ۲۵ جولائی ۱۸۹۹ء۔ آج استھاپنا مہادیو کا شوالہ سنگ مرمر میں ہوا۔ شب کو چند طوائفوں کا ناچ ہوا تھا اور سرائے ودھرم شالہ میں روشنی ہوئی تھی۔ راجہ درگا پرشاد صاحب نے اس کام کو بہت دھوم دھام سے انجام دیا۔ یہ فعل دھرم کا راجہ صاحب نے ایسا کیا جو ان کے باپ دادا سے نہ ہو سکا جو عہد شاہی میں بڑے معزز چکلہ دار تھے۔

ایک ڈھاڑی کا ناچ: ۲۱ دسمبر ۱۸۹۹ء۔ آج شام کو گھنٹی گرج دلدرج ڈھاڑی گوالیار کا منشی سیّد فضل حسین صاحب کے مکان پر ناچ ہوا اور بہ امر منشی صاحب میں شریک جلسہ ہوا۔ وہ اولاً تلواروں کی باٹھ پر بلا تکلف پیروں کی تھپکی دے کر ناچا اور کوئی اثر تلوار کی باٹھ کا اس کے پیروں اور تلواروں پر نہیں پہنچا۔ دوسرے وہ چھوٹے بتاشوں کو بچھا کر ناچا اور ایک بھی بتاشا نہیں ٹوٹا۔ تیسرے وہ گھونگر پیروں میں نہیں باندھے تھے لیکن وہ منہ سے ایسے صاف گھونگر بجاتا تھا گویا وہ پیروں کی تھپکی دے کر بجاتا ہے۔ بظاہر اس کی عمر ۳۵ سال کے اندر ہے منشی صاحب نے مبلغ دس روپیہ اس کو انعام دیا۔

چندہ مقتولین جنگ: ۲۲ دسمبر ۱۸۹۹ء۔ آج کو میڈیٹامداد ورتنا مقتولین و مجروحین جنگ ٹرانسوال میونسپل ہال میں منعقد ہوئی کہ جو انگریزی فوج بمقابلہ ڈچ کاشتکاران ٹرانسوال کے قتل ہوئی ہے انکی بیواؤں اور خور و سال لڑکوں کی چندہ سے اعانت کریں۔

حاجی وارث علی شاہ: ۲۵ مارچ ۱۹۰۰ء۔ چونکہ حاجی وارث علی شاہ صاحب رئیس دیوا، ر ضلع بارہ بنگلی، آج چاریوم سے وارد سندیلہ میں اور برہمکان چودھری وقار محمد صاحب مرحوم مقیم میں مقامات مختلف سے

جوق جوق لوگ آپ کی زیارت کے واسطے چلے آتے ہیں۔ روشن چوکی ہر وقت بجتی رہتی ہے اور چندہ مریدین سے لنگر خانہ جاری ہے جہاں سے مہانوں کو کھانا ملتا ہے۔ دن میں تین تین چار چار مرتبہ تہ بند بکتے ہوئے اٹھتے ہیں اور حاجی صاحب کا واحد لباس ایک تہ بند ہوتا تھا جس کو لبطہ احرام باندھے رہتے تھے۔ ہاشمی (جوشاہ صاحب کو پنہاے جاتے ہیں۔ میرے خیال میں آپ کے ہزاروں مردوزن مرید ہیں اور آج کل آپ جس مکان میں فرکس ہیں وہاں ایک میلہ سال گارہتا ہے اور صد ہا آدمی مرید ہوتے جاتے ہیں۔ واقعی آپ کی ذات اس وقت میں بہت غنیمت ہے۔

آج میں نے بھی حضرت سے ملاقات کی۔ اٹھ کر مجھ سے نہایت تپاک سے ملے اور میری لیاقت وغیرہ کی بہت تعریف کی۔
محمد فرنگی محلی: ۲۱ اگست ۱۹۰۰ء۔ کل شب کو مولوی محمد نعیم صاحب فرنگی محلی لکھنؤ نے بعارضہ ہیفہ

وبائی رحلت کی۔ عمر ۶۷ سال تھی۔ آپ نہایت بزرگ شخص تھے اور آپ کی تجہیز و تکفین میں ہزاروں آدمی شریک تھے۔
مقبورہ وصی علی شاہ: ۲۲ اگست ۱۹۰۰ء۔ آج مسعیاں بند و فیض الدین و عبدالرزاق سنگ تراشاں

آگرہ مقبرہ وصی علی شاہ بہمہ وجوہ مرتب کر کے روانہ آگرہ ہوئے۔ اس مقبرہ کی تیاری کے واسطے ایک ہزار پانچ سو پچیس روپے راجہ جنگ بہادر صاحب نانپارہ نے عطا کیے اور باقی روپیہ کی شاہ صاحب کے مریدین نے امداد کی۔ جملہ دو ہزار خرید سنگ سفید، تیاری مقبرہ و بارہ دری وغیرہ میں صرف ہوئے۔ چونکہ شاہ صاحب مرحوم نہایت خلیق و شہرت گرفتہ شخص تھے ویسی ہی عمدہ آپ کی یادگار قائم ہوئی جو مدت دراز تک قائم و برقرار رہے گی۔

مضطر خیر آبادی: ۱۹ نومبر ۱۹۰۰ء۔ آج ۲ بجے دن کو عقد عزیزی مقصود علی خلف منشی نیاز علی صاحب مرحوم

پھندن طوائف ہاڑی سے بعض مہربلغ پانچ ہزار روپیہ کے ہوا۔ بر خوردار محبتی اعلیٰ نے عقد پڑھا۔ اس طوائف کا عقد اولاً افتخار حسین مضطر خیر آبادی ہوا تھا لیکن جب ان کی شادی اہل برادری میں ہوئی تو انھوں نے اسکو طلاق دیدی عمر تخمیناً ۲۲ سالگی۔

سوگ وفات ملک وکٹوریہ: ۶ فروری ۱۹۰۱ء۔ بمعائنہ اودھ اخبار امروزہ واضح ہوا کہ اصبیہ ذیل

نے واقعہ ۲ فروری ۱۹۰۱ء کو بیوم تجہیز و تکفین جناب ملکہ معظمہ قیصر ہند انگریزی گرجا گھر لکھنؤ میں جا کر نماز پڑھی۔ راجہ تصدق رسول صاحب تعلقہ دار جہانگیر آباد وائس پریسڈنٹ انجمن ہند لکھنؤ نے از جانب تعلقہ داران اودھ اور حاجی سید شعبان علی خاں صاحب تعلقہ دار از جانب اہل شیعہ و خان بہادر چودھری نصرت علی صاحب سنی یوی منجانب اہل تسنن۔ مسلمانوں کو سب میں دعائے مغفرت مانگنی چاہیے تھی۔

۲۳ فروری ۱۹۰۱ء۔ آج صبح کی ڈاک گاڑی میں لکھنؤ گیا اور گیارہ بجے سفید بارہ دری قیصر بارغ میں

شریک جلسہ تعزیت وفات ملکہ معظمہ قیصر ہند ہوا۔ اضلاع مغربی و شمالی و اودھ کے تمام معزز اشخاص منع تھے۔

حتیٰ کہ نواب حامد علی خاں صاحب رام پور بھی تشریف لائے تھے۔ ٹھیک بارہ بجے دن کو سر میکڈانلڈ صاحب لفٹیننٹ گورنر اصلاح مغربی و شمالی رونق بخش ہوئے اور بہ صدارت خود اول ایسٹ انڈیہ ہیناک پڑھی۔ اس کے بعد تجویز فرمایا کہ کوئی قومی یادگار جناب قیصر ہند کی تجویز کی جائے اور اس کے واسطے چندہ ہونے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اسی وقت صرف چار آدمیوں نے یہ تجویز چندہ ظاہر کی۔

نواب صاحب رامپور۔ ایک لاکھ، سہارا جہنگوتی سنگھ صاحب بلرام پور۔ پچاس ہزار، مہاراجہ بنارس پچیس ہزار راجہ صاحب تانپارہ دس ہزار، جملہ ایک لاکھ پچاسی ہزار۔ اسی وقت چندہ ہوا اور باقیہ چندہ ضلع وار فراہم ہوگا۔ بعد اس کارروائی کے جلسہ برخواست ہوا اور شام کی ریل میں سندیلہ لوٹ آیا۔

پھوٹ (پھل) : ۲۳ ستمبر ۱۹۰۱ء۔ اسمال پھوٹوں کی ایسی کثرت ہے کہ ایک پیسہ و ڈیڑھ پیسہ کو ایک ٹکڑے ملتا ہے جس میں تعداد پندرہ بیس پھوٹوں سے کم نہیں ہوتی۔ لوگوں کو اس سے نفرت ہو چکی ہے۔ ستراسی برس کی عمر والے لوگ کہتے ہیں کہ ہماری یاد میں کبھی ایسی افراط نہیں ہوئی۔ میں نے جہاں تک اس کی افراط کی بابت خیال کیا تو اسکا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ پورا مہینہ بھادوں کا بہ حالت خشکی رہا یعنی پانی بالکل نہیں برسایا جس کی وجہ سے اسکی کثرت ہوئی۔

فاتحہ چھلم : ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۱ء۔ آج فاتحہ چھلم نور چشمی جمیلا کا ہوا۔ جس میں ہر قسم کا کھانا زردہ پلاؤ وغیرہ پخت ہوا اور جس میں مبلغ ۳۲ روپے خرچ ہوئے۔ ہم لوگوں میں عجیب رسم ہے کہ اول تو آدمی مر جائے دوسرا اوپر خرچ مزید ہو جس سے سخت سنج و زبر باری متصور ہے۔ مگر کیا کیا جاوے رسم سے چارہ نہیں۔

اصلاح رسوم : ۳ جنوری ۱۹۰۲ء۔ آج بعد ختم فاتحہ میوم ہمیشہ منشی کرامت حسین صاحب حسب تجویز

مولوی احمد علی صاحب امور ذیل بہ اتفاق یک دگر طے قرار پائے۔

۱۔ کسی شخص کی وفات پر گھر والے و نیز اہل برادری جو شریک غم ہوں وہ منہ ڈھانک کر نہ روئیں اور نہ متونی کے حالات بیان کریں۔ ۲۔ بجز رشتہ داروں کے اور کوئی اہل برادری متونی کے گھر میں اقل درجہ تین روز سے زائد قیام نہ کرے۔ ۳۔ قریب تر رشتہ دار طعام تقریب بہ خانہ متونی بھیجیں لیکن اس کی مقدار اسی قدر ہو جو متونی کے گھر والوں اور اقرب رشتہ داران مقیم کے واسطے کافی ہو۔ ۴۔ طعام مندرجہ ذیل بھیجا جائے: کچھڑی منہ ہی و گھی۔ دال و چاول۔ تلیہ و روٹی۔ ۵۔ جب کسی کے گھر واقعہ وفات وقوع میں آئے تو اس کے افسر خاندان کو لازم ہے کہ اطلاع وفات اپنے اعزہ و خاص احباب کو بذریعہ حجام کر دیوے تاکہ کسی شخص کو عام اطلاع کا غدر نہ ہو۔

پیر ۵ : ۵ مارچ ۱۹۰۲ء۔ محمد عربی بیر سٹرنے بالاعلان اس بات کو ظاہر کیا کہ اپنی بیوی کو بے پردہ رکھنا

نامناسب نہیں سمجھتا ہوں چنانچہ میں اکثر کھلی گاڑی میں اپنے ساتھ ان کو بغرض تفریح لے جاتا ہوں اور جب ۷ مارچ کو میں اپنی بیوی کو لکھنؤ سے سندیلہ سکند کلاس میں لارہا تھا تو اس درجہ میں ایک انگریز بھی بیٹھا تھا لیکن میں نے کوئی پردہ نہیں کیا... اور اپنی بیوی کو لے کر اسی درجہ میں بیٹھ گیا اور جب سندیلہ اسٹیشن پہنچا ہوں بلا انتظار اس کے کہ کوئی پردہ واسطے اترنے کے کیا جاوے وہ فوراً اتر کر پاکی پر سوار ہو گئیں اور میں اپنے ملازمان ذکر سے بھی چنداں پردہ کرانا پسند نہیں کرتا ہوں۔ ابھی کچھ خفیف حجاب سا ہے بعد چندے وہ ترک کرادوں گا۔ میں اس پردہ کو بالکل ناپسند کرتا ہوں۔ نوکر چاکر مثل جنگلی درختوں کے ہیں ان سے پردہ کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

نیفا فیشن: ۲۵ مارچ ۱۹۰۲ء۔ مسٹر محمد عربی بیرسٹر ڈاڑھی تو منڈواتے ہی تھے اب انھوں نے موچھیں بھی منڈوا ڈالیں ان کی صورت بدنام معلوم ہوتی ہے۔ یہ ایک نئی وضع ایجاد ہوئی ہے۔

اپنی وفات کا کھانا: ۱۳ اپریل ۱۹۰۲ء۔ مسماۃ عباد النساء زوجہ غلام حسین ولد منشی فصیح اللہ درگاہ

اپنی وفات کا کھانا اپنی حیات میں آج کل قصبہ ہذا میں تقسیم کر رہی ہیں۔ چونکہ لا ولد ہیں اس وجہ سے اپنے بعد اس انتظام کا کوئی کرنے والا نہیں دیکھا۔ یہ ایک نئی بات قصبہ ہذا میں ہوئی۔ مسماۃ موصوفہ نے ثواب حج بھی حاصل کر لیا ہے۔

جشن تاج پوشی: ۲۶ جون ۱۹۰۲ء۔ چونکہ شاہنشاہ انگلستان بعارضہ ذات الجنب سخت علیل ہو گئے

اس وجہ سے جشن تاج پوشی بموجب ہدایت گورنمنٹ سب مقاموں پر ملتوی ہو گیا اور آج شام کو ہم بعض معزز مسلمانوں نے مسجد امرہہ پر واسطے درازی عمر شاہنشاہ معظم کے دعا خیر کی اور ہندوؤں نے دھرم شالہ راجہ درگا پر شاد صاحب میں شاہنشاہ وقت کے واسطے دعائے خیر منائی۔

۹ اگست ۱۹۰۲ء آج انتظام جشن تاج پوشی شاہنشاہ ہندوستان ہمارے قصبہ سندیلہ میں ہوا۔ روشنی ہونی تین بازی

چھوٹی، تفکھات حافرین نے نوش کیے اور جلسہ طوائفان سندیلہ مدرسہ اردو سندیلہ میں شب بھر ہوا۔ میں نے ایک بیہ کاغذ محتاجوں کو تقسیم کیا اور ہر طرح کا اظہار مسرت کیا گیا۔ حتیٰ کہ پانچ بجے شام کو کرناٹک والوں کا بھی تماشا ہوا۔ جنہوں نے عمدہ عمدہ کرتب دکھائے اور یہ تماشا شفا خانہ کے صحن میں ہوا۔

حرم جائیداد: ۲۲ اگست ۱۹۰۲ء۔ سر لاٹوش صاحب گورنر اضلاع متحدہ آگرہ و اوڈھنے نے ۱۳ اگست

کے جلسہ میں یہ طے کر دیا کہ چودھری محمد جان تعلقہ دار لکراہی کو اس وجہ سے اجازت شرکت کی نہیں دی کہ ان کی نسبت چودھر محمد عظیم اپنے باپ کو زہر دینے کی بدگمانی ہے اور راجہ جنگ بہادر صاحب مرحوم نانا پارہ کے بیٹے ہیں وجہ شرکت دربار سے ممنوع کیے گئے کہ ان کی نسبت لفٹیننٹ گورنر کو مخبری ہوئی کہ انھوں نے اپنے بندے کو جو توں

سے مارا کہ جس کے رنج سے وہ بیمار ہو گئے۔ آخرش مقام بہرائچ میں انھوں نے قضا کی۔ اب کے سال یہ وارداتیں ایسی ہو گئیں کہ ہلاکت خود اپنے بیٹوں کے ہاتھ سے مسموع ہو رہی ہے۔ سچ یہ ہے کہ جائداد دنیا میں ایسی شے ہو رہی ہے جس کی وجہ سے بھائی بھائی کی جان کا دشمن ہو جاتا ہے اور بیٹا باپ کو نگاہ دشمنی سے دیکھتا رہتا ہے۔

خوسر شہید طوائف: ۹ ستمبر ۱۹۰۲ء - ۳ بجے صبح کو خورشید طوائف نے دردِ تمکرم میں قضا کی۔ عمر ۲۰ سال تھی۔ گانے و ناچنے میں مشہور تھی۔ منشی فضل حسین صاحب تعلقہ دار تے بندہ علی خاں و پیغمبر بخش قوالان بدایوں کو بہ مشاہیر ۲۰ روپیہ ماہوار لو کر رکھ کر چھ سال تک تعلیم کرائی تھی۔ متوفیہ کا چوک لکھنؤ میں قیام رہتا تھا اور اس کی آمدنی ۳۰۰ روپیہ تک پہنچ گئی تھی۔ افسوس اس کے کل اعز کی امیدوں کا خون ہو گیا اور اس کی ہمیشہ سیر میں جان طوائف منشی صاحب مرحوم اپنی بہن کی وفات سے سڑن سی ہو گئی اور عجب نہیں کہ چند مہینہ میں فوراً رنج و غم سے فوت ہو جاوے۔

کانپور میں طاعون: ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۲ء - ہفتہ تختہ ۱۸ اکتوبر میں شہر کانپور میں ۹۸۶ آدمی بعارضہ طاعون فوت ہوئے۔ یہ تعداد بہت زیادہ ہے۔ اہل کانپور اپنے اپنے گھر چھوڑ کر بیرون تجارت کو چلے گئے اور کاروبار تجارت میں بہت کمی ہو گئی بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ کام بند ہے۔ خدا اس بلا سے بے درماں کو جلد دفع فرمائے۔ سخت اندیشہ ہے کہ کہیں لکھنؤ میں اس کا خروج نہ ہو۔

گورنمنٹ ہاؤس میں میلاد: ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء - دریں دن ایک میلاد شریف نبی تال گورنمنٹ ہاؤس میں منعقد ہوئی اور سر لاٹوش صاحب لفٹیننٹ گورنر اضلاع مغربی و شمالی وادھ نے مع اپنے مصاحبوں کے اس میں شرکت کی اور بیس منٹ تک شریک جلسہ میلاد رہے۔ یہ ایک نئی بات لاٹ صاحب نے کی۔

جشن تاج پوشی: یکم جنوری ۱۹۰۳ء - آج دلی میں دربار بہت شان و شوکت سے ہوا اور یہی کیفیت ہر ضلع میں تھی یعنی زمان پڑھا گیا اور لوگوں کو اعزاز حاصل ہوا۔ آج میں نے نماز عید مسجد امیرہ، پڑھی اور اسی جانب سے انبجے کی ریل میں بنا بر شرکت جشن تاج پوشی شاہنشاہ معظم ہندوستان روانہ ہر دوئی ہوا جہاں قریب بجے کے پہنچا اور سیدھا وکٹوریہ ہاں کو جہاں دربار منعقد تھا چلا گیا۔ ٹھیک ۳ بجے دن کو مسٹر ہوپ صاحب ڈپٹی کمشنر و مسٹر ساٹا ڈیر صاحب جج و مسٹر کاسی صاحب مہتمم بندولست تشریف لائے۔ ڈپٹی کمشنر نے فرمان شاہی پڑھا۔ اس کے جواب میں من جانب تعلقہ داران و روسائے ضلع ہر دوئی ایڈرس پڑھا گیا۔ اس کے بعد سندیں تقسیم ہوئیں جو من جانب وائسرائے گورنر جنرل ہند دربار دہلی سے دستخطی سر لاٹوش صاحب بہادر لفٹیننٹ گورنر ضلع متحدہ آگرہ وادھ سرزمہر آئی تھیں۔ منجملہ ان کے ایک ٹھا کر مہاراج سنگھ تعلقہ دار ہتودہ، بجلوے قائم کرنے ایک

در سے کے عطا ہوئی اور دوسری راقم کو بوجہ انجام دینے کام آنزیری مجسٹریٹ و سکریٹری میونسپلٹی سندیلہ کے صاحب
 سے عطا ہوئی جس کا مضمون یہ ہے بموجب ہدایت ہنر اکیڈمی گورنر جنرل کشور ہندیہ سند بکمال عنایت مہربانی
 ایڈورڈ ہفتم شاہنشاہ ہندوستان منشی مظہر علی سندیلہ ضلع ہردوئی کو بہ اعتبار ان کی خدمات آنزیری مجسٹریٹ
 و سکریٹری میونسپلٹی بورڈ سندیلہ عطا کی گئی۔ یکم جنوری ۱۹۰۳ء۔۔۔۔۔

طاعون: ۲۰ فروری ۱۹۰۳ء۔ آج بمعاذ اللہ اودھ اخبار معلوم ہوا جس نے سرکاری گزٹ اضلاع
 طاعون زدہ کا حوالہ دیا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ تمام ہندوستان میں شکایت طاعون پھیلی ہوئی ہے جس
 کی ترقی اضلاع پنجاب و بنگالہ میں زیادہ ہے خصوصاً ضلع سارن واقع بنگالہ میں ایک ہزار ۲۱۶ آدمیوں نے
 ایک ہفتہ میں قضا کی۔ اضلاع ناگیور و جبل پور میں غضب ناک طاعون پھیلا ہوا ہے جو ملک متوسط میں
 واقع ہیں۔ جبل پور میں ایک ہفتہ میں ۵۹۲ آدمی فوت ہوئے اور ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کے ۲۱ اضلاع میں
 طاعون پایا جاتا ہے جس میں الہ آباد کانپور وغیرہ شامل ہیں۔ اب شہر لکھنؤ میں بھی اس کی شدت ہو چکی ہے اور
 بالفعل مفسلہ ذیل محلوں میں ہے۔ مقبول گنج، فتح گنج، امین آباد، برازہ، گنیش گنج، طیرھی بازار، مولوی گنج، باپٹی
 کھجوا، حضرت گنج (باوجودیکہ اس محلہ میں صفائی بہت زیادہ ہے)۔ اناؤ کے عموماً کل باشندے بیرونجات کو
 اپنے جیسے کے مقامات کو چلے گئے۔ چنانچہ فاندان مولوی صفی اللہ و عطاء اللہ، حافظ کرم احمد صاحب مرحوم
 و چودھری عبدالباقی صاحب مرحوم کے مکان پر سندیلہ آکر قیام گزین ہیں۔ یہ عارضہ طاعون ہیضہ سے بہت
 بڑھا چڑھا ہوا ہے۔ اس کا قیام دو تین ہفتہ سے زیادہ نہیں ہوتا لیکن طاعون کا قیام جس شہر میں وہ آتا ہے
 مہینوں رہتا ہے بلکہ ایک فتر جا کے بعد پھر دوسرا سال بھی زور کرتا ہے۔ اللہم حفظنا من البلاء الدنیا و عذاب الاخرة

عبدالوہاب فرنگی محلی: ۳ اپریل ۱۹۰۳ء۔ معاذ اللہ اودھ اخبار سے معلوم ہوا کہ یکم اپریل ۱۹۰۳ء کو
 مولوی عبدالوہاب فرنگی محلی لکھنؤ نے قریب عصر کے مرض طاعون سے انتقال فرمایا۔ جناب مرحوم اپنے علم و فضل و
 جمیع حیثیات کا اعتبار سے ایک ممتاز عالم باعمل تھے۔ خدا مغفرت کرے۔

طوط: ۲۲ مئی ۱۹۰۳ء۔ آج میلہ صحبت کا ہوا۔ بمقابلہ اور چیزوں کے برف زیادہ بکا۔ ایک شخص
 باہر سے چند طوطے تعلیم یافتہ لایا تھا جو ایک پیسہ فیس کا ہر شخص سے لے کر ان کا تماشہ دکھاتا تھا۔ تماشہ یہ تھا کہ
 طوطے مگدرو بندھے ہوئے ہلاتے، توپ داغتے اور چند ٹکڑے کاغذوں میں سے جس کو پوشیدہ طور پر چھوڑ
 لے مگدرو بندھے ہوئے ہلاتے یا جوں میں بندھا لگاتا تھا۔ اسی لیے نام پڑا۔ اس میں ہندو مسلمان دونوں شریک ہوتے تھے۔ اسٹی

وہی اٹھالاتے۔ عرض کہ انواع اقسام کے تماشے کرتے تھے۔

فاؤنٹین پین: ۲۶، اگست ۱۹۰۳ء۔ آج ایک فلم انگریزی اعلیٰ درجہ کا جس کے اندر روشنائی بھر کر ایک شخص گھنٹوں لکھ سکتا ہے اور بر خوردار مصطفیٰ علی بقیمت تین روپیہ ولایت لندن سے لائے تھے اور التفات رسول کو دینا تجویز ہوا تھا آج میں نے ان کو بھیج دیا۔ بہت خوش ہوئے۔

شادی کا شوق: ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۳ء۔ آج سید حسین احمد اشرف ٹولہ سے واضح ہوا کہ مہینہ ستمبر گزشتہ میں سید کرامت علی نیشنل پٹی کلکٹر نے اپنا عقد چہارم اپنی منجھلی سالی سے کیا۔ یہ تین بہنیں تھیں۔ بڑی کا عقد آبرٹی میں ہوا اور چھوٹی کا ڈپٹی صاحب سے جو یکم فروری ۱۹۰۲ء کو فوت ہوئیں اور منجھلی سے چوتھا عقد کیا۔ عمر ڈپٹی صاحب اکسٹھ سال ہے۔ چہرے پر جھریاں پڑ گئی ہیں۔ بازوؤں کی کھال لٹکتی ہے۔ کمر خمیدہ ہے۔ غذا بہت قلیل ہوتی ہے۔ دبلے و ضعیف از حد ہیں۔ تند ہوا کے جھونکے سے اڑ جاسکتے ہیں۔ حرارت عزیز کم پائی جاتی ہے۔

لظاہر یہ عقد ایام زندگی گھٹانے والا گویا پیغام اجل ہے۔ خدا مبارک کرے۔

محمد احمد خاں صاحب: ۲۳ اکتوبر ۱۹۰۳ء۔ محمد احمد خاں صاحب تعلقہ دار کسمندی خورد و ملیح آباد ولد فقیر محمد خاں صاحب مرزا کنج تحصیل ملیح آباد نے ۱۵ ستمبر یوم شنبہ کو قضا کی۔ عمر ۷۲ سال تھی۔ مرحوم نے ۱۲ عقد کیے اور قریب ایک سو کے اولاد ہوئیں۔ منجملہ ان کے اب حسب ذیل بیٹیاں اور لڑکے لڑکیاں موجود ہیں۔

ازواج۔ ۱۰ عدد، فرزند ان نریتہ۔ ۵ عدد، دختران۔ ۲۲ عدد علاوہ اس کے پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں بکثرت ہیں اور خاں صاحب ایسے پر قوت تھے کہ سال گزشتہ تک انھوں نے عقد کیے ہیں۔

طاعون: ۸ دسمبر ۱۹۰۳ء۔ بوقت ۳ بجے شام کے بصدارت مسٹر گرے صاحب کمنٹر لکھنؤ تحصیل سندیل میں کیٹی طاعون قرار پائی اور ایک گھنٹہ تک صاحب بہادر نے اسپرچ دی کہ بیماری طاعون لا علاج ہے لیکن اس کا انسداد حسب ذیل صورتوں سے ہو سکتا ہے۔

- ۱۔ ایسے مکان میں قیام کیا جائے جو ہوادار ہو اور جس میں دھوپ آتی ہو۔ ۲۔ نیب کی پتی، کوئلہ اور گندھک مکان میں سلاگانا چاہیے۔ ۳۔ جب آدمی طاعون میں مر جائے تو اس کے کپڑے و چار پائی جلوادے۔ ۴۔ مکان بالکل چھوڑ دیا جائے اور دوسرے مقام پر قیام کرے۔ ۵۔ صفائی مکان باضابطہ کرانی جائے۔ ۶۔ اول بیماری تو ہوں سے پیدا ہوتی ہے لہذا جس گھر میں وہ مریں اس گھر کی بخوبی صفائی کرانی جاوے۔ ۷۔ کوٹھے کا قیام بہ نسبت نیچے کے اچھا ہوتا ہے۔ ۸۔ جس مکان میں اینٹوں کا فرش ہو وہ خام فرش سے بہتر ہے۔

۹۔ جنوری ۱۹۰۲ء۔ کل مسی گنیش ولد منشی کلو اور موضع 'مہسونہ' طاعون سے فوت ہوا۔ وہاں کے باشندوں نے اس کی لاش متوفی کے مکان پر بھیج دی۔ لاش پہنچنے پر اس کے چچا منٹو نے ٹماندہ کی کہ گھر کے اندر نہ ڈالی جائے جو تمام شب چبوترے پر پڑی رہی۔ جب آج صبح کو مولوی ضامن علی عمر رحبڑی و دیگر ہمسایہ مسلمانوں کو اطلاع ہوئی تو وہ لوگ موقع پر گئے اور مالک مکان سے استدعا کی کہ اگر وہ اجازت دیوے تو وہ لوگ قبر گھردا کر لاش کو دفن کر لیں۔ بوجہ اس کے کہ متوفی کے اعزہ و اقارب کوئی شریک تجہیز و تکفین نہیں ہوئے تھے۔ آخر شش بحالت مجبوری نین مندو (دو جوشی اور ایک اہیر) لاش اٹھانے کو بہم پہنچے۔ تب مادر متوفی نے چوتھا پایہ خود اٹھایا اور جو قبر مسلمانوں نے گھردائی تھی اس میں جا کر دفن کر دیا۔ یہ مقام عبرت کا ہے کہ عزیز شریک نہ ہوں اور ماں اپنے بیٹے متوفی کی لاش خود لے جا کر دفن کرے اور جلوانے کا کوئی سو بیٹا نہ ہو سکے۔ اس بیماری کی نسبت جہاں تک غور کیا گیا نوجوان، خواہ مرد ہو یا عورت، ولڑکے لڑکیاں زائید مرے اور مرتے ہیں۔

۱۱۔ جنوری ۱۹۰۲ء۔ آج آٹھ بجے صبح کو ہمارے محلہ کے چاروں طرف سورہ لیسین اس طور پر گشت کر کے پڑھی گئی کہ چوراہے ٹانوں ہال سے لوگوں نے پڑھنا شروع کیا اور جہاں پر "مبین" آیا وہاں سات نمازیوں نے سات سات اذانیں کہیں۔ اور اس طور پر سات روز تک گشت ہو گا۔ خدا کرے اس سورہ لیسین کی برکت سے طاعون سارے قصبہ ہذا سے دفع ہو جائے۔

۱۶۔ جنوری ۱۹۰۲ء۔ مٹکابری (پان فردش) کی لاش بندریچہ میونسپل گرو وادی گئی۔ اس کے اعزائے متوفی کی مدد نہیں کی جو طاعون میں مرا تھا یہ زمانہ ایسا ہے کہ عزیز قریب بھی طاعون کے طر سے لاش کے قریب آنا پسند نہیں کرتے۔

وقف حسین آباد لکھنؤ : ۱۸ فروری ۱۹۰۲ء۔ وقف امام باڑہ حسین آباد کی ابتدا اس عطیہ سے ہوئی جو محمد علی شاہ سابق شاہ اودھ نے ۱۸۳۹ء سے ۱۸۴۱ء تک کیا تھا اس کی کل مقدار چھتیس لاکھ ۷۲ ہزار تھی یہ سب رقم کاغذ زر سرکاری کی حیثیت سے جمع تھی جس کی ایک لاکھ ۸ ہزار آمدنی ہے اور دوکانوں وغیرہ کے کرایہ کی بھی آمدنی ہے۔ پس اس امانت کی کل آمدنی ایک لاکھ ۳ ہزار سال ہے۔ اس روپیہ میں سے نصف روپیہ خاص ہا یعنی ان وظائف میں صرف ہوتا ہے جو شاہ کے نام بردہ اشخاص کو پیشنوں میں اور نائزین کر بلا معالی کو دی جاتی ہیں۔ ۳۳ ہزار اور امام باڑہ نواب آصف الدولہ کے عملہ کے مصارف اور اخراجات مذہبی ہوتے ہیں۔ آمدنی کا دوسرا نصف حصہ ضروری مرمت و عمارتوں کے قائم رکھنے اور مفید عام اور خیرات میں صرف ہوتا ہے۔ مفید عام صیغوں میں متولیوں نے جامع مسجد کی مرمت کرائی اور شہر سے امام باڑہ تک وکٹوریہ باغ لگایا۔ یہ جن بنی

مسٹر مول صاحب کیشنر لکھنؤ کی تجویز سے ہوئی تھی اس امانت کی عمارتیں خوشنما معلوم ہوتی ہیں اور اہل شہر کی تندرستی اور تفریح کا باعث ہے جو اس مقام کے سبزہ کے خوشنما میدانوں کی بڑی قدر کرتے ہیں۔

آندھی: ۱۲ جون ۱۹۰۲ء - آج ۲ بجے دن کو ایک ایسی گرد آلودہ آندھی آئی کہ دو منٹ تک ایسا اندھیرا رہا کہ میں اپنا ہاتھ دو فٹ کے فاصلہ پر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میری یاد میں ایسی کوئی آندھی قبل اس کے نہیں آئی۔
نرخ آسم: ۲۰ جون ۱۹۰۲ء - ۱ بجے سال انہجی دو پیسہ سیکڑہ فروخت ہوئے جس کی از حد افراط تھی۔

پکریا پیرو: ۱۹ ستمبر ۱۹۰۲ء - پکریا پیرا رضی جو قلعہ پر مشہور ہے وہ ایک صیغہ دار بھگولیاں چودھری کے عزیز تھے جن کو کسی عامل نوابی نے بجلت بقایا مالگزار زیندہ دفن کر دیا تھا جن کا نام طاس تھا۔ اس امر کی تصدیق مولوی مہدی حسن صاحب ول مولوی فضل علی صاحب سے آج ہوئی لیکن صیغہ دار متوفی اب پکریا پیر مشہور ہیں اور بعض جاہل لوگ محلکے ان پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں۔

عجیب الخلق لڑکا: ۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء - تب گزشتہ کو ایک لڑکا محلہ کسانوں میں عجیب الخلق بن خانہ فوج ولد جن کسان پیدا ہوا جس کا منہ لانا بھٹکتی لگی ہوئی۔ بچا آنکھ کان کے گتھی لگی ہوئی ہے۔ ٹھٹھی ناک نہیں۔ ہاتھ پیروں کی انگلیاں ندرد پاؤں کے گتھوں میں ناخن نکلے ہیں اور چار دانت اوپر کے نمایاں ہیں۔ زبان نکلی ہوئی ہے۔ بدن مثل مچھلی کے سفنوں کے چٹخا ہوا ہے۔ جسم موٹا ہے جس کے مقابلے میں ہاتھ پیر تیلے ہیں۔ بکری کا رو دھ اس کو پلایا جاتا ہے۔ تمام دن وہ زندہ رہا اور آٹھ بجے رات کو مر گیا۔

سید سالار مسعود غازی: ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۲ء - سید مسعود غازی ۷ اشعبان ۱۲۲۲ھ مطابق ۱۳۳۳ء کو بہرائچ میں داخل ہونے اور ۱۸ رجب ۱۲۲۳ھ مطابق ۱۳۳۴ء کو سمیر دیپونے ان کو موہان کی تھائی فوج کے قتل کیا اور سید سالار بہرائچ کے تالاب کے قریب جس پر سورج کا مندر تھا اور جس کو سالار اپنی آرام گاہ کیلئے بہت پسند کرتے تھے مدفون ہوئے۔ سید سالار ساہو کے بیٹے اور سلطان محمود کے بھانجے تھے۔

۱۔ مولوی مظہر علی صاحب کے مکان سے کچھ دور ایک مرتفع میدان ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ یہاں بہت پہلے ایک قلعہ تھا۔ اس لیے یہ میدان اتنی قلعہ کہلاتا ہے اس کے مغربی جنوبی کنارے پر ایک برج لکھوری اینٹوں کا بنا ہوا تھا جس پر ایک پکریا کا پیرا لگا تھا۔ یہ بھی مشہور تھا کہ اس میں کون شہید مدفون ہیں اس لیے وہ پکریا پیر کے نام سے موسوم ہو گئے تھے۔ ۱۹۵۰ء تک یہ برج خستہ حالت میں موجود تھا۔ اب وہاں کچھ نہیں ہے اور قلعہ کی زین پر مکانات ہیں۔ ہاشمی ۱۷۱۱ء اب یہ محلہ کسان لوگ کہلاتا ہے۔ میں نے اپنی اور ڈپٹی باگرفیل ڈکٹری (انگریزی) میں سالار مسعود غازی کی شہادت کی تاریخ ۱۵ جون ۱۲۲۳ھ مطابق ۱۳۳۴ء کو لکھی ہے یہ بھی لکھا ہے کہ ان کے کئی ساتھی تھائی فوج میں شہید ہوئے تھے۔ اور کیے ان کی عمر اس وقت صرف ۱۹ سال کی تھی۔ ہاشمی

سخت سردی: ۲ فروری ۱۹۰۵ء - آج کل برف بہت گر رہی ہے اور بہت بہت تن چلتی ہے جس سے بے حد سردی ہے اور کثرت برف سے مٹر چنا اور اور آلو جاتا رہا۔ جو ظروف پانی سے بھرے رکھے تھے ان میں بھی برف جم گیا اور گڑھا تالاب مخدوم پورہ کا ایک حصہ اس سے منجمد ہو گیا۔ آج کل نہایت شدت کی سردی ہے۔ میری کوٹھی کے اندر انگلیاں ٹھٹھری جاتی ہیں اور صبح ستام دونوں وقت اپنی کوٹھی میں انگلیٹھی روشن کرایا کرتا ہوں تب چین پڑتی ہے۔

۵ فروری ۱۹۰۵ء چار روز برابر برف گرنے سے حسب ذیل پریاوار فصلی کو سخت نقصان پہنچا جس کا تخمینہ صحیح طور پر بعد ایک ہفتہ کے تحریر کروں گا۔

”نخود، مٹر، گندم، پوستہ، تمباکو، آلو اور ہر درختان میوہ دار درختاں انہ خور و سال مہوہ و جامن، کچھیا نہ۔“
میرے قلمی باغ اشرف ٹولہ کو جو چند سال سے پھلتا تھا بہت ضرر پہنچا۔ برف بہت دبیز گرا۔ حتیٰ کہ تالاہا اجیر و اگرہ منجمد ہو گئے۔ خیال ہوتا ہے کہ تمامی ہندوستان میں یہ بلا نازل ہوئی کیوں کہ تحریرات بانڈا، الہ آباد اور دیو اضلع بارہ بجلی سے اس کی تصدیق ہوئی ہے۔ میں جہاں تک خیال کرتا ہوں تو میرے ہوش میں نہ ایسا پالا پڑا اور نہ ایسی سردی ہوئی۔ (شاید برف گرنے سے مراد مولوی صاحب کی مراد پالا پڑنے سے ہے۔ کیونکہ یوپی کی وادی میں برف گرنے کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے، ہو سکتا ہے کہ سخت پالا پڑنے سے پانی منجمد ہو گیا ہو ورنہ انجماد آب بھی میری یلو میں کبھی نہیں ہوا ہوتی)۔
رویت ہلال: ۱۵ فروری ۱۹۰۵ء - آج لکھنؤ کے علما سنت و جماعت نے نماز بقرعید پر اصرار رکھا لیکن شیعہ مذہب والوں نے نہیں۔ اور اضلاع میں بھی آج بقرعید ہوئی۔ سندیہ میں نہیں ہوئی۔ اگر رویت ہلال کی قبل سے تحقیقات کر لی جاتی تو یہ اختلاف ہرگز نہ ہوتا۔

میر جدید کا مرثیہ: ۶ مارچ ۱۹۰۵ء - آج شب کو میر جدید پوتے میر انیس لکھنؤ نے چودھری محمد جان صاحب تعارف کے امام باڑہ میں مرثیہ تصنیف خود پڑھا جن کا یومیہ ایک رات ٹھہرنے کا پچاس روپے قرار پائے تھے۔ باوصف طلب میں شریک مجاس نہیں ہوا کہ اب مجھے خوشی دنیاوی کا کوئی لطف باقی نہیں رہا اور بحالت افسردگی ایام زندگی بسر کیے جا رہا ہوں۔ بر خورداران مصطفیٰ علی و مجتبیٰ علی شریک ہوئے تھے سانگیا کہ کچھ احمپا نہیں پڑھا۔

وفات حاجی وارث علی: ۱۰ اپریل ۱۹۰۵ء - آج خط بر خوردار سید مجتبیٰ علی مورخہ ۸ اپریل ۱۹۰۵ء قصبہ دیو سے واضح ہوا کہ جناب حاجی وارث علی شاہ نے بتاریخ ۷ اپریل سن الیہ یوم جمعہ کو علی الصبح بمقام دیو

رحلت فرمائی اور بوقت ۴ بجے شام کے اپنے سر درہ نشست گاہ میں مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور بعد
سیوم سید ابراہیم شاہ صاحب نواسہ حاجی صاحب مرحوم سجادہ نشین قرار دیے گئے اور تہ بند معروف شاہ صاحب مرید حاجی
صاحب نے سید صاحب کو پہنایا۔ سید صاحب کے سامنے تدریں برسم جائینی گزریں اور اکثر لوگ مرید ہوئے اور
بعض ہنود مسلمان ہو کر مرید ہوئے۔ جناب مرحوم کے لاکھوں مرد و زن دُور دُور کے مرید تھے اور سن شریف
۹۲ سال تھا۔ آپ کی ذات اس زمانہ میں بسا غنیمت تھی۔

میڈیکل کالج لکھنؤ: ۲۱ نومبر ۱۹۰۵ء - آج ۹ بجے صبح کی ریل میں واسطے شرکت کیٹی چندہ ڈاکٹری
کالج لکھنؤ کے ہر دوئی گیا۔ وقت ۲ بجے دن کے بصدارت مسٹر ٹرنز صاحب ڈپٹی کمشنر ہر دوئی کیٹی منعقد ہوئی۔ چونکہ
میرا نام اعزاز کے ساتھ لیا گیا لہذا میں نے بہ نظر مناسب ۲۵ روپے چندہ دینا منظور کیا اور غشی قبول احمد نے
ایک سو غرض کہ اسی طور پر ہر ایک شخص کی مقدار چندہ بڑھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُس وقت تقریباً ۲۲ ہزار کا چندہ ہوا۔
بعض تعلقداران تحصیل سندیلہ کی مقدار ذیل میں درج کرتا ہوں۔

راجہ درگا پر شاہ صاحب۔ ایک ہزار، چودھری محمد جان صاحب۔ ایک ہزار، رانی چندر کنور صاحبہ
زوجہ راجہ وزیر چند صاحب۔ ایک ہزار، سید التفات رسول صاحب۔ ایک ہزار۔ اہلیہ کنور نرندر بہادر صاحب
مرحوم۔ ۵ سو، مادھو سنگھ صاحب 'بھڑواں'، ٹھاکر مہاراج سنگھ صاحب 'ہتورہ'، دو ہزار، ٹھاکر سرب جیت
سنگھ صاحب 'پوایاں'، ٹھاکر سرب جیت سنگھ صاحب 'پوایاں' بعد فراغت میں ۶ بجے شام کی ریل میں سندیلہ واپس آیا۔
۲۰ دسمبر ۱۹۰۵ء - آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ نولاکھ تینتیس ہزار پانچ سو ستر کا چندہ واسطے تیاری
ڈاکٹری کالج لکھنؤ ہو چکا ہے اور ابھی اور ہو گا اور شاخ تعلیم نسواں کے لیے ۶۲ ہزار ۵۲۲ روپیہ چندہ ہوا ہے۔
ان دونوں کی مجموعی تعداد ۹ لاکھ ۸۷ ہزار ایک سو نین روپے ہے۔

۲۲ دسمبر ۱۹۰۵ء - آج ۹ بجے صبح کی ریل میں شہزادہ و شہزادی بیگم و یزداد خان لکھنؤ ہوئے اور وقت
۳ بجے دن کے موصوف الیہ نے سنگ بنیادی ڈاکٹری کالج میدان شاہ مینا میں رکھا اور ان کے شب کو
بارہ دری قیصر باغ میں تشریف لائے۔ روشنی و آتش بازی کو ملاحظہ کیا اور سنا گیا کہ حضرت گنج میں بہت
عہد روشنی تھی علی الخصوص بابو پرگ نرائن مالک و دھ اخبار بہت اعلیٰ درجہ کی روشنی کرائی تھی جس کی تعریف عموماً ہو رہی ہے۔
طاعون اور چوہے: ۱۶ جنوری ۱۹۰۶ء - حکم ٹرنز صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر ہر دوئی مشر بدیں خلاصہ
موصول ہوا کہ بنا ممبران میونسپل یادداشت بھیجاوے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ میں باشندگان کو ترغیب دیں کہ جو

مردہ چوہے وہ پیش کریں گے ان کو فی چوہا ایک پیسہ اور جو زندہ لادیں گے ان کو فی چوہا دو پیسہ العام دیا جاوے گا۔ چنانچہ بموجب اس حکم کے اسی وقت بنام ممبران یادداشتیں جاری کی گئیں اور اس کی اطلاع صحافت ضلع کو کر دی گئی اور یہ بھی اطلاع دی گئی کہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۶ء تک حسب ذیل چوہے ہلاک کیے گئے۔

”من ابتداء ۱۲ نومبر ۱۹۰۵ء لغایت ۱۵ جنوری ۱۹۰۶ء بندہ یعنی چوہے دان میونسپل ۱۰۵۱ من ابتداء ۱۳ جنوری سن الیہ لغایت ۱۵ ماہ مذکورہ اداے العام ۶۳۶۶۶“ یہ سلسلہ تقریباً پورے سال تک چلتا رہا جس کا اندراج وقتاً فوقتاً روزنامچہ میں ہوتا رہا۔ ہاشمی

گنبدہ کامیلہ: ۲۶ جنوری ۱۹۰۶ء۔ میلہ کنبہ الہ آباد میں جو ابھی ختم ہوا ہے بیس لاکھ آدمیوں کا مجمع تھا۔ ۲۳ جنوری ۱۹۰۶ء کو کثرت ازدحام سے دس آدمی ہلاک ہوئے اور اٹھارہ سخت مجروح ہوئے۔

عقد ثانی بیوہ: ۱۰ مارچ ۱۹۰۶ء۔ چونکہ نور دیدہ انجن (نواسی) دختر بر خوردار سعید الدین کم عمری یعنی ۱۹ سال میں بیوہ ہو گئی لہذا برخلاف رسم قدیمہ یہ تجویز کیا ہے کہ اس کا عقد ثانی کرایا جاوے۔

شیعہ سستی جھگڑا: ۱۸ مارچ ۱۹۰۶ء۔ آج کے اودھ اخبار سے معلوم ہوا کہ لکھنؤ کے شیعوں نے سنیوں اور ہندوؤں سے یہ کہا کہ وہ برہمنہ سرو پال بغیر پان کھائے کر بلا تال کٹورہ میں آئیں اور اپنے اپنے تفریے دفن کریں لیکن یہ بات دونوں فرقوں نے منظور نہیں کی اور اپنے تفریے جنوں کی مسجد کے قریب ایک میدان میں دفن کیے جہاں اہل تفریہ و کاشانیوں کا ہجوم تھا اور دوکانداروں وغیرہ کو بھی کوئی ممانعت نہیں تھی اور جا بجا شربت کی سیلیں رکھی ہوئی تھیں۔ لنگر جاری تھے اس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی تھی کہ جو مولوی مقبول احمد شیعہ پر بدعت کہنے تبرکے ایک ہزار روپیہ جرمانہ اور تین ہزار روپیہ کی ضمانت نیک چلنی حبیب اللہ سستی کے استغاثہ پر عدالت ڈسٹرکٹ بھٹاریٹ ضلع فیض آباد کے اجلاس سے حال میں ہوئی ہے اسی وجہ سے لکھنؤ کے شیعوں نے سنیوں کی نسبت شرک قائم کیے۔ جہاں تک خیال جاتا ہے تو سنیوں کی جہاد کے بل کو بہت جل نمایاں ترقی اس وجہ سے ہو جائیگی ان کی میں کسی قسم کی قید یا شرط وقت داخلہ کر بلا کے نہیں ہے جس کا آغاز عمدہ نظر آ رہا ہے۔

مدد سہ نسواں: ۱۲ مارچ ۱۹۰۶ء۔ آج میں نے کمیٹی فاضل میونسپل سے مدرسہ نسواں اشراف ٹولہ

کا نفاذ کرا دیا اور مولوی عبدالرزاق صاحب مہتوانہ کا تقرر بمشاہرہ پندرہ روپے ماہوار منظور ہوا جو کل ۳ مارچ سن الیہ سے مکان صدر اعلام میں جاری ہوگا۔

حافظ انور علی قلندری: ۱۷ مارچ ۱۹۰۶ء۔ آج معلوم ہوا کہ شام کو حافظ علی انور صاحب سجادہ نشین

تکدہ شاہ تراب علی صاحب کا کوری نے قضا کی۔ عمر تقریباً ساٹھ سال تھی۔ مرحوم نہایت ذی علم با وضع و مقدس بزرگ تھے اور بہت سے مردوزن علی الخصوص مستورات کا کوری مرید تھیں اور آپ ہفتہ میں ایک مرتبہ ہر ایک اپنے مرید کے گھر جاتے تھے اور وہیں کھانا کھاتے تھے۔

۱۹ مئی ۱۹۰۶ء - آج حافظ علی انور صاحب مرحوم کا کوری کا سیوم تھا اور ان کے بیٹے صاحب

بعد تقریباً سیوم اپنے باپ کے سجادہ نشین منتخب ہوئے۔

شعبہ سنی تعزیه داسری: ۱۷ اپریل ۱۹۰۶ء - لکھنؤ کے چہلم کی خبر جو ۱۵ اپریل ۱۹۰۶ء کو تھا یہ معلوم ہوئی کہ سنیوں اور ہندوؤں کے تعزیے زیادہ دھوم دھام سے اٹھے اور گشت کیا۔ منشی احتشام علی ولد منشی امتیاز علی مرحوم کی آراضی میں دفن ہوئے جو اب 'پھول کٹورہ' کے نام سے موسوم ہوئی ہے۔ راستہ میں شربت و پانی کی سبلیں قائم تھیں۔ مجمع ہرہ تعزیوں کے اس قدر تھا کہ ایسا 'تال کٹورہ' میں شاید کبھی نہ ہو ہو۔ کہا جاتا ہے کہ ایک لاکھ سے سو لاکھ تک آدمیوں کا مجمع تھا۔ اثنائے راہ کربلا میں جان محمد نے ایک پوٹل قائم کیا تھا جہاں ہر شخص کو کھانا مفت تقسیم ہوتا تھا۔ گھوسیوں نے چھ سو من دودھ کا بندوبست کیا جو شربت میں ملا یا گیا تھا۔ منشی احتشام علی نے کربلا پھول کٹورہ میں تقسیم طعام کا بندوبست کیا تھا جو کربلا کو دیا جاتا تھا۔ گول دروازہ، لکھنؤ سے پھول کٹورہ کربلا تک تین کوس کا فاصلہ ہے اثنائے راہ میں بیس کلبیں سبلیں ہر قسم کی تھیں جس میں برف پڑا ہوا تھا۔ کربلا میں ہر قسم کے فرقے و طبقے کے لوگ از رو سا تفریح گناں تھے۔ بر خلاف اس کے 'تال کٹورہ' شیعوں کی کربلا میں سناٹا تھا حتیٰ کہ غلام حسین عرف پٹن صاحب کا تعزیہ جو بارہ بجے نہایت مجمع کے ساتھ اٹھتا تھا وہ چار بجے شام تک بوجہ نہ ملنے مزدوروں کے نہیں اٹھ سکا۔ لکھنؤ پہلے شیع سے یہ بڑی غلطی ہوئی جو انھوں نے قید لگائی تھی کہ سنی و ہندو جو اپنے تعزیے تال کٹورہ کی کربلا میں لے جائیں وہ ننگے سر برہنہ ہوں۔ ایسی حماقت کو کتھکست فاش ملی کہ سنی و ہند متفق ہو گئے اور انھوں نے بالاتفاق یہ کارروائی کی۔

کنکوا بازی: ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء - آج اجدھیا ولد گوردیا کلاہ ساکن 'گڈری' و محمود علی خاں خلف اکبر واجد علی خاں بلوچ میں صبح سے کنکوا بازی شروع ہوئی اور نماز مغرب تک برابر ہوتی رہی۔ اجدھیا چھت اصطلب سید التفات رسول تعاقب دار پر تھا اور محمود علی خاں قلعہ پر۔ ۲۶ پیر لڑے۔ محمود علی خاں پانچ بڑے رہے اور پالا ان کے ہاتھ رہا اور پانچ روپیہ اجدھیا کلاہ سے جیتے کہ ایک روپیہ بازی تھی۔ محمود علی خاں نے اپنی دلی خوشی اس نہج سے منائی کہ موجود لوگوں کو بتاتے تقسیم کیے اور گاتے بجاتے چلے اور اجدھیا کی دوکان

کی طرف ہو کر چادر درگاہ مخدوم صاحب میں لے جا کر چڑھائی۔ راستہ میں آتش بازی چھوٹی جاتی تھی۔ کنکرے
 پیچھے رکنا) ساتھ تھے۔ محمود علی خاں کی طرف قلعہ پر کرسیوں اور فرش پر نشست تھی۔ پانی پان اور حقہ کا پورا بندوبست تھا
 نینی تال میں محفل میلاد: ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۶ء۔ آج کے اودھ اخبار سے معلوم ہوا کہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۶ء
 وقت شب کو ہنر آرزو سر لالوش صاحب لفٹیننٹ گورنر اضلاع متحدہ آگرہ و اودھ کی جانب سے بمقام نینی تال
 ان کی کوٹھی کے سامنے محفل میلاد شریف منعقد ہوئی اور اس جلسہ کا اہتمام صاحب بہادر کے حکم اور ان
 کے اہتمام سے ہوا تھا۔ محفل کی آراستگی و شیشہ آلات کی روشنی اور آدمیوں کا ہجوم قابل دید تھا۔ مولانا حاجی حافظ
 ولایت حسین صاحب جو الہ آباد سے بلوائے گئے تھے جب آپ جلسہ میں تشریف لائے تو لاٹ صاحب نے اٹھ کر
 ہاتھ ملایا اور تخت پر بیٹھنے کی اجازت دی اور سب اہل مجلس کو تاکید فرمائی کہ کوئی ہماری تدفین کو نہ اٹھے۔ مولوی
 صاحب نے تین گھنٹہ کے قریب مولود پڑھا۔ لاٹ صاحب نے ایک گھنٹہ سے کچھ زیادہ بہت دلچسپی سے
 بیان سنا۔ اس کے بعد اٹھ کر مولوی صاحب سے ہاتھ ملایا اور یہ کلمات فرمائے کہ میں آپ کا شکریہ
 ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے اس جلسہ میں شریک کیا۔

لفٹیننٹ گورنر: یکم جنوری ۱۹۰۷ء۔ آج گیارہ بجے دن کو ہنر آرزو سر لالوش صاحب بہادر نے
 اپنا چارج گورنری اضلاع متحدہ آگرہ و اودھ جے بی ہیوٹ صاحب جدید لفٹیننٹ گورنر کو دے کر روانہ ولایت
 لندن ہوئے۔ جو نہایت نیک مزاج حاکم تھے۔ اب دیکھنا ہے کہ ہنر آرزو ہیوٹ صاحب بہادر کیسے کام کرتے ہیں۔
قیصر باغ: ۹ مارچ ۱۹۰۷ء۔ قیصر باغ (لکھنؤ) کی تعمیر ۱۸۲۸ء میں شروع ہوئی اور ۱۹۰۵ء میں
 ختم ہو گئی۔ اس کی تیاری میں اتنی لاکھ روپیہ صرف ہوا۔ کم سے کم چار میل کے دور میں تھا۔ بادشاہ منزل روشن الدولہ
 کی کوٹھی، مقبرہ سعادت علی خاں گھسیاری منڈی، اردلی بازار، چو لکھی، حضرت گنج یہ سب مقامات اس
 باغ میں داخل تھے۔ اس کے اندر قلعہ در قلعہ تھا۔

نواب منجھو صاحب: ۱۹ مارچ ۱۹۰۷ء۔ آج نواب منجھو صاحب لکھنؤ سے ملاقات ہوئی
 جو بوجہ شدت طاعون لکھنؤ چھوڑ کر سنیلہ کو تشریف لائے ہیں اور راجہ درگا پر شاد کے گوشہ محل سرا بالائے
 پھاہک میں مقیم ہیں۔ عمر نواب صاحب ۲۵ سال ہوگی۔ ان کی کیفیت اس طور پر ہے کہ جب والٹن صاحب
 لندن سے آئے تو ان کے ہمراہ ایک فرزند (پدر نواب صاحب) اور ان کی ایک بیٹی بھی موصوف الیہ کے
 ساتھ آئیں۔ مس صاحبہ منظور نظر نصیر الدین حیدر بادشاہ لکھنؤ ہوئیں اور ان کا عقد مسلمان ہونے پر بادشاہ کے

ساتھ ہو گیا اور دلا۔ تہی بیگم کے نام سے موسوم ہوئیں۔ اس وقت ان کا پورا خاندان مسلمان ہو گیا۔ نواب صاحب کے باپ بڑے امیر کبیر تھے۔ اب منجھو صاحب بھی خوش حال ہیں اور ان کا گزر وثیقہ وغیرہ سے ہوتا ہے۔

طاعون: ۲۰ مارچ ۱۹۰۷ء۔ آج دو آدمی محلہ اشرف ٹولہ کے طاعون میں فوت ہوئے۔ لکھنؤ میں طاعون کی بہت زیادہ شکایت ہے۔ حضرت گنج خواہی صفائی میں بوجہ سول لائن ہونے کے مشہور ہے وہ بھی اس شکایت سے بری نہیں۔ دو قسم کا طاعون سخت ہلکا ہے اول جن کے بخار یا گلٹی نکل آنے کے ساتھ دست آنے لگتے ہیں دوسرے نمونہ کی نوعیت کا طاعون یعنی جب پسلی میں درد بجا لگتا ہے۔ ان دونوں میں مرہن جاں بر نہیں ہوتا۔

محمد ابراہیم شاہ: ۹ جون ۱۹۰۷ء۔ آج ۶ بجے شام کو محمد ابراہیم شاہ صاحب نواسہ جانشین جناب حاجی وارث علی شاہ صاحب مرحوم قصبہ دیوا، جو آج صبح کی ریل میں وارد سندیلہ ہوئے تھے حسب خواہش اہل خانہ بر خور وار مصطفیٰ علی میرے مکان پر تشریف لائے اور مجھ سے مصافحہ اور مناقبہ فرمایا اور کمال عنایت و اخلاق سے پیش آکر چند مرتبہ مزاج پرسی فرمائی اور بعد نماز مغرب اندر تشریف لے گئے اور نور دید منتظم حسین پر جو شکایت دق میں مبتلا ہیں پھونک ڈالی اور دعا حصول صحت فرمائی۔ چونکہ ان کی والدہ جناب حاجی صاحب مرحوم کی مرید تھیں لہذا وہ اور ان کی دونوں ہمیشہ منجھلی و چھوٹی شاہ صاحب کے سامنے آئیں جس کی اجازت مجھ سے حاصل کر لی تھی۔ مبلغ بیس روپے میرے گھر میں عورتوں نے بطور نذر پیش کیے۔

۱۰ جون ۱۹۰۷ء۔ آج ۷ بجے صبح کی ڈاک گاڑی میں محمد ابراہیم شاہ صاحب روانہ قصبہ دیوا ہوئے اسٹیشن پر بہت بڑا مجمع تھا۔ چودھری محمد جان صاحب راجہ درگا پر شاہ صاحب بنا بر رستی تشریف لے گئے تھے۔ اور بہت سے اہل قصبہ اور ان کے مریدین کا اسٹیشن پر مجمع تھا۔

نرخ غلہ: ۹ ستمبر ۱۹۰۷ء۔ نرخ غلہ آج کی تاریخ میں حسب ذیل ہے۔

گندم قسم اول ۹ سیر، گندم قسم دوم ۱۱ سیر، آرد گندم ۸ سیر، نخود ۱۲ سیر، دانہ نخود ۱۱ سیر، ماش ۱۰ سیر، دال ماش ۹ سیر، مونگ ۱۰ سیر، دال مونگ ۹ سیر، ابرہ ۱۲ سیر، دال ابرہ ۱۱ سیر، چاول باریک ۶ سیر، چاول موٹے ۷ سیر، دھان ۱۰ سیر، شکر چینی ۱۲ سیر، شکر قسم اول ۱۲ سیر، شکر قسم دوم ۱۲ سیر، نمک سانہر ۲۰ سیر، روغن زرد ۱۵ چھٹاک، روغن لہندی ۲ سیر، لکڑی ۲۲ سیر، قند سیاہ ۷ سیر، سرسوں ۶ سیر، روغن سرسوں ۲ سیر، چوکر ۶ سیر۔

سرفاہ عام: ۱۲ نومبر ۱۹۰۷ء۔ آج میرے مکان پر کٹیٹی خاص میونسپل بورڈ منعقد ہوئی جس میں پنڈت گرجادت تحصیلدار و راجہ درگا پر شاہ صاحب و ممبران شریک تھے اور بکثرت رائے مبلغ ڈھائی ہزار روپے میونسپل

گھرائی تالاب بیرونی، وغیرہ کام رفاہ عام میں تجویز ہوئے اور کئی مقامی قحط سے یہ بھی طے ہوا کہ آبادی سندیلہ تر حلقوں میں تقسیم کی جائے اور ذی اثر اشخاص کے نام نوٹس دیا جائے کہ وہ اپنے حلقوں میں ان اشخاص کو امداد ملنے کی سفارش کریں جو شرم و عزت و ضعیفی و علالت و پردہ نشینی اور اسی قسم کی وجہ سے کوئی کام کرنے کے قابل نہ ہوں اور ان کو کسی اپنے عزیز و غیرہ سے امداد نہ ملتی ہو۔

گوشت ۲ پیسے سیر: ۲۱ نومبر ۱۹۰۷ء۔ چونکہ زمانہ قحط سالی ہے جس سے ہر ایک شے گراں کیاب ہے اور سب سے بڑی کمیابی گھاس کی ہے جو بالکل میسر نہیں آتی اور مویشی مرے جاتے ہیں لہذا ہندو و مسلمان دونوں اپنے مویشی قصائیوں کے ہاتھ فروخت کر رہے ہیں اور گوشت کا نرخ آج کل سستا یعنی دو پیسے سیر فروخت ہوتا ہے اور ان کا چرسہ معمول سے زیادہ قیمت پر بکتا ہے۔ آج کل قصائیوں کی اس قدر تعداد بڑھ گئی ہے کہ ہر ایک ادنیٰ قسم کے مسلمان نے یہ پیشہ اختیار کر لیا ہے۔ آج کل مویشیوں کی وبا ہے۔

تالاب بیرونی: ۱۸ دسمبر ۱۹۰۷ء۔ آج ۳ بجے دن کو میں نے تالاب بیرونی کو دیکھا میرے ساتھ سید حسن احمد مخدوم زادہ اور قاضی نقی حسن محرز پوسٹل ساکن شاہ آباد تھے۔ تالاب میں ۲۰ نفر میٹ کام کرتے ہیں جن کو فی کس ۲ روپیہ ملتا ہے اور عبدالرحیم ٹانم کپڑوں کو دس روپے ماہوار اور مردوزن وغیرہ کو حسب تفصیل ذیل اجرت دی جاتی ہے جس کی بابت حکم تحریری ڈپٹی کمشنر ہزدونی میں نے حاصل کر لیا ہے۔

ذیل دار جو بچا وڑھ چلاتے ہیں ۲ آنہ یومیہ، مزدور ڈلیا ڈھونے والے ۱ آنہ یومیہ، عورت میٹ ڈھونے والی ۱ آنہ یومیہ، لڑکی دس سال کی عمر سے ناند ایک آنہ یومیہ: افسوس ہے کہ یہ کام عنقریب بند ہونے والا ہے اور ۲۵۰ آدمی جو میرے ذریعے سے ملازمت پا رہے ہیں وہ عنقریب بن ہو جائے گا۔

نرخ غلہ بانرا سندیلہ: ۲۶ دسمبر ۱۹۰۷ء۔ آج نرخ غلہ بازار سندیلہ میں حسب ذیل ہے:

گندم ۷ سیر، دانہ نخود ۸ پیسے، مونگ ۷ پیسے، ڈال ادرہ ۶ پیسے، آرد باجرہ ۷ پیسے، آرد گندم ۶ پیسے، ماش ۵ سیر، ڈال مونگ ۶ پیسے، جوار ۹ پیسے، چاول ۶ پیسے، نخود ۸ پیسے، ڈال ماش ۷ پیسے، آرد ہر ۹ پیسے، باجرہ ۸ پیسے، جو ۹ پیسے، آرد جو ۸ پیسے، مکائی ۱۰ پیسے، دھان ۱۱ پیسے، نمک ۱۹ پیسے، قند سیاہ ۶ پیسے، گھی ۱ پیسے، چھٹاک ۲ پیسے، ۱۵ پیسے، روٹی ۲ پیسے، روغن سیاہ ۲ پیسے، چھٹاک۔

محتاج خانہ: ۸ جنوری ۱۹۰۸ء۔ آج کل محتاج خانہ میں مومر و عورت و لڑکوں کے ۹۹ نفر ہیں۔

یکمی ویشی روزانہ ہوا کرتی ہے۔ آج کئی نفر بجگم ڈپٹی کمشنر صاحب سندیلہ پوسٹل کو بھیجے گئے کہ وہ قصبہ ہڈاکے محابول

کے ساتھ خیرات پایا کریں اور ان کا نام درج بموجب محتاجان سندیلہ کیا جائے۔ بظاہر صاحب بہادر کا یہ منشا معلوم ہوتا ہے کہ محتاج خانہ کے لوگ شامل محتاج سندیلہ کیے جاویں کہ ان کی تقسیم خیرات کے روپے سے ہوئی۔ (یہ بوجہ قحط املا دینے کا کام سال بھر چلتا رہا۔ تالاب و کنوئیں بھی بغرض رفاہ عام کھدوائے گئے تھے۔ ہاشمی۔)

۲۶ فروری ۱۹۰۸ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ تاملی ہندوستان میں منجانب سرکار نولاکھ دو ہزار

آٹھ سو پچیس آدمیوں کی رفع تکلیف ہوتی ہے۔ واقعی گورنمنٹ رعایا کی ایسے زمانہ قحط میں بہت مدد کر رہی ہے۔

مدح صحابہ و تبرا: ۱۳ فروری ۱۹۰۸ء۔ سنا گیا کہ چونکہ لکھنؤ میں شیعہ و سنی میں سخت مقابلہ

ہو گیا۔ سنت جماعت لوگ حسب الحکم ڈپٹی کمشنر لکھنؤ چاریاری مرثیہ پڑھتے جلتے تھے اور خلاف اجازت

شیعہ لوگوں نے تبرا کہنا شروع کر دیا۔ پولس نے مزاحمت کی۔ باہم پولس اور شیعوں کے لڑائی شروع ہو گئی۔ سنت

جماعت نے موقع پا کر شیعوں کو خوب مارا حتیٰ کہ ان کا ایک آدمی مر گیا اور پولس کے لوگ شیعوں کے حملے سے

بجرح ہوئے۔ حکام وقت فوراً موقع پر پہنچ گئے۔ ایک سو سے زائد شیعہ گرفتار ہو کر زیر حراست پولس ہوئے۔

اب تحقیقات ہو رہی ہے۔ دیکھا جاوے کہ کیا نتیجہ ہوتا ہے۔

شبیبہ ملکہ: ۹ اپریل ۱۹۰۸ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ شبیبہ ملکہ و کٹوریہ ۲ اپریل ۱۹۰۸ء

لکھنؤ میں متصل مقبرہ سعادت علی خاں بادشاہ بوقت ۵ بجے شام کو قائم ہوئی ہے اس کو سر جان ہیوٹ

صاحب لفٹیننٹ گورنر نے کھولا۔ جس کی تیاری میں حسب ذیل روپیہ خرچ ہوا۔

تیاری چھتری۔ ۸۸ ہزار سات سو پچیس روپے ۱۳ آنہ ۶ پائی، تیاری شبیبہ۔ ۴۱ ہزار پانچ سو روپے

۱۸ آنہ ۶ پائی = میزان کل ایک لاکھ ۳۰ ہزار ۲۲۸ روپے ۶ آنہ۔

مسٹر ٹرنو صاحب: ۲ ستمبر ۱۹۰۸ء۔ آج صبح کی ڈاک گاڑی میں مسٹر ٹرنو صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر ہردوئی

سے تشریف لائے اور مدرسہ سندیلہ میں کمیٹی کے جناب لفٹیننٹ گورنر بہادر کی اس پر پٹھانے کی تجویز کی

جو صاحب محترم المیہ نے لکھنؤ میں فرمائی تھی جس کا ترجمہ راجہ درگا پرشاد صاحب نے اہالی کمیٹی کی پڑھ کر سنایا جو اخبار

میں شائع ہوا تھا۔ اس کا مضمون یہ تھا کہ اضلاع متحدہ آگرہ اودھ کے لوگ بنگالیوں کے مفسدہ پردازی نہ

کریں جس کا کوئی فائدہ بجز نقصان کے نہیں ہے۔

.... ازاں بعد ڈاک بنگلہ میں یکے بعد دیگرے روسائے قصبہ ہذا کی ملاقات کی اور سیدالغیاث رسول

صاحب سے وقت ملاقات فرمایا کہ تم مولوی مظہر علی سے کہہ دینا کہ ہم ان کے کامیونٹیل سکریٹری سندیلہ سے

کو لفٹیننٹ گورنر بنگال پر تین چکر کرنا چاہا تھا اور مہاراجہ بردوان درمیان قاتل اور لفٹیننٹ گورنر لگے رکھے اور قاتل کو ہٹا بھی دیا تھا اس وجہ سے اب سخت دیکھ بھال اور نگرانی ہو رہی ہے۔

۲۳ نومبر ۱۹۰۸ء - آج لارڈ ٹرنبوول صاحب وائسرائے کشور ہند ایک نہایت عمدہ رام بھیج ہاتھی بلرام پور سوار ہو کر لکھنؤ چھٹی بھون کی راہ سے گزرے۔ ہاتھی مذکور کو ہر ایک قسم کا طلائی و نقرئی زیو پہنایا گیا حتیٰ کہ اس کے پیروں میں چاندی کی پازیب بھی تھی اور اس کے عقب میں ۱۰ تعلقہ دار ہاتھیوں پر سوار تھے۔ ہر ایک ہاتھی خوب سجا ہوا تھا۔ یہ اسی قسم کا جلسہ تھا جب کہ یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو وائسرائے لارڈ کرزن صاحب سابق گورنر جنرل کے عہد میں بمقام دہلی ہوا تھا اور بہت بڑے بڑے والیان ملک بموجب درجہ و مرتبہ کے وائسرائے کے ہاتھی کے عقب میں تھے۔ اگرچہ اس جلسے میں بڑے بڑے نامی گرامی والیان ملک شریک تھے لیکن یہ ۲۳ نومبر ۱۹۰۸ء کا جلسہ بھی قابل دید ضرور تھا۔

سراجہ درگاپوشا: ۱۳ جنوری ۱۹۰۹ء - آج سپہر کو راجہ درگاپوشا صاحب نے یہ اظہار خوشی جیتنے مقدمہ استقرار حق کے درگاہ مخدوم صاحب میں چادر چڑھائی۔ ہاتھی پر چودھری مقبول حسن صاحب وکیل سوار تھے جس کا ہودج گنگا جمنی اور عمدہ پوشش سے آراستہ تھا اور اس کے پیچھے گھٹیوں کا سلسلہ تھا جس پر راجہ صاحب کے صاحبزادگان و منشی عبدالودود صاحب و جمیل الدین کارندہ چودھری علی جان صاحب سوار تھے۔ وکیل صاحب کو ایک چٹہ جامہ و قمیٹی دو سو روپے عطا ہوا اور محمد حسین مخدوم کو بھی ایک دو شالہ ملا۔ لیکن افسوس پانی برسنے کی وجہ سے کچھ زیادہ لطف تماشاٹیوں کو حاصل نہیں ہوا۔

شبیبہ مہاراجہ بلرام پور: ۲۵ جنوری ۱۹۰۹ء - آج کے اودھ اخبار سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سربوٹ صاحب لفٹیننٹ گورنر اضلاع متحدہ آگرہ و اودھ نے سردگبے سنگھ صاحب مہاراجہ بلرام پور پریسیڈنٹ انجمن تعلقہ داران کی شبیبہ کا افتتاح فرمایا جو بارہ دری قیصر باغ میں رکھی گئی ہے۔ اس شبیبہ کی تیاری میں چوبیس ہزار روپیہ خرچ ہوا جس کو مسٹر کاسکوب جان نے بنایا اور اس کی بیٹھک کی تیاری میں چار ہزار روپے صرف ہوئے جس کو بابو درگاپوشا سنگ تراش لکھنؤ نے تیار کی۔

مدح صحابہ: ۲۰ جنوری ۱۹۰۹ء - آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ گورنمنٹ نے مخالفت کی ہے کہ چاریاری مرثیہ سنی لوگ راستہ وغیرہ میں نہ پڑھیں اور اگر پڑھیں گے تو قابل تدارک ہوں گے۔

مقامی مسلم لیگ: ۳ فروری ۱۹۰۹ء - آج چار بجے دن کو ایک کمیٹی مسلم لیگ مکان منشی مقبول احمد

پر منعقد ہوئی جو کمیٹی آل انڈیا علی گڑھ کی امداد میں تھی کہ مسلمانوں کے حقوق کا گورنمنٹ خیال رکھے۔ اس کمیٹی کے پریسیڈنٹ منشی التفات رسول اور وائس پریسیڈنٹ چودھری علی جان اور سکریٹری مقبول احمد اور جوائنٹ سکریٹری عبدالودود تجویز ہوئے۔ قصہ ہذا کے بہت سے لوگ شریک تھے۔ منجملہ ان کے ایک میں بھی تھا۔

مدح صحابہ: ۱۳ مارچ ۱۹۰۹ء۔ آج لکھنؤ میں تعزیرہ چہلم عیش باغ سے اٹھا جس کے آگے مرثیہ چاریاری پڑھا جاتا تھا جس کی گورنمنٹ نے قبل آغاز مہینہ محرم ممانعت کر دی تھی کہ تعزیرہ کے سامنے چاریاری مرثیہ نہ پڑھا جاوے مگر برخلاف اس کے جب سنی لوگ چاریاری مرثیہ پڑھتے ہوئے چوک لکھنؤ سے گزرے تو پولیس کے لوگوں نے گول دروازہ کے پاس سب کو گرفتار کر کے کوٹوالی میں کر دیا اور جس شخص نے دس روپے کی ضمانت پیش کی اسے چھوڑ دیا گیا۔ باقی لوگ حوالات بھج دیے گئے۔ پولیس کے سائیکل بٹریٹ و ڈپٹی کمشنر لکھنؤ اور بابو سری رام آنریری مجسٹریٹ بھی تھے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس کارروائی میں کسی بڑے شخص کی تحریک ہے ورنہ ادنیٰ کم بضاعت لوگوں کو ایسی جرأت نہ ہوتی جو حکم گورنمنٹ کے خلاف کارروائی کرتے۔ مجمع کی تعداد سات آٹھ سو سنی جاتی ہے۔ میرے خیال میں یہ فعل سنیوں کا بالکل جاہلانہ ہے۔ ان کو خلاف ورزی و سرتابی گورنمنٹ کے حکم سے ہرگز نہ کرنا چاہیے۔

یکم اپریل ۱۹۰۹ء۔ جو سنیاں لکھنؤ نے حکم گورنمنٹ کی خلاف ورزی کی اور چہلم کے روز تعزیرہ کے ساتھ چاریاری مرثیہ پڑھتے ہوئے چوک سے گزرے ان کو مسٹر جاپنگ صاحب کی مجسٹریٹ لکھنؤ نے تین تین مہینہ قید سخت کی سزا دی۔ ۲۹ مارچ سن الیہ کو ان لوگوں کے خلاف حکم سنایا گیا۔

۸ اپریل ۱۹۰۹ء۔ آج کے اودھ اخبار سے معلوم ہوا کہ ۵ اپریل کو مسٹر وارٹن صاحب سیشن جج لکھنؤ نے اپیل سنیوں کا جنھوں نے چاریاری مرثیہ پڑھا تھا فارج کر دیا اور تین ماہ کی سزا مجوزہ سی مجسٹریٹ صاحب لکھنؤ بحال رکھی۔

کیننگ کالج لکھنؤ: ۴ اپریل ۱۹۰۹ء۔ ۲۱ مارچ ۱۹۰۹ء وقت ۵ بجے شام کے رہیوٹ لفٹیننٹ گورنر اضلاع متحدہ آگرہ و اودھ نے کیننگ کالج واقع بادشاہ باغ لکھنؤ کا بنیادی پتھر نصب کیا اس تمسیر کے لیے سر بھگوتی پرشاد والی بڑا پورے تین لاکھ روپیہ عنایت کیا، اور اگر اچانا اس میں کچھ کمی پڑے گی تو غالباً کچھ اور بھی امداد کریں۔

مقامی مسلم لیگ: ۲۵ اپریل ۱۹۰۹ء۔ آج ۴ بجے دن کو جلسہ مسلم لیگ کوٹھی امرہرہ سید التفات رسول صاحب پر منعقد ہوا۔ سنیہ ہر دوئی اشاہ آباد اور بلگرام کے معززین شریک تھے اور بہ کثرت آرا سید التفات رسول لہ پہلے یہ کیننگ کالج قیصر باغ لکھنؤ کی ایک عمارت میں قائم تھا جہاں اب محکمہ آثار قدیمہ قائم کر دیا گیا ہے۔ ہاشمی۔

صاحب پریڈنٹ کی طبیعت منتخب ہوئے انھوں نے ایسی تقریر کی جو بھی ہوئی تھی اور بہت آہستہ آہستہ کہ سائلین ان کے مطالب سے فیض یاب نہ ہو سکے۔ اشخاص ذیل نے رزلویشن تجویز کیے: نواب عبدالکریم خاں صاحب تعلقہ دارشاہ آباد۔ سید امجد علی بلگرامی وکیل ہرنئی۔ محمد علی خاں طبیب ہرنئی۔ منشی حامد حسین صاحب بلگرامی ڈپٹی انسپکٹر مدرسہ پٹنہ یافتہ، حکیم خادم حسین صاحب شاہ آباد۔ منشی مقبول احمد صاحب سندیلہ منشی نور الحسن صاحب کاکوروی وکیل ہرنئی۔ آخر الذکر کی تقریر نہایت شستہ تھی دورانہ جلسہ میں آندھی کے ساتھ بارش ہوئی اور دیر تک مثل برسات پانی برساتا رہا۔

ایک چودھری: ۱۱ جولائی ۱۹۰۹ء۔ معتبر ذریعہ سے دریافت ہوا کہ چودھری ... خلف ...

صاحب مرحوم نے اپنے مکان بیرونی کے بروٹھے میں کتھا، ڈلی، ہلدی مرچ وغیرہ کی دوکان رکھی ہے۔ چونکہ خود نابینا ہیں اس وجہ سے بڑا بٹا تول ناپ اشیا کرتا ہے اور خریداروں کے ہاتھ فروخت کرتا ہے۔۔۔۔۔ چودھری ... مرحوم سندیلہ کے چکلہ داس تھے اور ان کی سخت حکومت زمینداروں پر تھی اور ایک بہت بڑا لشکر سوار و پیادوں کا ان کے ہمراہ رہا کرتا تھا۔ آج ایک وہ دن ہے کہ چودھری صاحب مرحوم کے بیٹے اپنے بروٹھے میں نمک مرچ فروخت کر رہے ہیں۔

آبادی شیعہ: ۸ نومبر ۱۹۰۹ء۔ اڈیٹر روزگار اگرہ نے اضلاع متحدہ اگرہ ادھ کا دورہ کر کے کل شیعہ آبادی کی مردم شماری کی۔ اس کا قیاس ہے کہ کل شیعہ آبادی تین لاکھ بالوے ہزار ہے جس میں شہر لکھنؤ میں انتیس ہزار دس سو ہیں۔ اسکی تصدیق آج کے اور وہ اخبار ہوئی۔

ایک تقریب ختمہ: ۱۹ دسمبر ۱۹۰۹ء۔ آج اعزاز رسول انصالی رسول (پوسٹ بھتیجا مید التفار رسول تعلقہ دار) کا مانجا پہننے کا بلاوا تھا۔ ایچے لڑکوں نے مانجا پہنا۔ انتظامی حالت مجلس کی ٹھیک نہیں تھی۔۔۔۔۔ سب دن کو دونوں لڑکے مخدوم (علاء الدین) صاحب کی درگاہ میں واسطے سلام کے گئے۔ انگریزی و ہندوستانی باجہ آگے آگے جاتا تھا۔ جھنڈیاں بھی تھیں۔ علی محمد خاں تعلقہ دار محمود آباد بھی لکھنؤ سے آکر شریک جلسہ ہوئے۔ ختمہ انصالی رسول اعزاز رسول کا بوقت آبنے شاکوہوا۔ مبلغ پانچ روپے میں تے نیوتہ دیا۔

۲۰ دسمبر ۱۹۰۹ء۔۔۔۔۔ دریافت ہوا کہ ایک کشمیری (طائفہ) لکھنؤ کے علاوہ حسب ذیل طوائف زمانہ کا دلچ ہوا۔ مسماۃ زہرہ طوائف پٹنہ۔ جانی بانی عرف چھپن چھری طوائف کلکتہ، مسماۃ محمدی طوائف لکھنؤ۔ منجملہ ان کے زہرہ طوائف کا گانا بہت تعریف کے ساتھ سنا گیا۔ سندیلہ کے بھی چند ڈیرے تھے۔۔۔۔۔ واقعی یہ ہے کہ یہ تقریب بہت بڑے پیمانہ پر کی گئی۔ بہت زیادہ مہمانان شریک تقریب ہوئے جیسی قبل اسکے کوئی نہیں ہوئی تھی طلبہ تعلقہ داروں کے اسکا ذیل میں درج ہیں۔

" علی محمد خاں تعلقہ دار محمود آباد۔ راجہ شعبان علی خاں تعلقہ دار بارہ بنگی۔ شیخ شاہد حسین تعلقہ دار

اگلیا، مٹھاکر شکر بخش سنگھ تعلقہ دار کھجوا، ضلع ہرنئی۔ محمد (؟) تعلقہ دار بلگرام۔ علاوہ ان کے بہت سے وکلاء پریڈنٹ لائے تھے لیکن انتظامی حالت اچھی نہیں تھی (بد انتظامی کی تفصیل حذف کی گئی۔ ہاشمی)

نام بھی ایک چٹھی صاحب ضلع کی آئی ہے جس میں بھی چیرمین ہونے کی بابت لکھا ہے جس کا جواب میں نے شکریہ کے ساتھ آج ہی بھیج دیا کہ مجھے چیرمین ہونا تحصیل کا منظور ہے اور تحصیلدار صاحب کے سوال پر انھوں نے کہا کہ اگر ڈپٹی کمشنر چیرمین رہیں گے تو میں وائس چیرمین بننا منظور کر لوں گا۔ اب یہ امر غور طلب ہے کہ اس نفسا نفسی انجام کیا ہوگا جب کہ ابھی سے مخالفت پیدا ہے۔ سچ یہ ہے کہ بدون اعانت کسی سرکاری افسر کے کام نیوسپل کا ہرگز نہیں چل سکتا ہے جس کا نتیجہ بدنامی ہوگا۔

۲۱ جنوری ۱۹۱۰ء۔ آج کیٹی خاص سے عہدہ چیرمین نیوسپل بورڈ سے استعفا مسٹروے صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی و چیرمین نیوسپل سندیلہ کا منظور ہوا اور بجائے ان کے راجدرگاپر شاد صاحب چیرمین نیوسپل مقرر ہوئے۔ اس کے بعد راج صاحب میرے مکان پر تشریف لائے اور مجھے اپنے ساتھ گتھی پر لے جا کر چوکی اکڑائی عید گاہ کا معائنہ کیا اس کے بعد میں اور وہ ایک ساتھ تالاب دین گئے۔

عطیات: ۱۷ فروری ۱۹۱۰ء۔ آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ منشی التفات رسول تعلقہ دار جلالپور وریس سندیلہ نے یہ تقریب خوشی ختم اپنے فرزند اعزاز رسول دیکھتے افضال رسول میں جو ۱۹ دسمبر ۱۹۰۹ء کو منعقد ہوئی تھی عطیات ذیل مدرسہ علی گڑھ وغیرہ کو دیے۔

علی گڑھ۔ پانچ سو روپیہ، انجمن حمایت اسلام لاہور۔ ایک سو روپیہ، ندوہ لکھنؤ۔ ایک سو روپیہ، انجمن اسلامیہ سندیلہ۔ ایک سو روپیہ، مدرسہ اسلامیہ اٹاوا۔ دو سو روپیہ۔ جملہ ایک ہزار روپیہ۔

سوگ ایڈورڈ ہفتم: ۱۱ مئی ۱۹۱۰ء۔ آج ۸ بجے صبح کو مدرسہ اردو سندیلہ میں بصدارت راج درگاپر شاد صاحب جلمہ اظہار غم و الم و وفات ملک معظم بادشاہ ایڈورڈ ہفتم قرار پایا۔ بعض لوگوں نے تاریخ ہائے وفات تصنیف کردہ پڑھیں لیکن جو مضمون اندوگین قصیدہ راج درگاپر شاد نے پڑھا وہ نہایت اعلیٰ درجے کا تھا اور جو فقرے پنڈت گیا پر شاد نے تسکرت کے پڑھے وہ مقبول ہوئے۔ ایک تار منٹو وائسرائے ہند دوسرا لفٹیننٹ گورنر اضلاع متحدہ آگرہ و اودھ کو بھیجا گیا۔ تیسرا اخبار پانیر، انگریزی کو بنا براطلاع۔ وقت نو بجے جلسہ برخواست ہوا۔ ۲۰ مئی چونکہ آج ایڈورڈ ہفتم شہنشاہ ہندوستان دفن ہوں گے لہذا آج عام تعطیل ہوگئی۔ قصبہ ہڈا کی بھی دوکانیں بند کرادی گئیں۔ گانا بجانا رقص و رنگ وغیرہ موقوف کرادیا گیا جو آج کل قصبہ ہڈا میں بہت سے ہو رہے ہیں۔ ان میں صرف ضروری مراسم ادا ہوئے۔ باجن وغیرہ نہیں بجے۔

عقد ثالث: ۲۴ جولائی ۱۹۱۰ء۔ بعد نماز مغرب عقد مسامہ وراثت فاطمہ عزیزی سید حافظ علی سے

بہ قرار داد مہر ۳۵ ہزار روپے بمقام لکھیم پور ہوا۔ لوطی محمد عسکری و سیم یعنی ریاض احمد ریاض شاعر خیر آباد کے بھائی کی ہے (اس کے شوہر اول نے طلاق دیدی تھی۔ باوجودیکہ عزیز موصوف بہت ضعیف اور گراں گوش ہیں۔ بھارت میں بھی کمی ہے۔ بال بالکل سفید ہو گئے ہیں۔ عمر ۶۲ سال ہے لیکن ان کا تقدیر عورت کی نسبت اتنا زبردست ہے کہ تیسرا عقد ان کا آسانی کے ساتھ ہو گیا۔

سلیمان قدر: ۵ اگست ۱۹۱۰ء - یکم اگست کو صاحب عالم پرنس مرزا سلیمان قدر خلف الصدف واجد علی شاہ اودھ نے انتقال کیا۔

۹ اگست ۱۹۱۰ء - آج کے اودھ اخبار سے واضح ہوا کہ ۲ صفر ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۷ء واجد علی شاہ تخت نشین ہوئے اور ۷ فروری ۱۸۵۶ء کو سلطنت اودھ کا انتزاع عمل میں آیا۔ پرنس سلیمان قدر ۱۸۳۹ء کو پیدا ہوئے تھے اور یکم اگست ۱۹۱۰ء کو فوت ہوئے۔ اس حساب سے ان کی عمر ۷۲ سال ۷ مہینے کی ہوئی۔ ایک کاری گس: ۳ اکتوبر ۱۹۱۰ء - آج کے شام کو میکو جولا ہا لو اسہ حافظ جن اشرف ٹولہ نے بھارتیہ بخار وغیرہ قضا کی۔ عمر ۵۰ سال تھی۔ متوفی اپنے پیشہ میں بہت ہوشیار تھا اور پلنگ پوش اور فرش بنائے اس کے دور دور جلتے تھے اور اس نے اپنے پلنگ پوشوں کی بدولت نمائش گاہوں سے اکثر انعامات پائے تھے بلکہ میں نے اس کے بنائے ہوئے پلنگ پوش بہ کثرت عجائب خانہ لکھنؤ کو بھیجے تھے۔

کمیٹی چند: ۱۷ اکتوبر ۱۹۱۰ء - آج کمیٹی چندہ یادگار بادشاہ ایڈورڈ ہفتم بھارت منشی علی فہامن صاحب تحصیلدار مدرسہ اردو میں منعقد ہوئی کہ ان کی تصویر دہلی میں قائم ہوگی اور ایک شفا خانہ عارضہ دق کا موڑہ پہاڑ پر قائم ہوگا۔ میں نے پندرہ روپیہ چندہ دینا منظور کیا۔

طاعون: ۶ نومبر ۱۹۱۰ء - چونکہ بیماری طاعون ترقی پر ہے اس وجہ سے ہمارے بھائی بنداشرا ٹولہ سے باہر دیہات کو بہ خوف طاعون چلے جا رہے ہیں۔ میں صرف اس وقت تک ثابت قدم ہوں۔ خدا میرے استقلال کو قائم رکھے اور اس کا انجام خیر ہو اس کے بعد کسی صفحہ پر طاعون ہلاکتوں کا ذکر ہے۔ (باشمی)

۳ دسمبر ۱۹۱۰ء - آج میں نے مدرسہ انگریزی سندیلہ ایک ہفتہ کے واسطے بند کر دیا کہ کل ۲ دسمبر ۱۹۱۰ء کو ۱۳ آدمی طاعون سے ضائع ہوئے تھے۔ چونکہ سڑی ترقی کرتی جاتی ہے اس وجہ سے طاعون کو بھی ترقی ہے۔ اب تو محلہ منڈئی میں بھی بیماری کی ترقی ہوتی جاتی ہے اور اس وجہ سے لوگ مقامات بیرون کو جا رہے ہیں۔ صرف میں مع اپنے خاندان کے حق تعالیٰ شانہ پر بھروسہ کر کے پڑا ہوں۔

۳۱ دسمبر ۱۹۱۰ء - آج کل کثرت اموات طاعون ہے اور گورکن نہیں ملتے ہیں لہذا اشخاص ذیل نے کام گورکنی کا اختیار کر رکھا ہے جن کو بمقابلہ ان کے اپنے پیشہ کے زیادہ فائدہ حاصل ہو رہا ہے۔ دینا شیخ جو پیشہ کہاری یعنی ڈوبی ڈھونے کا کرتا تھا۔ جان علی ویدھو جگہ ہے بمکا بھشتی۔ یہ چاروں آدمی اشرا ٹولہ میں رہتے ہیں۔

۱۵ جنوری ۱۹۱۱ء - جدید لوگ برابر بیمار ہو رہے ہیں جب تک یہ سلسلہ قائم رہے گا۔ بیماری طاعون قصبہ ہڈا سے رفع نہیں ہو سکتی۔ دیکھا جا رہا ہے کہ کب تک وہ قصبہ کو چھوڑتی ہے۔ مستقل مزاج والے اس کی طوالت سے بہ حالت پریشانی میں ہیں۔ سچ ہے کہ یہ مرض لا دوا ہے۔ اگر مریض کی زندگی ہے تو وہ اچھا ہو جاتا ہے ورنہ کوئی بیمار ہو کر اچھا نہیں ہوتا۔ گزٹ مورخہ ۱۲ جنوری سے واضح ہوا کہ ہفتہ مختتمہ، جنوری میں ضلع ہردوئی میں بیماری طاعون سے ۳۵۵ مبتلا ہوئے اور ۳۰۳ مرے اور اضلاع متحدہ کی سب سے بڑی تعداد ضلع اعظم گڑھ کی ہے جس میں ۶۲۹ مبتلا ہوئے اور ۵۰۳ فوت ہوئے۔ سندیلہ میں آج صرف دو آدمی ملکانہ و اشرا ٹولہ میں طاعون سے فوت ہوئے (اموات کا یہ سلسلہ بعد کی کمی تاریخوں میں مندرج ہے۔ ہاشمی)

۲۲ فروری ۱۹۱۱ء - ہمارے موضع گھوگیرہ میں جو ہے بہ کثرت مر رہے ہیں لہذا گاؤں والوں نے اپنے مکانات خالی کر کے اسکے باہر باڑ میں طپتیاں لگا کر سکونت پذیر ہیں اور گاؤں کے اندر کوئی نہیں جاتا۔ اب کے سال اضلاع متحدہ اگرہ و اودھ میں بیماری طاعون کا اس قدر زور ہے کہ بظاہر کوئی گاؤں قریہ باقی نہیں بچا جس میں اس نے خروج نہ کیا ہو۔

جوالا پیرشاد برق: ۲۱ مارچ ۱۹۱۱ء - ۲۶ مارچ ۱۹۱۱ء یوم یکشنبہ کو منشی جوالا پیرشاد ج عدالت خفیہ لکھنؤ جن کا تخلص برق تھا عارضہ طاعون میں مبتلا ہو کر فوت ہوئے۔ ایک ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ پاتے تھے۔ انھوں نے دولہ کے یادگار چھوڑے۔ ایک امتحان بنی لے پاس کر چکا اور دوسرا ابھی بیچھے کے درجوں میں پڑھتا ہے۔

برائے یونیورسٹی علی گڑھ: ۳ اپریل ۱۹۱۱ء۔ کل ایک جلسہ بنا برقیام محمد بن یونیورسٹی علی گڑھ برمان

جو دھری سرفراز علی ہوا۔ اگرچہ جاو کم تھا تاہم سنا گیا کہ ایک ہزار ایک روپیہ کے چندہ کا وعدہ ہوا۔

خاتمہ طاعون: ۲۸ مئی ۱۹۱۱ء۔ معائنہ گزٹ دی روزہ سے واضح ہوا کہ تعداد اموات اضلاع متحدہ کی بہت گھٹ رہی ہے۔ میں نے ضرورت نہیں سمجھی کہ اس کی تفصیل درج روزنامہ ہذا کروں۔

جشن تاج پوشی: ۲۲ جون ۱۹۱۱ء - آج چارج پنجم ملک معظم انگلستان و ہندوستان کا جشن تاج پوشی بمقام لندن ہوا اس وجہ سے ہندوستان کے ہر ایک شہر اور قصبہ میں جشن خوشی منایا گیا۔ چنانچہ ہمارے قصبہ سندیلہ

میں عیسائیوں نے بمقام شفاخانہ سرکاری نمازیں بوقت بکے صبح طویل عمری ملک معظم کی پڑھیں اور منشی سید التفات رسول صاحب نے اپنی مسجد 'امرہ' و راجہ درگا پر شاد صاحب نے اپنے سوال میں دعاے خیر بہ درگاہ لم یزل واسطے درازی عمر ملک معظم کی بوقت ۹ بجے دن کے مانگی اور من جانب مبران میونسپل بورڈ و سوسائٹی میونسپل ہال جدید میں امور ذیل بہ آسانی تمام ذریعہ رقم چندہ طے ہوئے یعنی چار بجے سے پانچ بجے تک محتاجوں کو خیرات تقسیم ہوئی اور آتش بازی چھوٹی اور نوبت بجی اور ایک منادی کے ذریعہ سے جو میونسپلٹی کی طرف سے ہوئی کہا گیا کہ ہر شخص شام سے اپنے اپنے مکان پر بارہ بجے رات تک چراغ جلائے۔ اس کی بھی تعمیل کی گئی۔ آج جو ادھ اخبار آیا وہ بھی مطلقاً اور سرخ کاغذ پر تحریر تھا جس میں ملک معظم کی تلج پوشی لڑن کے حالات درج تھے۔

مشاعرہ سندیلہ : ۱۹ جولائی ۱۹۱۱ء - آج صحبت مشاعرہ مقبرہ منشی سید فضل رسول صاحب پر بروقت گیارہ بجے دن منعقد ہوئی اور رات تک شعر اپنا کلام پڑھتے رہے۔ لکھنؤ، سیتاپور، ہردوئی، شاہ جہانپور وغیرہ سے شاعر لوگ آئے ہوئے ہیں اور اپنا کلام آبدار سنار ہے ہیں۔ چونکہ بعض شاعروں نے سید التفات رسول تعلقہ دار کو اپنے ڈھنگ پر لگایا ہے اس وجہ سے یہ مشاعرہ ایام عرس میں بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے اور بعض شاعروں کو خرچ آمد و شد بھی دیا جاتا ہے۔ ایک شاعر لکھنؤی مستقل طور پر ملازم تعلقہ جلال پور ہیں جو پندرہ روپیہ ماہوار علاوہ کھانے کے تنخواہ پلاتے ہیں۔ وہ تعلقہ دار صاحب کی جانب سے غزلیں تصنیف کر دیا کرتے ہیں اور وہ غزلیں مشاعرہ میں پڑھی جاتی ہیں۔۔۔۔۔ جہاں تک مجھے علم ہوا ہے جو شعرا بیرونجات سے آئے ہوئے ہیں وہ قصبہ ہذا میں مختلف مکانات میں بٹھے گئے ہیں اور باورچی خانہ باغ امرہ پر ہے تو وہاں اس وقت مقررہ پرکھا کا پہنچانا خالی زرد شواری نہیں اور عجیب نہیں کہ ان کو موقع شہکایات کا ملے۔

۲۱ رجب کی رسم : ۱۹ جولائی ۱۹۱۱ء - آج مجھے ایک نئی رسم دریافت ہوئی جو میرے اور دوسرے گھروں میں طرح ہوئی جو پہلے میری سماعت میں نہیں آئی تھی۔ وہ یہ ہے کہ ۲۱ رجب کو بوقت شب میں ہنکر گئی اور دودھ ملا کر ٹکیاں پکائی جاتی ہیں اور اس پر حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا فاتحہ ہوتا ہے اور ۲۲ رجب کی صبح کو وہ عزیز و اقارب کو بلا کر کھلائی جاتی ہیں اس طرح سے ہر ایک گھر میں بلا کر کھلائی جاتی ہیں۔ ٹکیاں باہر نکلنے نہیں پاتی ہیں۔ جہاں تک مجھے علم ہوا ہے اس کا عام رواج ہر ایک مقام پر ہے۔ میری یاد میں کبھی اس کا تذکرہ بھی سماعت میں نہیں آیا اور یہ فاتحہ ہر ایک گھر میں نہایت عقیدت کے ساتھ ہوا کرتا ہے اور یہ رسم برابر بڑھتی جاتی ہے۔

۲۲ رجب کو کھنوی (ہاشمی)

الیکشن میونسپلٹی: ۲۲ اگست ۱۹۱۱ء۔ آج کل قصبہ ہڈک کے ہندو مسلمانوں میں سخت تعصب پھیلا ہوا ہے۔ مسلمان لوگ چاہتے ہیں کہ چودھری محمد جان بجائے منالال مستعفی کے ممبر میونسپل بورڈ سندھ منتخب ہوں اور راجہ درگا پرشاد صاحب کی یہ خواہش ہے کہ شیو شکر لال کھتری ممبر ہوں جس کا شمار ہماری جماعت میں ہے۔ لہذا باہم بڑی کوشش ہو رہی ہے اور کمیٹیاں ہو ہو کر رے دہندوں کو فہمائش ہوتی ہے کہ وہ ہماری خواہش کے مطابق رے دین جس کے واسطے ۶ ستمبر مقرر ہے۔ میرے خیال میں ہندو مسلمان کے درمیان اب تعصب بڑھتا جاتا ہے جس کا انجام بخیر نظر نہیں آتا۔ چونکہ میرے راجہ درگا پرشاد صاحب دوست ہیں میں نے بوجہ مصلحت وقت ان کو آج یہ شعر ملا نظامی کا لکھ بھیجا تاکہ ان کے دل میں میری طرف سے گنجائش رہے۔

ع سرے کر تو گرد دہ بندی گزائے بیفگند نیفتد ز جہاے

یہ شعر پڑھ کر راجہ صاحب بہت خوش ہوئے اور اس کے جواب میں ایک شعر اسی وقت تصنیف کر کے مجھے لکھ بھیجا اور آئندہ خط سے کہا بھیجا کہ میری آپ کی ملاقات کو بہت چاہتا، لیکن اس زمانہ یورش میں مناسب نہیں کہ میں آپ کے پاس آؤں۔ برقی پنکھا: ۲۳ اگست ۱۹۱۱ء۔ شب گزشتہ کو برقی پنکھا سید التفات حسین صاحب تعلقہ دار

کائے بجے شب سے آج ۶ بجے صبح تک میری کوٹھی میں متصل میرے پلنگ کے چلتا رہا۔ ہوا کافی ملتی ہے۔ شب میں اسی کی ہوا میں سویا اور نہایت غزلی نیند آئی اور ڈیڑھ آنے کا تمام رات میں روغن مٹی کا جلا۔ یہ جدید برقی پنکھا بہت عمدہ ہے جس کی قیمت چھیا نوے روپے ہے۔ میرا قصد تھا کہ میں بھی ایک پنکھا لکھنؤ سے منگاؤں لیکن چونکہ اب دی پرنیکے آثار ظاہر ہو رہے ہیں لہذا اس سال اسکا منگنا ملتے ہی رکھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ سال آئندہ بشرط حیات منگاؤں گا۔

ایک واقعہ: ۲۵ اگست ۱۹۱۱ء۔ منڈئی اور مہتوان میں ابھی تک شرکایت ہیضہ و بانئ پیدا ہے۔ چنانچہ دو تین روز کا عرصہ ہوا کہ ضامن علی خلیف میر محمد حسن منڈئی ہر دوئی سے ہیضہ میں بیمار ہو کر سندیلہ آئے تھے۔ کل شب کو ان کو سر سام ہو گیا اور چار پانی سے اٹھ کر بھاگتے تھے۔ ایک مرتبہ جب وہ چار پانی سے اٹھ کر بھاگے تو ان کی مادر مہرباں ہاے ہاے میرے لڑکے کہہ کر ضامن علی کے پیچھے دوڑی اور فوراً محبت سے دوڑ کی حالت میں زمین پر گر پڑی اور دم نکل گیا۔ ایسا واقعہ بھی کمر ظہور میں آیا ہوگا۔ آج صبح کو اس کی بہن زینت ہوئی اور ضامن علی کی حالت بھی اچھی نہیں ہے۔ شاید وہ جانبر نہ ہو سکے۔

الیکشن میونسپلٹی: ۶ ستمبر ۱۹۱۱ء۔ آج ۷ بجے صبح کو کارروائی انتخاب بجائے منالال مستعفی ممبر میونسپل صدر چوکی میں شروع ہوئی۔ سید ضامن علی تحصیلدار اور بالوشیام لال مہتمم سب انسپکٹر سندیلہ موقع پر

موجود تھے اور تجویز قرار پائی تھی کہ چھ چھ آدمی اندر ہال کے جا کر پرچہ انتخاب کا لکھ کر گولک میں ڈالیں اور کل معزین
 قصبہ ہذا اور سوائے عظام صدر چوکی کے گروپیشن جمع تھے اور ۱۹ بجے تک اسی ہی بجے سے پرچے پڑتے رہے
 اور بہت سے مسلمان اور ہندوؤں نے چودھری محمد جان کے حق میں پرچے ڈالے اور شیونگر کے نام کم پرچے
 پڑے۔ جب راجہ درگا پرشاد صاحب نے یہ دیکھا کہ چودھری صاحب کامیاب ہوتے نظر آتے ہیں اور شیونگر
 کے نام کم پرچے پڑتے ہیں تو انھوں نے مہتمان کے پاس صدر ہال میں جا کر اطلاع دی کہ کارروائی بے ضابطہ
 ہو رہی ہے لہذا انتخاب ملتوی کیا جاوے۔ یہ کہہ کر باہر نکلے اور ریلوے اسٹیشن پر جا کر صاحب ڈپٹی کمشنر
 ہردوئی کو تار دیا کہ میں نے کارروائی انتخاب اس وجہ سے بند کر دی کہ بے ضابطگی ہو رہی تھی اور جب التغات
 رسول کو یہ معلوم ہوا وہ فوراً اسٹیشن ریلوے پر گئے اور علاوہ چودھری محمد جان اور جو لوگ نامزد ہوئے تھے
 ان کی طرف سے ایک ایک تار صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی کو بھیجے اور ایک تار کمشنر صاحب لکھنؤ کو روانہ کیا
 اور ایک لفٹیننٹ گورنر کو بھی جس کا مفہوم یہ تھا کہ بلا وجہ درگا پرشاد چیرمین میونسپل نے کارروائی انتخاب
 روک دی۔ اس کا تدارک ہونا چاہیے اور جس قدر پرچے گولک میں پڑے وہ گولک سر بہ مہر کر کے اور مہتمان
 انتخاب چودھری عبدالباسط، منشی عبدالودود، لالتا پرشاد کے دستخط کرانے کے لئے محفوظ کر دیے گئے۔ عجبات
 ہے کہ اکثر ہندوؤں نے چودھری محمد جان کے حق میں پرچے ڈالے اور راجہ صاحب کی کوئی فہمائش کارگر نہیں
 ہوئی اور مسلمان اور ہندوؤں راجہ صاحب کو برے نام سے یاد کرتے ہیں۔۔۔ اور کیفیت مزاجی یہ ہے کہ کسی
 معزز شخص قصبہ ہذا کو نگاہ وقعت سے نہیں دیکھتے ہیں بلکہ انھوں نے اہل درگاہ مخدوم صاحب کو کہلا بھیجا کہ
 اگر تم میری رائے کے مطابق شیونگر کھتری کے نام پرچہ نہ ڈالو گے تو میں مخدوم صاحب کے مزار پر چادریں چڑھانا
 بند کر دوں گا۔ یہ کیسے غضب کی بات ہے کہ مخدوم صاحب کی نسبت ایسا جملہ استعمال کیا جا جو بدرجائے تم ثقیل و نافرمان ہو۔
 ۱۰ دسمبر ۱۹۱۱ء کل محمد جان تعلقہ دار نے بذریعہ محمد عربی بیرسٹر ڈپٹی کمشنر ہردوئی کو درخواست پیش کی ہے کہ
 انتخاب ممبری میونسپل میں بہت بڑی بے ضابطگی ہوئی کہ راجہ درگا پرشاد صاحب چیرمین نے کارروائی پرچہ اندازی
 رائے دہندگان قبل از وقت ۶ ستمبر ۱۹۱۱ء کو روک دی۔ اس کی تاریخ پیشی صاحب ڈپٹی کمشنر نے ۱۲ ستمبر ۱۹۱۱ء
 مقرر فرمائی ہے جس کی پیروی تاریخ مقرر پر ہوگی۔ یہ مقدمہ بہ اجلاس چودھری مہاراج سنگھ رائے بہادر
 ڈپٹی کمشنر ہردوئی دائر ہوا ہے۔ دیکھا چاہیے کہ اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

۱۳ ستمبر ۱۹۱۱ء۔ جو درخواست من جانب چودھری محمد جان صاحب محمد عربی بیرسٹر نے باجلاس چودھری

مہاراج سنگھ صاحب ڈپٹی کمشنر ہر دہلی پیش کی تھی اس کی کارروائی کل ہوئی۔ صاحب بہادر نے یہ حکم صادر فرمایا کہ از سر نو جلد انتخاب نمبر کا کیا جاوے لیکن جو قواعد حال میں جاری ہو گئے اس کے مطابق کارروائی ہونا چاہیے۔
حکیم عبدالعزیز لکھنوی ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۱ء - ۱۲ اکتوبر ۱۹۱۱ء پنج شنبہ کو حکیم عبدالعزیز صاحب لکھنؤ کے مشہور طبیب انتقال کیا۔ عمر ۶۵ سال تھی۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ ودح کر کے واپس آئے تھے۔

ایک قوال : ۹ نومبر ۱۹۱۱ء۔ شب گزشتہ کو اور آج عرس برادر عزیز سیدنا ظہر علی مرحوم بہت اچھی طرح پر ہوا۔ قدن قوال کو اس کے گانے پر نقاری و کپڑا بہت کچھ ملا قدرت اللہ عزت قدن قوال خیر آباد جو کاکوری میں بوجہ سسرال خود رہا کرتا ہے اور جس نے جناح حافظ کرم احمد صاحب مرحوم کی مسہری مزار شریف بہ صنف مبلغ تین سو چودہ روپے دو سال ہوئے تعمیر کرائی ہے اس کا ناقوالی نہایت عمدہ قابل تعریف اور محض تنہا گاتا ہے۔ چونکہ میں بوجہ علالت خود شریک فاتحہ سالانہ ہو سکا لہذا آج میں نے بجے رات کو قدرت اللہ کو اپنے مکان پر بلوایا اور اس کا گانا سنا تھا۔ مولوی جید حسین صاحب دیگر اعزاز شریک جلسہ تھے۔ واقعی اس کا نہایت عمدہ اور صفا اور بخوبی ہر ایک جملہ اس کا سمجھ میں آتا ہے اور ہندی کی چیزیں بھی بہت عمدہ گاتا ہے اس کے گانے سے حاضرین جلسہ سب خوش ہوئے اور میں نے مبلغ دو سو روپیہ اس کو انعام دیے۔

ویدک اور طب : ۱۳ نومبر ۱۹۱۱ء حکیم عبدالعلی لکھنوی اور حکیم محمد اجمل ہوی یہ چاہتے ہیں کہ ویدک اور طب یونانی کی شرکت ہو اور حافظ عبدالرشید خلیف حکیم عبدالعزیز صاحب لکھنوی کا منشا ہے کہ دونوں کی شرکت نہ ہو۔ اسی وجہ سے جلسے بارہ درمی قہر باغ لکھنؤ میں ہو رہے ہیں شرکت کے متعلق بہتوں کو اصرار ہے۔ اب دیکھا چاہیے اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔

جشن تاج پوشی : ۱۱ نومبر ۱۹۱۱ء - ۱۱ نومبر ۱۹۱۱ء کو اعلیٰ حضرت جامعہ مکتبہ میری جہاز مدینہ پر لندن سفر روانہ ہوا۔ تاج پوشی کے لیے ۱۲ دسمبر کو بمقام دہلی رسم تاج پوشی ادا کریں جس کا سامان سال گزشتہ سے برائے ہلی میں ہو رہا ہے اور ۲۵ میل کے رقبہ میں قسم کے کاروبار ہو رہے ہیں۔ امید ہے کہ اکثروں کو خطا باعطا ہوں گے جو قابلیت اس کی رکھتے ہیں۔

۲ دسمبر ۱۹۱۱ء.... بہار قصبہ سیدالغفات رسول صاحب تعلقہ دارالطوبیہ فر فریح آج چھ بجے شام کی ریل میں مچانے غم اپوں کے روانہ دہلی ہوئے۔ سنا ہے کہ شہر میں کوئی مکان کرایہ پر لیا ہے اور ۵۹۰ روپے پر ایک گاڑی فٹن کرایہ پر لی ہے جو تاقیام دہلی ہر وقت ان کے دروازہ پر حاضر رہے گی۔

۱۲ دسمبر ۱۹۱۱ء۔ آج سندیلہ و دیگر مقامات قصبہ دیہاتیں رسم تاج پوشی ملک مظفر رشتی ہوئی اور طلباء مدرسہ کو انعام و تحفہ جاتا و کتب وغیرہ تقسیم ہوئیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں بوجہ علالت نہ تو صدر ہر دہلی میں تقریب مراسم تاج پوشی میں شریک ہو سکا اور نہ میونسپل ہال جدید سندیلہ کی کسی رسم مسرت و خوشی میں جاسکا اور طبیعت میری آج بوجہ کھانسی کے ایسی بے لطف ہے کہ ایک حالت نہ تو بیٹھا

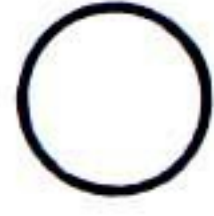
جاتا، اور نہ لیٹا جاتا، لہذا بحالت مجبوری اپنا دل پہا کیلئے گراموفون باجا سنا کرتا ہوں یا اودھ اجاز پڑھ کر اس دلچسپی حاصل کرتا ہوں۔
۱۲ دسمبر ۱۹۱۱ء کو کلکتہ میں دوبارہ صدارت صاحب کی مجلس منعقد ہوئی۔ اکثر روسا قصبہ سید صاحب نے طلبہ کی ایک
اس میں ذیل کو خطاب سارٹیفکٹ بجلد سے ان کی کارروائیوں کے عطا ہوئے۔

منشی قبول احمد شراف ٹولہ کو بہ سفارش فری منٹل صاحب رجسٹرار کہ انھوں نے دیہی بینک سیدیلہ کو بہت ترقی
دی، خاں صاحب کا خطاب عطا ہوا (لیکن یہ خطاب ان کو پسند نہ آیا کہ وہ خاں بہادر کا خطاب چاہتے تھے اور یہ ان کی ناپسندیدگی
حق پر ثابت ہے، کہ اس زمانہ میں گل پھٹان اور ان کے چیلے چا پڑ اور عوام پھٹان بھی خاں صاحب کے لقب سے پکارے جاتے ہیں۔
حتیٰ کہ تو ان لوگ بھی گدسی اکثر بلقب بننا چاہتے ہیں) ایک سارٹیفکٹ سیدالتفات رسول صاحب تعلقہ دار کو اور ایک خاں صاحب
”بھوان پھول کہ انھوں نے ایک شاخ ابن بینک سیدیلہ جاتوں میں قائم کی اور ایک سارٹیفکٹ بننے شکر وکیل پیر میں میونسپل ہر دوئی کو عطا ہوا۔

۱۳ دسمبر ۱۹۱۱ء۔ آج صبح کو برخوردار مولوی خلیل الدین سے ملاقات ہوئی جو شب گذشتہ کو دربار دہلی سے واپس
آئے ہیں۔ جہاں تک دریافت سے معلوم ہوا کہ ان سے بڑھ کر کسی تعلقہ دار درمیں نے بھی سیر و تفریح نہ کی ہوگی۔ ان کا بیان
ہے کہ میں ایک فتویٰ فلائین پہننا تھا اس کے اوپر ایک موٹا گرتا فلائین کا اس کے اوپر ایک کمل کی اچکن اور سر پر ایک دوپٹا
اور کمر میں ایک رضائی دبا کر چھ بجے صبح سے آٹھ بجے رات تک دربار وغیرہ کی اور ہر مقام دلچسپ کی سیاحت کرتا تھا۔
میری آٹھ دس گھنٹہ یومیہ پیادہ پانی سے کم نہ ہوتی تھی۔ جس وقت احتیاج پاخانہ کی ہوتی تھی تو کسی ہم پوس میں جا کر
ایک پیسہ دیتا اور فراغت کر لیتا اور جب خواہش غذا کی ہوتی تو ہر مقام پر باورچیوں کی دوکانیں قائم تھیں۔
وہاں ہر مقام پر قورمہ، قلیہ، پلاؤ و زردہ فروخت ہوا کرتا تھا اور جس چیز کی مجھے رغبت ہوتی تو فوراً کھا لیتا
تھا۔ اگرچہ ظاہری طور پر میرا قیام سیدالتفات رسول کے مکان پر تھا لیکن کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ میں
نے ان کے یہاں کھانا کھایا ہو اور جب آٹھ بجے رات کو بعد سیر و تفریح واپس آتا تھا تو چار پانی پراوڑھ کر
سورہنتا تھا اور صبح کو اسی نہج سے پھر سیر و تفریح کرتا جیسا کہ اوپر ذکر کر چکا ہوں اور خوب میں نے
دربار کی کیفیت دیکھی جیسا کہ ایک بڑا آدمی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اگر رات کو ایسا اتفاق ہوا کہ درگاہ حضرت نظام الدین
اولیا میں پہنچ گیا تو وہیں سورہا۔ غرض کہ میں جہاں تک غور کرتا ہوں تو متوسط الحال امرانے بھی باوجود مصارف
کثیر کے ایسا لطف مراسم تاج پوشی حاصل نہ کیا ہوگا جیسا میں نے اپنی پیادہ پانی کی روش سے حاصل کیا۔
یہ حالات ان سے دریافت کر کے بہت ہی خوش ہوا۔

باب پنجم

ذاتی حالہ و واقعات



ٹوپی کی قطع: ۱۹ نومبر ۱۸۶۷ء۔ آج میں نے ٹوپی گول مٹھی اودی خدا بخش خیاط سے تیار کرائی جو نہایت خوشنما اور قابل محفل ہے۔

الطاف برادرانہ: ۲۳ ستمبر ۱۸۶۸ء۔ بانی اکبر علی معلوم ہوا کہ کرامت حسین آج کل مجھ سے ناخوش ہیں۔ بظاہر کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی، شاید الطاف برادرانہ ہو۔

احساس کم لیاقتی: ۷ نومبر ۱۸۶۸ء۔ مجھے آج کمال افسوس رہا کہ باوصف اس قدر سن آنے کے میں نے اب تک کوئی لیاقت حاصل نہیں کی لہذا کمال عاجزی سے درگاہ خدا میں دعا کرتا ہوں کہ مجھے لیاقت عطا فرمائے تاکہ میں اپنے ہم چشموں سے شرمسار نہ ہوں۔

طمانچہ: ۷ فروری ۱۸۶۹ء۔ غلام علی کاشکار موضع مخدوم پورہ نے بلا وجہ مجھ سے گستاخی کی لہذا ایک طمانچہ اس کے مارا لیکن تھوڑی دیر کے بعد اپنے اس فعل سے نادم ہوا کہ غلام تہذیب میں نے ایسا کیا۔

صفات حمیدہ: ۲۵ دسمبر ۱۸۶۹ء۔ آج میں حسب تحریک منشی فضل رسول صاحب بوقت شام لکھنؤ پہنچا۔ وقت ملاقات کے منشی صاحب نے فرمایا کہ میں تم کو بمقابلہ عنایت حسین کرامت حسین و فضل حسین و حامدین کے چند وجہوں سے اچھا جانتا ہوں۔ اول تم جھوٹ نہیں بولتے ہو۔ دوسرے مزاج میں جہالت نہیں، تیسرے مغلوب الغیض نہیں ہو، چوتھے معاملہ فہم ہو، اس وجہ سے میں چاہتا ہوں کہ اپنے علاقہ کا جو کورٹ ہونے والا ہے تم کو سربراہ کا مقرر کراؤں اور اس میری خواہش کو ضرور حکام منظور کریں گے۔

محکمہ ریل میں ملازمت: ۶ مئی ۱۸۷۰ء۔ آج کل محکمہ ریل میں کام کی کثرت ہے اس وجہ سے آٹھ بجے رات کو مجھے ہلت ملتی ہے۔ انبجے سے رات تک کام کرنے کرتے طبیعت مضطرب ہو جاتی ہے۔

تقریب میں اصراف: یکم جولائی ۱۸۷۰ء تقریب ختنہ میں میں نے عمامہ ہندی و ستانی کھانا پکوا کر دونوں وقت مارٹن صاحب کو بھیجا جس کو متبادل فرما کر بہت خوش ہوئے، مجھ سے کہا کہ اس تقریب میں کتنا

ریپہ صرف ہوا، میں نے ایک ہزار روپیہ اندرون حساب بتلایا۔ بہت تاسف کیا کہ تم نے ایک سال کی تنخواہ ایک چھوٹی سی تقریب میں خرچ کر ڈالی یہ طریقہ ناپسندیدہ ہے۔

نجوم: ۳۰ ستمبر ۱۸۷۰ء آج میں نے پنڈت گوردیال کو پانچ روپے دیے کہ جو تمہیں زانچہ میں بیٹھا ہے اس کی نحوست کے انسداد کے لیے کچھ چپ کریں۔

ہردل عزیز: ۱۱ دسمبر ۱۸۷۰ء آدمی ہر دل عزیز اسی حالت میں ہو سکتا ہے جب خود غرضی اس کی ظاہر نہ ہو اور ہر ایک کے ساتھ بخلق پیش آئے اور ان کے اغراض کے پورا ہونے میں ساعی رہے۔

قال: ۱۱ جون ۱۸۷۲ء۔ خبر برخواستگی دفتر ریل دریافت کر کے مجھے کمال تشویش لاحق ہوئی۔ نہیں معلوم کہ اب آب و دانہ کہاں لے جائے گا۔ اور اس حالت پریشانی میں خواجہ معین الدین چشتی قدس اللہ سرہ کے دیوان میں قال دیکھی۔ اشعار ذیل برآمد ہوئے۔ جس سے ہر گونہ آئندہ امید کامیابی کی پائی جاتی ہے۔

گرچہ از جلے بروں است ولیکن بجزرا کہ شب و روز درون دل ما جا دارد
عاقبت چہرہ دلدار عیال خواہد بود ہر کہ آئینہ ز نگار مصفا دارد
حسن آل ماہ چو خورشید پدید است معین محرم آل است کہ اودیدہ بینا دارد

ہردوئی تک ساریل: ۱۵ جولائی ۱۸۷۲ء۔ آج سندیلہ سے ہردوئی تک ریل جاری ہوئی۔ پانچ تین پائی محصول مقرر ہوا۔ اس ریل پر بنخوردار مصطفیٰ علی میرے پاس چونسہ آئے۔

ٹکلیٹ رائے کی مسجد: ۲۶ جولائی ۱۸۷۲ء آج بمعیت احباب منڈولی مسجد ٹکلیٹ رائے واقع کاکوری سے سیرگناں گیا۔ یہ مقام پُر فضا ہے۔

رشوت: ۲۳ جون ۱۸۷۳ء۔ آج جان صاحب کو ٹھیکے دار اینٹ نے شہر کانپور میں دو ہزار روپے دیے۔ بعد لینے روپے کے صاحب موصوف نے کرس کے کوڑ بند کر لیے۔ جہاں سوائے میرے اور ان کے دوسرا شخص نہ تھا۔ مبلغ دس روپے بطور نذر کے پیش کیا اور اس کے قبول کرنے میں ازجہاں صراحت کیا میں نے کہا میری عادت کے خلاف ہے اور میں ایسے نذرانے کسی حالت میں جائز نہیں رکھتا، لیکن اس نے نہ مانا جبریہ زرمذکور دیکر بہت تاسف کے ساتھ رخصت کیا۔ میں صرف اس خیال سے کہ بجات سخت انکار ناراض ہو کر کوئی شکایت حاکم سے کرے تو اسکا کوئی ثبوت میرے پاس نہیں ہے۔ چاروناچار قبول کر کے ایک ربع اسکا ٹھکانوں کو تقسیم کر دیا۔

حکم حاکم: ۱۳ اگست ۱۸۷۳ء۔ بول صاحب نے ایک یہ حکم جاری کیا ہے کہ ملازمان سچانکے

اپنے پھاٹک کے ہر دو جانب پانچ پانچ جریب گھاس چھیلا کریں۔ چونکہ ان نو کردوں میں اکثر شریف لوگ بھی ملازم ہیں بعضوں نے نوکری چھوڑ دی اور جو لوگ کام کر رہے ہیں اگر وہ پورا کام ختم نہیں کرتے تو ان کو تنخواہ نہیں دیے گئے ہیں۔
حکم برخواستگی: یکم ستمبر ۱۸۷۱ء۔ آج منڈولی آیا۔ سرجن چیراسی دفتر ریل سے معلوم ہوا کہ بوک صاحب نے چیراسیان محافظ خزانہ متعلقہ راقم کو حکم برخواستگی کا دیا ہے۔ بدریافت اس حال کے ایک طرح کا طال ہوا کہ یہ پچاسے کہاں تراس معاش میں سرگرداں پھریں گے۔

علی حسین خان: ۹ ستمبر ۱۸۷۱ء۔ آج ریل پر سیف الدولہ علی حسین خاں صاحب بہادر نائب مدار المہام ریاست بھوپال رئیس 'سانڈی' سے ملاقات ہوئی۔ یہ بہ حصول رخصت وطن کو جاتے ہیں آدمی خلیق ہیں روزہ نماز کے پابند معلوم ہوتے ہیں۔ پانچ سو روپے کی تنخواہ ہے۔

سونا ستھ بروک: ۲ دسمبر ۱۸۷۱ء۔ دریافت ہوا کہ سرنا ستھ بروک صاحب نواب گورنر جنرل بہادر کشور ہند لکھنؤ میں تشریف لانے والے ہیں اس وجہ سے ہر مقام پر صفائی ہو رہی ہے، جلسہ قابل دید ہو گا۔
 ۷ دسمبر ۱۸۷۱ء۔ پانچویں دسمبر کو نا ستھ بروک صاحب گورنر جنرل ہندوستان نے لکھنؤ میں بڑے کر و فر کے ساتھ دربار کیا۔

۸ دسمبر ۱۸۷۱ء۔ جو خاص گاڑی گورنر جنرل صاحب کو کانپور پہنچا کر لوٹی آتی تھی جب قریب شام کے اسٹیشن ہر دوتی کو پہنچی تو اس کے ۲۰ منٹ قبل سواری گاڑی 'ہرونی' سے لکھنؤ کو روانہ ہوئی تھی۔ چونکہ خاص گاڑی میں حکام ریل سوار تھے اسٹیشن ماسٹر 'ہرونی' نے پاس روانگی خاص گاڑی کا دے دیا۔ جب خاص گاڑی متصل اسٹیشن لکھنؤ پہنچی تو سواری گاڑی سے لڑ گئی جس سے پانچ چھ گاڑیاں سواری کی ٹوٹ گئیں اور بہت سے مسافر مجروح ہوئے۔ ایک فوت ہوا۔ یہ واقعہ ساڑھے سات بجے شام کو ہوا۔ تحقیقات غفلت پیش ہے۔ دیکھیے کون کون سزا یاب ہوتا ہے۔

نرنجیر پٹلائی: ۱۳ دسمبر ۱۸۷۱ء۔ آج ایک زنجیر پٹلائی اپنی گھرانی کی سیارا م سونار (سار) سے تیار کرائی جس میں ۶۶ روپے ۱۲ آنے حسب ذیل خرچ ہوئے۔

طلا: ۳ تولہ ۳ رتی۔ فی تولہ ۱۷ روپے آٹھ آنے۔ اجرت ۲ روپے۔ اور زنجیر مذکور کو بتاریخ امروزہ زنجیر لگو کیا۔ یہ زنجیر نہایت خوشنما بنی ہوئی ہے۔ انگریز بھی اس کو پس کرتے ہیں اور جب سندیہ کی ساخت سنتے ہیں تب ان کو نہایت تعجب ہوتا ہے۔

شب دیگ: ۲۸ دسمبر ۱۸۷۱ء۔ آج منشی فہیم الزماں صاحب نے سرفراز علی رکابدار لکھنؤ سے شب دیگ تیار کر کے بعض مشاہیر اشراف ٹولہ و مہتموانہ کو طلب کر کے دعوت کی۔ واقعی شب دیگ نہایت نفیس تیار ہوئی تھی اور یہ امر منشی صاحب کی عالی جوصلگی پر دال ہے کہ بلا کسی خاص وجہ کے ایسا صرف گوارا کر کے ہم لوگوں کو طعام لذیذ سے متلذذ فرماتے ہیں۔

سریل: ۵ جنوری ۱۸۷۲ء۔ کل بنارس سے شاہ گنج تک ریل جاری ہوئی۔ میں والی صاحب کے ساتھ ٹالی (ٹالی) میں سندیلہ سے کاکوری کو آیا۔

الف لیلہ: ۱۸ جون ۱۸۷۲ء۔ چونکہ قیام دفتر منڈولی میں محض بے تنغلی رہتی ہے اور یہاں جنگل میں کوئی ایسا آدمی نہیں کہ جس سے گھڑی دو گھڑی دل بہلے لہذا بالفضل واسطے رفع پریشانی کتاب الف لیلہ انگریزی اور اردو کی مطالعہ کیا کرتا ہوں۔

حدائق الانظار: ۲۴ اگست ۱۸۷۲ء۔ آج کل میرے مطالعہ میں کتاب حدائق الانظار مؤلفہ خواجہ بدر الدین دہلوی رہتی ہے۔ اس سے دلچسپی ہے۔

بدر الآثار: ۹ نومبر ۱۸۷۲ء۔ مکان قیصر باغ (لکھنؤ) میں مطالعہ کتاب بدر الآثار کا اتفاق رہتا ہے۔ قصہ دلچسپ ہے اس سے طبیعت بہلی رہتی ہے۔

بنیاد مکان ذاتی: ۱۹ نومبر ۱۸۷۲ء۔ آج منشی فضل رسول صاحب وقاضی وجیہ الدین صاحب نے موجودگی جملہ اجباب برادری یکے با دیگرے بنیاد میرے مکان کی رکھی۔ پنڈت۔ شمشیر ناتھ تحصیلدار سندیلہ اس وقت شریک تھے۔ مجمع کثیر ہونے سے ۱۲ روپے اکٹھا آنے کی مٹھائی تقسیم ہوئی۔ خداوند کریم اس کا تملکہ بخیر و خوبی کرائے۔ آج گیارہ معمار ۲۲ مزدور کام کرتے ہیں۔ زاچہ مکان جس ساعت پر بنیاد قائم ہوئی تھی حسب ذیل ہے (زاچہ نقل نہیں کیا جا رہا ہے۔ ہاشمی)

۲۰ نومبر ۱۸۷۲ء ہر ایک معمار سے ایک گز مکسر کام لیا جاتا ہے (کام لکھوری اینٹ سے لیا جاتا تھا۔ ہاشمی) اور میں خود نگرال تعمیر کا ہوں۔ لالہ مہانند کو واسطے تحریر حساب مدد مکان بہ مشاہرہ دو روپیہ و مرزا حسین بیگ کو بکار نگرانی مکان تین روپیہ ماہواری کا نوکر رکھا۔

۲۶ نومبر ۱۸۷۲ء۔ آج کل اکیس معمار و تیس نفر مزدور میرے مکان میں کام کرتے ہیں شرح حسب ذیل ہے۔
لامدین معمار سو تین آنے یومیہ۔ رام پرشاد مستری تین آنے ہدایت معمار۔ تین آنے ڈرگ معمار

تین آنے باقی اور معمار ایک اور دو آنے یومیہ پاتے ہیں۔ اور جوان مزدور کو ڈیڑھ آنہ یومیہ سے زائد نہیں دیا جاتا ہے اور لڑکے کو تین پیسے ساڑھے بارہ دام یومیہ ملتے ہیں۔

۲۷ نومبر — اینٹ کانزخ بالفصل ستائیس روپے لاکھ کا ہے (لکھوری اینٹ۔ ہاشمی) اور اسی حساب سے کئی لاکھ میں نے خریدیں اور جو اینٹ موٹی ولا نبی ہے اس کانزخ تیس روپے لاکھ کا ہے۔ کڑیاں مہوا و جامن پچ گزی ایک روپے کی دو خریدیں اور انہ کی کڑیاں پچ گزی ایک روپے کی ڈھائی ملتے ہیں۔

فسانہ معقول: ۱۶ جنوری ۱۸۷۵ء۔ آج اتفاق قیام مکان قیصر باغ (لکھنؤ) کا ہوا۔ کتاب فسانہ معقول من تصنیف غلام حیدر خاں صاحب سیر مطالعہ میں، واقعی یہ کتاب خوب ڈپٹی صاحب نے لکھی ہے۔
فال: ۸ مارچ ۱۸۷۵ء۔ آج بہ حالت کمال پریشانی میں نے دیوان حافظ میں فال دیکھا! اشارہ ذیل برآمد ہوئے جن سے امید کامیابی متصور ہے۔

گلک تبارک اللہ بر ملک دل کشادہ مدد چشمہ آب حیواں از قطرہ سیاہے
غافل مکن شرکایت گروصل دوست خجواہی زیں پیشتر نیاید بر ہجرت احتمالی

ستی: ۷ اپریل ۱۸۷۵ء۔ کل ایک برہمنی موضع رسول پور میں اپنے خاوند کی لاش کے ساتھ سٹی ہو گئی۔ بد دریافت اس حال کے اہل کار فوجداری و کھیلدار سندیلہ موقع پر پہنچے اور بعد تحقیقات ۳۰ آدمیوں کو گرفتار کر کے لئے اجازت حقہ نوشی: ۸ اپریل ۱۸۷۵ء۔ آج شب کو منشی فضل رسول صاحب نے مجھے وسید کرامت حسین والوالقاسم و فیاض حسین کو اپنے سامنے اجازت حق پینے کی دی پہلے مجھے پلا یا البیہ دوسروں کو۔

بدر الاثار: ۱۱ مئی ۱۸۷۵ء۔ آج صبح کی ریل میں لکھنؤ گیا۔ کتاب "بدر الاثار" سیر مطالعہ میں رہتی ہے۔ واقعی یہ کتاب بہت دل بہلاؤ ہے۔

مکان ذاتی: ۱۰ جولائی ۱۸۷۵ء۔ چونکہ میرا مکان زنانہ بہمہ وجوہ مرتب ہو گیا ہے لہذا اکثر باشندگان و رؤسائے سندیلہ واسطے معائنہ کے آتے ہیں۔ اور دیکھ کر کمال اظہار مسرت کا کرتے ہیں کہ ایسا خوش قطع مکان اب تک سندیلہ میں تعمیر نہیں ہوا ہے۔ اس مکان میں چند باتیں نئی ہیں۔ اول چھت بلند دوسرے غسل خانہ بنایا گیا تیسرے باورچی خانہ کو اڑھ دار ہے۔

چند مشاہدات: ۱۳ جولائی ۱۸۷۵ء۔ یہ مجھے بخوبی تجربہ ہے کہ قبل از وقت معینہ کوئی کام نہیں ہوتا اور تمام کوششیں فضول ہوتی ہیں پس انسان کو لازم ہے کہ اس وقت کے انتظار کے لیے صبر کرے

ور وقت مقررہ کے لیے انتظار۔

آج کل مداخلت سے مخارج زیادہ ہیں اور یہ علامت خوش نہیں ہے۔ انسان جب تک بقید حیات رہے کچھ نہ تدبیرات از دیاد بہبودی و فلاحیت کی سوچتا رہے۔

شمس الانوار: ۲۸ جولائی ۱۸۷۵ء۔ آج کل شیخ سلامت علی صاحب و شیخ فیضو وغیرہ میرے مکان پر دونوں وقت آتے ہیں کتاب شمس الانوار پڑھی جاتی ہے اس کو کمال اشتیاق سنتے ہیں۔ واقعی یہ کتاب فریح و فرح و فرح و فرح تعمیر کو ٹھہری ذاتی: ۱۸ اگست ۱۸۷۵ء۔ منشی مظفر علی صاحب اسیر لکھنؤ و آفتاب الدولہ رئیس لکھنؤ نے محل سرانہ تعمیر کا ملاحظہ کیا اور ہر ایک چیر کو بغور دیکھا اور پسند فرمایا یہ دونوں صاحب منشی فضل سیدی صاحب کے ان دنوں مہمان ہیں۔

ایک مذاق: ۲۲ ستمبر ۱۸۷۵ء۔ آج سید فضل حسین نے میرے مکان پر پہل لیا۔ چونکہ یہ مکان ہوادار ہے اس وجہ سے تفریح زیادہ ہوئی۔ اتفاقاً براہ منسی سید فضل حسین و قاضی واجد علی نے یہ عبدالرحمن کی داڑھی میں ایک جانب و سمد لگا دیا اور دوسری جانب داڑھی کو اسی حالت پر رکھا جس کی وجہ سے سید صاحب مجھ سے زیادہ ناخوش ہوئے اور کہا کہ اس مکان میں آنے سے میری یہ گت ہوئی۔ اب کبھی اس مکان میں نہ آؤں گا۔

اہل خانہ کا ورود: ۲۵ نومبر ۱۸۷۵ء۔ آج والدہ مصطفیٰ علی حویلی نو تعمیر میں آئیں۔ لیکن قبل آنے کے اولاً مسی قدیم بھی گئیں اور درگاہ بندگی شیخ حسن میاں صاحب میں واسطے حصول برکت کے دعا مانگی۔ اس کے بعد مکان میں آئیں۔ زانچہ آنے مکان کا درج ہے۔ زانچہ نہیں دیا جا رہا ہے۔ ہاشمی ایک رسوائی: ۲۰ فروری ۱۸۷۶ء۔ میر معصوم علی بھٹانہ دار سندیلہ نے حسب الحکم رائے شوہر صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ضلع بہرہ روٹی کے مسماۃ علیما زوجہ محترمہ اجل دربارہ تکلیف دہی شہر و خسر کے دریافت کیا۔ مسماۃ مجیب ہوئی کہ میں اصلاً ڈپٹی صاحب کے اجلاس میں مقدمہ متدائرہ کی پیروی جو اب دہی کروں گی۔ اس حال سے تمام شرفائے سندیلہ کو تاسف ہوا کہ عورت پردہ نشین کو ایسی جرات ہے کہ جس سے بدنامی و ناموسی متصور ہے۔ خدا غارت کرے۔

۲۷ فروری ۱۸۷۶ء۔ آج کل ہر گلی و کوچہ میں تذکرہ مقدمہ مسماۃ علیما النساء و محمد اجل کا ہوتا ہے اور کمال درجہ فضیحتی ہو رہی ہے یہ مقام کمال عبرت کا ہے کہ جس شخص کا باپ عہدہ صدر اعلیٰ پر بہ مشاہیر و مشاہیر ماہواری ممتاز ہو اس کی لڑکی بمقابلہ اپنے شوہر کے عدالت میں رو بکاری کرتی پھرے۔

۶ مارچ ۱۸۷۶ء - آج مسماة علیا النساء کا مقدمہ ہرزوئی میں پیش ہوا۔ بیانات قاضی وجیبہ الدین صاحب قاضی عابد علی و مولوی کریم الزماں تحریر ہوئے۔ حکم تاریخ آئندہ سنایا جائے گا۔

۹ مارچ ۱۸۷۶ء - مسماة علیا النساء کے مقدمہ میں اجلاس رائے شیو سہاے صاحب اکسٹری اسٹنٹ ضلع ہرزوئی سے حکم چلکے لینے پانچ سو روپے کا بمیعا د ایک سال محمد اجمل شوہر مدعیہ سے نافذ ہوا۔ اگر مابین سال کے محمد اجمل پھر اپنی زوجہ کو تکلیف دیں گے تو پانچ سو روپیہ تاوان کا ان کو دینا پڑے گا۔

۲۳ اپریل ۱۸۷۶ء - آج شب کو رہس جو اہر طوائف کا چنڈہ سے ہوا۔ جس میں اشقیاء ذیل شریک تھے اور یہ جلسہ تقی میاں صاحب کے مکان پر قرار پایا۔ چودھری اعظم علی محمد تقی صاحب سیدل حسین۔ شیخ حامد بن سید ابو القاسم، حافظ سراج الدین، منشی رضی الدین اسیونی، حسن علی خاں کاکوڑی۔

حاجی وارث علی: ۲۲ ستمبر ۱۸۷۶ء - آج والدہ مصطفیٰ علی راہل خانہ مولوی مظہر علی راقم روز ناچہ ہاشمی نے بیعت حاجی وارث علی شاہ صاحب حاصل کی۔

۳۰ ستمبر ۱۸۷۶ء - آج شب کی عجب اتفاق ہو کہ غفلت رام دین کلید برادر اسٹیشن سندیلہ سے ٹرک آہنی قینچ مال گاڑی کی کھلی رہ گئی اور مسافر گاڑی باعث کھلی ہونے قفل قینچ کے اسی ٹرک آہنی پر جس پر مال گاڑی کھڑی تھی چلی آئی اور ایک ضرب شدید مال گاڑی کو دی کہ کل گاڑیاں اس کی اسٹیشن کے چبوترہ پر چھو آئیں اور چند گاڑیاں پٹری ٹرک کے نیچے اتر گئیں۔ اس صدمہ سے اکثر مسافر مجروح ہوئے۔ کلید بردار مفور ہو گیا صبح کو بہ مشکل تمام مسافر گاڑی لکھنؤ کی شاہ جہاں پور کو روانہ ہوئی۔ دیکھا چاہیے کہ اس جرم میں کتنے آدمی سزایاب ہوں۔

چیچک گھر میں: ۲۲ فروری ۱۸۷۷ء - سندیلہ میں آج کل چیچک کی شدت ہے۔ اکثر لڑکے اس عارضہ میں فوت ہوئے اور ہوتے جلتے ہیں۔

۲۸ فروری بروز دارمقتدی علی (بٹاک) کے تین دن سے چیچک نکل ہے۔ ہر وقت رویا کرتا، حالت چھی این معلوم ہوئی۔ ۲ مارچ بروز دارمقتدی علی کو چیچک سے از حد تکلیف ہے۔ شب و روز گریہ و زاری سے بسر کرتا ہے۔ ۹ مارچ بروز دارمقتدی علی کی طبیعت روز بروز مضمحل ہوتی جاتی ہے اور رونا کسی وقت بند نہیں ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دانے بیٹھ گئے۔

۱۳ مارچ - بروز دارمقتدی علی کا اطباء یونانی و ڈاکٹر کا بہت علاج ہوا لیکن کوئی نفع نہیں ہوا۔ ۲۱ جولائی

۱۸۷۵ء یوم چہار شنبہ کو پیدا ہوا تھا اور آج دم صبح عارضہ چیچک میں، ادن کی علالت کے بعد فوت ہوا۔ چونکہ یہ لڑکا باوجود صغریٰ اپنے بھائیوں سے ذی ہوش معلوم ہوتا تھا اس وجہ سے اس کی مفارقت کا کمال صدمہ ہوا۔

۱۵ مارچ بروز داران ارتضیٰ علی و مرتضیٰ علی و اصغر علی کو ڈاکٹر سندیلہ سے میکہ لگوایا۔

۷ مارچ بروز دارمقتدی علی کی قبر بخیر بنوادی۔ بیماری چیچک کی سندیلہ میں بہت شدت ہے اور صدمہ اطفال اس عارضہ میں فوت ہوئے۔

۱۹ مارچ بروز دارمقتدی علی کے بھی چیچک برآمد ہوئی۔ چونکہ مقتدی علی کا انتقال ہو گیا ہے اس وجہ مرتضیٰ علی کی علالت سے زیادہ تشویش ہے اس محلہ میں چیچک کی شدت ہے کہ کوئی گھر اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

۲۵ اپریل عارضہ چیچک میں اب کمی ہو چلی ہے مگر اس مرتبہ صدمہ لڑکے سندیلہ کے اس عارضہ میں ضائع ہوئے۔

دو بیٹے: ۲۳ اکتوبر ۱۸۷۷ء۔ بروز دار مصطفیٰ علی کو شوق تحصیل علم انگریزی زیادہ معلوم ہوتا ہے اور محنت بھی خوب کرتے ہیں غالباً اس علم میں لیاقت مناسب حاصل کریں۔ بروز دار مجتبیٰ علی اگرچہ ہنوز چودہ سال ہیں لیکن مزاج میں صلاحیت معلوم ہوتی ہے۔ خود راہی بالکل نہیں ہے اور مزاج میں محبت لوگوں سے بدرجہ غایت ہے اور ہر ایک کی تعمیل حکم میں ان کو دریغ نہیں ہوتا اس وجہ ہر ایک کا میلان طبیعت براہ محبت ان کی جانب ہے

امتحان وکالت: ۳ نومبر ۱۸۷۷ء۔ جو درخواست میں نے شرکت امتحان وکالت کی عدالت ہائے کورٹ الہ آباد میں بھیجی تھی اس کی جواب دہی حاصل ہوئی۔ چنانچہ اطلاع کیا کہ شریک امتحان ہو۔

۱۶ جنوری ۱۸۷۸ء۔ پانچ بجے صبح کو میں بغرض دینے امتحان وکالت ریل سندیلہ پر سوار ہوا۔ لکھنؤ پہنچ کر تمام دن وہاں قیام کیا اور شام کی ریل میں الہ آباد روانہ ہوا۔ صبح کو الہ آباد پہنچ کر سرائے گڑھی میں قیام کیا۔ علی محمد خاں ضلع دار میرے ہمراہ تھے۔

۱۷ جنوری ۱۸۷۸ء۔ منشی حسن رضا منصرم محکمہ بند و بست نے براہ عنایت مولوی و ہاج الدین صاحب کا ایک مکان خالی کر دیا جس میں میں نے قیام اختیار کیا اور میرے ساتھ تفسیر فضل حسین فیض آبادی بھی مقیم ہوئے۔

مولوی و ہاج الدین حیدر صاحب عزیز قاضی ابوالحسن کے خسر ہیں اور محمد شاہ گنج میں رہتے ہیں۔ مولوی و ہاج الدین صاحب نے فرش مکان کے واسطے بھیج دیا۔ یہ مکان مختصر میری گزر کے موافق کافی ہے۔

۱۸ جنوری۔ آج چودھری محمد عظیم صاحب و چودھری نصرت علی صاحب و سید ابوالقاسم و شیخ نیاز علی و شیخ محفوظ علی و شیخ حافظ علی خلف مولوی باقر علی و میر محمد علی سوداگر ملکانہ بھی واسطے دینے امتحان کے

(سندیلہ سے) وارد الہ آباد ہوئے اور شاہ گنج کی ایک سرائے میں مقیم ہوئے۔

۲۶ جنوری۔ اس پنج روزہ امتحان وکالت میں سوائے دو تین وقتوں کے اکثر اوقات میرے اور عبدالقادر صاحب کی یکجائی رہی اور مدد مناسب ملی مگر افسوس ہے کہ تفسیر فضل حسین فیض آبادی کا ساتھ میری معیت میں نہ ہو سکا کیونکہ اول روز جب امتحان دیوانی کا ہوتا تھا اسی روز ایک محافظ نے میرے پاس سے ان کو اٹھا دیا اور میں ضابطہ دیوانی میں ان کو مدد نہ دے سکا جس سے وہ ناراض ہو گئے۔ محمود علی سوداگر بڑے چالاک نکلے کہ اول روز جب کہ ضابطہ دیوانی میں امتحان ہوتا تھا میرے اکثر پرچہ سوالات کے اٹھا کر نقلیں کر لیں جسے اس وقت نہایت خوب طاری تھا کہ مبادا کوئی ننگراں یہ حالت دیکھ کر مجھے اور انھیں بدر نہ کر دے۔

۲۷ جنوری۔ کل میں بارش کی وجہ سے نیز خیال اس کے کہ میں قلعہ الہ آباد کی سیر کروں عازم وطن نہ ہوا۔ آج صبح کو الہ آباد سے روانہ ہو کر صبح ہوتے ہوئے لکھنؤ پہنچا اور قیصر باغ میں قیام کیا۔ لکھنؤ تک کا کر ایہ ریل گاڑی نئی کس دور پے چھ آنہ ہے۔

ایک سو دو نوازدہ: ۸ مارچ ۱۸۷۸ء۔ الہ آباد۔ میرا قصداً آج واپسی وطن کا تھا لیکن غلام علی خاں سرودیا جو گوالیار میں بمشاہرت تین سو روپے ماہوار نوکر ہیں اور میرے مکان کے قریب سرائے گڑھی میں آکر ہیں بلوقت ملاقات مجھے سرودسنانے کا وعدہ کیا اور روکا اور شب کو سرود بجا یا کہ جس کی تعریف نہیں ہو سکتی اور ان کا بیٹا ننھے خاں کہ جس کی عمر ۱۲ سال ہے سرودنوازی میں اچھی مہارت رکھتا ہے۔

نتیجہ امتحان وکالت: ۲۳ جولائی ۱۸۷۸ء۔ تحریر مولوی عبدالقادر صاحب سرشتہ دار ہردوئی سے معلوم ہوا کہ گزٹ مطبوعہ ۲۰ جولائی ۱۸۷۸ء میں درج ہے کہ اشخاص ذیل امتحان وکالت منصفی میں پاس ہوئے۔

”منظر کریم سکندر بیاباد، مولوی عبدالقادر سکندر بیاباد، سیہ منظر علی ساکن سندیلہ، شیخ نثار علی (سندیلہ) چودھری محمد عظیم (سندیلہ) منشی نظیر حسن ساکن کاکوری، چودھری نصرت علی مختاری میں پاس ہوئے اور مولوی عبدالقادر صاحب علاوہ امتحان وکالت درجہ دویم اسی میں بھی پاس ہوئے۔“

۲۴ جولائی۔ بمعائنہ اودھ اخبار امروزہ تصدیق میری کامیابی امتحان وکالت کی ہوئی اور منجملہ ایک ہزار پانچ سو امیہ داران امتحان کے حسب ذیل لوگ کامیاب ہوئے۔

عالتی حاجی۔ ۴۵، منصفی۔ ۲۱۰، مختاری۔ ۱۲۹، یونیواکھنٹ۔ ۵ = جملہ ۳۰۹

مجھے اپنی کامیابی امتحان کے باعث نہایت درجہ خوشی حاصل ہوئی اور منشی فضل رسول صاحب نے خوش ہو کر

پہم اظہار اپنی خوشنودی کا کیا۔ سید ابوالقاسم کو امتحان میں کامیابی نہیں ہوئی۔

شکایت پسینہ: ۱۵ اکتوبر ۱۸۷۸ء۔ بعد نماز صبح بالمرہ بطور تفریح اپنی پھلواری واقع 'بچکانی' جاتا ہوں اور بجے واپس آکر بعد حصول ملازمت منشی فضل رسول صاحب اپنے مکان پر آتا ہوں لیکن چونکہ میرے اعضائے چپ میں پسینہ نکلنے کی شکایت زیادہ ہے اس وجہ سے نہایت درجہ مضمحل ہوتا جاتا ہوں اور جو شخص اس وقت میری صورت دیکھتا ہے مجھے چھ مہینے کا بیمار بتاتا ہے۔

مولوی ضامن علی: ۱۹ نومبر ۱۸۷۸ء۔ مولوی ضامن حسین صاحب سٹی مجسٹریٹ ریاست حیدرآباد وارد سندیلہ ہوئے۔ مولوی صاحب کی تنخواہ چار سو روپے ہے۔ چونکہ میرے استاد ہیں اور شرح جامی میں ان سے پڑھتا تھا ان کی ملاقات کو گیا۔ کمال عنایت سے پیش آئے۔

علی گڑھ سے واپسی: ۲ جولائی ۱۸۷۹ء۔ چونکہ امیرن کو منشی فضل رسول صاحب نے علی گڑھ جانے سے روکا ہے اور صرف تنہا بر خوردار مصطفیٰ علی وہاں رہ نہیں سکتے اور نہ ان کی تنہائی طبیعت کو گوارا ہے لہذا ان کو لکھا گیا کہ اپنا نام مدرسۃ العلوم سے خارج کر کے سندیلہ چلے آؤ۔ چنانچہ بر خوردار مسطور معہ قاضی صمصام علی علی گڑھ سے آج وارد سندیلہ ہوئے۔

وفات فضل رسول: ۱۲ جولائی ۱۸۷۹ء۔ آج شب کو بوقت ایک بجے جناب منشی سید فضل رسول صاحب نے عارضہ بخار و سرسام میں انتقال فرمایا جس سے بغایت درجہ ملال و رنج ہوا۔ ایسا شخص عالی مرتبہ مخدوم زادوں میں کوئی نہیں ہوا تھا۔ اپنی لیاقت ذاتی سے جناب مرحوم نے بہت کچھ پیدا کیا کہ تعلقدار ہو گئے اور بہت بڑا اعزاز گورنمنٹ انگریزی میں حاصل کیا۔ ان کے ہمسرخاندانی تعلقدار حسد کرتے تھے۔ جناب مرحوم نے جنگل چونسہ کی آبادی سرانجام دیگر اہم امور میں ایسی ناموری حاصل کی کہ چند پشتوں تک ایسا شخص پیدا ہوتا نظر نہیں آتا۔ جناب مرحوم اعزہ و اکابر سے بوقت ضرورت مسلوک ہوتے اور ان کی احتیاجوں کو پورا کرتے تھے اور اپنے اخلاق و وسیع سے ہر ایک کو مطیع کر لیا تھا۔ اختیارات فوجاری درجہ دویم و اختیارات دیوانی و مال قصبہ سندیلہ اور اپنے علاقہ کے ان کو حاصل تھے اور امورات پولیٹیکل میں اچھی لیاقت رکھتے تھے اور جس امر کو کرنا چاہتے تھے اس کو پیشتر سے غور کر لیتے تھے۔ علوم فارسی، عربی، نجوم و حکمت میں بہت اچھی لیاقت حاصل تھی۔ فن شاعری میں صاحب دیوان تھے اور منشی مظفر علی اسیر لکھنوی کے شاگرد رشید تھے۔ انکی تعریف خارج از امکان ہے اور اس کے واسطے ایک کتاب مطول چاہیے۔ عمر شریف ۶۷ سال دو ماہ پانچ دن کی ہوئی۔

۱۹ جمادی اول ۱۲۲۸ھ روز جمعہ پیدا ہوئے تھے اور آج ۲۳ رجب ۱۲۹۶ھ میں انتقال کیا۔ خدا عز و جل رحمت کرے۔

۱۷ جولائی ۱۸۷۹ء۔ شام کو قبر منشی فضل رسول پر گانا ہوا۔ قوالوں نے مرحوم کی غزلیں گائیں جس سے ہر ایک کا دل رقت ہوئی۔ منشی مظفر علی صاحب اسیر لکھنوی استاد مرحوم بھی شریک جلسہ تھے۔ بعد گانے کے شہرہتی تقسیم ہوئی۔

ایک نصیحت: ۲۷ ستمبر ۱۸۷۹ء آج یہ نصیحت ”سوچ سمجھ کر بات کرو کہ پشیمان نہ ہو۔“ مصطفیٰ حسین سے لکھا کہ شیشہ کے چوکھٹے میں رکھ کر اپنے کمرہ نشست گاہ میں آویزاں کی تاکہ ہر وقت کے دیکھنے سے مجھے اور دوسروں کو نصیحت حاصل ہو۔

تعیین تاریخ شادی: ۲ جنوری ۱۸۸۰ء۔ عزیز سیّد اطہر علی وقاضی صمصام علی کو خدمت میں منشی فہیم الزماں واسطے تعین تاریخ عقد نور چشم سید مصطفیٰ علی کے بھیجا۔ بعد معائنہ جنتری کے منشی صاحب نے تاریخ شادی ۲۵ ربیع الاول ۱۲۹۷ ہجری مطابق ۸ مارچ ۱۸۸۰ء روز دوشنبہ قرار دی، (بعد کو یہ تاریخ بڑھا کر ۱۷ مارچ کر دی گئی تھی)۔

شادی پسر: ۱۷ مارچ ۱۸۸۰ء۔ دو بروہافظ کرم احمد صاحب و مولوی عبدالقادر صاحب اور دیگر ارباب برادری پارچہ شادی اور اپنے لوگوں و چوکیاران و بیساران دیہات کو بہ تعداد ۳۵ جوڑے کی تقسیم کی اور ۲۰ جوڑے گھر میں مستورات کو جملہ ۷۵ جوڑے شادی میں صرف ہونے۔ تیسرے پہر کو دو ہزار آدمی تقریباً منجہ میں اہل برادری وغیرہ سے شریک تھے تقسیم تباشوں کی خوب اچھی ہوئی۔ کوئی متنفس باقی نہیں رہا۔ جس سے عوام میں بہت تعریف ہوئی۔ مسماۃ لوطا و متا جان طوائف چونکہ حسین باندی طوائف سندید کا رقص ہوا۔ انگریزی باج بھی لکھنؤ سے منگوا یا تھا۔ برات کے جانے کے وقت تک بہت بڑا مجمع رہا اور کل ارباب برادری اعلیٰ و ادنیٰ شریک ہوئے۔ تین بجے جمعیت کثیر بارات دروازہ منشی فہیم الزماں صاحب کے گئی۔ برخوردار مصطفیٰ علی تاجان پر سوار تھے۔ گھوڑے کی شوخی سے اس پر سوار نہ ہو سکے۔ چھ بجے صبح کو بہ مہر ۸۵ ہزار کے قاضی عابد علی صاحب نے نکاح برخوردار موصوف کا مسماۃ نسیم اختر منشی فہیم الزماں صاحب کے پڑھا۔ مولوی عبدالقادر صاحب و دیگر ارباب سندیلہ نے میر انتظام و وسعت ہمت کی تعریف کی۔ بہ تقریباً ساٹھ سو اکیس روپیہ حاصل ہوا۔

تقریب منیجر: ۲ اپریل ۱۸۸۰ء۔ آج پھر برادر سیّد فضل حسین نے مجھے بلایا اور باصرہ اسی گفتگو کا اعادہ کیا جو انھوں نے کل کی تھی۔ جواب میں میں نے کہا کہ آپ کو مدد دینے میں مجھے کوئی عمل عذر کا نہیں ہے، لیکن باعث توقفا کا یہ ہے کہ میری خیر خواہانہ کارروائی سے عموماً لوگ ناراض ہوں گے اور آپ سے وقتاً فوقتاً شکایت کریں گے جس سے میرے اور آپ کے درمیان میں ناحق سبب طلال و نجشس کا ہوگا۔ چنانچہ اسکے جواب میں کہا کہ میں گل تعلقہ کا انتظام تمہارے تفویض کرتا ہوں اور جو تم نیک و بد کرو گے اس میں کبھی کسی کی شکایت نہ سنوں گا اور

اس قول کی تائید میں اقرار نامہ تحریری اسٹامپ پر لکھے دیتا ہوں کہ کسی حالت میں اس سے منحرف نہ ہوں گا۔ چنانچہ اسی وقت کاغذ اسٹامپ قیمتی پانچ روپے کا منگوا کر کل اختیارات مثل ذات خاص خود اس پر تحریر کر دیے اور ایک رو بکار گل اپنے کارندکان و ضلع داران و مختاران اضلاع ہر روٹی و لکھنؤ و اناؤ و لکھیم پور و سینا پور کے نام جاری کیا کہ میں نے اپنا نائب سید منظر علی کو مقرر کیا ہے۔ کل تحریرات ان کے نام بھیجی جائیں اور جو وہ جواب لکھیں اس کی تعمیل پوری پوری کی جائے۔ اگرچہ اس کام کو میں نے اپنے ذمہ لیا، لیکن مجھ کو نہایت دشوار معلوم ہوتا ہے کہ کیونکر میں اس کو انجام دے سکوں گا۔ اس سے دعا ہے کہ جب تک اس تعلقہ میں رہوں نیک نامی اور سرخ روٹی حاصل ہو۔

برکھ پھل : ۱۰ ستمبر ۱۸۸۰ء - آج برکھ سن ۱۲۸۷ فصلی ختم ہوا۔ کیفیت مختصر اس کی درج کی جاتی ہے:

اول جو فرزند گھر میں پیدا ہوا تھا وہ ایک ہفتہ کے اندر فوت ہوا۔ مقدمہ جامو، ایک گاؤں کا نام، ہاشمی (ج) میں کامیابی حاصل ہوئی۔ کل زر زمین وصول ہو گیا۔ اکثر مقدمات میں کامیابی حاصل ہوئی جس سے قصبہ بڑا میں میری شہرت ہوئی۔ برخوردار مصطفیٰ علی کی شادی خوشی سے کی جس سے ناموری ہوئی۔ یکم اپریل سے تعلقہ جلال پور میں لوگوں کو ہوا۔ اکثر بڑے بڑے لوگ میری ملاقات کے واسطے مکان پر آئے اور میرے ہاتھ سے ان کی بہبودی ہوئی۔ تعلقہ جلال پور میں اکثر مقدمات پیچیدہ بہ آسانی طے ہوئے۔ اب دیکھیے برکھ پھل ۱۲۸۸ فصلی کا کیا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے جو آج سے شروع ہوا۔

بیٹی کی شادی : ۱۶ ستمبر ۱۸۸۱ء - بارات برخوردار سعید الدین خلف حافظ نذیر الدین ایک

بچے رات کو میرے دروازے آئی۔ آتش بازی و آرائش اچھی تھی۔ ۳ بجے رات کو عقد سعید الدین مسماة افضلہ میری لڑکی کلاں سے بھوض ۸۵ ہزار مہر کے ہوا۔ منشی فہیم الزماں صاحب مولوی عبدالقادر صاحب تحصیلدار تمام رات میرے مکان پر رہے اور ہر ایک امر میں مجھے صلاح مناسب دیتے رہے۔ کھانا و فصل کشمیریوں کا ناچ ہوتا تھا۔ حافظ نذیر الدین صاحب کشمیریوں کو ہر ایک ان کی نقل اور گانے پر دو دو روپیہ انعام دیتے رہے۔ میرے خیال میں ساٹھ روپیہ سے زائد میرے مکان پر انعام دیا گیا۔ اس وجہ سے کشمیری لوگ نقل بہت اچھی کرتے تھے اور خوب جی توڑ کر گانا گاتے تھے جس سے اہل جلسہ بہت محظوظ و خوش تھے۔

۱۶ ستمبر ۱۸۸۱ء گیارہ بجے صبح کے بارات سعید الدین کی رخصت ہوئی میں نے حسب ذیل جہیز دیا:

زیور طلائی مرصع کار - ۳۳ عدد، زیور نقرئی - ۳۸ عدد، پارچہ جوڑہ - ۲۱ عدد، ظروف مسی و آہنی -

۲۵ عدد، پینس و صنوبری رنگین وغیرہ - ۵ عدد، جملہ - ۱۵۸ تفصیل زر نقد یہ ہے:

منگنی۔ ۳۰ روپے اسلامی۔ ۵۱ روپے چوٹھی۔ ۲۵ روپے، روٹھائی۔ ۱۵ روپے
۲۸ ستمبر ۱۸۸۱ء۔ شادی نور چشمی افضلہ میں مبلغ دو ہزار ستر روپے ایک آنہ نوپائی صرف ہوا اور جن جن
لوگوں کا یافتنی تھا دے دیا گیا۔ اب کسی کا مجھ سے یافتنی نہیں ہے۔

ماء الجبن: یکم نومبر ۱۸۸۱ء۔ استعمال مار الجبن سے اگرچہ عارضہ پسینہ جسم کے بائیں جانب
پسینہ کثیر نکلنے کی شکایت ہو گئی تھی۔ ہاشمی میں ابھی فائدہ نہیں ہے لیکن قوت جسمانی بڑھتی جاتی ہے اور طبیعت
کو اضمحلال کم ہے اور طبیعت بہت خوش رہتی ہے۔ اس لیے یقین ہے کہ چند روز میں اصل عارضہ کو بھی فائدہ ہوگا۔

۶ نومبر۔ ماء الجبن کے استعمال سے ایک یہ فائدہ معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ صاف ہوتا جاتا ہے۔ جو شخص
آج کل مجھے دیکھتا ہے وہ بلا تکلف کہہ اٹھتا کہ تمہارے چہرے کی پڑمردگی بالکل جاتی رہی اور ایک سا کی رونق آتی جاتی ہے۔
ملازمت تعلقہ جلال پور: ۸ مارچ ۱۸۸۲ء۔ چونکہ میں تعلقہ جلال پور سے سوائے تنخواہ کے
نذر تک نہیں لیتا ہوں اور کوئی چیز فصلی باغات و دیہات کی اپنے مکان پر آنے نہیں دیتا ہوں اس وجہ سے
میری طبیعت کو کسی وقت کسی قسم کی پڑمردگی و تردد لاحق نہیں رہتا اور نہایت بے خوفی اور مستقل مزاجی
سے کام تعلقہ جلال پور انجام دیتا ہوں۔

مجسٹریٹ: ۱۱ جولائی ۱۸۸۲ء۔ بموجب ڈاکٹ نمبری ۱۱۷ مورخہ ۲ جولائی ۱۸۸۳ء مرسلہ صاحب
لفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی و اودھ مجھے اختیارات مجسٹریٹ درجہ سوئم اندر وارڈیو سٹیل قصبہ سندیل
حاصل ہوئے اور میرے ساتھ میں کنور وزیر چندھیا۔ و کنور درگا پر شاد صاحب تعلقہ دارسرن بڑا گاؤں کو بھی اختیارات
مثل میر گورنمنٹ سے حاصل ہوئے بلکہ ایک ہی ڈاکٹ میں ہومینو آڈیو کے نام درج ہیں بالفعل لائل صاحب لفظینٹ گورنر ہیں۔
نظام اوقات خود: ۷ فروری ۱۸۸۳ء۔ میری کارروائی روزمرہ حسب ذیل ہے:

علی الصباح بیدار ہو کر نماز صبح و انفرغ حوائج ضروری مار الجبن استعمال کرتا ہوں اور پندرہ سو قدم
چہل قدمی کے بعد بخدمت جناخا صاحبہ (والدہ فضل حسین) بوقت ۷ بجے حاضر ہو کر تسلیم بجالاتا ہوں اور پھر
منشی فضل حسین صاحب کے پاس جا کر ایک گھنٹہ تک امور ضروریہ متعلق علاقہ جلال پور کے تذکرہ و استفسار
کرتا ہوں اور پھر وہاں سے قریب ۸ بجے پنج میں جا کر مقدمات فوجداری دس بجے تک فیصلہ کرتا
ہوں اور پھر مکان پر آ کر بعد تناول طعام کچھ ہی علاقہ جلال پور میں جا کر تعلقہ اپنا پانچ بجے تک انجام دیتا ہوں۔
بعد مکان پر آ کر اکثر اجاب وغیرہ سے ملاقات رہتی ہے اور بعد نماز مغرب محل سرا میں جا کر کھانا کھاتا ہوں

اور بچنے و کھانے حقیقہ پانی کے نماز عشا کی پڑھ کے جاڑوں میں ۹ بجے اور گرمیوں میں۔ ان کے سو رہتا ہوں اور اگر احیاناً کسی روز کوئی اہم مقدمہ تعلقہ کا پیش ہو گیا تو گیارہ و بارہ بجے تک اس کے سوچنے اور غور کرنے میں نیند نہیں آتی ہے اور اس وقت تک طبیعت کو بے چینی رہتی ہے جب تک کوئی رائے مناسب نسبت مقدمہ پیش پاکی تجویز نہیں کر لیتا ہوں۔

منشی فضل حسین: ۲۹ مارچ ۱۸۸۴ء۔ منشی فضل حسین کی نا فہمی سے ہر وقت طبیعت کو لال رہتا ہے کام کرنے کو جی نہیں چاہتا اور دل بھی کام میں کم لگتا ہے کیونکہ صحبت ان کی روز بہ روز ناقص ہوتی جاتی ہے اور مزاج میں ایسی ضد آچلی ہے کہ جو بات خیال میں آئے چاہے اس کا انجام بد ہو لیکن اس کے کرنے سے باز نہیں رہتے اور کوئی فہمائش کارگر نہیں ہوتی۔ پس میرا خیال اور ارادہ ہے کہ اس تعلقہ سے علیحدگی اختیار کروں کیونکہ ایک روز نتیجہ اس کا بدنامی ہوگا۔

سرقص: ۲۵ اپریل ۱۸۸۴ء۔ شب کو جلسہ فضل حسین کشمیری (لکھنؤ) کا منشی فضل حسین کے مکان پر ہوا یہ اچھا ناچتا ہے۔ میں بھی ۱۲ بجے تک شریک جلسہ رہا۔

سراجہ دس گاپر مشاد: ۱۸ نومبر ۱۸۸۴ء۔ راجہ درگاپر مشاد صاحب تعلقہ دار سرون بڑاگاؤں میرے مکان پر آج پہلی مرتبہ تشریف لائے اور ان کی مدارات ضروری کی گئی۔

متفرق ذمہ داریاں: ۲۳ اپریل ۱۸۸۵ء۔ آج کل تین قسم کے کام میں انجام دیتا ہوں۔ کار محترمی متعلقہ سندیلہ خاص انتظام تعلقہ داری جلال پور کا، کارروائی بیوسل سندیلہ۔ اس وجہ سے مجھے بہت کم فرصت رہتی ہے تاہم کام سے میں گھبراتا نہیں ہوں اور کمال مستقل مزاجی سے ان کو انجام دیتا ہوں۔

فوٹو: ۱۵ اگست ۱۸۸۵ء۔ آج راجہ وزیر چند کے مکان پر امیر علی فوٹو گرافر لکھنؤ سے تصویر کھینچائی۔ میں اور راجہ وزیر چند صاحب اور راجہ درگاپر مشاد صاحب اور میر شائق حسین مخرنچ و لالہ امبکاپر مشاد مخرنچ و بیوسل و بیوسل و بیوسل اور ایک ایک خدمت گاہم لوگوں کا اس مجمع میں شریک تھا۔ تصویریں بہت عمدہ منعکس ہوئی ہیں۔

خواب خوش: ۵ اکتوبر ۱۸۸۵ء۔ آج کل خواب خوش میرے حائے میں آتے ہیں۔ خدا ظہور نیک فرمائے

کیونکہ میرا تجربہ ہے کہ جب میں اچھے خواب دیکھتا ہوں تو اس کا ظہور اچھا ہوتا ہے اور جب برے دیکھتا ہوں تو برے۔

ممبری ڈسٹرکٹ بوس ڈ: ۲۷ جنوری ۱۸۸۶ء۔ ڈپٹی عنایت اللہ خاں صاحب واسطے انتخاب

ممبران ڈسٹرکٹ بورڈ ہردوئی سندیلہ تشریف اور کثرت رائے سے میرا اور منشی فضل حسین کا انتخاب ہوا۔ اکیس رائل

میری جانب کھٹیں اور دس بجانب منشی فضل حسین اور باقی لوگوں کی نسبت اس سے کم کھٹیں۔ میں نے منشی فضل حسین کے انتخاب کی نسبت بڑی کوشش کی ورنہ کسی راے دہندہ کو ان کی نسبت منظور نہ تھا کہ منتخب ہوں۔

نرمانہ تعمیرات: ۱۴ مئی ۱۸۸۶ء۔ مجھے اس بات کا تجربہ حاصل ہو گیا ہے کہ فصل ربیع میں کوئی تعمیر شروع نہ کر اویں۔ اول تو زمانہ بارش قریب ہوتا ہے دوسرے کاریگر وغیرہ کم دستیاب ہوتے ہیں کیونکہ اس فصل میں بیاعت تیار ہونے فصل ربیع و قریب بارش کے ہر متنفس کو ان کی ضرورت ہوتی ہے۔ اول تو کاریگر و مزدور بمشکل ملتے ہیں دوسرے مزدوری زیادہ دینا ہوتی ہے۔ ہر صاحب عمارت کو چاہیے کہ بوقت ختم بارش مہینہ کنوار میں کام تعمیر کا شروع کر اویں۔

اپنی کوٹھی: ۱۴ مارچ ۱۸۸۷ء۔ جب سے میری کوٹھی تیار ہوئی ہے جو شخص اجنبی ادھر سے گزرتا ہے تو اس کے ارتفاع اور نمائش ظاہر کو کہ نظر تجزیہ دیکھتا ہے اور بعد دریافت نام مالک کے آگے بڑھتا ہے۔ واقعہ طرز تعمیر اس کی اسی قبیلے کی منشی فضل حسین اور ان کی ملازمت: ۲۵ مئی ۱۸۸۷ء۔ بمعاذہ روبرکار مسٹر ہارس فورڈ صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوی عمرہ ۱۹ مئی ۱۸۸۷ء سے واضح ہوا کہ صاحب ضلع نے سٹھانہ سندلیہ بگھولی، میں حکم بھیج دیا ہے کہ کسی مقدمہ کا چالان منشی فضل حسین کے اجلاس میں ہرگز نہ بھیجا جائے۔ کل چالان ہردوی جاویں وہاں سے صاحب ممدوح جیسا مناسب سمجھیں گے وہ منشی فضل حسین کے اجلاس میں بھیج دیں گے۔ اس حال کے دریا کرنے سے تردد ہوا کہ یہ با عشا توہین کا ہم چشموں میں متصور ہے جس کی منسوخی کے واسطے شاید بہت کوشش کرنا پڑے۔

۲۷ مئی ۱۸۸۷ء۔ آج صبح کو ہارڈ فورڈ صاحب ڈپٹی کمشنر سے ملاقات کی اور منشی فضل حسین کی نسبت استصواباً دریافت کیا۔ صاحب نے فرمایا کہ سرتہ دار فضل حسین کا رشوت لیتا ہے اور فضل حسین بیاعت اپنی کم فہمی کے اس کا تدارک نہیں کرتا ہے اور جو کچھ وہ لکھ دیتا ہے اس پر فضل حسین دستخط کر دیتا ہے۔ اس سے انصاف میں بڑا غفل آتا ہے اور فضل حسین نے ہم کو لکھا کہ انور خاں اور حسین خاں ہمارا نوکر نہیں ہے۔ یہ اس کی غلط بیانی ہے۔ ضرور وہ لوگ اس کے نوکر ہیں۔ ہم اس کے اس جھوٹ بولنے پر نہایت ناخوش ہیں۔

۲ جون ۱۸۸۷ء۔ آج کل حیس خاں و انور خاں اور ملک مصطفیٰ حسین کی مصاحبت منشی فضل حسین میں گرم باناری ہے حضور حضور کر کے جو بات یہ لوگ کہتے ہیں وہ پذیرا ہوتی ہے۔ اس وجہ سے میں بحالت سکوت ہوں اور کوئی امر مفید یا مضر کسی کی نسبت نہیں کہتا ہوں۔ بظاہر حالات خوش معلوم نہیں ہوتے ہیں۔

۲۷ جون ۱۸۸۷ء۔ آج استعفا لکھ کر بوقت صبح میں منشی فضل حسین کے پاس گیا لیکن وہ پاخانہ نہ جانے

کے حیلہ سے اٹھ کر والدہ الطاف رسول کے پاس دوسرے کمرے میں چلے گئے اور میں دیر تک بیٹھا رہا لیکن نہ آنے۔ تب مجبور ہو کر اپنے مکان پر آ گیا اور بعد تناؤں طعام وقت معمول پر کچھ ہی جلال پور میں گیا اور دن بھر کام متعلقہ انجام دیا لیکن نہایت بلال و تگدر کے ساتھ کہ جس کا تحریر کرنا اس موقع پر ممکن نہیں اور جب شام کو بعد فراغت کار میں مکان پر آیا تو اس وقت ملک مصطفیٰ حسین کے مسودے کے مطابق منشی فضل حسین نے یادداشت میری موقوفی کی صاف کی جو میرے پاس ۵۰ بجے آئی جس کا مفہوم یہ تھا کہ تعلقہ جلال پور کی آمدنی قلیل اور مصارف کثیر ہیں اور وہ ہرگز متحمل سو روپیہ ماہوار کی نائیب کی تنخواہ کا نہیں ہو سکتا۔ لہذا عہدہ نائیب تخفیف کیا جاتا ہے اور میں اپنی ذات خاص سے کام تعلقہ کا انجام دوں گا جس وقت یہ یادداشت میرے پاس آئی تو میں نہایت خوش ہوا اور بالکل مجھ کو طال نہیں ہوا اور تین مہینہ کی پریشانی و کشاکش سے نجات ہوئی کہ شخص ناقدرداں کی صحبت سے ہر آئینہ علاحدگی اولیٰ ہے کیوں کہ دوست ناداں سے ہمیشہ احتمالات ضرور متصور ہیں۔

۲۸ جون ۱۸۸۷ء - سات برس دو مہینے ۲۷ یوم میں نے کام تعلقہ جلال پور کا کمال عزت و حرمت کے ساتھ انجام دیا اور جملہ ملازمین تعلقہ کو اپنی حکمت عملی سے راضی و خوش رکھا اور اپنی مستعدی و خیر خواہی سے بہت جدید علاقہ پیدا کر دیا کیوں کہ جب میں نے اپریل ۱۸۸۰ء میں تعلقہ جلال پور کا انتظام شروع کیا تھا تو اس کی سال کی نکاسی خام اڑتالیس ہزار کی تھی اور بابت ۱۲۹۴ فصلی (۱۸۸۷ء) اس کی نکاسی اٹھتر ہزار کی ہے تو اپنی سات برس کی کارکردگی سے تیس ہزار سالانہ کامنافع بڑھا۔ اس کے تفصیل کارکردگی دی گئی ہے جو یہاں حذف کی گئی۔ ہاشمی) آج صبح میں منشی فضل حسین کے پاس بموجودگی منشی ظہور الحسن وغیرہ کے گیا۔ مجھے دیکھ کر متعجب ہوئے۔ میں نے کہا کہ کوئی محل استعجاب نہیں ہے۔ میں صرف اس غرض سے آیا ہوں کہ چند باتیں مصلحت وقت کہوں۔ اول میں اپنی برخاستگی سے ناراض نہیں ہوں بلکہ شکر گزار ہوں کہ آپ نے عہد ملازمت میں وہی میرا اعزاز اور وقار قائم رکھا جس کا حق مجھ کو آپ سے حاصل تھا۔ دوسرے میری علیحدگی کے بعد اکثر آپ کے ملازم میرے اور آپ کے درمیان میں بچیدگیاں پیدا کریں گے تو اس سے ناختم موجب طلال کا پیدا ہوگا۔ اس وجہ سے میرے نزدیک مناسب ہے کہ جب کوئی تمنا بات آپ میری جانب سے سنیں تو اولاً آپ مجھے بلا کر اس کی کیفیت دریافت کر لیں اور اگر جواب شافی دیا جائے تو اس پر اطمینان حاصل کیا جاوے جو تدارک مناسب وقت ہو اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ تیسرے اگر کوئی مقدمہ نازک تعلقہ میں پیش ہو اور اس کی صلاح و مشورت کی بابت کوئی ضرورت داعی ہو اور میرے امکان میں اس کا سلجھانا ممکن ہو تو مجھے آپ فوراً طلب کر کے کیفیت واقعی

بیان کریں تو میں حتی الامکان اس پیچیدگی کو سلجھانے میں اسی طور سے کوشش کروں گا جیسا کہ بحالت ملازمت کرتا تھا۔ بہر حال مجھ کو اپنا خیر طلب مثل سابق کے تصور کرنا چاہیے۔ میں کوئی دقیقہ آپ کی بہبودی کا حتی الامکان کسی حالت میں فریاد گزارا نہ کروں گا۔

اہل خانہ منشی فضل حسین: ۹ اگست ۱۸۸۷ء۔ والدہ الطاف رسول ر اہل خانہ منشی فضل حسین

کو بیاعت ضعف و افراب اٹھنا بیٹھنا محال ہے اور بدو نامدرد دوسرے کے چونکا پرکھی نہیں بیٹھ سکتی ہیں۔ شاید زمانہ ان کی مفارقت دائمی کا قریب ہے۔ مجھے کمال افسوس ہے۔۔۔۔۔ مریضہ نے جب میری علاج دگی کا حال کسی دن کے بعد سنا تو افسوس کے بعد کہا کہ جہاں اور کچھن برائی کے پیدا ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ اور اگر اچانک میں کوئی دن واسطے عیادت کے نہیں جاتا ہوں تو بوسکایت معمول کے یہ کہتی ہیں کہ تم کو میں اپنے بھائی حقیقی سے کم نہیں جانتی ہوں اور جب تک تم نہیں آتے ہو تو میں منتظر رہتی ہوں اور جس وقت جاتا ہوں تو کل سرگزشت اپنی شب و روز کی مجھ سے بیان کر دیتی ہیں اور کسی بیمار دار سے بات بھی نہیں کرتیں۔

۲۰ اگست ۱۸۸۷ء۔ آج ایک بجے دن کو مسماۃ نجیبا اہل خانہ منشی فضل حسین نے عارضہ دق میں بہ عمر

۲۵ سال انتقال کیا۔ بوقت انتقال شدت سے بارش ہوئی تھی اور بمشکل لاش مکان بیرونی سے گھر میں آئی بنام کو بھینرو و تکفین سے فراغت ہوئی۔ مرحومہ نے تین لڑکے یادگار چھوڑے۔ ان میں سے الطاف رسول کی شادی ہو گئی ہے۔ میں نے طعام تقریب بھیجا جا یا۔ ملک مصطفیٰ حسن ہارج ہوئے۔ لیکن منشی فضل حسین و منشی شمس الدین صاحب منظور کیا۔ رات کو بھی بھیجیں پندرہ روپے منا ہوئے۔ مرحومہ کے مزاج میں متانت زیادہ تھی اور اپنے شوہر سے مقل مند تھیں۔

۲۲ اگست ۱۸۸۷ء۔ اس وجہ سے اہل قصبہ ہذا کو از حد سکایت ہے کہ جب اہل خانہ منشی فضل حسین

کی لاش واسطے دفن قبرستان عمر برہ کو جاتی تھی سب لوگ تو پیادہ پاگئے۔ لیکن منشی صاحب کبھی پر سوار ہو کر واسطے دفن کے تشریف لے گئے جس سے سب لوگ خندہ زنی کرتے تھے۔ دوسرے آج جب لوگ بہ تقریب سیوم مرحومہ کے آئے تو حضرت شریک سیوم نہ تھے۔ دوسرے کمرہ میں حلقہ طوائفان میں بیٹھے تھے۔ جو اشخاص محرز واسطے ادائے تعزیت اعلیٰ حضرت کے پاس گئے تو ایسے جلسہ کی شرکت سے ان کو کمال ندامت و تاسف ہوا۔

والدہ فضل حسین: ۱۸ ستمبر ۱۸۸۷ء۔ جس تاریخ سے اہل خانہ منشی فضل حسین نے انتقال کیا میں جنا

خالہ صاحبہ (والدہ فضل حسین) کے پاس واسطے سلام کے نہیں گیا۔ آج ایک مہینہ کے بعد باصرار انھوں نے طلب فرمایا اور کمال لطف سے پیش آئیں۔ وہ مثل اپنے فرزند کے مجھ سے محبت رکھتی ہیں۔ جس وقت میں گیا۔

بہت روئیں اور فرمایا کہ میری حیات میں اپنی آمد و شد ترک نہ کرو جس کو بخوشی میں نے منظور کیا۔

ایک افیونی: ۱۸ دسمبر ۱۸۸۷ء۔ محمد حسین عرف چھوٹن ساکن درگاہ بہمن ۷ سال فوت ہوئے اور کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ اپنی معہ خانہ سکونت بیچ کھائی۔ افیون کا استعمال زیادہ تھا۔ ایک مرتبہ عطاری گئی کان کی تھی اور کل اشیائیں بچائے بیچنے کے خود ہی چکھ گئے تھے۔

کچھ اپنا حال: ۳۱ دسمبر ۱۸۸۷ء۔ ابتداء میری جائیداد آبائی و موروثی کچھ نہ تھی حتیٰ کہ مکان سکونت بھی مشترک تھا جس میں چند اعزاکے گھروں سے کھر کیاں تھیں۔ اس سے مکان غیر محفوظ اور موجب تکلیف کا تصور تھا۔ ابتداء میری ملازمت مدرسہ سندیلہ میں ہوئی اور اسی وقت سے مجھے شوق حصول ریاست کا پیدا ہوا اور میں نے معاملات بہمن و بیچ کرنا شروع کیے۔ اولاً ۱۲ مارچ ۱۸۸۶ء کو ایک قطعہ اراضی زرعی موسومہ کسہا، تعدادی ۵ بیگہ واقع موضع مخدوم پورہ مملوکہ میر احمد بخش صاحب مرحوم مخدوم زادہ درگاہ مبلغ ۱۵ روپے پر بہمن رکھا جس کا حاصلات مبلغ چار روپیہ سالانہ تھا۔ اس کے بعد جوں جوں میری تنخواہ میں ترقی ہوتی گئی میں ریاست پیدا کرنا گیا اور اس کے حصول میں بیاعت کمی نہ کر کے اپنے اوپر بہت تکلیف گزارا کی لیکن شوق کو کسی نہج سے کم نہیں کیا اور اس بات کا ہمیشہ خیال ملحوظ خاطر رکھا کہ اس قدر جائیداد غیر منقولہ پیدا کر لینا چاہیے کہ بوقت بیکاری معین اپنے مصارف روزینہ کی ہو سکے اور قیام سندیلہ بحالت بیکاری مجبوراً ترک نہ کرنا پڑے۔ ہزار ہزار شکر پروردگار عالم کا کہ اس نے اپنے فضل سے میرے ان خیالات کو پورا کیا اور بقدر میرے صرفت کے جائیداد غیر منقولہ مجھے حاصل ہوئی جس سے ایام بیکاری بہ آسانی بسر ہو رہے ہیں۔ میں نہایت مناسب تصور کرتا ہوں کہ جس قدر جائیداد غیر منقولہ علاوہ زر نقد اور زیور جو اس وقت میرے قبضہ میں ہے حوالہ رقم کروں اور جس قدر متمتع منافع زر تمسکی سے حاصل ہوتا ہے اس کی بھی لکھوں تاکہ میرے جانشینان کو معلوم ہو کہ ہر گز میرے نے اکیس سال کی مدت میں کس قدر ترقی کی جس سے اکثر رؤسائے قصبہ ہذا وغیرہ خوش روزگار کو باعث حسد تصور ہے۔ دس پندرہ برس قبل جائیداد غیر منقولہ کی اتنی قدر نہ تھی جیسی کہ اس وقت ہے اسی وجہ سے اس زمانہ میں بہت کم قیمت پر حاصل ہوئی۔ اگر وہ زمانہ حال بہ نرخ بازار فروخت کی جائے تو محل شک کا نہیں ہو سکتا کہ دو چند قیمت اس کی ملے۔ میزان جملہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ۔ چالیس ہزار پانچ سو ترسٹھ روپے سات آنہ چار پائی۔ (اس کے بعد اس آمدنی کی تشریح دو صفحات میں لکھی ہے۔ ہاشمی)

نو لکشور کو خط: ۲۵ جنوری ۱۸۸۸ء۔ میں نے جو خط مبارک باد حصول خطاب منشی نو لکشور مالک

اودھ اخبار، محررہ ۱۳ جنوری ۱۸۸۸ء کو بھیجا تھا وہ اودھ اخبار ۲۲ جنوری ۱۸۸۸ء نمبر ۱۳۹ میں طبع ہوا ہے
متعلق چاچا پات و باغ: ۲ فروری ۱۸۸۸ء۔ کوکل یکم فروری کے اودھ اخبار میں بعنوان 'بہرہ ری'
 میرے لٹویں بتانے اور باغ لگانے موضع 'پرکا پور' کا نہایت عمدہ مضمون جو مولوی حفیظ اللہ خاں صاحب
 مدرس سندیلہ نے شائع کرایا ہے وہ قابلِ تعریف ہے۔

۱۲ فروری ۱۸۸۸ء۔ اخبار 'خیر خواہ عالم' دہلی محررہ ۸ فروری ۱۸۸۸ء اور اخبار 'دبیر سکندری'،
 رام پور محررہ ۶ فروری ۱۸۸۸ء میں میرے باغ و کنواں واقع موضع پرکا پور کی بہت تعریف لکھی ہے میں
 نے یہ دونوں چیزیں محض واسطے رفاہ عام کے بنوائی ہیں۔

فال: ۱۴ فروری ۱۸۸۸ء۔ آج میں نے فال اپنی بیہودی کی کتاب سکندر نامہ میں دیکھی جس کا جواب
 نکلا۔ شعر مبارک بود فال بر رخ زدن نہ بر رخ زدن بلکہ شدہ رخ زدن
خواب خوش: ۱۵ مارچ ۱۸۸۸ء۔ صبح کے وقت خواب دیکھا کہ نازنین اہل فرنگ نازک اندام
 کرہ نفیس میں بہ التفات مجھ سے پیش آئیں اور اپنے دونوں رخساروں پر بخوشی بوسے دیے۔ یہ خواب ایسا
 ہے کہ کبھی مجھے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا لیکن حصول کامرانی اور دولت اس کی تعبیر ہے۔

شہزادہ کی آتش بازی: ۲۷ اپریل ۱۸۸۸ء۔ چونکہ بر خور داران ارتضیٰ علی و مرتضیٰ علی اس
 مرتبہ ہر دوئی سے نہیں آئے (جہاں وہ زیر تعلیم تھے۔ ہاشمی) لہذا میرے یہاں تقریب شہزادہ میں سناٹا رہا۔
 کھوڑی آتش بازی میں نے نور دیدہ منتظم حسین (پوتا) کو منگادی تھی جو محل سرا میں چھوڑی گئی ورنہ
 چند روپوں کی آتش بازی چھوڑی جاتی تھی۔

شادی جنگ بھادس: یکم مئی ۱۸۸۸ء۔ آج شب کو جلسہ شادی کنور جنگ بھادس خلیفہ راجہ
 درگا پرشاد صاحب تعلقہ دارسرون بڑا گاؤں میں شریک ہوا۔ افضل حسین کشمیری لکھنؤ کے ناچ میں جو بیالیس روپیہ
 یومیہ علاوہ خرچ خوراک و کرایہ ریل آمد و شد کے لکھنؤ سے آیا تھا میں چند گھنٹے تک بوفور عنایت راجہ صاحب
 شریک رہا اور مبلغ دو روپے نیو تہ دے کر نصف شب کو مکان پر واپس آیا۔ راجہ صاحب نہایت صاحبِ حوصلہ ہیں
 اگرچہ علاقہ کورٹ ہوئے حسب خواہش خود اس تقریب میں صبر نہ کر سکے لیکن تاہم فرض و دام سے بہت کچھ عالی ہمتی کو دخل دیا۔
'مونس غم گسار': ۲۷ مئی ۱۸۸۸ء۔ کل سے میں کتاب 'مونس غم گسار' مرسلہ بر خور دار سید حافظ علی
 معائنہ کرتا ہوں۔ واقعی انھوں نے اس کا ترجمہ انگریزی سے اردو میں اچھا کیا، قصہ دلچسپ ہے جسکو شاید بر خور دار

موصوف عنقریب طبع کرا دیں گے۔ یہ کتاب ۱۸۸۹ء میں لکھنؤ میں طبع ہوئی۔ میرے پاس موجود ہے۔ ہاشمی

دوا نبہ: ۷ جولائی ۱۸۸۸ء۔ مسماۃ.... منکوچہ چودھری محمد رؤف نے ایک دو انہ براہ مذاق مجھے بھیجا جس کے معاوضے میں میں نے ۳۰ انہ بخشی اور ۳ عدد قلمی بھیجے جسکو شازا ایہا بکمال تہ تبرک قبول کیے اور کر یہ کہلا بھیجا۔

شیخ رعایت حسین: ۷ جولائی ۱۸۸۸ء۔ اس حالت انقلاب میں جب کہ زمانہ میرے موافق نہیں ہے شیخ رعایت حسین وکیل ہردوئی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے بر خور داران ارضی علی و مرقضی علی اور ان کے ہم راہیوں کو باعث نہ ملنے مکان کے ۲ جولائی سے آج تک اپنے مکان پر رکھا اور ان کے خورد و نوش کا بار اپنے ذمہ لیا اور ہر طرح سے تلاش مکان میں مدد کافی دی۔ واقعی میں وکیل صاحب اس زمانہ میں بے نظیر ہیں اور میرے ساتھ ان کا برتاؤ ۲۳ سال سے بحالت مساوی چلا آتا ہے۔

۸ جولائی ۱۸۸۸ء مکان پختہ رام سرن مستری ہردوئی بغرض قیام بر خور داران ارضی علی و مرقضی علی تین روپیہ کرایہ ماہوار پر لیا گیا اور اس پر چھپرہ وغیرہ ڈلو کر آج وزیر علی داروغہ شام کی ریل میں ہردوئی سے واپس آیا قیام لڑکوں کا آج سے اس میں ہوا۔ دو مہینہ کا کرایہ پیشگی ادا کیا گیا اور چھ سات روپے جو تیاری چھپرہ میں صرف ہوئے وہ اس کے علاوہ ہیں۔ مگر شکر ہے کہ لڑکیوں کو بغرض قیام مکان تو مل گیا۔

توقیر ذاتی: ۱۹ جولائی ۱۸۸۸ء۔ آج کل چودھری محمد عظیم صاحب چودھری نصرت علی صاحب میرا اعزاز کمال کرتے ہیں اور بہت محبت و تپاک سے آتے ہیں اور جو تحریر میرے نام بھیجتے ہیں وہ ایسی عزت و وقعت کی ہوتی ہے جس سے دوسروں کو تحیر ہوتا ہے۔ میں بہر حال شکر پروردگار ادا کرتا ہوں کہ خداوند کریم تازیت میری عزت اور آبرو ایسی ہی قائم رکھے اور ترقی مدارج فرمائے۔

ایک تجربہ: ۲۳ اگست ۱۸۸۸ء۔ تجربہ سے ظاہر ہوا کہ دھبہ ہائے ذیل اشیاءے مندرجہ تحت سے اگر دھوئے جائیں تو معدوم ہو جاتے ہیں۔ اگر گھی کا دھبہ پڑ جائے تو سچی سے جانا رہتا ہے۔ تیل کا دودھ سے، روشنائی کا دہی سے اور پان کی پیک کا شکر سے۔

خالہ خود: ۲۵ ستمبر ۱۸۸۸ء۔ اگر چہ ماں کو اپنے فرزند سے جس قدر محبت ہوتی ہے اس قدر دوسرے سے چاہے جیسا کہ وہ عزیز قریب ہو، ممکن نہیں ہے لیکن جناب خالہ صاحبہ والدہ سید فضل حسین کی ہمدردی کا میں لہ مولوی صاحب کے یہ دونوں بیٹے ہردوئی میں پڑھتے تھے۔ پہلے فضل حسین تعلقہ دار کے ایک مکان میں رہتے تھے لیکن منظر علی سے ناچاقی کے باعث اب انھوں نے اپنا مکان لڑکوں سے خالی کر لیا تھا۔ ہاشمی

شکر یہ ادا نہیں کر سکتا ہوں کہ وہ مجھے اپنے فرزند سے کسی حال میں کم نہیں چاہتیں اور یہ اُلفت ان کی انتہا درجہ کی ہے کہ جب سید فضل حسین نے بلا وجہ مجھ پر ضلع 'کھیری' میں دعوا دائر کیا تو جناب مقدسہ کو اس سے از بس رنج و ملال ہوا اور اسی حالت میں انھوں نے درگاہ ایزدی میں دعا مانگی کہ جس وقت مقدمہ میں منظرہ علی کو کامیابی ہوگی تو مسجد میں نیاز کروں گی۔ جناح جب خبر میری کامیابی کی جناب مقدسہ نے سنی تو مسجد میں طاق بھر اور حافظ کرم احمد صاحب کے تعزیہ پر شربت وغیرہ محرم کی رات کو چڑھایا۔ یہ نظیر ایسی صاف ہے کہ اس سے ان کی محبت اور جوش مادری کا ثبوت کامل ہوتا ہے اور چونکہ جناب مقدسہ ہمیشہ میری نیک روشی چال چلن اور اطاعت سے خوش تھیں اور میں اس وجہ سے وہ تمام تر اپنے فرزند کو میرے مقابلہ میں ملزم اور خطا دار جانتی ہیں اور کسی قسم کا کوئی شک میری نسبت ان کو نہیں ہے۔ بجز اللہ کہ ایسی پاک طینت اور منصف مزاج عورتیں کبھی دنیا میں ہیں۔ ایسی حالت میں جس قدر شکر یہ جناب مقدسہ کا ادا کیا جائے کم ہے جن کو اپنے فرزند اکلوتے کے مقابلہ میں مجھ سے کہیں زیادہ محبت ہے۔ یہ محض تائید ایزدی ہے ورنہ اس قسم کی محبت اور ہمدردی اس زمانہ میں ناپید ہے۔

بیٹوں کی تعلیم: ۲۰ ستمبر ۱۸۸۸ء - آج بر خود داران مجتبیٰ علی و ارتضیٰ علی و مرتضیٰ علی کو گیارہ بجے دن کی ریل میں لکھنؤ بھیجا کہ مدرسہ جوہلی میں انگریزی پڑھیں اور مکان مشک گنج مملو کہ مشیر الزماں میں جو مدرسہ سے قریب ہے قیام رکھیں اور علاوہ مصارف پارچہ و جوتا و خرید کتب وغیرہ مبلغ ۳۵ روپے ماہواری ان کے صرفہ خورد و نوش کے واسطے بشمول صرفہ بر خود دار مصطفیٰ علی (جو کینگ کالج میں لالیکچر سنتے ہیں) مقرر کر دیے۔ چونکہ چاروں بھائی ایک ہی مقام پر رہیں گے غالباً خرچ میں کفایت ہو۔۔۔ اللہ تعالیٰ حصول علم سے ان کو فیض یاب کرے۔ اگرچہ میں ایک سال زائد سے بیکار ہوں لیکن تعلیم اطفال کے واسطے مجھے صرفت کرنے میں ہرگز کوئی دریغ نہیں۔ آئندہ ان کا مقدمہ بر خود دار مصطفیٰ علی کی ترک ملازمت اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹی ضلع ہردوئی سے مجھے اب تک تا سفا ہے۔

کیونکہ جو شخص ان کی جگہ مقرر ہوا ہے وہ اس نوکری پر مستقل ہو گیا اور چالیس روپے ماہواری پاتا ہے۔ معلوم نہیں کہ اب ان کا مقدمہ کب یاوری کرتا ہے۔ تجربہ ہے کہ از خود روزگار چھوڑنے سے بمشکل روزی ملتی ہے۔

کھنکھجورا: ۲۴ اکتوبر ۱۸۸۸ء - دو بجے رات میں سو رہا تھا۔ ایک کھنکھجورے نے میری بائیں پنڈلی میں ایسا کاٹا کہ خواب مفقود اور سوزش سے پریشان ہو گیا۔ وہ موذی اسی وقت مارا گیا جو رصفائی میں لپٹا تھا۔ یہ پہلا مرتبہ ہے کہ مجھے اس سے ضرر پہنچا۔ اس کی سوزش مساوی نیش بھڑکی ہوتی ہے۔ مقام ماؤن پر استعمال عرق پیاز سے افاقہ ہوا جو اس کا مجرب علاج ہے۔

ہردل عزیز: ۱۰ اکتوبر ۱۸۸۸ء۔ آج کل منشی فضل حسین کسی کو نوکر رکھتے ہیں تو اولاً اس سے اقرار لیتے ہیں کہ منظر علی (یعنی راقم) کے مکان پر نہ جانا اور نہ اس سے کوئی تعلق رکھنا یا ملاقات کرنا۔ ان کا یہ ظن غالب ہے کہ ان کے ملازمین موقوف شدہ اعلانیہ اور اکثر خفیہ مجھ سے رسم رکھتے ہیں اور میرے خیر خواہ ہیں اور عموماً کل باشندگان سندیلہ کی نسبت انھیں خیال میری ہمدردی کا ہے اور تعجب کرتے ہیں کہ یہ مرتبہ باوصف تعلقہ دار ہونے کے مجھے کیوں حاصل نہیں ہے۔ یہ خیالات منشی صاحب بجائے خود درست نہیں ہیں۔ یہ بات صرف تعلقہ دار یا صاحب دولت ہونے سے حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ میدنگ ہی دوسرا ہے جو ہر شخص کو سرسری طور سے نصیب نہیں ہو سکتا تا وقتیکہ اپنے نفس پر اس قدر قابو نہ ہو کہ لوگوں سے یہ لحاظ ان کی منزلت و مرتبہ حال کے پیش آنا۔ ان کے مقاصد متوجہ ہو کر سننا اور انجام مرام میں دیر نہ کرنا۔ اس کے حق میں بوقت موقع کلمہ خیر لانا۔ بوقت استفسار ان کو صلاح نیک دینا کسی حاجت مند کو بہ ترش روی جواب نہ دینا اور خاص خاص حالتوں میں ان کی درد مندی کرنا۔ اکثر موقع پر ضبط و تحمل کو روا رکھنا۔ دشمن کے ساتھ حتی الامکان دوستی کا برتاؤ کرنا اور جب عاجز و معذور ہو تو انتقام نہ لینا۔ بعض محل پر مصلحتاً اپنا نقصان جائز رکھنا۔ ہر ایک سے بلا کسی قید کے باخلاق و محبت پیش آنا۔ نیک نیتی و خوش چلنی اختیار کرنا۔ ایٹھے وعدہ میں کوشش کرنا۔ غلط بیانی سے اجتراز کرنا۔ امور معاملاتی میں لغویت کو راہ نہ دینا۔ سوچ سمجھ کر بات کہنا۔ بلا وجہ کسی کی غیبت یا ہجو نہ کرنا۔ دشمنوں کے گھٹانے میں توجہ بلیغ رکھنا۔ اپنے اختیار و اقتدار پر مغرور نہ ہونا۔ مسلک صلح کل اختیار کرنا۔ جب یہ باتیں اختیار کی جائیں تو اس وقت مرتبہ ہردل عزیز حاصل ہو سکتا ہے۔ اگرچہ ان سب پر میں ہنوز قادر نہیں ہوں لیکن کوشش کرتا ہوں کہ اپنے نفس کو اس جانب راغب کر سکوں۔

مفید الحدالت: یکم نومبر ۱۸۸۸ء۔ آج ایک کتاب قانون فوجداری موسومہ 'مفید الحدالت' مولفہ منشی غلام حیدر خاں صاحب جاسی، سب حج ضلع سلطان پور جس میں علاوہ نظائر مجموعہ تعزیرات ہندو ضابطہ فوجداری وغیرہ بھی شامل ہیں اور کارروائی عدالتی کو اس سے بہت مدد مل سکتی ہے مطبع نو لکھنؤ سے منگائی قیمت دو روپے خرچہ آٹھ آنے۔ جہاں تک بادی النظر میں دیکھا گیا یہ کتاب کارروائی عدالت کے لیے بہت مفید ہے جس کی روزمرہ احتیاج رہتی ہے۔ علاوہ حوض کے ضروری قانون حاشیہ پر درج ہیں۔

حجتی علی: ۲۸ نومبر ۱۸۸۸ء طبیعت بخوردار مجتبیٰ علی کو ہنوز عارضہ لاحقہ بول فی الفرائض سے افاقہ نہیں ہے۔ ہر چند معالجہ میں زور کثیر صرف کیا گیا اور ہورہا ہے لیکن ہنوز روز اول ہے۔ اب حکیم حیدر علی

صاحب لکھنؤ نے تجویز کیا ہے کہ اگر پندرہ روپے نقد دیے جائیں تو ایک چہارم نسخہ کا دو ضما د کا تیار کر دیا جاوے تو اس کے استعمال سے بالفرد فائدہ ہوگا اور یہ نسخہ مجرب ہے جس کے استعمال سے ایک شاہزادے کو نفع مرتبہ حاصل ہوا تھا۔ چنانچہ میں نے برخوردار موصوف کو پندرہ روپے دیے اور ہدایت کی کہ لکھنؤ جا کر نسخہ تیار کرادیں اور استعمال کریں شافی مطلق اس نسخہ سے شفا کامل عطا کرے۔ چونکہ لڑکا نہایت سعید نیک بخت مطیع و ہر دل عزیز ہے اس وجہ سے میری طبیعت کو اس سے زیادہ اُس ہے اور عموماً کل اہل محلہ اس سے ازیں محبت رکھتے ہیں۔

ایک سال: ۲۱ دسمبر ۱۸۸۸ء۔ آج گلاب شاہ رمال ساکن پاک پٹن و جباروب کش درگاہ حضرت شیخ فریدنگر گنج قدس اللہ سرہ ملک پنجاب میری ملاقات کو آئے اور بعد بنانے زانچہ کے مجھ سے کہا کہ تمہارا مقصد یاور ہے۔ تاہذا زیت خوش حالی سے بسر کرو گے اور مدت دو مہینہ میں تمہاری بہبودی حسب خواہش ہوگی اور تمہارا چھوٹا لڑکا ترضی علی بہت بڑا خوش نصیب ہوگا اور تمہارے اعزاز و ثروت سے اس کا مرتبہ بلند ہوگا۔ لہذا یہ مضمون بطور آزمائش حوالہ قلم کرتا ہوں کہ ان احکام کا کہاں تک ظہور ہوتا ہے لیکن جو حالات گذشتہ رمال صاحب نے میری اور دوسروں کی نسبت بیان کیے وہ سب صحیح معلوم ہوتے ہیں۔

خواب خوش: ۲۰ جنوری ۱۸۸۹ء۔ آج کئی روز سے بہ شب خواب ہائے خوش نظر آتے ہیں۔ دو روز سے تو اپنے کو بمقام بلند اور گھڑے پر سوار دیکھا اور آج صبح ہاتھی عماری دار پر سوار اور ہمراہی میں بہت سا مجمع اور جلوس نظر آیا۔ دیکھیے کہ اس کا ظہور کب ہوتا ہے۔ میں اپنی عقیدت سے لکھتا ہوں کہ میرے خوابوں کا ظہور کبھی دیر کبھی جلد ضرور ہوتا ہے جس کے امتحانات اور تجربے متواتر ہو چکے ہیں اور ہوتے جلتے ہیں لیکن ابھی تک یہ امر امکان طلب ہے کہ کس موسم و تاریخ و دن کا خواب سریع الظہور اور بطی الظہور ہوتا ہے۔

اشراۃ: ۱۸ مارچ ۱۸۸۹ء۔ جو عرضی بندگان خدا کی طرف سے بے شکایت منشی مقبول احمد تحصیلدار سندھ بذریعہ صاحب کشر بحضور صاحب ضلع ہردوئی پیش ہوئی اس کی نسبت صاحب ضلع کو فضل حین اور ان کے مختار محمد یحییٰ پر شک ہوا۔ لہذا صاحب بہادر نے بعد اظہار ناراضگی محمد یحییٰ کو عرض نویسی تحصیل سندھ سے برخواست کر دیا۔ یہ عجیب کارروائی ہوئی کہ بندہ خدا کی عرضی اور معزولی محمد یحییٰ میں جہاں تک خیال کرتا ہوں تو یہ نتیجہ محمد یحییٰ کے اس ظلم کا ہے جو انھوں نے حافظ باسط علی واجب الرحم کو ۱۰ مارچ سن الیہ کو صدر مہنچایا اور اس ظلم و ستم رسیدہ نے آہ سرد کھینچ کر اور سنگ شکیبائی اپنے سینہ بے کینہ پر خواہاں داد رسی اپنے منتقم

لے یہ بات بعد میں صحیح ثابت ہوئی۔ ترضی علی صاحب ریاست بھوپال میں حج ہانی کورٹ ہو گئے تھے۔ ہاشمی

حقیقی سے ہوا جو استاد عافور مستجاب ہوئی جس کی تصدیق اس شعر سے ہوتی ہے۔

بترس از آہ منطلوماں کہ نگام ادعا کردن اجابت از در حق بہر استقبال می آید

وصیت نامہ: ۵ مئی ۱۸۸۹ء - آج میں نے ایک وصیت نامہ بنام اپنے جانشین کے تحریر کیا کہ بعد میرے اسی کے بموجب عمل درآمد ہونا چاہیے اور جو وصیت نامہ میں نے ۷ جولائی ۱۸۷۹ء کو تحریر کیا وہ قابل نفاذ نہیں رہا۔ وصیت نامہ بنام میری اہل خانہ مسماۃ شمس النساء ہے جو بعد میرے مالک جائیداد ہوں گی۔

شجرہ خود: ۱۲ مئی ۱۸۸۹ء - شجرہ مندرجہ ذیل سے راقم کی سولہویں پشت مخدوم سید علاء الدین قدس اللہ سرہ العزیز سے ہے۔ آپ ہی کے صرف ذائق کے لیے موضع مخدوم پورہ معاف ہوا تھا جب سے اسی حالت میں چلا آتا ہے۔ پشت نامہ:

”سید مظہر علی بن سید مظفر علی بن مولوی سید انجمن (عرف میر جیون) بن سید محمد بخش بن سید محمد اسلم بن سید محبوب عالم بن مولوی سید موسیٰ بن سید ابوالمعالی بن سید عبدالحی بن سید بندگی شیخ حسن بن سید احمد بن سید لاڈ بن سید مہٹن بن سید سجن بن سید مجیر الدین بن مولوی سید علاء الدین قدس اللہ سرہ العزیز“

مجتبیٰ علی پسر خود: ۲۹ مئی ۱۸۸۹ء - آج بر خوردار مجتبیٰ علی نے اپنے ہم سنوں کو روزہ کھلوا یا۔ انطاری بہت تیار ہوئی تھی۔ اس لڑکے کے مزاج میں صلاحیت اخلاق عامہ ہے۔ کل ہمن اس سے محبت رکھتے ہیں اور سلسلہ آمد و شد جاری رہتا ہے اور ان کے وسعت اخلاق سے کوئی ناخوش نہیں جاتا۔ علاوہ بریں اہل محلہ کے تمام مرد و زن ان کی روش و چلن کا اعتبار کرتے ہیں اور بدرجہ غایت رضامند ہیں۔ خدا نصیب و کرے۔ یہ مرتبہ ہر دل عزیز کا بر خوردار مصطفیٰ علی کو حاصل نہیں ہے۔

مجسٹریٹ ڈر جہ: ۳۰ جون ۱۸۸۹ء - آج ڈاکٹر سکرپٹی گورنمنٹ محکمہ ۸ جون ۱۸۸۹ء نمبری ۱۲۶۱ بدیں مضمون موصوں ہوا کہ راقم اور راجہ درگا پور صاحب تعلقہ دار کو اختیارات مجسٹریٹ ڈر جہ دوم اندر حد و میونسپل سٹیٹوٹا ہونے بدریافت اس حال کے شکر خدا بجالایا کہ اس نے اپنے حبیب کے طفیل سے مجھنا قابل کو ایسے اختیارات جس کی بڑے بڑے لوگ تمنا رکھتے ہیں عطا فرمائے اور میرے ہم چشموں میں مجھے تفاخر بخشا یہ نتیجہ کرنل پچر صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی کی عنایت کا ہے۔ آج حاسروں کو میرے اس حصول اعزاز سے نہایت درجہ قلق اور ملال ہوا۔

چند کتب: ۳ جولائی ۱۸۸۹ء - آج کتاب ”مطلع العلم و مجمع الفنون“ و سرکرات صاحب جوڈیشل

من ابتداء ۱۸۶۲ء لغایت ۱۸۷۱ء و نظائر قانون فوجداری بابت ۱۸۷۸ء مطبع نو لکھنؤ و نظائر ہند
الہ آباد سے جن کی قیمت حسب ذیل ادا کی گئی منگائے۔ 'مطلع العلیم و مجمع الفنون' یک جلد۔ ڈھائی روپے
سرکرات سیوار روپے۔ نظائر سیوار روپے محصول وغیرہ۔ بارہ آنے۔ جملہ پانچ روپے بارہ آنے۔

عید الضحیٰ: ۸ اگست مطابق ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ۔ آج بہ تقریب عید الضحیٰ میرے مکان پر باشندگان
سزیدہ کا مجمع کثیر رہا اور مجھے اپنے عنایات و اشفاق سے مشکور کیا۔ مبلغ گیارہ روپے سوا تیرہ آنے العام وغیرہ
میں صرف ہوئے اور میں اس بات کا نہایت شکر گزار ہوں کہ باوجودیکہ میں نہایت ناچیز و کم سرمایہ آدمی ہوں
لیکن روسا قصبہ نہایت نگاہ و فحش سے دیکھتے ہیں اور میرا عزاز کرتے ہیں پروردگار عالم تاجیا میری عزت اور وقعت برقرار قائم رکھے!
۱۰ اگست ۱۸۸۹ء۔ اورہ اخبار منشی نو لکھنؤ کی خریداری کے لیے بعض مبلغیں روپے
سالانہ میونسپل کمیٹی سے منظور ہوئے۔ لہذا آج زمرہ مذکورہ بذریعہ منی آرڈر بخیریت صاحب مطبع لکھنؤ
بھیجا گیا کہ ۱۲ اگست سن الیہ سے روزانہ پرچہ بھیجا کریں جو میرے نام سے آیا کرے گا۔

گھڑیاں: ۳۱ اگست ۱۸۸۹ء۔ آج چھ گھڑیاں دوکان فیور لو با کمپنی بمبئی سے اپنے
اور اپنے اجاب کے واسطے بہ قیمت ترانوے روپے منگائیں جس پر خرچہ حسب ذیل واجب ہوا۔
قیمت گھڑی۔ ۹۳ روپے محصول ڈاک و فیس منی آرڈر۔ دو روپے محصول اکڑائی۔ ایک روپیہ دو آنہ
آٹھ پائی۔ تفصیل خریداران گھڑی۔ راقم، راجہ درگا پرنسداد کنور نرنار بہادر صاحب تعلقہ دار (دو گھڑیاں)
چودھری جاوید علی صاحب، مولوی عبدالقادر صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر نواب گنج۔

۱۰ محرم ۱۳۰۰ھ: ۷ ستمبر ۱۸۸۹ء بخلاف معمول آج میں واسطے زیارت و دفن تعزیوں کے
کر بلا نہیں گیا۔ اول تو گرمی تھی دوسرے طبیعت بالکل متوجہ نہ ہونی تیسرے وفد کار قاضی عابد علی صاحب سے معلوم
ہوا کہ امسال قصبہ ہذا میں ۶۹ تعزیے رکھے گئے۔

تلفظ زبان انگریزی: ۸ اکتوبر ۱۸۸۹ء۔ میں کثرت کام میونسپل سے بہت عظیم فرصت
ہوں۔ حتیٰ کہ اگر تھوڑا سا وقت ضائع ہوتا ہے تو کمال افسوس معلوم ہوتا ہے۔ اور جس وقت کام سے
فرصت ملتی تو فوراً نوشتہ و خواندہ انگریزی میں مصروف ہو جاتا ہوں۔ شب کو میر حسین علی ماسٹر انگریزی
واسطے تعلیم انگریزی زبان کے بالمرہ آتے ہیں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ تلفظ انگریزی میں ایک مہینہ کی محنت
سے بہت کچھ ترقی حاصل ہوئی۔ اگرچہ یہی شغل رہا تو مجھے انگریزوں سے زبان انگریزی میں گفتگو کرنا

دستوار نہ ہوگا۔ خدا میری خواہش کی تکمیل کرے۔

قاضی ابوالحسن: ۶ نومبر ۱۸۸۹ء - آج قاضی ابوالحسن ولد قاضی اقتدار علی رجو میرے حقیقی خاندان بھائی ہیں اور میں ان کا ہر حالت میں ان کا دوست اور بہی خواہ رہا، میری عیادت کو آئے اور بہ رسم ظاہری خیریت دریافت کی۔ جب مفسدوں نے میرے اور منشی فضل حسین کے درمیان میں ملاں پیدا کر دیا اور میں تعلقہ جلال پور سے علیحدہ ہوا تو قاضی صاحب نے بھی میرے یہاں کی آمد و رفت و شرکت شادی وغیر ترک کر دی تھی۔ آج جنہیں معلوم کہ کیا دنیا گزرتے دیکھی جو انھوں نے ایسا ارادہ کیا۔

نقشہ ہندوستان: ۲۲ جنوری ۱۸۹۰ء - آج ایک نقشہ جس میں انگریزی فارسی ہندی میں نام شہر و قصبہ وغیرہ درج ہیں بہ قیمت ڈھائی روپے و بہ صرف تین آنہ تین پائی خرچہ محصول وغیرہ مطبع الہ آباد سے منگایا۔ یہ نقشہ عمدہ ہے، رنگ و روغن سے آراستہ و مرتب اور جس قدر ریلیں اس وقت تک جاری ہوئی ہیں ان سب کا سلسلہ اس میں موجود، اور اسی قسم کا ایک نقشہ راجہ کنور نرنند بہادر صاحب اور ایک منشی فہیم الزماں صاحب کو منگایا۔

گھوڑا کمیت: ۱۰ جنوری ۱۸۹۰ء - آج راقم اپنے گھوڑے کمیت پر اول مرتبہ سوار ہوا، اگرچہ چال درست نہیں ہے لیکن بہت شائستہ چالاک، مادہ قدم بازی اس میں موجود ہے۔ شاہ گام بہت تیزی سے چلتا ہے۔ ساتیس وغیرہ روڑے بغیر کے ساتھ نہیں پہنچ سکتے۔ اگرچہ کوئی چابک سوار اسے درست کریگا تو بہت خوش رفتار ہوگا۔

رشتہ پسو خود: ۲۱ جنوری ۱۸۹۰ء - آج خط مولوی نصیر الدین تعلقہ دار میر پور ضلع بارہ بنکی بحوالہ تحریر راقم مورخہ ۲ جنوری سن الیہ مقام لکھنؤ محلہ دنیا گاؤں سے بدیں مضمین موصول ہوا کہ بوجہ قربت قدیم نسبت بزخوردار سید مجتبیٰ علی اپنی لڑکی سے بدل منظور ہے اور بمقالہ رشتہ داری جدید کے رشتہ قدیم کو ترجیح ہے۔ چونکہ میرا قیام لکھنؤ میں رہتا ہے اس وجہ سے آپ ایک روز اگر مجھ سے ملاقات کریں جس کی اطلاع پیشتر سے دیں۔ چنانچہ بوصول تحریر ہذا کہا ہی اطمینان ہوا اور آج شام کی ریل میں منشی وزیر علی اپنے داروغہ خاص کو مدہ تھوڑی شیرینی کے بغرض استدراک خیریت تعلقہ دار صاحب لکھنؤ روانہ کیا۔

توصیفی سند: ۲۰ اپریل ۱۸۹۰ء - سی علی بہادر صاحب تحصیلدار سنیلہ و پریٹنٹ میونسپل سنیلہ نے وقت تحریر رپورٹ سال تمام میونسپل کے میری نسبت یہ لکھا کہ سی مظہر علی سکری میونسپل کام سکری کا شخص ملازم سے زیادہ مستعدی سے کرتا ہے۔ ایسا ایسا ان داروغہ معتبر شخص ممالک متحدہ میں کوئی نہ ہوگا۔ حکام ضلع کو ان کی کارروائیوں کی قدر کرنا چاہیے۔

حاجی وارث علی شاہ: ۵ مئی ۱۸۸۹ء۔ آج صبح کو حاجی وارث علی شاہ صاحب رئیس دیوانے بطیب خاطر خود مجھے یاد کیا۔ میں فوراً مکان عبدالعلی موسیٰ پور میں جا کر قمر بوس ہوا۔ شاہ صاحب نے خلاف عادت خود سرو قد میری تعظیم کی اور نہایت تپاک سے اپنے قریب مجھے بٹھلایا اور بعد دریافت خیریت و امور معمولی کے رخصت کیا۔ وجہ طلب میری سمجھ میں نہیں آئی۔ شاہ صاحب نہایت مکرم و محترم بزرگ ہیں۔ ہزار ہا مرد و زن بہہ بدیہہ، شہر بہ شہر آپ کے مرید ہیں۔ آپ سوائے مریدوں کے اور کسی سے ملاقات کم کرتے ہیں۔ یہ محض آپ کی توجہ و عنایت خاص ہے جو اس صورت سے راقم کو اعزاز بخشا۔

ٹھا کر کھرگ سنگھ: ۷ مئی ۱۸۹۰ء۔ آج صبح کو ٹھا کر کھرگ سنگھ ولد بھوپ سنگھ زمیندار موضع ہیا، بعارضہ چیش شفا خانہ سندیلہ میں فوت ہوئے۔ عمر ۵۲ سال تھی۔ ابھی بہت تندرست و توانا تھے۔ راقم سے از بس ربط تھا۔ جب کبھی سندیلہ آتے تو بدون میری ملاقات کے واپس نہیں جاتے تھے اور ان کو بھی مجھ سے از بس تقویت تھی۔ جب کل گاؤں سے سندیلہ آئے تھے تو میں نے ٹٹی شخص و دیگر سامان ضروری ان کی آسائش کے واسطے بھج دیا تھا۔ افسوس کہ دنیا کو مطلق ثبات نہیں۔ دم زدن میں کیا کیا ہو جاتا ہے۔

تعلقہ داس بھراؤن: ۲۰ مئی ۱۸۹۰ء۔ آج صبح کو راجہ مادھو سنگھ تعلقہ دار بھراؤن (تحصیل سندیلہ) میری ملاقات کو تشریف لائے اور قریباً دو گھنٹہ نشست رکھ کر ہر ایک امر متعلقہ ریاست مجھ سے مشورہ کرتے رہے۔۔۔۔۔ راجہ صاحب میری ملاقات سے بہت اظہار مسرت کرتے رہے اور بوقت ضرورت نیک صلاح دینے کا اقرار لیا۔ شب کو میں نے بھی باغ پڑاؤ ملاقات باز دید کی۔

ایک حادثہ: ۲۷ مئی ۱۸۹۰ء۔ آج بوقت شام راقم واسطے معائنہ نہر جدید کے گیا۔ جو بوقت نہر نکور کو موجود باغ نار علی وکیل عقب مسجد کفر توڑ معائنہ کر رہا تھا دفعتاً میرا گھوڑا پھلے پیروں سے نہر میں پھسل پڑا اور اس کے ساتھ میں نہر میں گرا جو سطح زمین سے پانچ چھ فٹ گہری تھی لیکن شکر ہے کہ میں بالکل ضرر جسمانی سے محفوظ رہا اور گھوڑے کو بھی کوئی آسیب نہیں پہنچا اور پھر اسی وقت سوار ہو کر اور ہر ایک کام متعلقہ کو دیکھتا ہوا قریب آٹھ بجے مکان پر آیا۔ جب تک یہ غلغلہ تمام قصبہ میں پھیل گیا اور ہر ایک اجابہ و اعزہ کی جانب سے پیغام استدراک خیریت گیارہ بجے رات تک آئے۔ رسیدہ بود بلاتے ولے بخیر گذشت۔

انگریزی الف لیلہ: ۳۰ مئی ۱۸۹۰ء۔ آج کل دو ہفتہ سے انگریزی الف لیلہ میرے مطالعہ میں ہے۔ بعد تناول طعام دوپہر کو اس کے دیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ منظوریہ کہ ایسی کتب کی مزاولت سے اس قدر استعداد ہم

پہنچاؤں کہ بلا توقف حکام وقت سے مکالمہ و خط و کتابت کر سکوں۔ ہرزما کی لیا اسی ہی وقت سے کہ حکام وقت کی زبان سے وقون رکھے۔
تیاری زھر و پل : ۲ جون ۱۸۹۰ء۔ آج کل مجھے کام تیاری نہرو پلوں سے سخت تکلیف ہے۔ باوصف
 شدت گرمی ایک دو میل واسطے معائنہ کام کے جاتا ہوں اور بہ مستعدی کمال حساب کتاب اس کا جانچتا ہوں۔
 خدا تکملہ ان کا بخیر کرے۔ میری ذات کو اس مشقت سے بجز اس کے اور کوئی فائدہ نہیں کہ پندرہ بیس ٹریٹنگ کے
 بہ زمرہ میٹان کام میں متعلق رہتے ہیں اور مجھے دعاے خیر سے یاد کرتے ہیں۔

ملازمت میونسپلٹی : ۱۲ جون ۱۸۹۰ء۔ اگرچہ سلسلہ ملازمت میونسپل سٹیٹ میں مجھے حاصل نہیں ہے
 لیکن اس کام کو اس قدر مشقت و دیانت سے سرانجام کرتا ہوں کہ شاید کوئی ملازم بھی نہ کرتا اور کام کی کثرت
 بوجہ تیاری نہرو پلوں اور برونی کے اس قدر ہے کہ کوئی وقت فرصت نہیں ملتی۔ اکثر میرے اعزہ و باشندگان
 قصبہ معترض ہیں کہ یہ مفت زحمت اپنے سر کر لی گئی جس کا بظاہر کوئی نفع نہیں۔ لیکن میرے خیالات ان کے بالکل
 مخالف ہیں۔ اگرچہ یہ مسلم ہے کہ اس کام کو کرنے سے میرا سرت دست کوئی ذاتی فائدہ نہیں لیکن یہ بہت بڑا نفع خیال
 کرنے معلوم ہو سکتا ہے کہ اسی کام کی بدولت روسا قصبہ ہذا خصوصاً وہاں کی باشندگان سنیہ عموماً مجھے نگاہ عزت
 سے دیکھتے ہیں اور اکثر ان کے مقاصد میری توجہ سے طے ہوتے ہیں۔ بہت سے اشخاص میرے ذریعہ سے متفرق
 کاموں پر مقرر ہیں جن کا تمام خاندان میرے حق میں دعاے خیر کرتا ہے اور میری ان پر حکومت کامل ہے۔ قصبہ ہذا
 میں عام طور پر و نیز ملازمان میونسپل و پولس پر میری حکومت ہے جو کہ تہہ کسی رئیس اعظم کو بھی حاصل نہیں۔ یہ کام
 بہت بڑا ذریعہ ملاقات حکام وقت ہے جس سے توسط کی کوئی ضرورت نہیں اور جب کام بلا مزہ دیا جاتا ہے تو
 ہر خواہش کا تکملہ بمقابلہ دیگر روساے قصبہ بہ آسانی ہو سکتا ہے۔ جو ضرورتیں بہ زمانہ قریب میں پیش آمدنی ہیں اگر
 میری رائے غلطی پر نہ ہو تو ایسے کارنر کاری کا انصراف بوجہ مفصلہ صدر میں اپنے ذمہ فرض تصور کرتا ہوں۔

وزن : ۲۰ جولائی ۱۸۹۰ء۔ آج اسٹیشن سٹیٹ پر تقریباً ہم لوگوں نے اپنے اجسام کو تک (کذا)
 میں وزن کرایا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے :

چودھری محمد روف صاحب ولد چودھری حشمت علی تعلقہ دار۔ دو من ۳۶ سیر شیخ اعظم علی ولد کریم
 کریم صاحب مرحوم۔ دو من ۲۷ سیر راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار سروں بڑا گاؤں۔ دو من ۳ سیر منشی فضل
 حسین صاحب تعلقہ دار جلال پور۔ دو من شیخ رعایت حسین صاحب وکیل ہردوئی۔ ایک من ۲۴ سیر کنور جوالا پرشاد صاحب
 ولد راجہ دھنپت راجا صاحب تعلقہ دار حال پیش کار سندیلہ ایک من ۱۸ سیر راقم روزنا پچہ ہذا۔ ایک من ۱۲ سیر۔

متعلقین خود: ۵ اگست ۱۸۹۰ء۔ بالفعل ۲۵ مرد و عورت کا دو وقتہ صرف کھانے و پینے کا میرے متعلق ہے اور ملازمین جو خشک تنخواہ پاتے ہیں ان سے کوئی علاقہ نہیں۔ اس قدر صرف میرے عہدہ ملازمت میں بھی نہیں تھا۔ کھٹانے کی کوئی فکر نہیں ہو سکتی۔ اگر کی جائے تو بدنامی ہے۔ انسان کو لازم ہے کہ ایسا صرف جس کے آئندہ کھٹانے میں نتیجہ برپا ہونے والا ہو اس کا انسداد اول ہی سے ملحوظ رکھے ورنہ سخت دشواری ہوگی۔ بقول سعدی: مرد آخر میں مبارک بند الیست۔

راجہ درگاہ پرنس: ۹ ستمبر ۱۸۹۰ء۔ آج صبح کو راجہ درگاہ پرنس صاحب تعلقہ دار 'سرون بڑا گاؤں' کی میں نے ملاقات کی۔ بڑی محبت سے پیش آئے۔ راجہ صاحب کے مزاج میں از بس تہذیب ہے اور اپنے وقار و روٹی کا بدرجہ غایت لحاظ جب میں ملاقات کو جاتا ہوں تو بہ وقت رخصتی اپنے دیوان خانہ سے تالب چپوترہ بیرونی میری مشالعت کرتے ہیں۔

شکایت ضعف معدہ: ۱۲ اکتوبر ۱۸۹۰ء۔ علاوہ شکایت ضعف معدہ اب دو روز سے مجھے حرارت بھی محسوس ہوتی ہے۔ چونکہ علاج ڈاکٹری کرتے کرتے تنگ آ گیا لہذا رائے جمہور خاندان رقم یہ قرار پائی کہ کچھ علاج بغرض استعانت طبع کرنا ضروری ہے لہذا حکیم ظہور الحسن طبیب میوہل کا آج علاج یونانی شروع کیا۔ بوجہ پیدا ہونے گرمی کے معدہ میں خواہش بھوک بالکل مفقود ہو گئی۔ کسی چیز کی رغبت نہیں ہوتی۔ اگر کوئی لقمہ مونہہ میں رکھا گیا تو اس کا حلق سے اترنا دشوار ہو جاتا ہے۔

۳ نومبر ۱۸۹۰ء۔ آج سید علی بہادر تحصیل ارنڈیلہ و کنور جو الپرنس صاحب کا راجہ ہلکاران تحصیل و مہاجناب وغیرہ راجہ درگاہ پرنس صاحب چودھری محمد رفون صاحب میری عیادت کو تشریف لائے اور ممنون کیا۔

۷ نومبر ۱۸۹۰ء۔ آج ۱۱ بجے دن کے منشی سید فضل حسین صاحب تعلقہ دار میری عیادت کو آئے اور قریب دو گھنٹہ کے نشست کی اور نہایت تپاک و محبت سے پیش آئے گویا کبھی کوئی ملال ہی نہ تھا۔ یہ رسم مکرر منشی صاحب سے بعد تین سال چار ماہ دس دن کے قائم ہوئی، بجائے کہ قائم رہ سکے کیونکہ ملک مصطفیٰ حسین ملکانہ و امیرن پسر خوش رنگ کو (جو بالفعل مصاحب خاص ہیں) سخت ناگوار ہوگا اور بے کوشش کریں گے کہ بار دیگر ملال کرادیں اور حسین علی قلیخان مصاحب خاص داروغہ کا قریباً ہی حال ہوگا۔ دیکھا چاہیے کہ اس میل کا کیا نتیجہ نکلتے۔ چونکہ منشی فضل حسین کو اپنی طبیعت پر قابو نہیں ہے اور دوسروں کی رائے کے محتاج ہیں اس وجہ سے ان کے خیالات پر بھروسہ نہیں ہو سکتا۔

۱۳ نومبر ۱۸۹۰ء۔ میرا مزاج صفا دی ہے اور گرمی مزاج میں رہتی ہے اور علاج ڈاکٹری عموماً گرم ہوتا ہے، اسی وجہ سے باوصف توجہ خاص بالوسالک رام اسٹنٹ سرجن سندھ مجھے افاقہ نہیں ہوا اور مادہ ناقص معدہ وغیرہ میں محتسب ہو کر باعث لمقوت اشتہا ہوا جس سے حرارت و پیش پیدا ہو گئی۔ اب بالآخر علاج یونانی مجوزہ حکیم ظہور الحسن طبیب میونسپل سندھ سے افاقہ ہوا اور اب بغایت دلچسپی و بفضل بزدان شکایت ضعف معدہ بھی دور ہوتی جاتی۔

مصاحبین فضل حسین: ۲۶ نومبر ۱۸۹۰ء۔ جب سے منشی فضل حسین صاحب تعلقہ دار نے مجھ سے میل کیا ہے ان کے مصاحبین کو از حد ملال ہے۔ علی الخصوص ملک مصطفیٰ حسین ملک کانہ و امیر حسن پسر خوش رنگ کنیز حسین خان قلیبان کے دلوں میں ہول پیدا ہو گیا ہے۔ کوئی وقت نہیں آتا۔ مصطفیٰ حسین تو ہر وقت دعا تو دیکر آتا پھر تاپے اور عاتلوں کی تلاش میں سرگرداں ہے کہ کوئی ایسا عمل کرادے کہ مجھے ضرر پہنچے اور منشی صاحب کا رجحان میری جانب نہ ہو۔ مجھے تو پورا بھر وسا اپنے خالق پر ہے کہ بدون اس حکم کے کوئی ذرہ حرکت نہیں کر سکتا۔ جو کچھ وہ چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہے گا وہ ہوگا۔

خالہ خود: ۲ دسمبر ۱۸۹۰ء۔ آج جناب خالہ صاحبہ والدہ منشی سید فضل حسین صاحب تعلقہ دار نے مجھے معتبر ذریعہ سے کہلا بھیجا کہ شادی الطاف رسول خلیف منشی صاحب کی بارات میں جو ۱۰ جمادی الاول ۱۳۰۸ھ (مطابق ۱۱ دسمبر ۱۸۹۰ء) کو خیر آباد جائے گی تو اس میں ضرور شرکت کرنا۔ سب سامان تمہارے آرام کا مہیا کر دیا جائے گا۔ میری زندگی کی اب امید قلیل ہے میری تمنا ہے کہ تمہاری اور بر خوردار فضل حسین کی مصالحت کامل ہو جائے تاکہ وہ ملال جو تمہارے اور ان کے درمیان بد کرداروں نے ڈال رکھا ہے اپنے ساتھ قبر میں نہ لے جاؤں۔ سچ یہ ہے کہ جناب ممدوحہ کو میرا خیال از حد اور بדרجہ غایت مجھ سے الفت ہے۔ ایسے لوگ دنیا میں بہت کم ہیں۔

توصیف سرکاری: ۱۰ دسمبر ۱۸۹۰ء۔ ایک قطعہ ڈاکٹ حکمہ جات سرکاری اضلاع مغربی و شمالی اودھ نمبری ۱۱۱۱، محکمہ انونمبرن الین مقام الکیاد بدین مضمون بنام راقم موصول ہوا کہ منشی سید منظر علی نے بصرہ مبلغ ۳ ہزار روپیہ باغ و کنواں بغرض رفاہ عام تعمیر کرایا اس وجہ سے حسب ہدایت جناب لفٹیننٹ گورنر بہادران کا نام دفتر سرکاری میں درج کیا گیا۔ یہ وہ باغات و کنوئیں ہیں جو میں نے پیر کاپور، و طرف اشرفیہ و موضع بیگم گنج میں تعمیر کیے ہیں۔ یہ ڈاکٹ آج موصول ہوا۔

علاقت: ۱۲ دسمبر ۱۸۹۰ء۔ آج مجھے چھ دست آئے۔ جس سے جس قدر طاقت ہفتہ گزشتہ میں آئی تھی سب زائل ہو گئی ضعف بے حد ہو گیا۔ یہ عارضہ ضعف معدہ کا مجھے ایسا لاحق ہو گیا ہے کہ غذا قلیل بھی مفید

نہیں ہوتی۔ اب بظاہر اس عارضہ کا قہر ہوا تو اس کا علاج معلوم ہے۔ ایسی طویل بیماری ابتدا ہوش سے مجھے کم ناصح ہوئی۔ بہر حال مرضی خدا پر راضی ہوں۔ جو منظور ہوگا وہی پیش آئے گا۔ اس بارہ میں کوئی نخل تردد و کاوش کا نہیں ہے۔

بنچ مجسٹریٹی: ۲۰ دسمبر ۱۸۹۰ء۔ میں بہ باعث علالت وضعف مزاج خود عدالت بنچ فوجداری سندیلہ میں شرکت نہیں کرتا اس وجہ سے میرے ساتھی نمبر ان بنچ انفصال مقدمات میں بیاعت عدم واقفیت قانون کے نہایت تامل کرتے ہیں اور اگر اچانک ایسا ہوا بھی تو بدون میرے استصواب کے کوئی حکم نہیں دیتے اور بالفعل شرکاء بنچ مجسٹریٹی راجہ درگا پرتھ صاحب و راجہ کنور زندر بہادر صاحب تعلقہ دارن سروان بڑا گاؤں، وچودھری محمد رؤف صاحب خلیف چودھری حشمت علی صاحب مرحوم ہیں۔

بہ تقریب شادی: ۱۰ جنوری ۱۸۹۱ء۔ میں بہ تقریب شادی نور چشم سید محبتی علی اپنے کل لڑکوں عزیز سید اطہر علی (برادر خورد) و نور چشم اصغر علی (بھتیجا) و بر خوردار سعید الدین (داماد) کے انگر کھاہک گرنٹ پھول دار ریشمی کے تیار کرائے جس کی قیمت فی درعہ ایک روپیہ ہے اور ہر ایک انگر کھے میں سات سات درعہ صرف ہوا اور ٹوپی گول نخل اودی کا مدار قیمتی چار چار روپیہ خریدیں۔ علی ہذا پانچ ماہ شروع چار روپیہ تھان والے کا نصف۔ اور کل اپنے ملازمین کے انگر کھے چکن پانچ ماہ شروع حساب ان کی حیثیت کے بنوائے۔

۱۲ جنوری ۱۸۹۱ء۔ آج حسب تحریر حکیم عبدالعزیز صاحب ولد مولوی نور کریم صاحب مرحوم دریابا دی حال مدرس کیننگ کالج لکھنؤ کو لکھا گیا کہ آپ سواری ذیل کا بمقام نواب گنج راستیشن بارہ بجلی ۹ فروری سن الیہ کو بروقت پہنچنے بارات کے بند و بست کر رکھیں جس کا کرایہ انعام دیا جائے گا۔

شکر م۔ ۴۰ عدد، ایکہ ۳۰ عدد، ہیل۔ ۳۰ عدد، اونٹ گاڑی۔ ۳ ہاتھی۔ ۳ گھوڑے۔ ۴ اونٹ۔ ۴ چھکڑے۔ ایک علالت خود: ۲۵ جنوری ۱۸۹۱ء۔ چونکہ غذا کے دیکھنے سے بھوک بھاگتی ہے اور جو بہ مقدار قلیل ہوتی ہے وہ بھی ہضم نہیں ہوتی اور حرقت بول سے سخت تکلیف ہے لہذا حسب تجویز حکیم ظہور الحسن صاحب آج عمل لیا اور بیاعت ابرو باد، ہوا کا انسداد لٹکانے پردوں وغیرہ سے کیا گیا اور تین چار انگلیٹھیاں روشن ہوئیں تاکہ سردی سے کوئی ضرر نہ پہنچے۔ دو بجے تیسرے عمل کے بعد بوجہ اشتداد گرمی و جس ہوا کے غشی طاری ہوئی اور دو گھنٹہ تک کسی طرح سے آنکھ نہیں کھولی۔ ہذیان بکنے کا اتفاق ہوا۔ تمام اہل محلہ براہ ہمدردی جمع ہو گئے۔ جب پرے کھولے گئے اور آگ فرو کی گئی اور شاخیں لگائی گئیں تو جس درست ہوئے۔ میری اس کیفیت سے ایک تلامذہ پیدا ہو گیا تھا۔ نوبار اجابت ہوئی جس سے بہت سامعہ خارج ہوا اور بہ استثناء حرقت بول اور سب

شکایتیں اسی روز دفع ہو گئیں۔ ایسی صورت میں خیال ہو سکتا ہے کہ اگر مسہل لیے جاویں تو ضرور فائدہ متعدد بہ حاصل ہو سکتا ہے۔
۲۶ جنوری ۱۸۹۱ء۔ میری طبیعت کو آج افاقہ ہے۔ بظاہر کوئی شکایت معلوم نہیں ہوتی۔ اگر اسی طور
سے افاقہ قائم رہا تو خدا سے امید ہے کہ ۶ فروری کو میں قابل جانے بارات نور چشم مجتبیٰ علی کے ہو جاؤں گا۔
اگرچہ فی الجملہ ضعف مسہل سے پیدا ہوا لیکن فائدہ کی امید زیادہ پائی گئی۔

تقریب شادی: ۲ فروری ۱۸۹۱ء۔ آج تقریب بہیر رکذا (نور چشم مجتبیٰ علی بہ فراہمی اعزاز خاص محلہ
قرار پائی۔ صرف رنگ قلیل نو شاہ پر بطور شکون ڈالا گیا اور رنگ کھیلنے کی رسم بیاعت موسم سرد کے جائز نہیں
رکھی گئی۔ آج نوید شرکت تقریب حسب معمول قدیم اور پنہانے جوڑا ہا مکلف کے بذریعہ نائن و بھانٹن اہل برادری کو بھیجی گئی۔
۵ فروری ۱۸۹۱ء۔ آج شام کو اول بہ تقریب مکتب نور دیدہ منتظم حسین (پوتنا) ولد بر خوردار
مصطفیٰ علی قرار پائی اور مولوی مہدی حسن صاحب ولد مولوی فضل حسین مرحوم نے مسجد قدیم میں بسم اللہ پڑھائی
بعدہ بر خوردار مجتبیٰ علی کو کوٹھی راقم نو تعمیر میں مانجہ بٹھایا گیا جس تقریب کو منشی فضل حسین صاحب تعلقہ دار
نے ادا کیا۔ تقسیم بتا شا بہت عنوان بالیتہ سے بیوٹی و باوصف مجمع کثیر کوئی مستنفس حصہ پانے سے محروم
نہیں گیا۔ صبح کو حسب ذیل جوڑے تقسیم ہوئے تھے (۷ اعداد، تفصیل حذف کی گئی۔ ہاشمی) شب
کو جلسہ رقص احاطہ راقم میں ہوا جس میں دو شامیانہ کلاں استادہ تھے اور تمامی روسائے قصبہ مسلمان ہند
کا مجمع کثیر تھا۔ اکثر زمیندار وغیرہ دیہات سے بھی آئے تھے۔ طائفہ ذیل کا ناچ ہوا۔

فضل حسین کشمیری لکھنؤ میں روپیہ پومیہ بمسماۃ مقصود اطوائف سنیلہ۔ سات روپیہ پومیہ بمسماۃ احمدی
جان طوائف سنیلہ سات روپیہ پومیہ۔ جلسہ بہت اچھا ہوا جس سے حاضرین مسرور ہوئے اور
اہل برادری کو طعام اعلیٰ درجے کا کھلایا گیا۔

۶ فروری ۱۸۹۱ء۔ یوم جمعہ علی الصباح عمدہ قسم کا کھانا بطور ناشتہ اصحاب ہمراہی بارات کو تقسیم کیا۔
گیارہ بجے دن کو بذریعہ ریل بہ جمعیت ڈھائی سو ہمراہیوں کے بارات روانہ ہوئی اور تین بجے شام کو اسٹیشن
نواب گنج (بارہ بنگلی) پہنچی۔ براتیوں میں منشی سید فضل حسین صاحب تعلقہ دار و دیگر اشخاص معزز قصبہ پیر نجات
کے تھے جس سے ایک نوع کا وقار راقم منظور تھا۔ نواب گنج سے بذریعہ شکر م ایکہ اونٹ گاڑی و چار زنجیر
فیل و اسپ ہائے متعدد بہ جمعیت تین سو آدمیوں کے بوقت شام بارات قصبہ دیوا پہنچی۔ بعد پہنچنے
بارات کے بطور ناشتہ اصحاب بارات کو میں نے کھانا کھلوا یا جس کا انتظام قبل سے کر رکھا تھا۔ اس کارروائی

سے میری بہت ناموری ہوئی۔ ڈھائی بجے شب کو بارات بہ دروازہ دو لکھن بر مکان مولوی نصیر الدین احمد صاحب تعلقہ دار پہنچی۔ آتش بازی و آرائش عمدہ تھی۔ ۳ بجے رات کو نور چشم سید مجتبیٰ علی کا مسماۃ ظہیر اختر مولوی صاحب موصو سے بعض ایک لاکھ زر خرچ عقد ہوا اور قاضی صاحب دیوا کو مبلغ دس روپے کا حادیا گیا جن کا نام محمد بشیر ہے۔

۴ فروری ۱۸۹۱ء۔ بوقت صبح مولوی نصیر الدین صاحب نے طعام کندوری براتیوں کو دیا جس کی تقسیم بہت عنوان بالیت سے ہمارے منتظم سید محمد زکی صاحب نے کی۔ طعام اچھا و بھاری تھا۔ شب گزشتہ کو وزیر صبح کو فضل حسین کشمیری و مسماۃ بیگن طوائف لکھنؤ اور ایک طائفہ نواب گنج نے رقص کیا۔ فضل حسین و بیگن کا بین بدین یومیہ اور نواب گنج والی کو چودہ روپے دیے گئے۔ انگریزی باجا لکھنؤ سے اور تاشہ نواز و روشن چوکی والے نواب گنج سے شریک ہوئے تھے۔ جہیز حسب تفصیل ذیل ملا:

”ذیور طلا خورد و کلاں - ۱۶ عدد، ذیور نقرہ - ۱۰ عدد، ظروف نقرہ خورد و کلاں - ۲۶ عدد، ظروف می خورد و کلاں - ۲۶ عدد، ظروف آہنی - ۶ عدد، ٹمٹم مع اسپ و ساز - ایک عدد، قرآن مجید - ایک عدد، جوڑا زنانہ و مردانہ ۳۲ عدد، صندوق و پٹارہ و پینسن - ۵ عدد، دری و قالین و چاندنی - ۳ عدد، رخصتی ۱۵ روپے۔“

۳ بجے شام کو بارات دیوا سے رخصت ہوئی۔ تعداد مردمان تین سو تھی۔ دو گھنٹہ میں نواب گنج پہنچے اور بجے رات کی ریل میں وہاں سے روانہ ہو کر ۱۲ بجے رات کو داخل سنیہ ہوئے۔ انتظام بارات قابل حسین تھا۔ منتظموں نے بہت دل سوزی ظاہر کی مگر میں اپنی علالت سے بہت پریشان رہا۔ غذا کا بہت ہی قلیل اتفاق ہوا۔۔۔ اس تقریب میں میرا صرف زائد ہوا جو شادی نور چشم مصطفیٰ علی اور دختر کلاں میں نہیں ہوا تھا جس کی صراحت کسی تاریخ آئندہ میں درج ہوگی۔

علالت خود: ۲۵ فروری ۱۸۹۱ء۔ بمقام لکھنؤ آج بہ عطلے فیس دور روپہ حکیم سید عابد علی صاحب خلف حکیم حیدر علی صاحب چوک جدید لکھنؤ کو بذریعہ مولوی نصیر الدین احمد صاحب وکیل طلب کر کے کل کیفیت علالت کی بیان کی اور نسخہ مجوزہ ان کا استعمال کیا۔ ان کی یہ رائے ہے کہ مادہ یرقانیت سے حرارت جگر میں پیدا ہو گئی ہے جس کی وجہ سے نسکایت ضعف ہضم و کمی اشتہا و سوزش بول و غیرہ کی ہے۔ سنا گیا کہ حکیم صاحب سمجھ دار آدمی ہیں اور علاج اچھا کرتے ہیں۔

۱۳ مارچ ۱۸۹۱ء بمقام لکھنؤ آج رات کو جلسہ اطباء مکان حافظ عبدالعلی صاحب پر سبت تخصیص مرض راقم فراہم ہوا جس میں حافظ صاحب و حکیم عبدالعزیز صاحب جھوائی ٹولہ و مولوی عبدالعزیز صاحب دریا بادی

شریک تھے۔ باہم بحث ہوئی اور کیفیت مزاج بست سالہ مرتبہ راقم پیش ہوئی جس کو نور چشم سید مصطفیٰ علی نے بہ توضیح تمام پڑھا۔ اور اس پر غور کامل ہوا۔ آخرش بالاتفاق یہ طے ہوا کہ راقم کو تپ نہیں ہے۔ عارضہ لاحقہ ہیں شرکت گرمی و سردی کی ہے اور اس وجہ سے علاج اجزائے معتدل سے ہونا چاہیے۔ حکیم عبدالعزیز صاحب دریابادی نے اپنی لائے میری نسبت یہ ظاہر کی کہ حافظ عبدالعلی صاحب پرانے حکیم میں اور ان کا تجربہ بمقابلہ حکیم عبدالعزیز صاحب جھوانی ٹولہ بڑھا ہوا ہے اور اس شہر لکھنؤ میں بہت نامور ہیں ان کا علاج شروع کیا جائے۔ لہذا قصد ہے کہ کل بھر معائنہ نبض و قارورہ ان کا علاج شروع کروں۔ بعد کو بہ حالت عدم حصول صحت حکیم عبدالعزیز صاحب کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

۲۲ مارچ ۱۸۹۱ء - آج لالہ لالہ پرنسداد ولد مول رام (محلہ برونی) و جگن ناتھ پرنسداد ولد گیار پرنسداد (سرائے کالیستھ) و کیدار ناتھ ولد مہاراج شیو سہاے (مہتوانہ) واسطے عیادت راقم کے سندیلہ سے آئے اور اپنی تکلیف دہی سے مجھے ممنون کیا۔ میں نہایت خوش نصیبی کے ساتھ شکریہ اس خدائے عالم یزل کا ادا کرتا ہوں کہ ہندو و مسلمان ہر دو فریق میری ہمدردی کرتے ہیں۔

۲۳ مارچ ۱۸۹۱ء - میں نے بمقام لکھنؤ (بوجہ علالت خود) محلہ پنچانی ٹولہ مکان برکت علی صاحب میں قیام جائز رکھا اس لیے کہ اس مکان میں بر خورداران ارتضیٰ علی و مرتضیٰ علی بیاعت تعلیم انگریزی مقیم ہیں اور ڈھائی روپیہ کرایہ مکان دیا جاتا ہے۔ اگرچہ پہلے سندیلہ سے ایک روز کی علیحدگی طبیعت کے خلاف معلوم ہوئی تھی لیکن یہاں آج ۲۸ روز سے مقیم ہوں اور علاج حکیم عبدالعلی صاحب جھوانی ٹولہ کر رہا ہوں لیکن طبیعت کو دلچسپی ہے اور کوئی گھبراہٹ نہیں معلوم ہوتی اور آج آٹھ روز سے طبیعت کو کبھی افاقہ نظر آتا ہے اگر دورہ مرض بار دیگر اعادہ نہ کرے۔

مولوی شیخ نصیر الدین وکیل درجہ اول و کارندہ شیخ فہیم الزماں صاحب سندیلہ متعلقہ امور ضرورہ دیکھ بھال ادویہ تیاری نسخہ جات وغیرہ میں بہت مدد دیتے ہیں اور بالہ تشریف لاتے ہیں جس کام میں ممنون ہو رہا ہوں۔
سید مرتضیٰ علی: ۲۳ مارچ ۱۸۹۱ء - بیاعت علالت بہ حالت قیام لکھنؤ مجھے بر خورداران سید مرتضیٰ علی فرزند اصغر سے برابر کجائی رہی اور میں نے ان کے عادات و خصائل کو جو بہ نظر غور دیکھا تو فہم فراست ذہن و عقل و ہوش اس کے نہایت درجہ اعلیٰ کے ہیں اور طبیعت لکھنؤ پڑھنے و مادہ انتظامی خانہ داری میں ایسی مناسب ہے کہ جس کا حصہ ان کے برادران اعظم میں نظر نہیں آتا۔ مزاج میں سہولت کے

ساتھ تیزی اور ہر ایک کام میں دلچسپی و مادہ ہر دل عزیز حاصل ہے۔ میں جہاں تک غور کرتا ہوں تو میرے حواس اس عمر میں ایسے صحیح نہ تھے۔ یہ لڑکا ضرور ہونا ہمارا ہے اور ترقی کامل کرے گا اور بعد میرے یہ میرے خاندان اور اولاد میں جو ناموری و افتخار پیدا کرے گا وہ دوسرے سے امید نہیں ہو سکتی اور اپنے ہم چشموں میں میں جو گو سبقت لے جائے گا وہ یہی لڑکا ہوگا اور زائچہ ولادت بقاعدہ نجوم بھی اس کا اس کے ذی اقبال ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ خدا میرے خیالات راست لاوے اور اس کی عمر میں برکت دے۔ میں اس سے از بس خوش ہوں۔

کتبہ قبر: ۱۰ اپریل ۱۸۹۱ء - آج شیخ عبدالوہاب مہرگن لکھنؤ حسب خواہش میری سنگ مرمر پر قطعہ ذیل

بافذا جرت دور و پے کندہ کر کے لایا جو بعد انتقال راقم میری قبر پر نصب ہوگا۔ قطعہ

چو کردہ بہ سر تہ بتم قدم زنجہ عنایت از من بے دست و پا درین مار

ولے کہ کار نہ باید بجز دعا خیر دعلے خیر برائے خدا درین مار

متعلق علالت خود: ۲۰ اپریل ۱۸۹۱ء - آج منشی سید فضل حسین صاحب تعلقہ دار سندیلہ میرے

خالہ زاد بھائی نے براہ کمال محبت اپنی تحریر ڈاک محرمہ ۱۹ اپریل میں مجھے لکھا کہ آپ کو مکان پنجابی ٹولہ میں باعث گرمی تکلیف ہوتی ہوگی۔ میرے مکان قیصر باغ میں آپ آٹھ آویں۔ وہاں سامان طبی خاص و یتکھا موجود ہے اور میں واسطے تفریح طبع کے اپنا گھوڑا گاڑی لکھنؤ بھیج دوں گا۔ اس کا صرف میرے متعلق ہے۔ آپ اس پر سوار ہو کر یا لہر تفریح کیا کریں جس طبیعت کو نہایت زحمت حاصل ہوتی ہے گی۔ اس میں کوئی تکلف نہ ہونا چاہیے۔ آج تین دن ہوئے مجھے شب کو اتفاق غذا کا نہیں ہوتا۔ شام کو نہ اجابت ہوتی ہے نہ اشتہا۔

تھوک کی زیادتی ہوتی ہے اور جب کھانے پر بیٹھتا ہوں تو آبکائی شروع ہو جاتی ہے۔ مجب حالت میں مبتلا ہوں۔ نہیں معلوم منظر خدا کیا ہے۔۔۔۔۔ لہذا آج سے حسب اتفاق رائے حکیم عبدالعزیز صاحب دریا بادی حافظ حکیم عبدالولی صاحب جھوانی ٹولہ کا معالجہ موقوف کر دیا۔۔۔۔۔ اب قصد ہے کہ ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب اسٹنٹ سرجن و کٹوریہ اسپتال لکھنؤ خواہ حکیم عبدالعزیز صاحب جھوانی ٹولہ کا علاج کروں۔

۲۱ اپریل ۱۸۹۱ء - آج سے معالجہ عبدالعزیز صاحب ولد حکیم اسماعیل صاحب جھوانی ٹولہ چونک

لکھنؤ شروع کیا۔ جنھوں نے کمال توجہ کے ساتھ سب حال سنا اور نسخہ لکھا جس کا استعمال شروع کیا۔

آج راجہ درگا پرتھ صاحب تعلقہ دار سندیلہ بارڈیگر میری عیادت کو تشریف لائے جو میرے لیے

باعث فخر کا تصور ہے۔ چودھری محمد امیر و عزیز میاں حافظ علی و عوض علی سب سندیلہ سے میری عیادت کو آئے

جو باعث کمال خوشی کا ہوا اور میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ لوگ مجھے بظن و قار دیکھتے ہیں اور عزت کرتے ہیں۔

۲ مئی ۱۸۹۱ء۔ میں خدائی عنایتوں کا شکر گزار ہوں کہ اس نے اپنے حبیب کے صدقے میری تکلیفات بیماری ضعف میں جو جگر میں تخفیف عطا کی کہ آج سات یوم گذشتہ سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی اور اجابت بستہ ہوتی ہے اور فی الجملہ قوت آجلی ہے۔ اگر ایک ہفتہ تک ایسی ہی طبیعت رہی تو مجھے اس کے دارلشفا سے امید ہے کہ تو انائی قابل امتیاز آجائے۔

۷ مئی ۱۸۹۱ء۔ حکیم عبدالعزیز جھوٹی ٹولہ نے میرے واسطے ایک چٹکی ادویہ کی تیار کروادی تھی وہ مجھ کو اول دن ہی سے مضر پڑی اور اجابت ملین ہوئی جس کی شکایت کی گئی لیکن سماعت نہ ہوئی اور بعد غذا پھر نوش کرنے کی تاکید ہوئی۔ دوسرے دن پھر نوش کی اس سے زیادہ ضرر ہوا مگر عذر سود مند نہ ہوا اور پھر تیسرے دن بہ صراحت حکیم صاحب سے عذر کیا گیا لیکن کچھ موثر نہ ہوا اور کل بوقت شب پھر وہ چٹکی نوش کرنے کو مجبور ہوا جس سے اس قدر گرمی مزاج میں پیدا ہو گئی کہ کل رات سے آج نو بجے صبح تک نودست آئے اور ضعف سخت پیدا ہو گیا نشت و برخواست و تکلم دشوار ہو گیا۔ تمام اعضا سے آنچیس نکلتی ہیں تلوروں میں بے چینی کے ساتھ سوزش بولع و براز میں حرقت، تھیک کی شدت، متلی کی شکایت پیدا ہوئی اور جب یہ کیفیت حکیم صاحب کو مفصلاً تحریر کی تو جواب ملا کہ طبیب کی رائے پر علاج ہونا چاہیے مریض کو محل مداخلت نہیں اور جب مریض طبیب کی مخالفت کرے تو اس کا علاج نہ کرے۔ جب یہ فقرات حکیم صاحب کے دست و قلم سے لکھے ہوئے میں نے دیکھے تو ان کے علاج سے مجھے سخت منفر پیدا ہوا۔ یہ حکیم سخت طامع ہیں حالانکہ ان کی فیص مہولی جب میں ان کے مکان پر جاتا تھا تب بھی دیتا تھا لیکن ان کی طمع غلیظ مانع اس امر کی نہ ہوئی کہ حصول صحت کاملہ تک اپنی حرص کو مریض کی ایذا رسانی سے روکیں۔ پس میں نے ایسی حالت میں بہ صلاح اپنے اجاب یہ ہی مناسب سمجھا کہ معالجات ان کا ترک کیا جائے ورنہ اگر ایک روز اور بھی اجزائے مرکب ادویہ چٹکی استعمال کیا جائے گا تو جاں بری دشوار ہوگی۔ پس بنظر مناسب یہ خیال میں آیا کہ اب گرمی لکھنؤ سے تکلیف ہے اور اب یہاں کسی کا علاج کرنا منظور نہیں، پس قیام لکھنؤ بھی فضول و بیکار ہے۔ لہذا اس بجے رات کی گاڑی میں اپنی صحت سے بے نیل مرام سندیلہ کو واپس آ۔ دو مہینے بارہ دن مجھے اتفاق قیام لکھنؤ کا ہوا۔ مصارف بہت پڑے۔ اجاب وغیرہ کی گرم جوشی ظاہر ہوئی لیکن مجھے علیل کو کچھ نفع نہ حاصل ہوا اور جس حسرت کے ساتھ اپنی تمناؤں کو مشت بن دیکھے ہوئے میں وطن کو

لوٹا ہوں خدا کسی آرزو مند کو وہ حالت نصیب نہ کرے۔

۹ مئی ۱۸۹۱ء۔ آج سید علی بہادر صاحب تحصیلدار و جوالا پڑشاہ صاحب پیشکار و راجہ درگا پڑشاہ صاحب و راجہ کنور نرندر بہادر صاحب تعلقہ داران اور بہت سے معزز اشخاص قصبہ ہذا میری عیادت کو آئے اور میری حالت دیکھ کر بہت افسوس ظاہر کیا اور تہ دل سے میرے حصول تندرستی کی خدائے لم یزل سے دعائیں مانگی۔ میں اپنے احباب و اکابر و اعزاد وغیرہ کا نہایت شکر گزار ہوں کہ مجھے نگاہِ وقت سے دیکھتے ہیں اور میری تندرستی کے خواہاں ہیں۔ آج سے میں نے علاجِ ظہور الحسن طیب میونسپل کا شروع کیا۔ نسخہ بظاہر اچھا نظر آتا ہے۔ شاید ملین اجابت کو کچھ اس سے نفع ہو۔

۱۰ مئی ۱۸۹۱ء۔ جس تاریخ سے میں ساریہ آیا ہوں جملہ اہل قصبہ مجھ سے ایسا برتاؤ بھلا دی کر رہے ہیں کہ ہر وقت ایک کثیر مجمع میری چار پائی کے گرد بیٹھا رہتا ہے جس میں اعلیٰ و ادنیٰ سب قسم کے لوگ شامل ہیں اور میں از دیاد ضعف سے آنکھیں بند کیے پڑا رہتا ہوں اور کسی طرح سے ان کی ہمدردی کا شکر یہ ادا نہیں کر سکتا۔ یہ مجھے اپنی طویل علالت سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ اہل قصبہ مجھے نگاہِ محبت سے دیکھتے ہیں۔ اگرچہ بہ بفضلِ بزرگوں مجھے گرمی موسمی وغیرہ سے ظاہری کوئی تکلیف نہیں ہے۔ پرے ٹٹی و پنکھا آراستہ شدہ کوٹھی میں مہیا ہونے سے تمام دن راحت سے گزرتا ہے اور شب کو بھی چھت کے وسیع صحن سے راحت ملتی ہے مگر اندرونی جسمانی تکلیف نے مجھے ایسا پریشان کر رکھا ہے کہ ان نعمت ہائے موجودہ کا کوئی لطف و حفا حاصل نہیں ہے۔

۱۵ مئی ۱۸۹۱ء۔ ۱۲ مئی سے میری طبیعت کو سکون ہے۔ اجابت بستہ اوقات معمولی پر ہوتی ہے دونوں وقت کسی قدر غذا بھی ہونے لگی ہے جس کی مقدار شاید آدھ پاؤ سے زائد نہ ہو۔ اگر اسی طور سے طبیعت سنبھل رہی تو یقیناً کچھ ضعف گھٹے اور قوت اعادہ کرے۔ حکیم ظہور الحسن صاحب جو ارشاد نولہ جس میں بہت اجزاء مقوی داخل ہیں چار رتی مروا بید مخلول کے ساتھ استعمال کرواتے ہیں جس سے ایک نوع کی شکل فائدہ منصور ہے۔

۱۰ جون ۱۸۹۱ء۔ آج کل میرے مصروفِ بیاعت بیماری بہت بڑھے ہوئے ہیں کہ جس کی کوئی حد نہیں۔۔۔ خیر خدا افضل فرمائے تو یہ صرف بھی بجا نہیں ہے۔ اپنی صحت جسمانی کے لیے آدمی کیا کچھ نہیں خرچ کر پڑتا ہے۔ مگر میں ایک ایسا ملین ہوں کہ جس کا زمانہ مرض کسی نہج سے ختم نہیں ہوتا۔ دسواں مہینہ میری بیماری کو ہے۔ اگر اپنی حالت پر غور کرتا ہوں تو یوں مافیہ ماہر نظر آتی ہے۔ قوت جسمانی ایسی گھٹ گئی ہے کہ نشست و برخاست تکلیف سے ہوتا ہے اور جو تکلیف کہ مرض سے میں برداشت کر رہا ہوں اس کا تحمل

اب نہیں ہو سکتا۔ اگر خود کشتی حرام نہ ہوتی تو شاید ایسی تکلیف سے میں اسے گوارا کرتا اور بہ آرام اپنی قبر میں سوتا لیکن افسوس ہے کہ یہ فعل میرا بعد میرے حق پر دلالت کرے گا اور شرعاً ایسا کرنا حرام مطلق ہے بہ خیال اس کے میں اپنی نیت فار دہ سے باز رہتا ہوں اور اپنے خدا سے دست بردا ہوں کہ وہ جملہ مصیبت پر لحاظ فرما کر یا تو مرض سے مجھے نجات بخشنے یا میرا انجام بخیر فرمائے۔

۱۲ جون ۱۸۹۱ء۔ سنیچر پیوستہ سے کل تک مستورات پردہ نشین و مردمان خاندان شریف کو جوست سوال کسی کے آگے پھیلا نا مکروہ سمجھتے ہیں مختلف قسم کے کھانے بہ تعداد ۲۵ بخش بالمرہ تقسیم کیے۔۔۔۔۔ شاید خدا انہیں کی دعا سے میری مشکلات کو حل فرمائے۔ یہ مسئلہ مسلم ہے کہ خیرات باعث رزق ہوتی ہے۔

۱۹ جون ۱۸۹۱ء۔ آج ۳ بجے رات سے ۹ بجے صبح تک چھ گھنٹہ کامل میرے پیٹ میں بائیں طرف اس قدر شدت سے دودھ ہوا کہ روح کو سخت صدمہ تھا۔۔۔۔۔ بالآخر جب ماش کی روٹی پیٹ پر باندھی گئی تو اس سے معافا فاقہ ہوا میری کوٹھی تھامی اہل محلہ سے بھری ہوئی تھی جو براہ ہمدردی عیادت کو تشریف لائے تھے اور میرے حال پر متاسف تھے۔ مسماۃ امت النساء درگاہ گنج مراد آباد سے واپس آئیں۔ مولوی فضل رحمان صاحب نے جو آج کل بزرگی و فضیلت و مقبول بارگاہ لم یزل ہونے میں مشہور آفاق ہیں اور تھامی ہندوستان کے لوگ ان کے حصول بیعت کو دور دور سے آتے ہیں) مجھے الائچیاں و لوبان پڑھ کر کھینچو اور ایک گنڈہ گلے میں پہننے کے واسطے بنا دیا اور فرمایا کہ جلد صحت ہو جائے گی۔ دو آدمی ان کی مخالفت میں کچھ پڑھتے ہیں لیکن انکا عمل کچھ موثر نہ ہوگا اور میں بھجکانہ نماز میں ان کی صحت کی دعا مانگتا رہوں گا۔

۲۶ جون ۱۸۹۱ء۔۔۔۔۔ سچ ہے کہ حکیم ظہور الحسن میرے معالج ۲۵ سال کے آدمی ہیں مگر خدا نے ایسی فہم رسا اور ذکاوت ان کو عطا کی ہے کہ میرے مرض صعب و حرارت جگر و تولید ریاح کا علاج بہت سوچ سمجھ کر کر رہے ہیں جس سے مجھے افاقہ متعدد بہ پیدا ہے اور میں اپنے خیال میں کہہ سکتا ہوں کہ لکھنؤ کے نامور اطباء کے برابر ان کی تشخیص ہے بلکہ میں اپنے علاج کی نسبت یہ کہہ سکتا ہوں کہ حکیم عبدالعزیز و حکیم عبدالعزیز مشہور و معروف اطباء چوک جھوانی ٹولہ سے بڑھ کر میرا علاج حکیم ظہور الحسن کر رہے ہیں مجھے خدا کے افضال سے امید پڑتی ہے کہ عجب نہیں کہ حکیم صاحب کے علاج سے نفع کامل حاصل ہو۔۔۔۔۔

۱۱ جولائی ۱۸۹۱ء۔ چونکہ معالج حکیم ظہور الحسن و تفضل حسین سے جن کی ملازمت میں نے میونسپل ہسپتال سے مستقل کرا دی ہے میرے عارضہ ضعف و حرارت جگر میں ایسا فائدہ حاصل ہوا اور استعما

بار اللحم و بیضه مرغ سے اس قدر توانائی حاصل ہوئی کہ میں آج علی الصباح واسطے سیر باغات ملکانہ کے گیا۔ پھر مکان منشی فہیم الزماں صاحب مرحوم پر عزیز بشیر الزماں سے ملاقی ہوا اور نصف گھنٹہ نشست کے بعد اپنے مکان کو لوٹ آیا۔ یہ تمامی مسافت دو گھنٹہ میں بہ سواری تامجان طے ہوئی اور خدا کے فضل و کرم سے کوئی تھکاوٹ یا کان محسوس نہیں ہوئی بلکہ اس سیر سے طبیعت کو فرحت حاصل ہوئی۔

برکھ پھل: ۲۹ جولائی ۱۸۹۱ء۔ جو مضمون واقعہ ۱۵ فروری ۲۹ جولائی ۱۸۹۱ء کو متعلق برکھ پھل جو ۱۱ ستمبر سن الیہ کو شروع ہو گا بموجب رائے پنڈت گوری شکر ولد گوردیال (سندیلہ) حوالہ قلم کیا ہے اس کو جہاں تک میں نے غور کیا تو میری رائے ان کی رائے کے محض خلاف ہے جس کے وجوہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) سورج میرے جنم لگن کا صاحب طالع ہے اور وہ اپنے گھر میں بجائے ہشتم برکھ پھل ۱۱ ستمبر میں بیٹھا ہے اور سینچر لگن برکھ پھل کا صاحب طالع ہو کر تحت الشعاع آفتاب میں آ گیا ہے اور اس کی قوت زائل ہو گئی تو یہ زوال قوت بحق صاحب طالع چنداں مضر نہیں ہو سکتا کیوں کہ بلحاظ قواعد نجوم اصل مالک طالع کا آفتاب ہے تو کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی ذات سے ضرر پہنچا دے۔ (۲) دوسرے یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ اگر ستارہ ناقص برج ناقص میں اپنے گھر کا مالک ہو کر یا اپنے شرف میں ہو کر پڑے تو اس سے کوئی امید ضرر کی نہ رکھنا چاہیے اور وہ ہرگز مضر تر رساں نہ ہوگا۔ برخلاف اس کے اگر وہ کسی دوسرے برج میں پڑتا۔ (۳) تیسرے اگرچہ سال مذکور الصدر کا صاحب طالع سینچر ہے اور بجائے ہشتم بیٹھا ہے لیکن اس سال کا برکھ پھل یعنی سال کا مالک آفتاب ہے جو کسی طرح اپنی ذات کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ (۴) چوتھے جہاں تک غور کیا گیا تو ۱۱ ستمبر کے برکھ پھل میں اقبال جوگ پڑا ہے اور بقاعدہ نجوم اقبال جوگ سولہ جوگوں میں نمبر اول ہے جس برکھ میں پڑ جاوے اس کے صاحب طالع کو اس سال کے اندر پورے طور سے حصول مقاصد میں کامیاب کرے تو ایسی حالت میں جو تقاضات سینچر منگل وزہرہ کے بجائے ہشتم بیٹھنے سے تاریخ ۲۴ جولائی کو درج ہوئے ہیں ان کا کوئی اثر بمقابلہ اقبال جوگ موثر نہیں ہو سکتا۔ آئندہ جو کچھ منظور فرما ہو جس کا نتیجہ شروع ہونے سال کے ایک مہینہ بعد معلوم ہو گا اور درج کتاب مذکور کیا جائے گا۔

محرم میں ایک مہینہ: ۱۰ اگست ۱۸۹۱ء۔ آج ۵۴ عدد بڑے جن میں گوکھرو و گوٹہ و بعض میں لکھ و پٹھا لگا تھا شیخ رفیع الدین ولد ذولوی نصیر الدین رئیس دیوانے من جانب ہمشیرہ خود یعنی الیہ بر خور دار سید مجتبیٰ علی مدظلہ سالہ بمقدار چار سیر بدست کلو حجام کے بھینچے۔ ایسے مراسم جب کہ پہلا محرم بعد شادی کے

پڑتا ہے تو فریقین کی جانب سے ادا ہوا کرتے ہیں۔ گھنڈیاں نقرنی رکھی بٹوہ میں نہیں تھیں۔

۱۳ اگست ۱۸۶۱ء۔ آج پچاس عدد بٹوے جو کم خواب ذر لفت اطلس وغیرہ سے مرتب ہوئے تھے اور ان میں گوٹہ لچکا پٹھالگا ہوا تھا باہر سے کلہو جہاں مولوی نعیر الدین صاحب واسطے اہلیہ بر خور دار قصبہ دیوا کو بھیجے۔ بٹوہ کم خواب وغیرہ عدد جن میں لچھے دار گھنڈیاں نقرنی رکھی تھیں۔ بٹوہ گوٹہ لچکا جن میں گھنڈیاں نقرہ تھیں۔ دیگر بٹوے اطلس وغیرہ کے جن میں گوٹہ لچکا وغیرہ لگا تھا۔ جملہ ۵ عدد۔ مسالہ پنج رنگا نمونہ سینی کلاں دس سیر نمبری۔

انڈوں کا استعمال: ۲۲ اگست ۱۸۹۱ء۔ مجھے اس وقت کا زمانہ کبھی فراموش نہ ہو گا کہ میرے

مزاج میں ایسی برودت آگئی ہے کہ اندک سرد چیز کا استعمال میرے حق میں مضر ہے اور اس سے اس قدر ریا تول کی تولید ہوتی ہے کہ خارج ہوتا دشوار ہو جاتا ہے اور زردی بیضہ مرغ نیم برشت سے جو دس گیارہ سے کم استعمال نہیں ہوتے کسی نوع کی گرمی محسوس نہیں ہوتی اور چونکہ یہ غذا الطیف اور زرد ہضم ہے اس وجہ سے اس کا استعمال میں اپنے حق میں بہت مفید اور ضروری تصور کرتا ہوں۔

وفات خالہ خود: ۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء۔ آج ۶ بجے صبح کو مسماۃ شرفا والدہ منشی فضل حسین تعلقہ دار

نے بعارضہ تخمہ جو منجر بہ ہیضہ ہو گیا تھا اس دنیا سے رحلت فرمائی۔ دس بجے تجہیز و تکفین سے فراغت ہوئی اور منشی سید فضل رسول صاحب مرحوم اپنے شوہر کے پہلو میں پچھم جانب مدفون ہوئیں۔ عمر چھیالیس سال تھی۔ یہ بی بی نہایت نیک سیرت کنہ پرور سخی المزاج تھیں۔ اکثر اپنے اعز کی پرورش و پرداخت ملحوظ رکھتیں۔ غریبوں کی پوشیدہ اعانت کرتی تھیں اور ایسی خوش نصیب تھیں کہ جب سے ان کا بیاہ ہوا اس گھر میں دولت برسے گی۔ آخر عمر میں ان کو اپنے اکلوتے بیٹے کی بے اعتنائی و بے اعتدالیوں کا البتہ طال رہا کرتا تھا۔ میرے ساتھ ان کو ایک محبت خاص تھی اور مثل اپنے بیٹے کے بلکہ بعض موقعوں پر ان سے زیادہ مجھے عزیز رکھتی تھیں۔۔۔۔۔ مجھے انکی مفارقت دائمی کا افسوس سخت ہے لیکن محض مجبوری کہ مشیت ایزدی میں کوئی چارہ نہیں خدا غریق رحمت فرمائے آمین۔

۵ اکتوبر ۱۸۹۱ء۔ آج صبح کو سیوم والدہ منشی سید فضل حسین صاحب تعلقہ دار کا ہوا۔ مجمع عوام زائد تھا۔

بارہ سو بخش طعام واسطے تقسیم برادری و محتاجین کے پخت ہوا جس میں تلیہ و قورمہ ملاؤ تھا۔ باعث بہ انتظامی تقسیم اچھی نہیں ہوئی۔ اکثر فقر ادعاے بدیہ ہوئے و محروم گئے۔ پہلے روز پانچ سو بخش کھانا برادرم سید کرامت حسین بھانجے مرحومہ کے دوسرے دن چار سو بخش منشی شمس الدین صاحب دیوراورد و سو بخش سید محمود رضا ولد محسن رضا بھانجے اور پانچ بخش من جانبا مولوی علی احمد صاحب روکیل ہال جل پور احمدھی

مرحومہ کے بھجے گئے تھے۔ منشی شمس الدین صاحب کے یہاں کا پلاؤ نا کافی تھا۔ محمود رضا کے یہاں پلاؤ نہ تھا۔ مولوی صاحب کے گھر کھانا اچھا تھا۔ مرحومہ کی نو اسی سیدنی احمد خلف مولوی صاحب کو بیاہی ہے۔ دوسرے منشی فضل حسین مولوی صاحب کے دیہات کے منتظم و مختار عام ہیں۔

انڈوں کی قیمت: ۲۸ اکتوبر ۱۸۹۱ء۔ دو روز علاوہ غذا معمولی بارہ عدد زردی بیضہ مرغ نیم برشت کا استعمال کرتا ہوں جو بہ عنایت الہی بخوبی ہضم ہو جاتے ہیں اور چار پیسے کے پانچ انڈے بالفعل خرید کر آتے ہیں۔
در دشانہ: ۱۱ جنوری ۱۸۹۲ء۔ میں اپنی بد قسمتی کا کیا ذکر کروں کہ مجھے ایک درد (در دسکم) سے افاقہ کامل نہیں ہوا تھا کہ در دشانہ و گونے مجھے گھیر لیا اور فوراً اور م آگیا اور اعضاء متصلہ پر ایسا اثر پہنچا کہ عروق گردن وغیر ماون ہو گئیں۔ غرض کہ اس درد نے مجھے ایسی تکلیف دی اور دے رہا ہے کہ ایک کروٹ سے دوسری کروٹ لینا دشوار ہے۔ باوجود اس قدر تکلیف کے میں اس صعوبت کو نہایت صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کر رہا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ جب زمانہ رفع تکلیف کا آوے گا تو یہ شکایت دفع ہو جاوے گی۔ گریہ وزاری بیکار محض ہے۔

۱۲ جنوری ۱۸۹۲ء۔ در دشانہ کی تکلیف بدستور ہے۔ منسلی کی ہڈی قریباً ایک انچ ابھر آئی ہے۔ تکلیف کا یہ حال ہے کہ ایک انچ سرکنے میں دس منٹ صرف ہوتے ہیں اور قوت حاصلہ ڈیٹلٹ زائل ہو گئی۔
۳۱ جنوری ۱۸۹۲ء۔ آج میں نے ایک روغن مجربہ برادر م سید حافظ علی ولد رحمہ رحمان خاں صاحب اپنے در دشانہ میں ملا۔ اس سے اس قدر تخفیف ہوئی کہ میں اپنا دست چپ بلا تکلف سر تک بلن کر سکتا ہوں۔ نقل نسخہ واسطے استفادہ ناظرین کتاب ہذا درج ذیل کیا جاتا ہے۔

نسخہ روغن دافع در دریاچی: لہسن، ایک تولہ، فریون، ۳ ماشہ، برگ سداب تازہ۔ ایک تولہ، عقرقرھا، ۴ ماشہ، پیپل، ۳ ماشہ، روغن کنجد یا زیتون۔ پاؤ بھر کل چیزوں کو کوٹ چھان کر روغن تائی میں پکائے اور جب ایک ثلث رہ جائے اس کو چھان کر مقام ماون پر مالش کرے۔

پچھسی: ۱۴ فروری ۱۸۹۲ء۔ میرا تجربہ ہے کہ پچھسی ایک منحوس کھیل ہے۔ علاوہ تفسیح ادقات اس کے کھیلنے سے نحوست بڑھتی ہے۔ آج کل یہ کھیل... مشغلہ منشی فضل حسین صاحب تعلقہ دار ہے جو بالمرہ کم سے کم پانچ چھ گھنٹے اس میں صرف کرتے ہیں اور اس حالت میں انھیں کسی معاملہ کی بات سننا سخت ناگوار ہوتی ہے۔ اس کھیل کا انجام بخیر نظر نہیں آتا۔ میں اس کھیل کا کبھی عادی نہ تھا بلکہ ستائیس سال ہوئے میں نے گنجفہ و شطرنج

مطلقاً ترک کر دیا جس میں مجھے دستگاہ کامل تھی۔

نسخہ ضعف معدہ ۴: ۲۱، مارچ ۱۸۹۲ء۔ ضعف معدہ کے واسطے اجزائے ذیل بہت مفید ہیں۔
راقم کو بھی ان کے استعمال سے فائدہ ہوا:

”کنوچہ، الائچی خورد، زیرہ سفید، زیرہ سیاہ۔ ان چاروں اجزاء کو ہم وزن لے کر کوٹ چھان کر تین تین شہ کی ٹیریاں بنالے اور بعد غذا ایک پڑیا نوش کرے۔ امیہ کہ شافی مطلق شفا کے عاجل عطا کرے۔

وجوہ مالیخولیا وغیرہ ۴: ۲۳، مارچ ۱۸۹۲ء۔ مالیخولیا، خبط و بے خوابی وغیرہ کے کسی سبب ہیں ان میں خاص خاص وجہ یہ ہیں: طبیعت پر زیادہ زور دینا، دوسرے ورزش نہ کرنا اور جسم سے کم کام لینا، تیسرے مزاج میں استقلال و عزم کا نہ ہونا، چوتھے خطرناک طریقوں سے کام کرنا، پانچویں دن رات خیال کرنے اور سوچنے کی بیہودہ عادت پر چلنا۔

نسخہ ہضم ۳: ۲۲، جون ۱۸۹۲ء۔ تجربہ سے لکھا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص سوٹھ صاف چھنی ہوئی بقدر ایک ماشہ و نمک سیاہ ایک ماشہ باہم مخلوط کر کے بعد کھانے آم کے استعمال کرے تو ان کی تحلیل میں کوئی تہوقف نہ ہوگا۔ کسی ضرر کے بغیر ہضم ہو جائیں گے۔

تحصیلدار اس نوروز علی: ۶ جولائی ۱۸۹۲ء۔ آج چودھری محمد عظیم صاحب چودھری نصر علی صاحب سکریٹری انجمن ہند لکھنؤ چودھری محارون صاحب روساے محلہ مہتوانہ عید ملنے کی تقریب میں میرے مکان پر تشریف لائے۔ چودھری محمد عظیم صاحب نے بحالت تخلیہ مجھ سے بیان کیا کہ نوروز علی تحصیلدار سندیلہ نے تمہاری کچھ شکایت کرنل کوئن صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی سے کی ہے جس کی نسبت صاحب بہادر چودھری صاحب سے دریافت کرتے تھے کہ منظر علی کچھ کام میونسپل میں غفلت کرتا تھا جس کی وجہ سے تحصیلدار سندیلہ نے کار میونسپل اپنے تعلق کر لیا ہے اور کوشش تحصیلدار سے آمدنی میں اضافہ ہوا۔ جواب اس کے چودھری صاحب نے میری لیاقت و تدبیر کی بہت تعریف کی کہ منظر علی نے جیسا کام میونسپل کا کیا ہے ویسی لیاقت و مستوری سے شاید دوسرا نہ کر سکے۔ جواب الجواب میں صاحب بہادر نے فرمایا کہ ہم ضرور منظر علی کو اچھا جانتے ہیں وہ کام سکریٹری سے علیحدہ نہیں ہوا ہے۔ افسوس کہ میری لیاقت و کارگزاری تحصیلدار کے ناگوار طبع ہے۔ اے روشنی طبع تو برین بلاشندی

ہدایت نفس خود: ۱۲، اگست ۱۸۹۲ء۔ بغرض تعلیم و ہدایت خود میں نے نصیحت ذیل چودھری

عبدالباقی صاحب نبرد ار سے بہ خط جلی لکھوا کر اور واحدین ساز سے نشیہ و طین سے مرتب و آراستہ کر کے اپنی نشست گاہ کی دیوار کے محاذ میں آویزاں کی تاکہ وہ مجھے ناصح رہے کہ کوئی بات غیر مہذب زبان سے نہ نکالوں۔

”سوچ سمجھ کر بات کرو کہ لیشیاں نہ ہو“

پوتے کا نام: ۲۸ اگست ۱۸۹۲ء - آج زانچہ مولود نور چشم سید مجتبیٰ علی بقاعدہ نجوم میں نے مرتب کیا۔ نشست ستاروں کی بہت اچھی ہے۔ دو شرف میں ایک اپنے گھر کا اور ایک خانہ مسرت میں ہے۔ خدا اس کو زندہ رکھے۔ وہ ایک ہونہار لڑکا ہوگا۔ بعد غور کامل اس کا نام میں نے منزل حسین رکھا۔ اس نام کا کوئی آدنی قبضہ ہذا میں نہیں ہے۔ ایک طبی مشورہ: ۱۲ ستمبر ۱۸۹۲ء - اگر انسان اپنی صحت چاہے تو نصف مہینہ بھادوں سے شروع کا تک تک بلا بھوک ہرگز غذا نہ کرے ورنہ بالضرور کوئی نہ کوئی تغیر پیدا ہوگا۔ یوں تو ہمیشہ احتیاط لازمی ہے۔ یہ نصیحت بڑے تجربہ کے بعد درج ہوئی۔

شناخت ہیرو: ۲۳ ستمبر ۱۸۹۲ء - ۱۔ کارٹی یا اس قسم کا کوئی دبیز کاغذ کا ٹکڑا لے کر سوئی سے اس میں ایک سوراخ کرو اور ہیرے کو آنکھوں کے سامنے لاکر اسی کی راہ سے سوراخ کو دیکھو۔ اگر ہیرا جھوٹا ہے تو دو سوراخ اور اگر سچا ہے تو ایک سوراخ دکھائی دے گا ۲۔ انگلی پر ہیرا رکھ کر اس کے ذریعہ سے انگلی کے مسامات پر نگاہ کرو۔ اگر ہیرا سچا ہے تو جلد کے مسامات کچھ کچھ ممیز ہوں گے۔ صاف نہیں دکھلائی دیں گے اور اگر ہیرا نقلی ہوگا تو بہت صفا اور شفا دکھلائی دیں گے ۳۔ ہیرے کا رنگ انگوٹھی پر جڑا ہو تو اس طرح پر شناخت ہو سکتی ہے کہ اگر نگینہ اصلی ہیرا ہے تو ڈانگ کبھی نہیں دکھلائی دے گی اور اگر نقلی ہیرا ہے تو صاف دکھلائی دے گی۔

تجربہ کاری: ۹ نومبر ۱۸۹۲ء - تجربہ کار کا لفظ اسی شخص کی نسبت استعمال ہونا چاہیے جس نے اولاً ہر چیز کو بہ نظر غور دیکھا ہو اور بطور خود اس کی نسبت پوری فکر کی ہو، دوئم کتابوں کی سیر بہ نظر تعمق کر چکا ہو، سوئم ہم عصر لوگوں کی تحریرات کو جو کسی امراض کی بابت ہوں غور کیا ہو۔ تجربہ کاری کچھ اس بات سے متعلق نہیں ہے کہ اس کی عمر زیادہ ہوگی ہو اور وہ ان فضائل سے بے بہرہ ہو۔ اگر جوان آدمی میں ایسے فضائل حاصل ہوں تو وہ بھی تجربہ کار کے شمار میں آ سکتا ہے۔ جو شخص بلا واقف کاری بلا صلاح مشورت کے کوئی کام کرے گا وہ ہمیشہ غلطی میں پڑے گا۔

سوانح عمری خود: ۱۲ نومبر ۱۸۹۲ء - آج میں نے اپنی سوانح عمری لکھنا شروع کی جس کو چودہ فصلوں میں منقسم کیا ہے اور ایک فصل میں اپنے حالات مفصل لکھنا چاہتا ہوں۔ خدا سے امید ہے کہ اس کی

تکمیل بوجہ احسن فرمائے (یہ سوانح عمری ۱۸۹۲ء میں کوئٹہ پریس سنڈیلہ سے شائع ہوئی تھی۔ ہاشمی)
 یکم دسمبر ۱۸۹۲ء۔ آج صبح کو کنور درگا پر شاد صاحب تعلقہ دار میری ملاقات کو تشریف لائے اور مجھے
 اپنی سوانح عمری لکھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ آپ ایک نہایت عمدہ و قابل یادگار کام کر رہے ہیں جو اب اور آئندہ
 بدرجہ غایت کارآمد ہوگا کیوں کہ تصنیفات سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ درجہ کی یادگار دنیا میں نہیں ہو سکتی اور جب
 اس کام کو انجام دے چکیں تو نہایت بہتر ہوگا کہ اس کو طبع کرادیں جو باعث آپ کی کماں یادگار کے ہوگی اور
 چونکہ میں اپنا ذاتی مطبع سنڈیلہ میں جاری کرنے والا ہوں۔ پس اس میں یہ کتاب بہت آسانی سے طبع ہو جائیگی۔
 میں نے راجہ صاحب کا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے مجھے نہایت نیک صلاح دی۔

معاشی تردد: ۲۰ دسمبر ۱۸۹۲ء۔ میرے مصارف کو روز بروز ترقی ہے حتیٰ کہ سال گزشتہ میں
 تین سو پینتالیس روپے کا صرف کپڑا خریدا ہوا۔ اور دیگر مصارف لابدی علاوہ برآں۔ اگرچہ میں فکر مند رہتا
 ہوں لیکن اس کا کیا اثر ہو سکتا ہے جب تک کہ فضل اینرڈی شامل حال نہ ہو۔ پس اس کی درگاہ میں دست
 بدعا ہوں کہ جیسی میری حیثیت و عزت بڑھائی ہے اپنے حبیب کے صدقہ سے تا حیات میری ویسی ہی
 آبرو و منزلت برقرار و قائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔

طالیان: ۲۱ دسمبر ۱۸۹۲ء۔ چونکہ کرمل کوئٹہ صاحب ڈپٹی کمشنر ہردوئی بڑاون بمقام 'جھڑیہ' مزار
 بینی گنج علاقہ چودھری محمد عظیم صاحب میں منائیں گے اور اسی روز عموماً کل روسا وغیرہ طالیان حسب حیثیت
 خود ہا پیش کریں گے۔ لہذا مجھے بھی واجب ہوا کہ جس طور سے ممکن ہو ڈالی لے کر ۲۵ دسمبر کو جھڑیہ پہنچوں۔
 پس برادر مٹنشی سید فضل حسین صاحب سے یہ طے ہوا کہ ہم دونوں ۲۴ دسمبر کی شام کو سنڈیلہ سے بذریعہ
 ریل چونسہ پہنچیں اور بعد قیام شب صبح کو بہ سواری پالکی جا کر بعد ملاقات صاحب ضلع طالیان
 پیش کریں جس کا سامان لکھنؤ سے میں نے منگایا ہے۔

سال نو: یکم جنوری ۱۸۹۳ء۔ آج سے ۱۸۹۳ء کا آغاز ہوا۔ ۱۸۹۲ء عموماً بہت سخت گزرا۔
 سو میں شاید پانچ ہی شخص خوش حال و بے فکر رہے ہوں۔ انواع اقسام کے حادثات پیش آئے۔ ناموں
 انگلستان و ہندوستان وغیرہ کے اس جہاں سے گزر گئے۔ میں بھی علالت جان فرسا، درد و لنگ و غیرہ میں
 سخت مبتلا رہا اور ترددات انواع و اقسام کے علاوہ برآں تھے۔ دیکھا چاہئے کہ یہ ۱۸۹۳ء کیسا گزرتا ہے۔
 محلہ کے کل لڑکوں میں بلکہ شاید سنڈیلہ میں کرامت علی خلیف شیخ سلامت علی صاحب مرحوم کا سب سے

بڑا ہے اور آدمی بھی خوش فہم تیز طبع و سعید ہیں۔ عجب نہیں کہ یہ صفات ایک روزان کو مرتبہ اعلیٰ پر پہنچادیں اور مثل بھی ہندی مشہور ہے کہ سر بڑا سردار کا۔

موسا و ثی خاصہ: ۱۳ مارچ ۱۸۹۳ء۔ میرے خاندان کا یہ موروثی خاصہ ہے کہ ابتداءً تعلیم و تعلم کا ضرور شغل رہتا ہے۔ بعدہ وہ چاہے جیسا معزز عہدہ حاصل کرے۔ چنانچہ میں اپنے چشم دید تین پشتوں کا ذکر کرتا ہوں کہ میرے جد امجد مولوی سید الہ بخش صاحب مرحوم نے مدت تک پیشہ معلمی کا کیا اور میرے والد ماجد مولوی سید مظفر علی صاحب مرحوم ایک عرصہ تک مدرس اول مدرسہ ریاست جو دھ پور رہے۔ بعدہ سندیلہ میں بھی بعد غدر اس شغل کو جائز رکھا۔ ابتداءً راقم بھی مدرس مدرسہ سندیلہ مقرر ہوا جس کو ساٹھ سال چار سال تک انجام دیا۔ اس کے بعد نوکری ریلوے وغیرہ کی حاصل کی۔ برخوردار مصطفیٰ علی آج کل مدرس اول مدرسہ انگریزی میں جس خدمت کو اپریل ۱۸۹۱ء سے انجام دے رہے ہیں۔ دیکھا چاہیے کہ ان کا مقدر کب یاوری کرتا ہے کہ کوئی بڑا عہدہ مستقل طور پر حاصل کریں۔

کھٹل و چچہ: ۶ اپریل ۱۸۹۳ء۔ آج میں چار بجے شام کی ریل میں ہر دوئی گیا۔۔۔۔۔ شیخ رعایت حسین صاحب وکیل کے مکان پر ٹھہرا لیکن جو چار پائی نوٹ کی میرے واسطے بچھائی گئی تھی اس میں اس قدر کھٹل تھے کہ تمام رات مجھے ان کے چھننے اور گھنٹے شمار کرنے میں گزری اور کوئی وقت پلک خواب راحت سے آشنا نہیں ہوئی اور اس پر طرہ یہ تھا کہ مجھروں کی فوج نے ایسے پیہم دھاوے کرنا شروع کیے کہ اگر کوئی منٹ کھٹل کی نیش زنی سے نجات بھی ملتی تو ان کی سوزش سے چین نہیں ملتا تھا حتیٰ کہ تمام بدن میں درد پڑ گئے۔ عرض خدا خدا کر کے صبح ہوئی اور میں نماز کو اٹھا۔ یہ رات میرے حق میں سخت تکلیف کی تھی جو شاید کبھی فراموش نہ ہو۔

سل شئی.... اصلہ: ۱۰ اپریل ۱۸۹۳ء۔ کل شئی یر جو الی اصلہ۔ اس مسئلہ کا جہاں تک تجربہ و امتحان ہوا تو بہت درست و صحیح قرار پایا۔ ہر شے کو ضرور اصل کی طرف رجحان ہوتا ہے۔۔۔۔۔ اگر انسان پر قیاس کیا جاوے تو اس کی بھی بلا کم و کاست وہی حالت دیکھی گئی جس سے اس کی اصلیت کا پتہ چلتا ہے۔ اگر کوئی شخص قوم رذیل سے تعلیم دیا جاوے تو گو تحصیل علوم سے اس کی عقل و دماغ میں روشن ضمیری فور پیدا ہو جائے گی لیکن اس کی عادات میں کچھ شتمہ اس کی اصلیت کا بلا توقف فور پایا جائے گا۔ اسی طرح سے اگر کسی خادیم کے فرزند کو تعلیم دے کر لیاقت حاصل کرائی جاوے اور اگر چہ وہ کسی شریف کے لطف سے بھی

ہو تو بھی اس کی خوب میں کچھ نہ کچھ اس کی ماں کا اثر پیدا ہوگا اور بوسے وفاداری مقصود ہوگی۔ یہ شعر اسٹافروسی کا ایسے محل پر نہایت درجہ صادق آتا ہے۔
پرستار زادہ نہ آید بکار اگرچہ بود زادہ شہریار
پس اسی طور سے میں جہاں تک خیال کرتا ہوں تو....

اشعار حافظ : ۱۲ اپریل ۱۸۹۳ء..... جب تحصیل دار نے دیکھا کہ میں کارروائی میونسپل میں نہایت صاف و پاک ہوں اور جو کام میرے عہد میں ہوئے وہ نہایت نیک نیتی کے ساتھ ہوئے اور کسی قسم کا تغلب کوئی شخص نہ کرنے پایا اور ملازمین میونسپل پر میرا کامل دباؤ تھا لہذا جس نہج سے انھوں نے کنجی ہائے گولک (اکٹرائی) بموجب تحریر ۱۸ مارچ ۱۸۹۲ء کے مجھ سے منگالی تھیں۔ اسی طور سے آج مجھے بھیج دیں کہ میں کام متعلقہ سابقہ کو بحیثیت سکرٹری میونسپل کے انجام دوں۔ اس مقام پر مجھے بعض اشعار حافظ شیراز علیہ الرحمہ کی کامل تصدیق ہوتی ہے جو سال گزشتہ میں بحالت تردد بوقت معائنہ فال کے برآمد ہوئے تھے۔ شعر

بداں مثل کہ شب آہ بستی آمد است بروز ستارہ می شرم تا کہ شب چہ زاید باز
ز لوح بادیہ دل بدکن بہ بند احرام کہ در راہ نیاندیشد از نشیب و فراز
بیا کہ بلبل مطبوع خاطر م حافظ بہ بوسے گلشن وصل تومی سراپد باز

دانتوں کی حفاظت : ۱۵ اپریل ۱۸۹۳ء۔ جس شخص کو اپنے دانت مدت تک قائم رکھنا مقصود ہو اسے

پان خوری کا استعمال کم اور خللاں کی عادت نہ کرے ورنہ میرا تجربہ ہے کہ چونما سوڑھوں کو کاٹ دیتا ہے اور خللاں کرتے کرتے دانتوں کے درمیان فرق پیدا ہو جاتا ہے جس سے چند روز میں انھیں جنبش ہونے لگتی ہے اور بالآخر گر جاتے ہیں اور انسان روٹی و دیگر لذائذ ذہیوی سے محروم ہو جاتا ہے۔

قسم کھانا : ۱۶ جون ۱۸۹۳ء۔ جب میں کم سن تھا مجھے خوب یاد ہے کہ ۱۸۵۶ء سے قسم کھانا جیسا اس کا آج کل ضرورت بلا ضرورت عام رواج ہے مطلقاً ترک کر دیا تھا اور کبھی سہواً اس کا اتفاق نہیں ہوتا ہے اور میں بہت برا جانتا ہوں کہ لوگ معمولی بات چیت میں بلا ضرورت اس کے عادی ہیں جس سے ان کی بے اعتباری مقصود ہے اور جب کبھی کسی عدالت میں اتفاق ادا سے شہادت کا ہوتا ہے تو وہاں بھی انھیں الفاظ کا استعمال کرتا ہوں کہ اپنے علم و یقین سے سچ کہوں گا جھوٹ نہ کہوں گا۔

دعوت انبیا : ۲ جولائی ۱۸۹۳ء۔ آج میں نے اپنے اعراض خاص کو طلب کر کے عموماً قلمی و تخیلی آم نوش

کرائے جن کے نام ذیل میں ہیں۔

”برادر عزیز سید اظہر علی، عزیز سید حافظ علی ولد ماجد علی صاحب، مولوی خلیل الدین ولد منگامیاں، اصغر علی ولد اظہر علی، قاضی ابوالحسن ولد قاضی اقتدار علی، عوض علی خلیف سید حسین علی مرحوم، بر خورداران سید مصطفیٰ علی وغیرہ بر خورداران منتظم حسین، محمد زبیر محمد شعیب و محمد ضمیر محمد صعیب فرزندان برادر م سید نذر علی۔“

حاجی وارث علی: ۲۵ جولائی ۱۸۹۳ء۔ آج بہ تقریب آمد ایڈمنسٹریٹو صاحب کمشنر لکھنؤ میں بوقت ۸ بجے کے اسٹیشن ریلوے پر گیا۔ صاحب تو تشریف نہیں لائے لیکن حاجی وارث علی شاہ صاحب ساکن دیواری ریل گاڑی میں ملازمت حاصل ہوئی۔ بعد مصافحہ بہت مہربانی سے پیش آئے۔ کہا کہ ان کی ذات سزاوار بہت غنیمت ہے۔ اپنے اور شیخ فہیم الزماں کے خاندان میں یہ بہت عمدہ آدمی ہیں اور ہم سے ان کا خون ملا ہوا ہے۔ یہ کہہ کر میری پیٹھ پر دست شفقت پھیرا اور بخوشی رخصت کیا۔ مجھے یہ ٹیگن نیک حاصل ہونے سے بہت خوشی ہوئی اور اپنے خدائے پاک سے امید کرتا ہوں کہ میرا طالع نیک مبادل بہ راحت ہو۔ آمین۔

ایک باغ و کنواں: ۱۱ ستمبر ۱۸۹۳ء۔ جو باغ و کنواں میں نے لب سڑک ہتیاہرن کی سرحد شمالی موضع پر کاپور کے بنوایا ہے اس راستہ سے ہزاروں جاٹری کی ہر چہار جانب آمد و شد رہتی ہے۔ چونکہ کل آوار کھالپس میں نے بذریعہ چھتا سنگھ نمبر دار موضع مذکور کے کنویں پر ایک برہمن مقرر کر دیا اور اس کو ایک بوٹا و ڈول دیوایا تاکہ راہ گروں کو پانی پلاوے۔ چنانچہ اس کارروائی سے کل کنویں پر بڑا مجمع رہا اور برہمن بڑی مستعدی کے ساتھ سب کو پانی پلایا۔ اس وجہ سے میری نیک نامی کی بڑی شہرت ہوئی۔ چونکہ ایک تختی بہ زبان اردو و ہندی کنویں پر لگی ہے کہ ”یہاں تشریف لائیے آب شیریں و عمدہ موجود ہے“ یہ تحریر بھی مسافروں کو بہت کشش کرتی ہے۔ اگر چند سال تک ایسی ہی کوشش رہی تو میں امید کرتا ہوں کہ شاید میلہ بھی وہاں ٹھہرنے لگے کیوں کہ وہاں سے دو کوس کے فاصلہ تک کہیں عمدہ پانی نہیں ملتا ہے۔ برہمن کی اجرت فی آوار تین آنہ قرار پائی۔

عرق کیلہ: ۳ اکتوبر ۱۸۹۳ء۔ آج میں صبح کے آٹھ بجے دفعتاً عارضہ پتی میں مبتلا ہو گیا۔ تمام بدن میں خارش ہو گئی جس کی تکلیف سے بخار آ گیا اور غذا نہار نہ کر سکا۔ عرق کیلہ کے استعمال سے افادہ ہوا جو اس عارضہ کے واسطے نہایت مفید ثابت ہوا۔

ملاقات کمشنر وغیرہ: ۲ نومبر ۱۸۹۳ء۔ آج آٹھ بجے صبح کو سڑک ایڈمس صاحب کمشنر لکھنؤ سے ملاقات کی۔ حالات خاندانی استفسار فرمائے۔ میں نے کہا کہ منی ہم سید علاء الدین قیس اللہ عرف

کی اولاد میں ہوں جو سلطان علاء الدین خلجی کے عہد میں شہر واسط سے ہندوستان تشریف لائے تھے۔ اور جن کے نام کا مخدوم پورہ ہنوز بہ حیثیت معافی دوامی عہد شاہی کے ہم لوگوں کے قبضہ میں چلا آتا ہے۔

کرنل کوٹن صاحب ڈپٹی کمشنر ہر دوتی سے آج بار دیگر ملاقات کی اور جو باتیں کمشنر صاحب سے ہوئی تھیں ان کا اعادہ کیا میں نے یہ بھی کہا کہ مجھے کام میونسپل و آنریری مجسٹریٹ سے فرصت قلیل رہتی ہے لہذا میں چاہتا ہوں کہ عدالت سیشن کی حاضری سے بحیثیت ایسیر کے معاف کیا جاؤں۔ فرمایا کہ درخواست دو ہم حسب خواہش کارروائی کر دیں گے۔ مجھ سے فرمائش کی کہ ایک جوڑا گولڈ پنچ جس کو اردو میں سہرا کہتے ہیں اور ایک مادہ گوبرلاوا لکھنؤ وغیرہ سے تلاش کر کے منگوادو کہ سرد موسم میں یہ چڑیاں ملتی ہیں اور مجھ کو پرندوں کا شوق بہت ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں ضرور کوشش کر کے ان کو منگواؤں گا۔

خریداری کتب: ۱۰ نومبر ۱۸۹۳ء۔ آج میں نے مطبع منشی نو لکھنؤ سے حسب ذیل کتابیں منگوائیں۔

اکسیر ہدایت ترجمہ کیمیائے سعادت دو روپے چار آنہ، دیوان حافظ محشی بارہ آنہ، لکھنؤ لٹریچر فیس منی آرڈر دس آنہ = جلد ۳ روپے دس آنے۔

گھبراہٹ بیماریا: ۱۳ نومبر ۱۸۹۳ء۔ آج کل علاوہ خلیجان مقدمات متدارہ کے میں تشویشات

بیماری میں بھی سخت غلطاں و پچیاں رہتا ہوں۔ کوئی وقت ان سے جدا نہیں ہوتی۔ اول تو مجھے تیرہ روز گزشتہ سے برابر دورہ اجابت ملین کا ہوتا ہے جس سے بحدے ضعیف ہو گیا ہوں اور ہنوز کوئی افاقہ نہیں۔ دوسرے

نور چشم مصطفیٰ علی خائف اکبر کھوڑا ہائے زیر بغل میں مبتلا ہیں جس سے حرارت لاحق رہتی ہے اور استعمال منضج کا

ہو رہا ہے۔ تیسرے نور چشم محبتی علی خائف دوئم کی تحریر ۱۱ نومبر سن الیہ مقام کانپور سے واضح ہوا کہ وہ خارش

سخت میں مبتلا ہیں اور چہذ کھوڑے ایسے برآمد ہوتے کہ مدرسہ تک جانا دشوار ہے۔ چوتھے نور چشم رضی علی

زکام و بخار میں بمقام لکھنؤ مبتلا ہیں کہ کالج تک نہیں جاسکتے۔ پانچواں برخوردار مرضی علی حرارت در در

میں بمقام لکھنؤ اور چھٹا نور چشم التفاتاً بعد وفات فرزند کے بخار شدید میں مبتلا ہیں بلکہ اس وقت

کیفیت بے ہوشی کی پیدا ہے۔ ساتواں اہلخانہ برخوردار مصطفیٰ علی ضیق النفس میں۔ نور دیدہ منتظم

حرارت و اسہال میں نور العین منزل حسین عارضہ خارش و استفراغ میں۔ غرض ان دنوں میں سخت

پریشانی میں مبتلا ہوں۔ خدا رحم کرے۔ آمین

استعمال چائے: ۱۸ دسمبر ۱۸۹۳ء۔ چونکہ استعمال چائے کا تحلیل ریاح کے واسطے مفید معلوم

ہوتا ہے لہذا زمانہ بارش سے میں بالمرہ علی الصباح اس کا استعمال کرتا ہوں جس میں تین عدد بادام گھسے ہوئے اور ایک تولہ بالائی اور ایک ماشہ بادیان خطائی پڑتا ہے۔

منشی شمس الدین: یکم جنوری ۱۸۹۲ء۔ آج منشی عبدالصمد صاحب اصل باقی نویں تحصیل سندیلہ سے جو نہایت درجہ معتمد و مشیر بابونور و زعلی تحصیلدار کے ہیں معلوم ہوا بلکہ انھوں نے حلفیہ بیان کیا کہ تحصیلدار سے آپ کی بخش کے باعث جناب منشی شمس الدین احمد صاحب مرحوم تھے کہ جنھوں نے بحالت تخلیہ تحصیلدار سے بیان کیا تھا کہ ”منظر علی اچھے آدمی نہیں ہیں۔ ان سے بہت ہوشیار رہنا چاہیے اور ان کو اختیار امیوسل میں خود سری کے نہ دینا چاہیے بلکہ ہمیشہ اپنے زیر حکومت رکھنا چاہیے ورنہ تم کو ضرر پہنچے گا“ اسی وجہ سے تحصیلدار مجھ سے بہت کشیدہ رہا کرتے تھے اور میرے ہر فعل کو نگاہ حقارت سے دیکھتے تھے بلکہ اسی زمانے میں میرے خلاف رپورٹ اخفائے لگان کی صدر کو بھیجی تھی جس کی وجہ سے آج تک پریشانی میں مبتلا ہوں۔ چونکہ ہمارے بزرگوار شمس الدین صاحب اور تحصیلدار سے ضلع کھیری کے روابط تھے اور تحصیلدار ان کو بہت نیک صفات اور مقدس سمجھتے تھے اس وجہ سے ان کی شکایت کا پورا اثر میری نسبت ہوا حالانکہ بعد تجربہ کامل اب تحصیلدار کے دل سے ویسے خیالات میری نسبت باقی نہیں رہے تھے اور مجھے اچھا سمجھنے لگے تھے۔ افسوس کہ ایک مقدس بزرگ سے بعض بھلائی و بہبودی کے بیٹرہ حاصل ہوا۔

حاجی وارث علی شاہ: ۲۲ فروری ۱۸۹۲ء۔ آج کے صبح میں نے شرف ملازمت جناب حاجی وارث علی شاہ صاحب کی حاصل کی بہت مہربانی سے پیش آئے اور سر و قد تعظیم کے کر مجھ سے معالقبہ کیا اور ضروری بات چیت فرمائی۔ کل چونکہ بورد ریاضت مجھے سلا کہا بھیجا تھا اس وجہ سے مجھے فرض ہوا کہ حصول زیارت سے شرف ہوا۔

عید الفطر: ۹ اپریل ۱۸۹۲ء۔ ۲۰ شوال ۱۳۱۱ھ۔ آج چودھری حسن جاں خلف چودھری محمد عظیم صاحب تعلقہ دار و فتح علی ولد چودھری نصرت علی حسن بہادر چودھری محمد عظیم صاحب و میر محمد عوض صاحب رؤسائے مہتوانہ و جد علی خاں بلوچ اشرف ٹولہ مجھ سے عید ملنے آئے۔ چودھری صاحب آخر الذکر مجھ سے دیر تک ہر قسم کی بات چیت کرتے رہے اور چونکہ میں نے ان کی بہ عہد بابونور و زعلی تحصیلدار سندیلہ ہر قسم کی مدد کی تھی اس وجہ سے اکثر باتوں میں ان کی رضامندی میری نسبت ظاہر ہوئی۔

قانونی کتب: ۱۷ اپریل ۱۸۹۲ء۔ چونکہ اس زمانے میں بیرون واقفیت قانون کوئی شخص لائق تصور نہیں کیا جاتا ہے اس وجہ سے میں نے ایک سو برس کے قوانین غیر منسوخہ اپنے کتب خانہ میں فراہم کر لیے

ہیں اور ہر سال ایک جلد خلاصہ نظائر فوجہاری ہائی کورٹ الہ آباد مدراس کلکتہ بمبئی کے سرکاری چھاپہ خانوں سے منگاتا رہتا ہوں کہ بروقت ضرورت مجھے کہیں سے مستعار منگانے کی حاجت نہ پڑے اور لوگ اپنی رفعت ضرورت کے مجھ سے خواہش مند ہوں۔ مجھے اپنی اولاد نیک اطوار سے امید ہے کہ اس رسالہ کو بحفاظت رکھیں گے اور وقتاً فوقتاً قرآنین جدید اپنے کتب خانہ میں اکٹھا کرتے رہیں گے۔

سراجہ > ساگا پیر شاہ > ۲۴ اپریل ۱۸۹۲ء - آج راجہ درگا پیر شاہ صاحب رئیس سندیلہ میری ملاقات کو تشریف لائے اور میری کتاب سوانح عمری کو دیکھ کر فرمایا کہ آپ نے عبارت بہت لطیف سلیس رواں لکھی ہے جو چودھری حافظ شوکت علی صاحب کی عبارت سوانح عمری سے بہت عمدہ ہے۔

قول سعدی: ۲۱ مئی ۱۸۹۲ء - کس نیا موخت علم تیر از من: کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد
یہ قول حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا بہت صحیح و درست ہے اور جہاں تک میں نے تجربہ کیا یہ مثل میرے حق میں بہت صادق آتی ہے۔ میں اپنے تجربہ سے لکھتا ہوں کہ جس شخص کے ساتھ میں نے سلو کات کیے اور اس کی بیہودی کا باعث ہوا بالآخر اس سے ضرور میری ذات مال کو ضرر پہنچا جس کی چند مثالیں حوالہ قلم کرتا ہوں....
تحسین: ۲۲ مئی ۱۸۹۲ء - آج مرزا یعقوب حسین صاحب تحصیلدار کے مکان پر منشی سید یوسف صاحب حاکم بندوبست تحصیل سندیلہ سے ملاقات ہوئی۔ تحصیلدار صاحب نے میرا پڑھیٹی صاحب سے توارف کرایا کہ یہ صاحب رئیس سندیلہ نہایت لائق اور وقت کے فلاسفر ہیں۔ کوئی وقت ان کا فضول رائیگاں ضرر نہیں ہوتا سرکاری کاموں کی طرف بہت دلچسپی ہے۔ آنریری مجسٹریٹ کا کام مثل ننخواہ دار مجسٹریٹ کے بہت مستعدی کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔

مصطفیٰ علی: ۱۰ ستمبر ۱۸۹۲ء - آج ایک پوسٹ کارڈ محرر ۸ ستمبر سن الیہ مرسلہ عبداللہ صاحب فرنگی محلی لکھنؤ ہتھم مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور بجواب خط رقم مشعر بدیں مضمون موصول ہوا کہ برنور دارم سید مصطفیٰ علی مدرسہ مذکورہ میں علم عربی حاصل کر رہے ہیں۔ دو کتابیں ختم کر چکے ہیں۔ ان کا قصہ ہے کہ بذریعہ اس کے علم طب کا تکملہ کریں اور ایک عہدہ ماسٹری بھی ان کو مل گیا ہے۔ جو فیصل ان کے مصارون کا ہے۔ بالفعل وہ مولوی حافظ محمد علی صاحب وکیل کے مکان پر رہتے ہیں۔ یہ خبر معلوم کر کے بدرجہ غایت خوشی ہوئی جو ان کی مفقودی سے ایک مہینہ بیس یوم کے بعد سماعت میں آئی۔ میں نے اپنے اعزہ و احباب کو فوراً خطوط روانہ کیے جو اس کے منتظر تھے اور میں نے مولوی صاحب کو شکریہ لکھ بھیجا۔ برنور دار مصطفیٰ علی کو لکھا کہ تمہاری

خیریت معلوم کر کے جی خوش ہوا۔ تم کو حسب خواہش خود تحصیل علم کا اختیار ہے میں مانع نہیں ہوں۔ اگر ضرورت خرچ کی ہو تو میں بھیج دوں۔ تم اپنی خیریت سے مطلع کرو کہ مجھے اور دوسروں کو طمانیت حاصل ہو۔

۲۱ اکتوبر ۱۸۹۴ء۔ جو خطوط بر خوردار مصطفیٰ محررہ ۱۳، ۱۵، اکتوبر کو بھیجوائے گئے، رتھے ان کا یہ خوش نتیجہ نکلا کہ شب گزشتہ کو بر خوردار موصوف بعد مفقود الخبری بخیریت تمام باز پس سنا لیا آئے اور ان کی والدہ نے باظہار مسرت آج بزرگی جمع کی اور لود ٹریف پڑھوایا۔ اس چھوٹی سی تقریب میں ۱۵ روپے صرف ہوئے۔
دعا بازی و چالاکی: ۱۶ دسمبر ۱۸۹۴ء۔ آج کل گردش زمانہ کچھ چالاک کاذب و درغاباز آدمیوں کے موافق ہو رہی ہے۔ میں تجربہ لکھتا ہوں کہ لوگ جھوٹ و درغابازی سے براہ چالاکی کوئی فعل کرتے ہیں تو ان کو ہر طرح سے کامیابی ہوتی ہے۔ بالفعل یہ امر میرے مشاہدہ میں آ رہا ہے کہ ایک شخص اپنے آقا کی حضوری میں اس قدر تعریف کرنا ہے گویا بادشاہ وقت وہی ہیں لیکن جب علیحدگی ہوتی ہے تو کوئی دقیقہ خدمت حضرت آقا کا اٹھا نہیں رکھتا۔ وہ بہ خوش حالی کر رہا ہے اور جو لوگ نہایت راست بازی ایمانداری اور نیک نیتی سے چل رہے ہیں وہ تکلیف و پریشانی میں مبتلا ہیں۔ یہ محض زمانہ کی خوبی ہے ورنہ میں ہمیشہ نیک روشی کا انجام خوش دیکھتا رہا ہوں اور میں یہ کہنے کو تیار ہوں کہ ایمانداری و نیک نیتی ضرور اپنا ثمرہ نیک دکھا دے گی اور بدروستی ہمیشہ ذلت و خواری میں مبتلا رہیں گے۔

سوانح عمری خود: ۲۱ مارچ ۱۸۹۵ء۔ چونکہ کتاب سوانح عمری راقم بشمول تقریظ و شجرہ وغیرہ جو بیس جزوں میں چھپی لہذا کل اجرت مطبع کوئن پریس سنڈیلے ایک سو تہتر روپے چودہ آنہ نوپائی قرار پائی اور بعد بحرائی وصول سابقہ میں نے رقم بقیہ اڑتیس روپے بارہ آنہ نوپائی مطبع کوئن کو آج بھیج دی۔ اب کچھ باقی نہیں رہا۔
انبہ: ۱۳ جون ۱۸۹۵ء۔ تجربہ سے مجھے استعمال انبہ بہت مفید ثابت ہوا اور اس کے ہضم کے واسطے ایک ماشہ سوٹھ اور اسی قدر نمک سیاہ بہت فائدہ بخش ہے۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ انبہ کے استعمال سے میری توانائی کو ترقی ہوتی جاتی ہے علی الخصوص پتلے اس کا خمی شیریں آم زیادہ تر مفید ہے۔

آم کی شاخیں: ۱۰ جولائی ۱۸۹۵ء۔ اگر تم چاہو تو تمہارے انبہ کے درخت ہر سال بار آور ہوں تو ہر سال بور آنے کے پہلے کم زور شاخوں کے پتے توڑ کر پھینک دو کہ بجائے بور آنے کے ان میں نئے نئے نئے کلمے نکلیں۔ نئی شاخیں دوسرے برس پھولتی اور پھل لاتی ہیں۔

متعلق سوانح عمری: ۲۷ اگست ۱۸۹۵ء۔ آج پوسٹ کارڈ مورخہ ۲۶ اگست مر حکیم محمد علی خاں طبیب

میونسپل ہر دوئی مشعر میں مضمون موصول ہوا کہ شیخ ولایت علی ولد لائق علی اشرف ٹولہ سندیلہ ایک مضمون متعلقہ تردید بعض صفحات سوانح عمری آپ کی میرے مطبع میں طبع کرنا چاہتے ہیں چونکہ میں آپ کا نیاز مند ہوں اس لیے میرا فرض ہے کہ میں آپ سے اس کے چھاپنے کی اجازت حاصل کروں۔ بجواب اس کے میں نے لکھ بھیجا کہ اپنی کتاب سوانح عمری میں کل واقعات میں نے سچے لکھے ہیں۔ اگر شیخ ولایت علی کوئی ایسی تردید چھپوائیں گے جس کا مضمون میرے خلاف ہو گا یا اس سے کسی قسم کی اہانت متصور ہوئی تو شاید میں اس کی طوالت میں ہرگز درمخ نہ کروں گا اور بلا ارجماع نالاش باز نہ رہوں گا۔ اگر آپ ایک نقل اس کی قبل طبع مجھے لطف فرماویں تو باعث مشکوری ہو گا یہ بھی شانِ خدا ہے کہ جس کو میں نے اپنا موضع 'مونی' دے کر صاحب ریاست کر دیا اور عزت پیدا کرنے کا باعث ہوا اور کل مطالبہ اپنا اس وقت تک وصول نہیں کیا وہ اپنی اصلاح کو چھوڑ کر مخالفت پر کمر بستہ ہیں۔ سچ یہ ہے کہ کم ظرفوں کے ساتھ چاہے جس قدر سلوک کیا جائے لیکن وہ اپنی اصلیت کی جانب بدون رجوع کیے باز نہیں رہتے۔ مثل مشہور ہے کل شیء یرجع الی اصلہ

صبح کی ورزش: ۲۷ ستمبر ۱۸۹۵ء۔ صبح کی ورزش و پاپیادہ تفریح سے میری تندرستی کو بہت فائدہ پہنچ رہا ہے طبیعت بشاش چست و چاق رہتی ہے۔ غذا نہار بخواہش ہوتی ہے اور کسی کام سے جی نہیں گھبراتا۔ یہ تفریح بیرون قصبہ کم از کم ایک گھنٹہ ہوتی ہے۔

محنت: ۲۸ ستمبر ۱۸۹۵ء۔۔۔۔۔ میں خود ہی اپنی ذات سے تمام اوقات مصروف رہتا ہوں۔ حتیٰ کہ سوائے رات کے نصف تک چار پائی پر نہیں لیٹتا اور زیادتی محنت سے بوقت شب دماغ تپکنے لگتا ہے لیکن باوصف ان سب باتوں کے میں مکملہ کام اپنے آرام پر مقدم تصور کرتا ہوں۔ خدایمیرا اولاد کو بھی ہی ہدایت کیے۔

۶ نومبر ۱۸۹۵ء۔ ملک ہسپانیہ میں ایک مثل ہے کہ خدا سے دعا مانگو اور ہتھوڑے کو بھی لوہے پر مارتے رہو ورنہ صرف دعا لگنے سے لوہا کبھی نرم نہیں ہو سکتا۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ مطابق اس مثل کے میرا ہمیشہ طریقی عمل رہا جس سے کسی کام میں مجھے بہت کم ناکامی ہوئی اور میرے اس بیان کی تصدیق میری کتاب سوانح عمری سے بطور احسن ہو سکتی ہے۔ بہر حال انسان کو اپنی کوشش و پیروی سے ہرگز باز نہ رہنا چاہیے جس کی بدولت کل کام بن سکتے ہیں۔

الجنہن: ۲۸ نومبر ۱۸۹۵ء۔ کل سے میں بعض امور مستقبل کا خیال کر کے از بس پریشانی تھا کہ اب میں صرف برخور داران تفضی علی و تفضی علی کی شادیوں سے اور بڑھے گا اور سلسلہ آمدنی دہات بوجہ سالی

چار سال گزشتہ بہت گھٹ گیا اور اب تجویز جمع بند و بست ثانی سے اور بھی گھٹے گا جو نومبر ۱۸۹۶ء سے کی جائے گی تو میں کیونکر باعزت و آبرو اپنے مصارف خانہ داری کو چلا سکوں گا پس میں نے اسی حالت انتشار میں بہ نظر استدراک حالات پیش کتاب دیوان حافظ اور سکندر نامہ نظامی میں بوقت ۳ بجے شام کے فال دیکھی اور استدعا کی کہ میں صاف طور سے مطلع کیا جاؤں کہ میرے حق میں کیا شدنی ہے۔ اتفاق سے دونوں کتابوں میں صفحہ نمبر ۱۶۲ فال نکلی جن کے اشعار حسب ذیل درج کیے جلتے ہیں۔ کتاب دیوان حافظ کتاب خانہ راقم صفحہ ۱۶۲ کا شعر یہ ہے :

اگر غم لشکر انگیزد کہ خون عاشقان ریزد
من و ساقی بہم سازیم و بنیادش بر اندازیم

کتاب سکندر نامہ مصطفائی - صفحہ ۱۶۲

شنیدم رسن بستی سوئے دار برو تا زگی وقت خون بہار (کذا)

بمعانی اشعار مفصلہ صدر کے صاف مترشح ہوتا ہے کہ میرا بیچ و غم ضرور برطرف ہو جائے گا اور میری آئندہ بہ کامیابی تمام بسر کروں گا جس سے مجھے نہایت درجہ طمانیت حاصل ہوئی اور اسی وقت سے میرے اوقات لاحقہ میں خفت ہوئی بہر حال ایسی ہی امید بہی و کامیابی کی زبان آئندہ میں رکھتا ہوں اور بہر حال اسکے فضل و کرم کا امیدوار ہوں۔
اعتدال : ۸ فروری ۱۸۹۶ء - انسان کو لازم ہے کہ وہ انحطاط و قوی میں اپنی طبیعت کو کھانے پینے و سونے و جاگنے و رفع ضروریات میں بہت سنبھل کر بحالت اعتدال رکھے اور بہ پابندی اوقات ہر ایک کام انجام دیتا ہے ورنہ اسکی تندرستی کبھی قائم نہیں رہ سکتی اور بقیام یا زندگی بے لطف بسر نہیں لے جا سکتا۔

پابندی نماز و وظائف : ۴ مئی ۱۸۹۶ء - ۲۲ سال کا زمانہ ہوا جب میں نے نماز کی پابندی کی۔ اسی وقت سے درود شریف ہر نماز کے بعد ایک صد بار و سبحان اللہ محمد ۲۵ بار سورہ منزل ایک بار برابر پڑھتا رہا ہوں۔ اور ۳۶ سال سے یا مظهر العجائب - بالنیخیر بعد نماز عشا کے ۶۰ بار ورد میں ہے جس کے اولیٰ آخر سات سات مرتبہ درود شریف پڑھتا ہوں اور ۳ سال گزشتہ سے چہل کون بعد نماز صبح و مغرب ایک بار پڑھا کرتا ہوں۔ ان اور ادکی برکت و رد سے مجھے بہت بڑا نفع دنیاوی حاصل ہوا اور ہو رہا ہے۔

چند آسم : ۲۶ جون ۱۸۹۶ء - راجہ درگا پرتھو دار نے چندا نہ حیدر آباد کن کے آج بھیجے جو ان کو راجہ جرنی منوہر صاحب جاگیر دار دس لاکھ ریاست موصوفہ نے بھیجے تھے۔ آسم بڑے تھے اور خوشبو امرو کی تھی۔
ایک شاہ صاحب : ۲۳ اگست ۱۸۹۶ء - کل شام کو ایک بزرگ دارا شاہ ساکن مہاراج گنج ضلع جون پور کا میرے مکان پر گزر ہوا۔ ان کے پاس چند اسناد تحریری تھے جن کو دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ

آدمی بے طمع و متوکل ہیں۔ شب کو میرے مکان پر کھڑے۔ بہت آسودگی کے ساتھ کھانا نوش کیا اور حقہ پانی ہر قسم کی ان کی خاطر داری ہوئی جس سے بہت رضامند ہوئے۔ اور آج صبح کو بوقت رخصت مجھ سے کہا کہ جو حاجت ہو بیان کرو کہ اس کے پورا کرنے کی کوشش کروں۔ بزجواب اس کے میں نے کہا کہ دعاے خیر۔ کہا کچھ اور مانگو۔ میں نے کہا کہ جو کچھ مانگنا ہوتا ہے وہ میں اپنے رب العالمین سے مانگا کرتا ہوں اور میں اس کی ذات پر پورا بھروسہ رکھتا ہوں اور شاکر ہوں۔ شاہ صاحب میری اس گفتگو سے بہت متعجب ہوئے۔

معلومات عامہ: ۲۹ ستمبر ۱۸۹۶ء تا ۱۸۵۴ء کے نصف آخر میں ہندوستان میں ریل جازا ہوئی (۲) صبح کو ایک گلاس ٹھنڈا پانی پی کر ٹہلنا واسطے رفع قبض کے بہت مفید ہے (۳) بالائی اور درج سیاہ درد شقیقہ پر ملنا بہت مفید ثابت ہوا ہے۔

خواب خوش: ۱۲ نومبر ۱۸۹۶ء۔ علی الصبح بوقت نماز میں نے خواب دیکھا کہ ایک دولت مند کی محل سرا میں داخل ہوا اور مالک مکان نے (جو ابھی زندہ ہیں) میرے داخلہ محل سرا کو بہ نظر سرت و عورت دیکھا اور ایک معشوقہ دل نواز کو جو مجھ سے پردہ کرتی ہے اجازت دی کہ بالا خانہ پر چلی جائے جس کی اوٹ اس نے خود کی لیکن بوجہ غیر کافی ہونے پردہ کے اس کا نصف جسم اسفل صاف نظر آتا تھا جو اطلس کا کادار پاجامہ جس کی ہر کلی میں گونا گونا گونا پتلیوں میں لچکاٹکا تھا پہنے تھی اور اس کے کڑوں اور چھڑوں تقری کی آواز میرے کانوں تک آتی تھی۔ بعد میں میری آنکھ کھل گئی۔ میں حیرت میں ہوں کہ کس قسم کی خوابیں ہیں جن کو میں چار سال برابر دیکھ رہا ہوں اور جس کا قبل از خواب کوئی دم و گمان نہیں ہوتا۔ دیکھا چاہیے کہ اس کا کیا ظہور ہوتا ہے۔

فحط نردہ لوگ: ۱۵ نومبر ۱۸۹۶ء۔ آج پھر میں نے انتظام تقسیم طعام محتاجوں کا کیا۔ محتاج خانہ موقوفہ پشت مقبرہ منشی فضل رسول صاحب مرحوم میں حسب ذیل آدمی ہیں:

مرد۔ ۶۰، عورتیں۔ ۲۰، لڑکے۔ ۱۶، کل = ۹۶۔ نی روٹی گیہوں کی ٹم سیر تھی۔ تین تین مردوں کو دو دو عورتوں کو اور ایک ایک لڑکوں کو تقسیم ہوئیں اور ایک ایک سفید کبل مردوں کو اور پتلی مارکین کی چادر عورتوں کو دی گئیں۔ کل صرفہ منجانب گورنمنٹ ہورہا ہے۔

سال کا آخری دن: ۲۱ دسمبر ۱۸۹۶ء۔ آج سال ۱۸۹۶ء ختم ہوا۔ بوجہ کی بارش از حد گرانی و قحط سے خلق اللہ کو بہت تکلیف پہنچی۔ ہزار ہا آدمی فاقہ کشی سے مر گئے اور اپنی اولاد آٹھ آٹھ آنے پر فروخت کر دی۔ مجھے بھی اس سال تفکرات زائد ہے۔ کوئی کامیابی نہیں ہوئی اور نہ میری اولاد کو دیکھا چاہیے کہ

۱۸۹۷ء کیسا گزرتا ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ باعزت و آبرور کھے اور ہر طرح سے کامیابی عطا فرماوے۔
 کُرتا ٹوپی: ۸ جنوری ۱۸۹۷ء۔ آج غسلِ آخر و ولادتِ دختر اہل خانہ الطافِ رسول نے کیا اگرچہ
 کُرتہ ٹوپی بھیننے کی ہر ایک عزیز نے رسم ادا کی۔ میں نے بھی بھیجا۔ اور لگانے صندل پر ایک روپیہ زوجہ صغی
 حجام کو دیا لیکن جس دھوم دھام سے مسماۃ حسنا بنت الہی جان و مسماۃ شیریں بنت کوکا طوالفتی کے با دیگر عیال
 کثیر اپنی ہم قوم کے کُرتہ ٹوپی لے گئیں وہ کیفیت قابلِ دید تھی۔ آگے طفلی اس کے پیچھے تاشا و شہنائی بجتی تھی
 اور اس کے بعد نڈیوں کا غول گاتا جاتا جاتا تھا جس کے ساتھ صدہا تاشائی تھے۔ چونکہ اس گھر میں ان
 لوگوں کا بہت مان دان ہے لہذا ایسی کارروائیوں کو خوب حاصلات کر رہے ہیں اور انتظامِ ریاست میں بھی مشیر ہیں۔

فضل حسین: ۳ مارچ ۱۸۹۷ء۔۔۔۔۔ بوقتِ شب بندیدہ رقمہ منشی سید فضل حسین نے مجھے طلب کر کے
 باہر کہا کہ میں فی الجملہ علیل ہوں اور بجز آپ کے دوسرے شخص پر مجھے اعتبار نہیں ہے کہ اس قدر روپیہ اس
 کی معرفت منگایا جاوے لہذا آپ لکھنؤ جا کر بیس ہزار روپیہ بینک بنگال سے مجھے لادیں اور اس میں سے
 مبلغ چار ہزار بابت فلک رہن حصہ موضع 'سر پرھی' آپ لے لیجئے جو آپ کو یافتنی ہے۔ لہذا صاحبِ امر ان کے
 میں نے شب کو کل انتظام اپنے لکھنؤ جانے کا کر لیا۔ آج کل منشی صاحب میری جانب بہت متوجہ ہیں بلکہ منزلِ لال
 ان کے خزاچی مجھ سے کہتے تھے کہ بجز آپ کے ان کی نگاہ دوسری طرف نہیں پڑتی ہے اور ان کا ارادہ ہے کہ انتظام
 تعلقہ جلال پور پھر آپ کے سپرد کریں اور جلد دوسرے سے نجات پاویں۔ سچ یہ ہے کہ بدون آپ
 کی مداخلت کے اب یہ علاقہ ہرگز چل نہیں سکتا ہے

انجامِ قحط: ۹ جون ۱۸۹۷ء۔ آج مجھے دریافت سے معلوم ہوا کہ میرے یہاں گیارہ لڑکیاں
 واسطہ پرورشِ خدمت کے اس قحطِ سالی میں حاصل کی گئیں جن کی تفصیل بقیہ اسمِ درج ذیل ہے (نام حذف
 کیے گئے۔ ہاشمی) اور ان سب کی پرورش میری ذاتِ خاص سے متعلق ہے اور ہر ایک واسطہ خدمت گزار کی کے
 میری اولاد میں تقسیم ہے۔ چونکہ میں گھر میں چھ چھ مہینہ تک نہیں جاتا ہوں اس وجہ ان کے حالات سے محض غیر مطلع تھا۔
 دوبارہ منیجر علی علاقہ: ۲۳ جون ۱۸۹۷ء۔ (مقام ہر دوئی)۔ آج صبح کو منشی فضل حسین صاحب
 تعلقہ دار شیخ رعایت حسین صاحب وکیل کے مکان پر تشریف لائے جہاں میرا بی۔ علی صاحب وکیل بھی موجود تھے
 اور ان دونوں صاحبوں کو مجبور کیا کہ مجھے واسطہ انتظام علاقہ جلال پور کے رضامند کریں چنانچہ انھوں نے
 بہت زور دے کر مجھے مجبور کیا کہ میں تعلقہ مذکورہ کا کام اپنے ہاتھ میں لوں اور ان دونوں صاحبوں اور راجہ پور

صاحب (جو اس وقت وہاں موجود تھے۔ ہاشمی) اس بات کا اقرار کیا کہ اگر آئندہ کوئی امر خلاف مزاج آپ کے منجانب منشی صاحب وقوع پذیر ہوگا جو باعث آپ کے مال کا ہوتو ہم لوگ اسے رفع کر دیں گے۔ چنانچہ تائید اس بیان کے ایک یادداشت میرا محمد علی صاحب وکیل نے مرتب کی جس میں کئی اختیارات نظم و نسق علاقہ مجھے تفویض ہوئے اور ایک سو روپیہ ماہوار تنخواہ بدستور سابق اس میں درج ہوئی اور تینوں صاحبوں کا اس میں حوالہ درج یادداشت مذکور کیا گیا اور منشی صاحب موصوف نے بعد ثبوت دستخط خود یادداشت مذکور میرے حوالہ کی اور اپنے ساتھ آج دوپہر کی ریل میں سندیلہ مجھے لائے۔۔۔۔۔ آج یہ بہت بڑا بار میرے سر پر رکھا گیا جس کے واسطے میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم انجام اس کا بخیر فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

شادی پسران خود: ۲۳ ستمبر ۱۸۹۶ء۔ میں نے ریل کی دو گاڑیاں لکھنؤ سے منگائیں۔ فی درجہ آٹھ آدمیوں کی نشست تھی۔ چونکہ ہر گاڑی میں چھ درجے ہوتے ہیں لہذا چھیا نوے آدمی اس میں بیٹھے۔ ما بانی براتیوں کے ٹکٹ خریدے ہوئے۔ کل براتیوں کی تعداد قریباً دو سو کے تھی جو سندیلہ سے روانہ ہوئے تھے لیکن لکھنؤ میں پہنچ کر بشمول باجوں والے اور طائفہ زنانہ و مردانہ کے ۲۲۲ تک تعداد بڑھ گئی۔ جب بارات اسٹیشن لکھنؤ پر پہنچی تو منشی لطف حسن ساکن سندیلہ منڈی حاصل تحصیلدار لکھنؤ نمبر ۲۳ عدو فٹن اور مہمانگریزی و ہندوستانی باجوں کے مستعد تھے۔ سب براتی گاڑیوں پر سوار ہوئے اور باجا بختی ہوئی بارات روانہ ہوئی۔ وقت مغرب دروازہ دو لھن کے محلہ مشک گنج میں بارات پہنچی جو مکان میر مونس مرثیہ خواں پر ٹھہری۔ لوہے کے رات کے شیخ یوسف الزماں صاحب نے براتیوں کو کھانا دیا جس میں نان، شیر برنج، قلیہ، قورمہ پلاؤ زردہ و شیر مال تھی۔ بعد تناول طعام اول مسماة خورشید طوائف سندیلہ کا قصہ ہوا۔ زماں بعد مسماة جڈن ایک نامور طوائف لکھنؤ کا قصہ ہوا جس سے حاضرین کو ایک نوع کا حظ حاصل ہوا۔ بعد بسنتی طوائف لکھنؤ کا قصہ ہوا۔ جس وقت یہ نایاب ہو رہا تھا اور وقت ۴ بجے رات کا تھا کہ دفعتاً کسی شقی القلب نے ایک ایسی اینٹ جلسہ میں پھینکی جو نورا چشم مر ترضی علی کی داہنی بھوں پر لگی اور خون جاری ہو گیا۔ جلسہ میں بے لطفی پیدا ہو گئی۔ بڑی خیریت ہوئی کہ آنکھ بچ گئی۔ انتظام جلسہ متعلق منشی لطف حسن صاحب تحصیلدار کے تھا۔۔۔۔۔ انتظام بارات کا بر خور دار مجتبیٰ علی و شیخ مقبول احمد (خلف دویم منشی عزیز الدین احمد صاحب مرحوم) و چودھری عبدالباسط صاحب (خلف دویم چودھری عبدالباقی صاحب) کے متعلق تھا جنھوں نے بہت مستعدی کے ساتھ اپنے کار متعلقہ کو انجام دیا۔ افسوس کہ بر خور دار مصطفیٰ علی بوجہ علالت خود شریک بارات نہ ہو سکے۔

چار طائفے جو رقص کنناں تھے ان کو اجرت علاوہ انعام کے حسب ذیل دی گئی۔ خورشید طوائف ۱۵ روپے۔
جدن طوائف - ۱۷ روپے، بسنتی طوائف ۱۲ روپے

۲۲ ستمبر ۱۸۹۷ء - چھ بجے صبح کو بر خوردار تفضی علی کا مسماۃ شاکرہ دختر شیخ یوسف الزماں صاحب سے لبعوض مہر ۸۵ ہزار عقد ہوا۔ بعد ذیٰ بر خوردار تفضی علی کا مسماۃ انیس دختر مولوی محمد کریم صاحب دریا بادی سے عقد قرار پایا مہر وہی ۸۵ ہزار تھا۔ مولوی محمد نعیم صاحب فرنگی محلّی نے نکاح پڑھا۔ سہ پہر کو من جانب مولوی محمد کریم صاحب براتیوں کو کھانا دیا گیا۔ قریب ۶ بجے شام کے رخصتی بارات کی ہوئی۔ صندل دونوں عروس کی مانگوں میں میں نے بھرا۔ شیخ یوسف الزماں صاحب ایک سو ایک روپیہ اور مولوی محمد کریم صاحب نے اکیاون روپیہ سلامی دیا۔ جہیز حسب ذیل دیا گیا۔ رخصت کیا گیا۔ ہاشمی، سات بجے بارات اسٹیشن لکھنؤ پہنچی اور پونے دس بجے وہاں سے رات کی ریل میں روانہ ہو کر انبجے داخل سندیلہ ہوئے۔۔۔ میں نے بسم ڈولار کائی اپنی لڑکیوں کو ایک باغ دیا۔۔۔ میں نے اس تقریب میں ۳،۳ روڑ تک قریباً ایک ربلغ غذا کی اور جہاں تک میں حساب لگاتا ہوں تو قریباً تین ہزار روپے میرا ان دونوں تقریبوں میں صرف ہوا۔ ہاں اس قدر لکھنا کھول گیا کہ اس تقریب میں آرائش و آتش بازی بھی تھی۔ چونکہ آج چوتھیا نہیں آئے اس وجہ سے رخصتی عروساں نہیں ہوئی۔ قریباً تین سو روپیہ نیوٹہ اندر و باہر میرے یہاں آیا۔

محاسبہ سالانہ: ۳۱ دسمبر آج سال ۱۸۹۷ء ختم ہوا میں مختصراً اپنے حالات ذیل میں درج کرتا ہوں:

- ۱۔ مہینہ جون میں انتظام تعلقہ جلال پور اپنے ہاتھ میں لیا مبلغ سو روپے ماہوار تنخواہ مقرر ہوئی۔
- ۲۔ بر خوردار ان تفضی علی و تفضی علی کی شادی میں تقریباً تین ہزار روپے خرچ ہوا۔ ۳۔ قحط سالی سے اکثر جہاں جوں کا دیوالہ نکل گیا اور مقروض ہو گئے لیکن خدا کا شکر ہے کہ میں وہ ایام عزت و آبرو سے بسر لے گیا۔ اس قحط سالی میں بہت سے لوگ ضائع ہوئے اگرچہ گورنمنٹ نے ان کی جان بچانے میں بہت کچھ روپیہ صرف کیا۔ میں نے انجام دہی کار قحط میں بہت مستعدی حکام وقت کے ساتھ ظاہر کی اگر مجھے کالیف سخت کا سامنا رہا۔ ۴۔ جائداد قلیل میں نے اس سال حاصل کی اگرچہ معاملات پیچیدہ چند سال گزشتہ کے بہت کچھ کھرا ہوا۔ ۵۔ بر خوردار ^{مصطفیٰ} علی دو ہفتہ تک منفقود النجر ہو گئے۔ آخر شیش پٹنہ عظیم آباد سے خط خیریت کا بھیجا اور واپس آئے۔ ۶۔ شکر ہے کہ میں قصبہ نہا میں بنگاہ وقت دیکھا گیا اور عموماً اہل قصبہ مجھ سے راضی و خوش رہے۔ ۷۔ مبلغ چار ہزار روپیہ بابت نکاح رہن حقیقت ہر موضع سرہری، منشی فضل حسین صاحب سے مجھے وصول ہوا۔

جس سے بہت سے معاملات تصفیہ طلب ہو گئے اور اسی روپیہ سے میں نے لڑاکوں کی شادی بھی کی۔

عدالت فضل حسین: ۶ مارچ ۱۸۹۸ء۔ آج الہی بخش جراح محلہ وکٹوریہ گنج لکھنؤ سے آیا اور اس نے علاج دنبل منشی فضل حسین صاحب تعلقہ دار کا شروع کیا اور کہتا ہے کہ ایک ہفتہ میں بلا چاک کیے اچھا کر دوں گا۔ الہی بخش قوم کا حجام ہے جس کی عمر پچاس کی ہوگی۔

۲۲ مارچ ۱۸۹۸ء۔ آج ریڑھ کی دوسری جانب کا پھوڑا منشی فضل حسین صاحب الہی بخش جراح لکھنؤ نے چاک کیا لیکن وہ ناکافی ہوا۔ اگر تھوڑا بشر اور بڑھ جاتا تو یقین تھا کہ اس کا کل ریم کل جاتا۔ تاہم بہت سا خون ریم نکلا۔ ۳ اپریل ۱۸۹۸ء۔ شام کو منشی فضل صاحب سے ملاقات ہوئی ان کا ارادہ غسل صحت کا ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ کو ہے۔ جوڑے وغیرہ بہت سے لوگوں کو تقسیم ہوں گے اور رقص و رنگ کی مجالس گرم ہوں گی۔

۶ مئی ۱۸۹۸ء۔ آج ۸ بجے صبح کو منشی فضل حسین صاحب نے غسل صحت کا کیا اور جو جوڑا کا کوری ران کی سمرال سے بچتا ہوا معہ ان کی سالیوں کے لایا گیا تھا اس کو زیب بدن کیا۔ جوڑا سرخ رنگ کا تھا جب نہا کر بیٹھے ہیں تو طوائفان سندیلہ و قوالان وغیرہ نے مبارک باد گایا اور نذرین و نچھ اور پیش ہونے لگے اور مبلغ ایک سو گیارہ روپے ان دونوں ماروں میں آیا۔ منشی صاحب نے کچھ جوڑے اپنے نوکروں کو تقسیم کیے اور شب کو طوائفان سندیلہ کا رقص ہوا اور صبح و شام بارہ سو بخش پخت ہو کر جس میں قلیہ قورمہ پلاؤ شامل تھا تقسیم ہوئے۔ ۲۳ مئی ۱۸۹۸ء۔ آج الہی بخش جراح کو منشی فضل حسین صاحب نے رخصت کیا جس نے ان کا پھوڑا

اچھا کیا ہے۔ نام بردہ لکھنؤ محلہ وکٹوریہ گنج میں رہتا ہے اور وہاں اپنے فن جراحی میں ایک مشہور آدمی ہے۔ اس کو منشی صاحب اور نان کی اہلیہ نے ایک سو روپیہ نقد اور ایک دو سالہ قیمتی پندرہ روپے انعام میں دیا اور پانچ روپے میں نے دیے اور رقص منشی صاحب نے دستخطی خود عمرہ امروہہ بدین مخمونا لکھ دیا کہ پانچ روپے ماہوار میں اس کو تاحیا اس کی دیتار ہوں گا اور دو مرتبہ ضرورت یا بلا ضرورت ہر ہینہ نذیلہ آیا کرے جس کا کرایہ آمد و شد دیا جائے گا۔

انگلیوں میں تکلیف: ۱۰ جون ۱۸۹۸ء۔ ہنوز میری انگلیوں میں ایسی صلاحیت پیدا نہیں ہوئی کہ میں ایک حالت سے لکھ سکوں اور بعض وقت تو حروف بہت اچھے بنتے ہیں اور وقت بالکل خراب جس کی وجہ بحر اس کے اور کوئی خیال میں نہیں آتی کہ اس کا باعث شاید کم ربطی ہو اور یہ ہی کیفیت میری انگریزی اور اردو دونوں قسم کی تحریر میں ہے۔

وفات وصی علی شاہ: ۲۳ جون ۱۸۹۸ء۔ آج بارہ بجے دن کو وصی علی شاہ صاحب لاچھیرا میاں

سجادہ نشین درگاہ مخدوم سید علاء الدین نے بعمر اسی سال قضا کی۔ چند ماہ گزشتہ سے بخار وغیرہ میں علیل تھے۔ بوقت ۵ بجے شام کے بعد غسل و تکفین لاش شاہ صاحب کی گاتے بجاتے بڑے اژدہام کے ساتھ درگاہ سے اٹھی جس کے اوپر دو سالہ پڑا ہوا تھا اور شبینہ سبز بندریہ چار چوبلوں کے مریدین لوگ لاش پر تانے ہوئے تھے۔ کچھ ہی پنج سے مشعلیں روشن ہوئیں۔ آگے آگے چودھری محمد عظیم صاحب وغیرہ روسائے قصبہ آہستہ آہستہ رواں تھے۔ اس کے پیچھے چند اشخاص از مریدین وغیرہ گریاں کناں جا رہے تھے۔ زلاں بعد گھوڑے وغیرہ بخرانی غزلیں گاتے تھے۔ اس کے پیچھے ایک گروہ از اعزاکلمہ طیبہ پڑھتا تھا۔ اول لاش چوراہے مخدوم صاحب سے سڑک ہتوانہ پر آئی اور میونسپل ہال کے سامنے ہو کر نصیباً طوائف کے پھاٹک سے سڑک مدرسہ قدیم کی جانب سے سڑک ہتوانہ پر آئی اور زیر مسجد چودھری صاحب سے ہو کر لداؤ شہید کے پاس سے درگاہ کی جانب پھری۔ ایک نماز پہلے وقت اٹھنے لاش کے ہوئی تھی اور دوسری اس وقت ہوئی جب جنازہ گشت کر کے ۱۱ بجے رات کو درگاہ میں پہنچا۔ ٹھیک بارہ بجے رات کو رو ضہ مخدوم صاحب کے دکھن جانب قبر میں لاش دفن ہوئی۔ شاہ صاحب بدرجہ نہایت خلیق تھے جو شخص آپ کے پاس جاتا تھا خوش ہو کر آتا تھا۔ آپ محمدی شاہ صاحب ال آبادی کے مرید تھے اور صد ہا مردوزن قصبہ بیرونجات خصوصاً مولوی علی احمد صاحب وکیل جبل پور و دیگر معزز لوگ مرید تھے۔ درگاہ میں آپ کی وجہ سے بہت رونق تھی۔ میرے ساتھ آپ کو ایک خاص لطف تھا اور کبھی کبھی میرے مکان پر تشریف لاتے تھے حالانکہ وہ کسی اور رئیس کے یہاں شاید شاذ و نادر تشریف لے گئے ہوں اور میرا دستور تھا کہ بوقت ان کی تشریف آوری کے میں ایک روپیہ ان کو نذر دیتا تھا۔ تھوڑا زمانہ ہوا میں نے حسب خواہش آپ کے ایک وصیت نامہ مرتب کر دیا تھا جس کی رو سے آپ نے اپنی کل جائداد اپنی بی بی کے نام لکھی تھی جن کے بعد آپ کی دونوں لڑکیاں مالک ہوں گی۔ حسب وصیت آپ قبر بغلی میں مدفون ہوئے۔

۱۷۱۱ قمر و نہ نامچہ کو اندیشہ: ۲۲، ستمبر ۱۸۹۸ء۔ آجکل ایک گروہ جس میں شہر میں طوائف دینہ علی قوال بایونی اور امیر حسن پسر خوش رنگ شامل ہیں منشی فضل حسین صاحب کی مصاحبت میں ہر وقت رہتا ہے جو وقتاً فوقتاً قوت حاصل کرتا جاتا ہے اور شب و روز ہم جلیس رہتے ہیں۔ منشی صاحب کو ایسا اپنے قابو میں کر لیا ہے کہ جس طرف چاہتے ہیں ان کے خیالات بدل دیتے ہیں۔ بظاہر اس کا نتیجہ خوش نظر نہیں آتا۔ شاید عنقریب کوئی اس کا گھل کھلے۔ لہذا خدا سے دعا ہے کہ اس صحبت کا انجام بخیر ہو۔

فال دیوان حافظ: ۸، اکتوبر ۱۸۹۸ء۔ میں نے اپنے ایک حصول مرام کے لیے مراتب چند اوقات

مختلف اپنے منتخب دلویہ ان حافظہ میں فال دیکھی جو حسب ذیل برآمد ہوئی جس سے امید ہوتی ہے کہ میں ضرور اپنی مراد میں کامیابی حاصل کروں گا۔

۲۶ ص	ساقی بیا کہ یار رخ پردہ برگرفت	کار چراغ خلوتیاں باز درگرفت
۶۳ ص	اے دل صبور باش و بخور غم کہ عاقبت	ایں شام صبح گردد و ہاں شب سحر شود
۱۲۳ ص	عید است و موسم گل باران در انتظار	ساقی بہر و کشاہ ہمیں ماہ دسے بیار
۱۲۶ ص	یوسف گم گشتہ باز آید بہ کنعان غم مخور	کلبہ احزان شود روز گلستاں غم مخور
۱۵۰ ص	فراق و ہجر کہ آورد در جہاں یارب	کہ رو کھجور سیہ باد و خانان فراق
۱۵۲ ص	ہزار دشمنم ارمی کنت قصد ہلاک	گرم تو دوستی از دشمنان ندانم باک
۱۵۳ ص	خوش خبر باش اے نسیم شمال	کہ یہ مامی رسد زمان وصال
۱۶۲ ص	اگر غم لشکر انگیزد کہ خون عاشقان بیزد	من ساقی بہم سازیم و بنیادش بر اندازیم
۱۷۱ ص	سایہ بردل ریشم فگن اے گنج مراد	کہ من این خابہ سودا تو دیراں کردم
۱۹۰ ص	خالی مباد کاخ جلالت ز سروراں	وز ساقیان سر و قد و گل عذار ہم
۱۹۶ ص	زور در آو شہستان مامنور کن	دماغ مجلس روحانیاں معطر کن
۲۰۳ ص	اے قبا بادشاہی راست بر بالائے تو	زینت تاج و نگین از گوہر الالے تو
۲۱۲ ص	سر خالیست از بیگانہ سے نوش	کہ نبود جز تو اے مرد یگانہ

استعار مفصلہ صدر سے ضرور امید کامیابی ہے۔ آئندہ العلم عند اللہ

بالک ہٹ: ۲ جنوری ۱۸۹۹ء۔ جو حقیقت موضوع انراٹن پور دہوئی میرے پاس رہن تھی اور میں نے

اس کو بر خور دار مصطفیٰ علی کو اس غرض سے دیدی تھی کہ اس کا زر رہن وصول کر کے قصد ولایت لندن کا کریں۔۔۔۔۔
 بنجلہ حقیقت مرہونہ کے لالتا سنگھ زمیندار انراٹن پور نے قریب پانچ سو روپہ اپنا زر رہن دے کر اپنے حصر کیلئے
 مرہونہ کو فک رہن کر لیا تھا جس کا روپہ موصوف کے پاس مجتمع ہے..... اگرچہ یہ جائداد اس قابل نہ تھی کہ میں
 اس کو بخوشی جدا کرتا مگر بالک ہٹ سے مجبور ہو گیا اور بجز رنج و ملال کے کوئی صورت مفر کی نہ دیکھی۔

منشی فضا حسین: ۱۲ جنوری ۱۸۹۹ء۔ منشی سیاض حسین دائمی مریض ہیں جس کی وجہ ہے کہ شب روز

بیٹھے رہتے ہیں اور بالکل نقل و حرکت نہیں کرتے حتیٰ کہ سچاس قدم بھی ان کو چلانا مشکل معلوم ہوتا ہے اور کوئی
 دن ناغہ نہیں جاتا کہ دو اٹوں انگریزی و یونانی کا استعمال نہ کرتے ہوں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تندرستی میں بہت بڑا فرق

آگیا اور شب دروزم گھنٹوں میں ایک گھنٹہ بھی ان کی صحت کا نظر نہیں آتا اور مزاج میں ایسی کیفیت پیدا ہوگئی ہے کہ مثل اطفال خوردسال گھریوں میں طبیعت کا رنگ بدلتا رہتا ہے۔

داماد سعید الدین: ۲ فروری ۱۸۹۹ء۔ تحریر بر خوردار سعید الدین مورخہ ۱۰ جنوری ۱۸۹۹ء سے مرسلہ لندن سے واضح ہوا کہ وہ امتحان پیرسٹری میں صرف دو چیزوں میں فیل ہوگئے جس کی نسبت ان کو پوری امید کامیابی کی تھی۔ اب مارچ آئندہ میں پھر امتحان دینے والے ہیں دیکھا چاہیے کہ ان کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ میرے نزدیک ان کو یہ ناکامی اس وجہ سے ہوئی کہ ان کو بڑا زعم اس آخری امتحان میں پاس ہونے کا تھا اور اپنی یاد پر کامل بھروسہ رکھتے تھے اور انھوں نے زور دے کر لکھا تھا کہ میں ضرور پاس ہوں گا۔ چونکہ خدا کلمہ تکبر ناپند کرتا ہے لہذا کوئی یاد ان کو کام نہ دے سکی اور وہ فیل ہوگئے۔

۲۵ فروری ۱۸۹۹ء۔ تحریر بر خوردار سعید الدین موصولہ لندن سے واضح ہوا کہ محمد عربی خلیفہ مہدٰی جو واسطے پاس کرنے پیرسٹری کے (سندیلہ سے) لندن گئے ہیں وہاں ایک انگریز کو پرٹھاتے ہیں اور اس نے ان کو ڈیڑھ ہزار روپیہ واسطے شریک ہونے ٹرم پیرسٹری کے نومبر ۱۸۹۸ء میں قرض دیا تھا جس کا وعدہ ادائیگی آخر مارچ سن الیہ کا ہے۔ محمد عربی نے ایک مختار نامہ خاص بنام منشی قبول احمد (اشرف ٹولہ سندیلہ) بھیجا ہے کہ سات بسوہ موضع ملہ پورہ کو جو انکا مقبوضہ مملوکہ ہے زمین خواہ بیع کر کے واسطے آدا ز قرضہ کے لندن بھیجیں۔
ہولی: ۲۸ مارچ ۱۸۹۹ء۔ کل اور آج اکثر از قوم ہنود علی الخصوص کنور نرند بہادر صاحب مجھ سے ہولی ملنے آئے اور میں نے ان کی عطر والاچی سے مدارات کی۔ میں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ہر قوم سے بلا قید مذہب ملتا رہتا ہوں جس سے ہر شخص مجھ سے رضا مند ہے۔

دو تاس: ۲۲ جون ۱۸۹۹ء۔ آج دو تاس مرسلہ بر خوردار ممتاز علی خلیفہ الصدق سیدندر علی مرحوم چھاوئی 'موتو' سے بنام میرے و منشی فضل حسین کے موصول ہوئے جس کا مضمون یہ ہے کہ کل بجے رات کو بر خوردار محمد عزیز نے قضا کی۔ اس بات کے دریافت کرنے سے سخت رنج و ملال ہوا کہ ان کے گھر میں بجز ان کے کوئی از قسم ذکر نہیں ہے اور بہت بڑی امیدیں ان کی ذات سے منطلق تھیں۔ سال گزشتہ مہینہ مئی میں ان کی شادی عزیز از جان سید حانظ علی کی بیٹی مسماۃ لطیفہ سے ہوئی تھی۔ ابھی ان کی عمر ۲۴ سال کی تھی افسوس ہے کہ انھوں نے بہت تھوڑی عمر میں دنیا کو خیر باد کہا اور تین میواؤں کو اپنے رنج مفارقت دائمی میں تاحیات بحالت گریاں چھوڑا۔ مرحوم کے کوئی اولاد بھی اس وقت تک

نہیں ہوئی تھی۔ چونکہ برخوردار موصوف حافظ منیر الدین بیرٹراہٹ لاک کے مکان پر مقیم تھے اس وجہ سے گمان ہوتا ہے کہ انھوں نے کیوں نہیں تار دیا اور ممتاز علی نے کیوں دیا اور دوتا دینے کی کیا ضرورت تھی جب کہ ایک تار سے مطلب پورا حاصل ہو سکتا تھا کیونکہ میں اور منشی صاحب ایک ہی مقام پر رہتے ہیں۔ لہذا اس شک نے مجھے مجبور کیا کہ قبل مشتہر کرنے تار منجانب خود حافظ منیر الدین کو بھجوں اور واقعی حال دریافت کر لیا چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور اب تک خبر تار موصولہ کا ان کے گھر میں کوئی اعلان نہیں کیا۔ خدا کرے یہ خبر غلط ہو ورنہ یہ سخت سانحہ ہے۔ ان کے والد حافظ فیاض علی نے بھی تقریباً اسی عمر میں بمقام 'منو'، رحلت کی تھی اور دو یادگاریں اپنی چھوڑ گئے تھے ایک لڑکی اور ایک لڑکا۔ چنانچہ لڑکی نے سال گزشتہ میں انتقال کیا اور ایک نور دل لڑکی چھوڑی اور یہ لاولد فوت ہوئے! ایسا کم سخت است کہ گویند جواں مرد۔ اس مصرع کی اس مقام پر پوری تصدیق ہوتی ہے۔

۶ جون ۱۸۹۹ء - آج آٹھ بجے رات کو خبر تار مسلولہ برخوردار سید حافظ علی اندور سے واضح ہوا کہ ۵ جون کو محمد عزیز بخیریت تمام بھوپال کو روانہ ہوئے جس سے نہایت خوشی ہوئی اور میرے خیالات کی تصدیق کہ جو دوتا ۴ جون کو چھاؤنی 'منو' سے آئے تھے وہ غلط ہیں۔۔۔۔۔ مجھے یہ ظن غالب ہوتا ہے کہ خود محمد عزیز نے اپنے انتقال کے تار دیے تھے۔

۵ جون ۱۸۹۹ء - آج خط محمد عزیز کا مورخہ ۶ جون بھوپال سے صبح کی ڈاک میں موصول ہوا اور دس بجے دن کی ریل میں وہ خود وار دستدیلہ ہوئے آواز مبارکی و سلامی کا گرم ہوا اور میری نسبت جن لوگوں کے خیالات ناقص تھے کہ میں نے خبر تار کو مخفی کیا اور متعلقین تار کو اطلاع نہیں دی وہ لوگ اب اظہار مسرت کا کر رہے ہیں اور میری رائے کی نسبت خیالات نیک ظاہر کرتے ہیں۔

عرس وصی علی شاہ : ۱۲ جون ۱۸۹۹ء - آج عرس وصی علی شاہ صاحب مرحوم میں شریک ہوا اور راجہ جنگ بہادر صاحب 'نانپارہ' سے مکان نو تعمیر منشی لطف حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر میں ملاقات کی۔ بوقت گیارہ بجے دن کے شمس الحق فرزند چہار سالہ نبی محمد یعنی نواسہ وصی علی شاہ صاحب مرحوم سجادہ نشین درگاہ مخدوم صاحب ہوا اور رات کو شاہ صاحب کا قتل ہوا۔ راجہ صاحب موصوف الصدق نے مبلغ چالیس روپے کی شیرینی منجانب خود تقسیم کی اور ایک سو روپے واسطے صرفہ عرس کے نقد دیا۔ راجہ صاحب گنے بجانے کے شوقین اور خوش عقیدہ آدمی ہیں۔

سید حافظ علی : ۱۶ جون ۱۸۹۹ء - آج برخوردار سید حافظ علی خسر محمد عزیز اندور سے وارد ہوئے

ہوئے جہاں وہ مدرس فارسی ڈالی کالج کے ہیں اور مبلغ ساٹھ روپے تنخواہ پاتے ہیں۔ ان سے دریافت ہوا کہ خود محمد عزیز نے دو تار اپنی وفات کے چھاوٹی 'سو' سے ۲ جون کو بھیجے تھے جس کی تیغ تار گھر میں جا کر خود حافظ علی و حافظ منیر الدین نے کی۔ محمد عزیز نے ایسے فضول تار بھیجنے سے اپنے اعزاز خاص کو بلا وجہ رنجور کیا اور دفر غم و الم سے ان کی اہلیہ کے قلب کو ایسا سخت صدمہ پہنچا کہ وہ شب و روز میں ایک دو مرتبہ بے ہوش ہو جاتی ہیں اور حس و حرکت یک قلم موقوف ہو جاتی ہے۔ اور اپنے آنے کی خوشی میں پندرہ بیس روپے گانے بجانے کی تقریب میں صرف کر ڈالے۔ یہ فعل ان کا تمام تر ان کی حماقت پر داں ہے۔

مصطفیٰ علی : ۹ ستمبر ۱۸۹۹ء۔ آج صبح کی ڈاک گاڑی میں بر خوردار مصطفیٰ علی بغرض پاس کرنے امتحان بیرٹری کے براہ کلکتہ روانہ لندن ہوئے۔ خدا کا میاب معاودت کرائے اور ان کے پیشہ میں برکت دیوے۔ آج کی تاریخ میں ان کی عمر ۳۵ سال ۸ مہینہ ۲ یوم کی ہے اور جو جہاز کلکتہ سے لندن کو جائے گا اس کا کرایہ ان کو تین سو پچھتر روپیہ دینا پڑا۔

۳۰ اکتوبر ۱۸۹۹ء۔ آج خط بر خوردار مصطفیٰ علی مورخہ ۱۳ اکتوبر بمقام لندن سے موصول ہوا جہاں وہ ۱۰ اکتوبر کو بوقت پانچ بجے شام کے براہ ریلوے فرانس پہنچے اور بموجب ان کے تار کے جو انھوں نے بر خوردار سعید الدین کو دیا تھا بر خوردار موصوف اسٹیشن لندن پر آگئے تھے اور ان کے ہمراہ جا کر عزیز از جان محمد عربی کے مکان پر قیام کیا۔ جو دو کمرے محمد عربی کے پاس کرایہ پر ہیں موصوفہ خورد و نوش سولہ روپیہ فی ہفتہ دینا ہوتا ہے۔ اب بر خوردار موصوف بھی انھیں کی قربت میں مکان لینے والے ہیں۔۔۔

نجوم : ۲۳ نومبر ۱۸۹۹ء۔ ۲۱ نومبر سے سات ستارے برج برچھک میں فراہم ہو گئے ہیں جو ۲۵ نومبر تک اسی برج میں رہیں گے دیکھا چاہیے کہ اس کا کیا انجام ہوتا ہے۔ نجومیوں کا مقولہ ہے کہ جب سابق میں اسی طور پر سات ستارے ایک برج میں جمع ہوئے تھے تو کور و کثیر کے میدان میں کوروں پانڈوں کے درمیان سخت لڑائی ہوئی تھی جس میں لاکھوں آدمیوں کا قتل ہوا تھا جو ستارے بالفعل برج عقرب میں موجود ہیں ان کے اسم درج ذیل ہیں: آفتاب، مشتری، زحل، مریخ، زہرہ، عطارد، راہ۔ منجمدان کے تین ستارے تحت الشعاع آفتاب میں غرق ہیں یعنی ان کی قوت بالکل زائل ہو گئی۔ وہ یہ ہیں: مشتری، مریخ، زحل۔

لندن کا کیچر : ۱۸ فروری ۱۹۰۰ء "رجب علی بیگ سرور نے" فلسفہ عجائب میں کانپور کے کیچر کی بہت ہجو کی ہے اور سید اسماعیل حسین منیر نے اپنی کلیات میں الہ آباد کے کیچر کی۔ میرے خیال میں لندن کا

کیچڑ بھی کچھ ان جگہوں سے کم نہیں ہے۔ یہاں سے ایک میل پر ایک مقام ہے جس کا نام ڈلچ ہے۔ پختہ سڑک کا نشان تک نہیں۔ تمام سڑکیں کچی ہیں۔ کیچڑ اس غضب کا ہوتا ہے کہ پھونک پھونک کر قدم رکھا جائے تب بھی ٹخنے دھنس جاتے ہیں۔ مگر ہندوستان میں کسی انگریز کے مُنہ سے اس کی برائی نہ سُنیے گا۔ ساری برائیاں و خرابیاں گویا ہندوستان ہی میں ہیں“ (از خط مصطفیٰ علی۔ لندن)

مرتضیٰ علی : ۲۲ فروری ۱۹۰۰ء۔ آج خط برخوردار مرتضیٰ علی مورخہ ۲۱ فروری بھوپال سے موصول ہوا۔ ۲۰ فروری کو موہا حکیم خسر پورہ خود شام کی ۲ بجے کی ریل میں لالت پور سے روانہ ہو کر ۹ بجے رات کو بھوپال پہنچے اور ۲۱ فروری کو ۹ بجے رات کی ڈاک گاڑی میں بزم دلایت روانہ ہوئے ہوں گے انھوں نے دن کو کھانا تو رچشم اصغر علی کے یہاں کھایا اور رات کو برخوردار مجتبیٰ علی کے ساتھ (یہ دونوں آجکل بھوپال میں ہیں) خدا مع النیران کو پہنچا دے اور بھصول کامیابی معاودت وطن کریں۔

انگریز قوم : ۱۹ مارچ ۱۹۰۰ء۔ ”جو مبین بخدا ہمارے یہاں پیشاب کا برتن صاف کرتی ہیں وہی ہندوستان پہنچ کر ہم کو کتے سے بدتر سمجھنے لگتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے کہ کیا انقلاب ہے۔ سوائے ہندوستان کی کوئی خوبی قسمت کے اور کیا کہا جائے۔ ہندوستان آکر یہ برتاؤ کیوں کر برداشت ہوگا“ (از خط مصطفیٰ علی۔ لندن)

لندن کے موسم : ۲۶ مارچ ۱۹۰۰ء۔ یہاں سال میں صرف دو موسم ہوتے ہیں، گرمی اور جھاڑا۔ رہی برسات وہ جھاڑے کے ساتھ ہے۔ پانی برسنے کی کوئی تعداد و شمار نہیں۔ دن کو دس مرتبہ برسا اور رات کو بیس مرتبہ۔ جنوبی سمندر سے بادل اٹھے برس پڑے۔ شمالی سمندر سے بخارات دوچار ہاتھ اڑنے ہو کر پھٹ پڑے۔ مشرقی چینل نے کچھ لگ بھگ دی کھنٹی مغربی بحرِ فارس نے بدلیوں کے مشکینوں سے چھڑکا کر دیا۔ رات دن ہی ہوا کرتا ہے (از خط مصطفیٰ علی۔ لندن مورخہ ۹ مارچ ۱۹۰۰ء)

لندن کی زندگی : ۳ اپریل ۱۹۰۰ء۔ دو شنبہ کو بوقت ۷ بجے صبح تاریخ ۱۲ مارچ کو مرتضیٰ علی موہا کو داخل لندن ہوئے۔ بفضلہ اب تک بخیریت ہیں۔ مرتضیٰ علی کا ارادہ ہے کہ لکن ان میں داخل ہوں۔ مجھ کو ایک مکان برکسٹن میں مل گیا۔ مرتضیٰ علی کے مکان سے اور ٹمپل سے بھی قریب ہے۔ چنانچہ آج میں اٹھ بھی آیا۔ دو دن سے محلہ ناکور میں چاچر کا سوانگ بنتا ہے اور افریقہ کی لڑائی کا پورا نقشہ اتارا ہے۔ جو وہ اس آمد سے وصول ہو گا وہ مقتولین و مجروحین افریقہ کی بیوہ یتیموں کو دیا جائیگا۔ خیال فرمائیے لوگ کس قدر قوی ہار دی کرتے ہیں۔ لندن عجیب مقام ہے۔ یہاں بندر بندریا کا بھی ناچ ہوتا ہے۔ یہ بڑا نقص ہے کہ عورتیں مردوں سے

اسی بے تکلفی سے ملتی ہیں جیسی مردِ مرد سے۔ لڑکے اور لڑکیاں حد سے زیادہ آزاد ہیں۔ دن کو کوئی مرد گھر میں نہیں رہتا۔ چاہے کام کو جائے سیر و تماشے کو۔ (از خط مصطفیٰ علی لندن۔ مورخہ ۱۵ مارچ ۱۹۰۰ء)

لندن میں شطرنج : ۱۷ اپریل ۱۹۰۰ء۔۔۔ بہت سے انگریز جو بڑے ٹیل ٹیل یا 'لنکن ان' میں شریک ہیں ان کا فرض ہے کہ صبح سویرے ٹیل یا 'ان' آکر شطرنج کھیلیں اور جب تک رات نہ ہو جائے اس وقت تک اس کا پیچھا نہ چھوڑیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو دنیا میں سوا شطرنج کھیلنے کے اور کوئی کام نہیں ہے۔ یہاں عورتوں کے خیالات ویسے ہی ہیں جیسے ہندوستان کی عورتوں کے ہیں۔ دولت البتہ بہا زیادہ ہے (از خط مصطفیٰ علی لندن)۔

ہندوستان کی ترقی : ۲۹ جون ۱۹۰۰ء۔۔۔ میرا خیال ہے کہ جب تک بقول پروفیسر کسے نیچل نالچ کی ترقی نہ ہوگی ہندوستان کی ترقی نہ ہوگی۔ اس قول کی قوی دلیل چند یورپ کی سلطنتیں ہیں اور ایک ایشیا کی یعنی جاپان کی۔ اہل ہند جب تک سائنس کے ایک ایک مسئلہ کو سونے کی اینٹوں سے زیادہ گراں بہا تول اور مول میں نہ سمجھیں گے حالت نہ سنبھلے گی۔ (از خط مصطفیٰ علی لندن)

نواب مرشد آباد : ۲۳ جولائی ۱۹۰۰ء۔ نواب مرشد آباد سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ جب وہ یہاں تشریف لائے تو ملکہ معظمہ سے ہاتھ ملایا اور فوراً جا کر ہاتھ دھو ڈالا جس سے ملکہ معظمہ کی توہین ہوئی۔ ان سے سبب اس کا پوچھا گیا تو کہا کہ ہمارے مذہب میں ہے کہ جب کسی دوسرے مذہب والے سے ہاتھ ملائے تو فوراً سے دھو ڈالے۔ چنانچہ اس کی تفتیش کی گئی۔ عرب، ترکی، فارس وغیرہ کے مولویوں سے دریافت کیا گیا۔ خیر۔ بات تو رفع دفع ہو گئی۔ نواب صاحب ایک میم پر عاشق ہوئے جو ایک ہوٹل کی خادمہ تھی۔۔۔ میں متحیر ہوا کہ کہاں وہ نفرت اور ذلت کہ ملکہ معظمہ سے ہاتھ ملا کر دھو ڈالا اور کہاں یہ کہ خادمہ ہوٹل کے ساتھ شادی کر لی۔ (از خط مصطفیٰ علی لندن)

پیرس کی نمائش : ۳۰ جولائی ۱۹۰۰ء۔۔۔ اسی طہر سے پیرس کی نمائش گاہ میں ہزاروں کھیل تماشے اور ٹھیٹر وغیرہ آئے ہیں۔ نواب شیش محل لکھنؤ کے لڑکے گئے تھے ان سے معلوم ہوا کہ ہندوستانی بھائیوں نے بھی ایک ٹھیٹر وغیرہ قائم کیا اور اسے لائے ہیں جس میں دو تین طوائفیں لکھنؤ کی ہیں۔ ایک گھنٹہ ان کے ناچ کا مقرر ہے مگر ہمیشہ یہی ہوا کہ ان کے ساتھی ساز درست کیا کیے اور گھنٹہ ختم ہو گیا یا کبھی دو چار بول گئے پائیں۔ اگرچہ ان کے مالک لاکھ سر بھکتے ہیں کہ تم لوگ اپنا پہلے سے ساز کیوں نہیں درست کر لیتے تو کہتے ہیں کہ صاحب شاہی سے ایسا ہوتا آیا ہے۔ غرض کہ پیرس میں بھی ہندوستانی ذلیل ہو رہے ہیں۔ نواب صاحب کے لڑکے کہتے تھے کہ اور تماشہ گاہوں میں جائیے تو تل رکھنے کو جگہ نہیں ملتی مگر یہاں دو چار لوگ کرسی پر بیٹھے

اور باقی تھوڑے کھڑے بے ہود گیاں دیکھ کر ہنستے رہتے ہیں۔ (از خط تفضی علی۔ لندن)

لندن میں دھوپ: ۱۹ ستمبر ۱۹۰۰ء... آج بھی دن اچھا ہے۔ آفتاب کی کرنیں زمین میں لوٹ رہی ہیں جس سے ہم ہندوستانی بہت خوش ہیں اگرچہ بعض وقت پریشان کرنے والے ابر کے پہاڑ اپنے دامنوں میں کرتوں کو اٹھالیتے ہیں اور ہم لوگ للچائی نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے لگتے ہیں۔

یہاں بھینس اور بکری نہیں ہوتی۔ گائے اور بھیر بکثرت۔ گائے دودھ کے واسطے اور بیل و بچھڑے کھانے کے لیے کیونکہ بیل سے یہاں کوئی کام نہیں لیا جاتا۔ گھوڑے سے سب کام لیتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے کام گدھے سے مثلاً گھاس کے کاٹنے کے آلہ میں گدھا جوت دیا یا چھوٹی سی گاڑی میں جوت دیا اور چیزیں بیچتے پھرتے ہیں اور اسی گاڑی پر خود بھی سوار ہیں۔ سمندر والے کناے مقاموں پر گدھوں پر چار جالے کھینچے جاتے ہیں جس پر لوگ نہایت خوشی سے سوار ہوتے ہیں۔ ٹانگیں زمین میں لگی ہوئی اور بھاگتے چلے جاتے ہیں۔ (از خط تفضی علی۔ لندن)

ملکہ کا جنازہ: ۲۵ فروری ۱۹۰۱ء۔ جس دن ملکہ معظمہ کا جنازہ اٹھا ہر گرجا گھر میں دعائیں مانگی گئیں جن کا مقوم تھا اے مسافر تو ہم سے جدا ہو گیا اب ہماری آنکھیں تجھ کو بھی نہ دیکھیں گی۔ راہ فنا دشوار ہے مگر تونے خوب طے کر لی۔ ملک عدم میں نہ رنج ہے نہ غم۔ نہ بہتے ہوئے آنسو، نہ روتی صورتیں۔

اب تجھ کو مردم آزار آزار نہ پہنچائیں گے۔ دنیا بھر کے جھگڑوں سے تجھے نجات ہو گئی۔

گناہوں کے دھبے تیرے دامن پر نہ پڑیں گے نہ وہم و شک عقائد مذہبی میں رخنہ انداز ہوں گے۔

عذاب دوزخ تیری راحت میں محل نہ ہو گا کیونکہ حضرت مسیح حافظ و ناصر ہیں۔

اے خدا تیری مقدس حفاظت میں تیرے سوتے ہوئے بندہ کو چھوڑتے ہیں۔

بے خبر سونے والا حشر تک۔ یوں ہی سوتا رہے گا۔ بعد ازاں تیرے حکم سے جلے گا اور اٹھے گا۔

افسوس تھوڑے عرصہ میں جسم زار کا پتہ بھی نہ لگے گا۔ مٹی میں مٹی اور خاک میں خاک مل جائے گی۔

(از خط مصطفیٰ علی۔ لندن)

ملکہ کی وفات: ۲۱ مارچ ۱۹۰۱ء۔ یہاں ملکہ معظمہ کی وفات پر اظہار غم یوں ہوا۔ "ملکہ معظمہ مر گئیں۔

غریب پرانی روح تھی۔" بس ختم ہو گیا۔ دوکانیں صرف آدھے دن بند رہیں۔ (از خط تفضی علی۔ لندن)

اپریل فول: ۲۲ اپریل ۱۹۰۱ء۔... دو سنبھ گزشتہ کو دن بے وقوفی یعنی یکم اپریل تھی۔ ایک شخص نے

۲۵ کلوں کو بے وقوف بنایا۔ ہر ایک کو خط اس مضمون کا لکھا کہ مجھ پر ایک مقدمہ پڑ گیا ہے۔ آپ مہربانی کر کے

فلاں وقت کی گاڑی فلاں اسٹیشن پر بیٹے اور میرے ساتھ 'ڈلوا' چلیے۔ جو کچھ فیس آپ کی ہوگی آپ کو اسٹیشن پر دی جائے گی۔ چنانچہ وقت مقررہ پر کل وکیل اسٹیشن پر موجود ہوئے۔ اتفاق سے ایک وکیل نے دوسرے وکیل سے پوچھا کہ آپ فلاں شخص ہیں جنہوں نے مجھے خط بھیجا ہے۔ دوسرے نے کہا کہ میں خود ہی اس شخص کی تلاش میں ہوں۔ اسی طور پر کل وکیل ملے اور جو خط ہر ایک نے کھولا اور مضمون ملایا تو ایک تھا۔ دن کا جو خیال کیا تو وہ دن یکم اپریل تھا۔ سب شرمندہ ہوئے اور اپنے اپنے مکان پر واپس گئے۔ خط بھیجنے والے نے اپنا فرضی نام اور فرضی پتہ لکھ دیا تھا۔ (از خط منشی علی۔ لندن)

مچھروں سے حفاظت: ۲ مئی ۱۹۰۱ء۔ تجربہ: انڈیا کے پتے اگر اپنی نشست گاہ کے گرد و پیش رکھے لیے جاویں یا چارپائی پر سوتے وقت رکھے جاویں تو مچھروں سے حفاظت ہوتی ہے اور وہ مفرت نہیں پہنچاتے۔
 وفات فضل حسین صاحب: ۲۸ اگست ۱۹۰۱ء۔ آج صبح سے طبیعت منشی فضل حسین صاحب بگڑنا شروع ہوئی اور ٹھیک ۸ بجے رات کو انتقال کیا اور ۳ بجے رات کو مقبرہ منشی فضل رسول مرحوم اپنے والد ماجد کے مدفون ہوئے۔ ۵۶ سال ایک ماہ ۲۵ یوم کی ہوئی۔ ۳۰ جولائی ۱۸۴۵ء یوم بدھ کو پیدا ہوئے تھے۔ آدمی نہایت نیک اور منکسر المزاج تھے اور ان کی وفات سے عموماً اہل قصبہ بہت متاسف ہوئے اور مجھے ان کی مفارقت دائمی کا سخت ملال ہوا۔ خدا غریق رحمت کرے۔ ان کی ذات سے بہت سے لوگوں کی پرورش ہوتی تھی۔ اگرچہ مزاج میں بعض وقت غصہ آجاتا تھا لیکن جب دو ایک روز کی حاضر باشی کی گئی اور عذرات پیش کیے گئے تو اس کا قصور معاف کر دیتے تھے اور یہ بات ان کے مزاج میں ضرور تھی کہ لوگوں کے کہنے سننے کا بہت اثر پڑتا تھا اور کچھ زیادہ عاقبت اندیشی مزاج میں تھی مگر خوش قسمت ضرور تھے کہ ان کے عہد میں بہت سی ریاست پیدا ہوئی۔
 ۲۹ اگست ۱۹۰۱ء۔۔۔۔۔ آج میں نے مجمع عام میں کہہ دیا کہ التفات رسول کا سچا ہی خواہ ہوں اور اپنے مکان میں کوئی دقیقہ ان کی بھی خواہی کا اٹھانہ رکھوں گا لیکن تعلقہ جلال پور کا کام میں ہرگز نہیں کروں گا میری جگہ پر کوئی دوسرا شخص تجویز کیا جاوے۔ اس میرے کہنے پر راجہ درگا پرشاد اور ڈپٹی کراہت حسین صاحب اور محمد عربی نے بالاتفاق یہ کہا کہ بغیر آپ کی توجہ کے یہ کام ہرگز نہیں چل سکتا اور انتظام بالکل اتر ہو جائے گا۔ اگرچہ التفات رسول نے اس بارے میں کچھ نہیں کہا لیکن اور لوگوں کے ذریعہ سے مجھے کہلا بھیجا کہ میں خود مکان پر حاضر ہو کر حذر کروں گا اور جو باتیں وہ فرمائیں گے ان کی تعمیل مثل خوردوں کے کروں گا اور ہرگز اس سے سرتابی نہ ہوگی اور آپ سیر مری نہیں۔ بدون آپ کی امداد کے یہ دشوار گزار مرحلہ ہرگز طے نہیں ہو سکتا۔

عقد التفات رسول: ۷ اکتوبر ۱۹۰۱ء۔ آج نو بجے رات کو عقد بر خور دار سید التفات رسول خلیفہ دوم منشی سید فضل حسین صاحب مرحوم مسماۃ آمنہ دختر سید نبی احمد یعنی بھانجی محمد عربی سے بے قرار داد مہر ۲۵ ہزار کے ہوا۔ نکاح مولوی مقیم الدین صاحب عالم ساکن ڈیرہ اسماعیل خاں نے پڑھا۔ یہ عقد چھپواروں اور شکر پر ہوا۔ منجانب دو فتن ڈپٹی کمرامت حسین وکیل اور سید نجم الدین و بر خور دار سیدار تفسلی علی گواہ تھے۔ (خصتی بعد میں ہوگی) اس عقد سے مسماۃ گند زو جہ ثانیہ منشی فضل حسین صاحب مرحوم کو سخت رنج و صدمہ ہوا جو اپنی خالہ زاد بہن دختر مولوی رفیع الدین سے کرنا چاہتی تھیں اور منشا یہ تھا کہ اگر بہن کے ساتھ جائشین علاقہ کا عقد ہو جائے گا تو میری حکومت اور رعب و ادب اسی حالت سے قائم رہے گا جیسا کہ گزشتہ میں تھا لیکن مشیت ایزدی خلاف اس کے تھی کہ دفعتاً منشی صاحب مرحوم کا انتقال ہو گیا۔

والدہ مصطفیٰ علی: ۱۶ نومبر ۱۹۰۱ء والدہ بر خور دار مصطفیٰ علی گوا بھئی در دلا حقر عرق النساء سے کامل افاقہ حاصل نہیں اور بائیں آنکھ میں ناخن کی شکایت پیدا ہو گئی۔ آنکھ ورم کیے ہوئے ہے جس سے تکلیف از حد ہے اور وہ گوشت جانب دیدہ سیاہ بڑھتا جاتا ہے۔

۱۰ دسمبر ۱۹۰۱ء۔ آج اہل خانہ مولوی علی احمد صاحب اشرف ٹولہ نے حسب تحریر یک میری بذریعہ منشی سید کرامت حسین کا کہلا بھیجا کہ وہ خصتی اپنی پوتی دختر سید نبی احمد کی بعد از ذی الحجہ کے قرار دیں گی جس کے واسطے جو تار بخ خط کی جاوے۔ یہ وہ لڑکی ہے جس کا عقد ۷ اکتوبر کو ہو چکا ہے۔ فریقین اپنے اپنے یہاں سامان کر رہے ہیں۔

وفات چودھری محمد عظیم: ۲۲ جنوری ۱۹۰۲ء۔ چودھری محمد عظیم صاحب تعلقہ داد ککرائی رئیس اعظم سندیلہ نے دفعتاً بوقت ایک بجے رات گزشتہ اپنے مکان واقع قیصر باغ لکھنؤ میں قضا کی۔ مرحوم ٹھیک گیارہ بجے شب کو کھانا کھا کر سوئے تھے۔ ایک بجے کچھ شکایت درد قلب کی پیدا ہوئی اور معاروح پڑا کر گئی۔ ۱۰ اپنی بجے دن کی اسپیشل ٹرین میں ان کی لاش لکھنؤ سے آئی اور ٹھیک چار بجے شام کو اپنے نبی باغ میں دفن ہوئے۔ مرحوم میرے ساتھ بوجہ بہت اخلاق سے پیش آتے تھے۔ ان کی عمر ۵۳ سال تھی۔

شادی التفات رسول: ۱۵ مارچ ۱۹۰۲ء۔ آج سے جلسہ شادی بر خور دار سید التفات رسول شروع ہوا لیکن موصوف الیہ نے نہ تو مانجا پہنا اور نہ آتش بازی و آرائش کو جائز رکھا اور نہ کسی قسم کے باجن وغیرہ بجنے کی اجازت دی۔ صرف تارچ طوائفان سندیلہ چار طائفہ زنانہ لکھنؤ اور ایک طائفہ کشمیری مسمی ورت حسین خلیفہ کھلوزہ لکھنؤ کا ہوا۔۔۔ کل طوائفان لکھنؤ میں جتن طوائف لکھنؤ کا مارچ دکانا مومسکو پسند ہوا

۱۸ مارچ ۱۹۰۲ء - بوقت سہ بجے صبح کے برمی اور ۶ بجے صبح بارات برنور دار سید التفات رسول بخانہ مولوی علی احمد صاحب گئی اور منشی عزیز الدین احمد صاحب کے مکان میں ٹھہری۔ نوشاہ تاملان پر سوار تھے اور کوئی آرتھی چیز ہمراہ نہ تھی۔ بلکہ سوائے نوکروں کے اہل برادری میں سے بھی کوئی ہمراہ آتا تھا۔ صرف چند عزیز ضرور تھے۔ ۹ بجے دن کو رخصتی ہوئی۔ ڈھائی سو روپے نوشاہ کو سلامی میں ملے اور ایک گھوڑا معز یور تقری۔ علاوہ اس کے جہیز میں چند ظروف تقری اور باقی مٹی کے تھے جن کی تعداد بہت زیادہ نہ تھی۔ محمد عربی بیرٹ نے میز کرسی ظروف چینی مسہر الماری وچکی۔ سنگ مرمر کی دی اور میں نے بھی چار جوڑے دو بجانب دو لھا اور دو بجانب دو لھن بھیجے۔ اور دونوں طرف کے مراسم نیو تہ وغیرہ ادا کرنے میں میرا مجموعی صرفہ سرٹھ روپے ساڑھے تین آنہ ہوا۔ ایک پالکی بھی جہیز میں ملی اور اسے ایک پلنگ و پیرھی بھی تقری تھی۔ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ جہیز معمولی تھا۔

نراندہ دل لوگ: ۱۲ اپریل ۱۹۰۲ء - سن یہاں چاہے جو کچھ ہو دل ہمیشہ زندہ ہوتا ہے۔ کوئی کھیل کوئی دل بستگی کا سامان یہاں ایسا نہیں جس میں بچے بوڑھے سب شریک نہ ہوتے ہوں۔ اپنے کو یہاں کے لوگ ہمیشہ بچہ سمجھتے ہیں۔ عجب زندہ دل لوگ ہیں۔ ایک خاندان کو میں جانتا ہوں جن کے ۱۳ یا ۱۴ لڑکے ہیں ایک۔ و ز لڑکوں کی ماں سے بائیں ہوتیں جن کا سن قریب پچاس برس کے ہے۔ کہا میں بوڑھی نہیں ہوں۔ میرے پاس سوائے اس کے کوئی جواب نہ تھا کہ بے شک تم کہیں سے بوڑھی نہیں معلوم ہوتی ہو۔ اصل تو یہ ہے کہ تم اپنے لڑکوں کی ایک بہن معلوم ہوتی ہو۔ کہا تم سچ کہتے ہو۔ اکثر دل بستگی ایسا ہی خیال ظاہر کیا ہے۔ بڑے لڑکے کا سن ۲۲ برس کا ہے۔ (از خط تفسی علی۔ لندن)

لندن میں تاج پوشی: ۱۳ مئی ۱۹۰۲ء - موسم اچھا ہے۔ تاج پوشی کا زمانہ قریب آ گیا۔ مہمانوں کی آمد ہو رہی ہے۔ ان کے ٹھہرنے کے لیے مکانات منتخب ہو چکے ہیں۔ یہ جلسہ قابل دید ہوگا۔ دیکھا چاہیے کہ دیکھنے میں آتا ہے یا نہیں۔ ایک شخص معمولی مقام سے اگر دیکھنا چاہے تو ایک گنی کم از کم پڑے۔ مجمع سے دیکھنا نہایت مشکل اور سخت مشکل سے خالی نہیں۔ علی الصبح اگر جاؤ دن بھر بھوکا پیاسا کھڑا ہے تو شاید دیکھنے کو مل سکے (از خط مصطفیٰ علی لندن)

بیرسٹر کی آمدنی: ۲۲ جون ۱۹۰۲ء - یہاں ایک بیرسٹر کی آمدنی فی گھنٹہ چھ سو روپے ہے۔ اس قدر روپیہ خدا جانے کس کے گھر میں رکھتے ہوں گے۔ چاروں طرف تخت نشینی کی دھوم دھام ہے لوگ سوداگری ہو رہے ہیں۔ ایسے تماشائی شاید نہیں ہوں۔ (از خط مصطفیٰ علی۔ لندن)

علاقت والدہ مصطفیٰ علی: ۲۸ جولائی ۱۹۰۲ء - آج بابو گنگا سہاے ڈاکٹر سندیلہ نے پانچویں مرتبہ والدہ مصطفیٰ علی کی رگ عرق النساءیں بذریعہ پچکاری دوا پہنچائی۔ میں نے ان کو چار روپے فیس کے دیے

ڈاکٹر صاحب اگرچہ توجہ سے علاج کر رہے ہیں لیکن ہنوز وہ بالکل دفع نہیں ہوا ہے۔ پچکاری دینے سے تین چار روز تک بہت تخفیف ہو جاتی ہے۔ بعد ازاں جھناہٹ ہو کر پھر شروع ہو جاتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ بالکل دفع ہو جائے۔

۲۹ اکتوبر ۱۹۰۲ء - ہنوز والدہ مصطفیٰ علی کو درد عرق النساء سے کامل آرام نہیں ہے اور حسب تجویز حکیم ہر دو دن صابن آج کل پھر ان کے مسہل ہو رہے ہیں۔ عاشرائے کامل عطا فرمائے۔ ان کی بائیں آنکھیں کی بصارت بالکل جاتی رہی۔

دربار تاج پوشی ہردوئی : ۲ جنوری ۱۹۰۳ء - کل کے دربار جشن تاج پوشی ہردوئی میں میری کرسی صفا اول میں تھی اور آنریری مجسٹریٹوں کے سلسلے میں پہلی تھی اور میری کرسی کے پیچھے وکلا اور اہل کاروں وغیرہ کی کرسی تھی جس کا ہر آئینہ مجھے فرمے کہ ایسا اعزاز اپنے ہم رتبہ اور ہم چشموں میں مجھے حاصل ہوا۔

سید علی بلگرامی : ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء - سید علی بلگرامی کو انڈیا آفس میں ایک جگہ مل گئی ہے۔ مترجم کاغذات عربی و فارسی ہیں اور تین سو پونڈ تنخواہ سالانہ ہے۔ (از خط مصطفیٰ علی - لندن)

تاریخ اعزاز اس : ۲۸ فروری ۱۹۰۳ء - جو سنگور نمٹ نے جلدوں سے میری خدمات آنریری مجسٹریٹ و سکریٹری میونسپل سندیلہ کے عطا فرمائی ہے اس کی بابت ایک تاریخ مصنفہ منشی میکولال صاحب عشرت و پریمی لکھنوی آج کے اودھ اخبار میں طبع ہوئی جو جہاں درج کی جاتی ہے: قطعہ تاریخ عطائے سدا انتظام میونسپل از جانب گورنمنٹ پنجاب مولوی سید مظہر علی رئیس و آنریری مجسٹریٹ و سکریٹری میونسپل بورڈ سندیلہ ضلع ہردوئی۔

منظہر علی نامور مولوی لقب	در نامیان قصبہ سندیلہ نیک نام
میونسپل کمشنر و سکریٹری بورڈ	ہردل عزیز دلاق و ممدوح خاموڈا
عمدہ رئیس و طرفہ امیر خیمہ شریف	جوئندہ رفاه رعایاے مستہام
شہ جشن تاج پوشی ایڈورڈ تاج	ہر مستحق رسید باعزاز و احترام
ایں ہم زوالیسرائے سدا تازہ یافتند	گردید کار کردگی اعلان احتشام
بسیار شاد گشت دل جان دوستا	ورد لب است باد مبارک علی الدوام
عشرت نوشت معرع سالتش بہ عجب	آمد چہ مستند سند حسن انتظام

لاٹانی استانی : ۳ مارچ ۱۹۰۳ء - آج میں نے ایک کتاب "لاٹانی استانی" علی گڑھ سے یقینت

ایک روپیہ علاوہ محصول وغیرہ ڈاک کے منگائی جو نہایت دلچسپ اور تعلیم نسواں کے لیے بہت مفید نظر آتی ہے۔ ہر قسم کے مضامین اس میں درج ہیں جس کی وجہ سے گھر میں بیٹھے ہوئے چاروں بزرگم کے حالاً بخوبی معلوم ہو سکتے ہیں

صراحت: ۲۲ مارچ ۱۹۰۳ء۔ خطوط بر خورداران مصطفیٰ علی و تفضلی علی مورخہ ۱۶ مارچ ولایت لندن سے موصول ہوئے۔ مصطفیٰ علی نے لکھا کہ جہاز واسطے روانگی وطن کے ٹھیک ہو گیا۔ ۱۵ مارچ کو مارسیلز (فرانس) سے روانہ ہوں گا اور بشرط زندگی ۳۱ ماہ مذکور کو بمبئی داخل ہوں گا۔ آپ اطمینان رکھیں۔ اب میرے نام کوئی نوازش نامہ نہ ارسال فرمادیں۔

مصارف بمسٹری: ۲۸ مارچ ۱۹۰۳ء۔ جس قدر روپیہ میں نے بر خورداران مصطفیٰ علی و تفضلی علی کو بغرض تعلیم بریٹری لندن کو بھیجا ہے اس کی تفصیل لغایت ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء درج روزنامہ ہذا کر دی ہے جس کی مقدار سات ہزار نو سو بیس (۲۹۲۰) روپیہ ہے اور تاریخ مذکورہ کے بعد جس قدر روپیہ میں نے بر خورداران مصطفیٰ علی کو اور ۳ فروری ۱۹۰۳ء تک بھیجا ہے... اس کی میزان ایک ہزار دو سو نوے روپے ہے۔ میزان کل لغایت ۲ فروری۔ ۹۲۹۰ روپے۔

اگرچہ مولوی محمد کریم صاحب تحصیلدار بر خورداران تفضلی علی (اپنے داماد) کے صرف لندن کے کھیل میں لکین مبلغ آٹھ سو بائیس روپے دو آنے میں نے بھی اپنی جیب خالی نہیں بھیجا، خدا سے دعا ہے ان کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہو۔
واپسی مصطفیٰ علی: یکم اپریل ۱۹۰۳ء: آج تمام روز بر خورداران مصطفیٰ علی کی آمد لندن سے انتظار رہا جو غالباً ۳۱ مارچ کو حسب تحریر خود بمبئی آگئے ہوں گے۔ اگر وہ کاش اپنے آنے کا اطلاعی تاریخ بھیج دیتے تو ان کی پیشوائی عزت کے ساتھ کی جاتی۔

۲ اپریل ۱۹۰۳ء۔ آج ۱۱ بجے رات کی ریل میں بر خورداران مصطفیٰ علی بلا اطلاع ذہی ما قبل بعد امتحان بریٹری وارد سندیلہ ہوئے اور میں ان کے آنے پر جگایا گیا اور ان سے ملا اور بہ و فورسٹ مجھے دو تین گھنٹہ تک بند نہیں آئی۔ افسوس کہ انھوں نے اپنے آنے کی اطلاع نہیں دی ورنہ اسٹیشن سندیلہ پر ان کی پیشوائی کا بہت بڑا مجمع ہوتا۔
۳ اپریل ۱۹۰۳ء آج میرے بہت سے اعزاء و احباب بر خورداران مصطفیٰ علی سے ملنے آئے اور ان کی خوش اخلاقی سے خوش گئے اور راجہ درگا پرشاد میر۔ سچے حبیب نے ان کو طلائی گوٹے کا ہار پنھایا اور بہت نگاہ عزت سے دیکھا۔ خدا سے دعا ہے کہ ان کے کام میں برکت نصیب ہو۔

چھل قدمی: ۲۳ اپریل ۱۹۰۳ء۔ میں اس مقام پر پھر حوالہ قلم کرتا ہوں کہ شی اسطے قیام تندرستی کے نہایت عمدہ علاج ہے خصوصاً صبح و شام کی مٹھی نوجوانوں اور بڈھوں اور ہر عمر کے آدمیوں کو لازم ہے کہ اس کی مزاولت کریں اگر چہ ہتے ہیں کہ الہ کی تندرستی قائم رہے۔ ہزاروں دواؤں سے یہ نسخہ عمدہ اور حکم کسیر کار کھتا ہے۔

مرتضیٰ علی و ملازمت خود: ۲۹ اپریل ۱۹۰۲ء۔ بجواب خط مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۰۳ء بر خوردار مرتضیٰ علی کو یہ تحریر کیا کہ میں کوشش کروں گا کہ تمہارے واسطے ایک ہزار ایک سو روپیہ کا بندوبست کر کے لندن روانہ کروں تاکہ تم سب سٹری حاصل کرو۔ میں نے ۲۸ اپریل سن الیہ سے بوجہ خلاف برتاؤ سیدالتفات رسول تعلقہ جلال پور کی ملازمت سے علیحدگی اختیار کی لیکن اس کا کوئی اثر تم پر نہ پڑنا چاہیے حتی الامکان میں تمہارے واسطے صرف مذکورہ صدر کوشش کر کے ضرور روانہ کروں گا لیکن اب تم بعد پاس کرنے امتحان کے وطن چلے آؤ اور جو کچھ خامی قانون دانی میں تم کو ہوگی اس کا تکملہ یہاں ہو سکتا ہے۔

واپسی مرتضیٰ علی: ۹ نومبر ۱۹۰۲ء..... میں ۲۰ اکتوبر کو یہاں سے جہاز پر سوار ہونے والا تھا لیکن اس پر جگہ نہیں ملی۔ اتفاق سے جہاز پر شیا پر جگہ ملی جو ۶ نومبر سن الیہ کو یہاں سے روانہ ہو گا اور میں ۱۳ نومبر کو مارسیلز سے اس پر روانہ ہو گا اور ۲۸ نومبر کو بمبئی پہنچ جاؤں گا..... اب آپ کوئی خط مجھے نہ بھیجیں۔ (خط مرتضیٰ علی۔ لندن)

دفع طاعون کے جھنڈے: ۲۸ نومبر ۱۹۰۲ء۔ آج کل ہمارے محلہ اشرف ٹولہ کے عزیزوں کے مکانات کی بالائی سقف پر جھنڈے نصب ہیں جس کے کپڑے پر آیات قرآنی واسطے دفعیہ بیماری طاعون کے مرقوم ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا اثر چالیس گھروں تک پہنچتا ہے اور اس کے باشندے برکت دعا سے بیماری سے محفوظ رہتے ہیں۔ چونکہ میرے مکان کے قریب منشی مقبول احمد ولد منشی عزیز الدین صاحب مرحوم و سیدالتفات رسول تعلقہ دار نے ایک ایک جھنڈا نصب کیا ہے جس کا اثر میرے مکان تک بخوبی پہنچ سکتا ہے لہذا میں نے اپنے مکان میں اس کا قائم کرنا مناسب نہیں جانا۔

وہود مرتضیٰ علی: یکم دسمبر ۱۹۰۲ء۔ آج تار مسلہ مولوی محمد کریم صاحب تحصیل اڑکل پھاڑ سے معلوم ہوا کہ نور محمد مرتضیٰ علی ۳ نومبر ۱۹۰۳ء کو ولایت لندن سے مقام "کل پھاڑ" پہنچ گئے اور بخیر و عافیت ہیں۔

۱۳ دسمبر ۱۹۰۲ء۔ آج خط بر خوردار مرتضیٰ علی مورخہ ۱۱ دسمبر تحصیل "کل پھاڑ" سے آیا کہ اب اگر وہائی طاعون نے قصبہ کو چھوڑ دیا ہو تو میں قصد وطن کا کروں۔ میں نے لکھ دیا کہ ہنوز و بادق نہیں ہوئی۔ بالمرہ دو تین آدمی محلہ ہتوانہ و منڈنی میں مبتلا ہو کر ضائع ہوتے ہیں۔

طاعون سے فرار: ۲۲ جنوری ۱۹۰۲ء۔ چونکہ بوجہ علالت طاعون مسماۃ لستی خدام گھر میں وحشت پریشانی ناپید ہو گئی اس لیے میں نے آج الیہ بر خور مجتبیٰ علی و منجھلی و خور دلڑکیوں و نانی صاحبہ مصطفیٰ علی کو بیہ سواری تین میاتوں کے موضع گھوگیرہ، کو بھیج دیا اور بر خوردار مجتبیٰ علی اور نور دیدہ منتظم حسین کو سوار یوں کے ساتھ کر دیا۔

۲۵ جنوری ۱۹۰۲ء۔ آج کل میں گھوگیرہ میں ہوں اور میرے ساتھ والدہ و نانی بر خوردار مصطفیٰ علی

اور ان کی منجھلی و چھوٹی بہنیں و برخوردار مجتبیٰ علی معہ اہل خانہ خود معہ نور دیدگان منزل حسین و توکل حسین ہمراہ ہیں اور شیخ سخاوت علی ضلع دار گھوگیر، وکمال پور کی خدمات اس وقت تک پسندیدہ ثابت ہو رہی ہیں اور کسی قسم کی فروری اشیاء ہم پہنچنے میں کوئی تکلیف نہیں۔ زمینداران و کاشتکاران گھوگیر نذریں پیش کر رہے ہیں۔ پانی یہاں کا عموماً ہاضم و شیریں ہے خصوصاً اس کنویں کا جو بیرے مکان سے متصل ہے۔

۱۳ فروری ۱۹۰۲ء - آج حکیم ظہور الحسن بعد وفات تامی خاندان خود جو تین ہفتہ کے اندر بجا روضہ طاعون ختم ہو گیا براہ بہندر کلاں 'دارد گھوگیر' ہوئے اور والدہ برخوردار مصطفیٰ اعلیٰ کے لیے دو نسخے واسطے دفعیہ درد عرق النساء کے لکھ دیے جو آج کل درد شدید میں مبتلا ہیں اور نقل و حرکت سے معذور۔

۱۷ فروری ۱۹۰۲ء - ۱۸ نومبر ۱۹۰۳ء کو سندیلہ میں طاعون نے خروج کیا تھا اور ابھی تک اس کا وہی حال ہے اگرچہ میں کل مزرعہ جات دیکھ چکا ہوں لیکن تاہم چار بجے شام کے بغرض تفریح نکلتا ہوں اور ہر ایک ہار کی پیداوار کو دیکھتا ہوں اور کبھی کسی مزرعہ کو چلا جاتا ہوں۔ جو یہ مٹی تین چار میل کی ہوتی ہے اس سے میری تندرستی کو نفع پہنچ رہا ہے۔ برخوردار مصطفیٰ اعلیٰ اکثر بیرے ساتھ ہوتے ہیں۔ والدہ برخوردار مصطفیٰ اعلیٰ کو درد عرق النساء سے از حد تکلیف ہے۔ حکیم ظہور الحسن کے روغن مجوزہ سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ لہذا آج دوا ہو میو پیٹک معرفت نور دیدہ منتظم حسین لکھنؤ سے منگائی ہے۔ شاید اس سے کوئی نفع ہو۔ چونکہ سندیلہ میں ہنوز سلسلہ بیماری طاعون کا جاری ہے اس وجہ سے میں ان کو وہاں بھی نہیں لے جاسکتا ورنہ شاید ڈاکٹری معالجہ سے نفع ہوتا۔ ان کو تین سال سے سخت تکلیف و پریشانی ہے۔ چند مہینہ کچھ آرام ہو گیا تھا۔ چلنے پھرنے لگی تھیں لیکن اب پھر اس کی شدت ہے۔ اللہ شفا دیوے۔

۱۶ مارچ ۱۹۰۲ء - آج نونہ بجے صبح کو راجہ درگاہ پر شاد صاحب تعلقہ اتریسری مرتبہ میری ملاقات کو قریب کے موضع 'کھجورنہ' سے جہاں وہ مقیم ہیں تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ کنور جنگ بہادر و لال بہادر اول و دوئم فرزند ان بھی تھے اور ایک گھنٹہ کامل علم نجوم وغیرہ کے متعلق بات چیت کرتے رہے اور برہانہ باغ انہ قلمی و تخی متصلہ مکان کو ملاحظہ کر کے بہت خوش ہوئے۔ زان بعد بہندر کلاں کو تشریف لے گئے۔ میرے لیے باعث کمال عزت کا ہے کہ ایسے مقتدر شخص مجھے نگاہ وقعت سے دیکھتے ہیں۔

۱۰ مارچ ۱۹۰۲ء - آج میں والدہ برخوردار مصطفیٰ کو بحالت مجبوری ان کے سخت اصرار پر گھوگیر سے روانہ سندیلہ کیا۔ حالانکہ وہاں ہنوز سلسلہ بیماری طاعون کا قائم ہے۔ ۲۲ جنوری کو وہ گھوگیر آئی تھیں

اور ایک مہینہ ۱۰ یوم کے قیام کے بعد نوبت واپسی آئی۔ سچ یہ ہے کہ اس زمانہ قیام میں ان کو دردِ عرقِ النسا سے سخت تکلیف کا سامنا رہا اور کوئی دن چین نہیں ملا اور باوصف معالجہ ہو میو پیٹھک و یونانی مرض کو ترقی ہوتی رہی اور بحالتِ مجبوری آج روانگی سندیلہ عمل میں آئی۔ راقم منہجی بہو و پسران و دختران کو نواسے وغیرہ انشاء اللہ تعالیٰ کل روانہ سندیلہ ہوں گا۔ پروردگار عالم سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

واپسی مرتضیٰ علی: ۲ اپریل ۱۹۰۲ء - آج ۸ بجے ڈاک گاڑی میں بر خوردار سید مرتضیٰ علی تحصیل

دیبچا، ضلع الہ آباد سے وارد سندیلہ ہوئے۔ انھوں نے امتحان بیسٹری ۱۰ جون ۱۹۰۳ء کو بمقام لندن پاس کر لیا تھا اور ۲ نومبر کو اپنے خسر کے وہاں تحصیل کل بھارت آگئے تھے۔ لیکن محض بیماری طاعون کی وجہ سے انھیں سندیلہ نہیں بلایا تھا۔ آج بعد چار سال ایک ماہ ۲۳ یوم کے ان کے دیدار نصیب ہوئے۔ خدا سے دعا ہے کہ ان کو اپنے کام بیسٹری میں کامیابی حاصل ہو جن کی تعلیم میں ایک مقدار کثیر صرف ہوئی اور ابھی صرف ہو کر ہے کہ ہائی کورٹ سے پانچ سو روپے دے کر سند حاصل کریں گے۔ دیگر مصارف کتب وغیرہ مزید۔

سوانح عمری حصہ دوم: ۳۰ مئی ۱۹۰۲ء - میں اپنی کتاب سوانح عمری (حصہ دوم) کے لکھنے میں برابر مصروف رہتا ہوں جو میں ابتداء سے جون ۱۸۹۲ء لغایت جون ۱۹۰۲ء قریب ختم ہے۔ خدا کرے یہ کتاب میری حیات میں طبع ہو جائے اور اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے کیوں کہ اس میں ہر ایک کے مذاق کے موافق تذکرہ لکھا گیا ہے۔ شاید میں اپنی یادگار قائم کر جاؤں۔

وفات اہلیہ: ۲۵ جولائی ۱۹۰۲ء - افسوس صد افسوس کہ آج چار بجے صبح میری مونس غم گسار مسماۃ شمس النساء بنت شیخ کریم بخش امیٹھوی حرم خانہ راقم نے قضا کی اور مجھے مبتلائے رنج و الم دائمی کیا جو تا حیات فراموش نہیں ہو سکتا اور کبھی ایسا صدمہ مجھے پہنچا۔ مرحومہ ۲ ذی حجہ ۱۲۶۲ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۸۴۶ء روزِ دو شنبہ بوقت ۱۰ بج کے ۳۵ منٹ پر پیدا ہوئی تھیں۔۔۔۔۔ مرحومہ سے میرا عقد ۱۸ جنوری ۱۸۶۲ء بوقت ۷ بجے صبح یومِ سنیچر کو ہوا تھا۔ بلحاظ سن عیسوی اکتالیس سال چھ مہینے ایک دن ہوئے۔ مرحومہ شکل و صورت میں حسین اور سابقے میں نہایت خوش سلیقہ صاحب عصمت حلیم و فیاض ثابت ہوئیں اور بدرجہ غایت میری فرماں بردار تھیں۔ اہل برادری ان کے خلق و ملتساری سے رضامند و ثنا خواں تھے۔ وہ ہمیشہ کل تقریبات شادی و عہد برادری میں شریک ہوا کرتی تھیں اور بوجہ اپنی وجاہت ظاہری کل مستورات میں ممتاز نظر آتیں اور ان کی عمیم الاخلاقی سے کل عورتیں بے نگاہ و قعدت دیکھتیں اور ان کو رضامند رکھنے میں تمام تر

خاطر داری عمل میں لائیں۔ مرحومہ کے پندرہ لڑکے اور لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ منجملہ ان کے چار فرزند اور تین لڑکیاں وقت وفات حیات قائم ہیں اور ان کے خدمت گزار اور بھینس و تکھن سے افتخار کونین حاصل کیا۔ مرحومہ نے حسب ذیل اپنی اولاد چھوڑی: چار بیٹے، تین لڑکیاں، تین پوتے، دو پوتیاں، دو نواسیاں، کل سولہ۔

.... جون ۱۹۰۱ء سے دردمردی النساء و بانی آنکھ کے گوشت بڑھنے میں مبتلا ہو گئیں جو کثرت تا دم مرگ قائم رہی اور اخیر چھ مہینے زندگی کے بہت تکلیف و پریشانی سے گزرے کہ سیدھی ایک لخت پڑی رہتی تھیں اور کسی جانب کو بوجہ تکلیف و شدت درد کے جنبش نہ تھی اور ہر وقت استدعا خود کشی کی رہتی کہ کوئی ایسی شے کھلا دی جائے کہ جس سے روح فنا ہو کر تکلیف شدید سے نجات ملے۔ ہر چند یونانی ڈاکٹر ہو میو پیٹھک کا علاج ہوا افسوس کہ کوئی فائدہ بخش نہ ثابت ہوا۔ بقولے کہ مرض بڑھا گیا جوں جوں دوا کی... مجھے ان کی مفارقت دائمی سے سخت صدمہ پہنچا کہ انتظام خانہ داری بگڑ گیا اور میری آرام و آسائش مفقود ہو گئی اور بقیہ ایام زندگی تلخ۔ خدا کسی دشمن کو بھی ایسا صدمہ نہ دیوے۔ واللہ ما یشاء بحکم ما یرید۔

۲۴ ستمبر ۱۹۰۲ء۔ جس تاریخ سے اہلیہ مرحومہ کا انتقال ہوا ہے میری طبیعت کچھ ایسی مجھ سی گئی ہے اور سخت پست ہو گئی ہے اور دل سے تقویت و اطمینان ایسا جاتا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کام میں جی نہیں لگتا اور نہ کہیں جانے کو جی چاہتا ہے اور نہ کسی کی ملاقات سے خوشی اور نہ کسی رش و بہبود کی خواہش۔ جو کچھ ملا کھا لیا اور کپڑے خدمت گار نے نکال دیے بہن لیے۔ بالکل قلب ماہیت کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ بحالت و فوراً انتشار قصد ہوتا ہے کہ کہیں باہر جا کر سیاحت کروں اور اپنے دل کو بہلاؤں مگر جب مصائب سفر اور تکالیف غربت کا خیال کرتا ہوں تو اس کا متحمل ہونا غیر ممکن نظر آتا ہے اور ایسی حالت میں جس وقت اندک خیال اہلیہ مرحومہ کا آجاتا ہے تو اس وقت نہایت ناقابل برداشت صدمہ ہوتا ہے جس کا اظہار نہیں ہو سکتا۔ سچ یہ ہے کہ زوجہ صاحبہ عصمت و فرماں بردار نہیں مل سکتی اور اس سے بڑھ کر شوہر کے لیے کوئی بہادر نہیں ہو سکتا۔

۲۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء۔ افسوس دنیا عجیب ناپائیدار مقام ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ایک دن وہ تھا جب مرحومہ دوسرے کے عرفہ میں شرکت کو جایا کرتی تھیں اور آج وہ دن ہے کہ مستورات برادری مرحومہ کے فاتحہ عرفہ میں شریک ہو رہی ہیں۔ یہ کیسا عبرت انگیز منظر ہے۔

۲۴ دسمبر ۱۹۰۲ء۔ سچ یہ ہے کہ عورت نیک خصلت اور خوش اطوار سے بڑھ کر شوہر کے واسطے دنیا میں کوئی نعمت نہیں جو اپنی خاص ذات کے صحت مند رہنے کی شوہر کی خیر خواہ اور بہادر رہتی ہے جس نعمت افسوس کہ میں محروم ہو گیا۔

۲۰ مارچ ۱۹۰۵ء - ۲۰ ماہ جون ۱۹۰۲ء جب سے اہلیہ مرحومہ کی حالت غیر شروع ہوئی اور اس کے بعد ۲۵ جولائی ۱۹۰۲ء کو ان کا انتقال ہو گیا اسی روز سے میرا دلی صدمہ کسی وقت زائل نہیں ہوتا۔ چین و آرام بالکل جاتا رہا۔ اگرچہ بظاہر میں ذاتی صفاتی و سرکاری کاروبار انجام دیتا رہتا ہوں لیکن ذہنی شگفتگی مفقود ہے۔

دوست کا مشورہ: ۱۱ جون ۱۹۰۵ء - آج میں واسطے ملاقات راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار کے گیا۔ جناب موصوف چونکہ میرے دلی خیر طلب ہیں مجھ سے فرمایا کہ آپ سے میں چند مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ آپ عقد ثانی کر لیں لیکن آپ کچھ خیال نہیں کرتے ہیں یہ امر آپ کی صحت و تندرستی کے لیے سخت مضر ہے۔ بدون عورت کے انسان کی دلچسپی نہیں ہو سکتی انسان کو چاہے جیسا کوئی رنج و طلال و افکار دامن گیر ہوں لیکن جس وقت عورت سے سامنا و بات چیت ہوتی فوراً کل رنج و غم غلط ہو جاتا ہے۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ جب میری دوسری زوجہ نے انتقال کیا تو مجھے سخت پریشانی کا سامنا تھا اور میں اکثر اوقات و فورا رنج و الم سے رویا کرتا تھا حتیٰ کہ خیال بیماری دق کا پیدا ہو گیا تھا لیکن جب میں نے تیسری شادی کر لی تو وہ کل شکایت و رنج دفع ہو گیا اور اب میں نہایت اچھی حالت میں زندگی بسر کر رہا ہوں اور اگر کسی تردد و غیرہ کے وقت گھر میں جاتا ہوں تو وہاں پہنچتے ہی سب فکریں جاتی رہتی ہیں اور ہمیشہ ان کی صحت و سلامتی کیلئے پٹ کر آیا کرتا ہوں جس کے واسطے ایک خاص پنڈت مقرر ہے۔ لہذا میں آپ کو براہ محبت و اتحاد کے مجبور کرتا ہوں کہ اگر آپ اپنی بقیہ حیات خوشی سے بسر لے جانا جائز رکھتے ہوں تو آپ جلد عقد ثانی کا کفو یا غیر کفو میں بند و بست کریں۔ اپنی راحت مقدم ہے۔ لڑکے لڑکیاں سب اپنے مطلب کے ہوتے ہیں۔ دنیا میں اگر کوئی دلی خیر خواہ ہے تو وہ صرف اپنی عورت ہی ہے۔ اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو چند روز میں آپ کی حالت رنج و غم میں بالکل تباہ و ابتر ہو جائے گی۔ اس میرے کہنے پر آپ ضرور عمل کریں۔ میں نے جواب میں کہا کہ اس بارے میں کسی روز آپ سے ملاقات کر کے عرض کروں گا۔ فرمایا کہ میں خود کسی روز واسطے تصفیہ اس امر کے آپ کے مکان پر آؤں گا۔

جہاز کی ہتلی: ۲۱ جولائی ۱۹۰۵ء - جہاز کی سواری میں اکثر آدمیوں کو ہتلی ہوتی ہے اس کا علاج

یہ ہے کہ ایک آنکھ پر پٹی باندھ لی جاوے تو جلد آرام ہو جاتا ہے۔ (اودھ اخبار)

نیورنگی نہ مانہ: ۱۷ دسمبر ۱۹۰۵ء - زمانہ کی نیزنگیاں دیکھ رہا ہوں جو عجیب و غریب حالت

سے چل رہا ہے۔ کبھی دوست بہ شکل دشمن نظر آتے ہیں اور کبھی دشمن دوستی کا اظہار کرتے ہیں۔ اعزاز

لڑکے بالوں کی نظریں کبھی موافق کبھی مخالف پڑتی ہیں۔ غرض دنیا کا عجیب رنگ ہے اور کوئی ذاتی خیر خواہ دکھلائی نہیں پڑتا۔ خوش نصیب وہی شخص ہے جو باعزت و آبرو اس دنیا کو خیر باد کہے۔ لہذا میری یہی دعا ہے کہ اس دنیا سے نکلی کے ساتھ اٹھ جاؤں کہ اب کوئی حوصلہ باقی نہیں ہے۔

شادی نور چشمی: ۳۱ جنوری ۱۹۰۶ء۔ چونکہ تاریخ شادی نور چشمی مقیمًا محمد ابراہیم خلیف

محمد صدیق خیر آبادی سے ۱۲ فروری ۱۹۰۶ء مطابق ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو قرار پائی ہے۔ لہذا آج میرے یہاں بعد مدت دراز کے ڈھول بجی ورنہ بوجہ صدقات چند در چند میرا گھر ماتم کردہ ہو رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ یہ تقریب حسن و خوبی انجام کو پہنچا دے اور سب طرح سے مبارک ہو۔ چونکہ والدہ نور چشمی بقید حیات نہیں ہیں جس کا بہت افسوس ہے لیکن میں نے طے کر لیا ہے کہ یہ شادی بھی میں ویسی ہی کروں جیسی میں نے اور لڑکیوں کی ہے تاکہ اس کو کسی وقت یہ خیال پیانہ ہو کہ میری مال کے نہ ہونے سے کمی کی گئی۔

۱۲ فروری ۱۹۰۶ء۔ آج شام کو مانجہ محمد ابراہیم ولد محمد صدیق خیر آبادی کا ہوا... وقت سبھی صبح کو میرے یہاں بارات بجاتی آئی اور ۵ بجے نور چشمی مقیمًا کا عقد ابراہیم سے ہوا۔ ہر ۸ ہزار دینار سرخ قرار پایا... حالانکہ میں نے مولوی احمد رضا صاحب سے ۸۵ ہزار روپے کہے تھے لیکن عورتوں کے کہنے سننے سے میری لاعلمی میں اس قدر مہر تجویز ہو گیا جو ۱۸ لاکھ ۷۰ ہزار روپے کے برابر ہے (جو میرے مزاج کے خلاف ہوا۔ مولوی احمد رضا مہتوانہ نے عقد پڑھا۔ آتش بازی اور آرائش ہمراہ بارات تھی۔ خدا تقریب کو مبارک کرے اور دونوں خوش حالی کے ساتھ بسر کریں... محمد ابراہیم انٹرنس پاس میں اور چالیس روپے ماہوار کے ریاست دھار میں ملازم ہیں۔ یہ ریاست چھاوئی سٹو سے ۱۸ کوس ہے۔

بیر سٹران: ۲۰ فروری ۱۹۰۶ء۔ بزخورداران مصطفیٰ علی و مرتضیٰ علی کو حسب اصرار ان کے میں ولایت

بھیجا اور جس طور سے ممکن ہوا ان کا کل خرچہ برداشت کیا۔ یہاں تک بیر سٹر ہو کر واپس آئے۔ خیال تھا کہ ان کی آمدنی میں ایسی برکت ہوگی کہ جو جائداد مرہونہ فک رہن ہو کر میرے قبضہ سے نکل گئی ہے اور اس کا زر رہن بنا بر خرچہ بیر سٹران ولایت بھیجا گیا ہے اس سے دوسری جائداد حاصل کی جاوے گی جس سے خانہ پوری منافع کمی شدہ کی بخوبی ہو سکے گی اور مصارف خانہ داری میں بھی اس سے کافی امداد ملے گی اور میں اپنا اخیر زمانہ زندگی یاد الہی میں بہ اطمینان گزاروں گا مگر افسوس کہ یہ میرا خیال بالکل غلط نکلا کہ ان کو تین دو سال کا زمانہ ہندوستان آئے ہو چکا ہے ہنوز مطلقاً آمدنی نہیں ہوئی بلکہ دونوں کے مصارف

بیرطری ماہوار میں برداشت کر رہا ہوں۔۔۔ کل اسی تردد و پریشانی میں مبتلا رہا اور خدا سے دعا کرتا رہا کہ ایسی حالت میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔ آج ۵ بجے صبح کو خواب دیکھا کہ میں ایک بڑے ہال میں میز لگائے کرسی پر بیٹھا ہوں اور ایک معزز رئیس میری داہنی جانب بیٹھے ہیں اور جو میں اپنی رائے نسبت مقدمہ پیش شدہ کے قائم کی ہے اس سے ان کو بھی اتفاق ہے یہ خواب فی الجملہ تسکین دہ ضرور ہے دیکھا چاہیے کہ اس کا کیا انجام ہوتا ہے اللہ مالک الیوم و الحکم المبرور۔

پیسہ اخبار: ۱۱ اپریل ۱۹۰۶ء۔ آج کی تاریخ سے میں نے خریداری پیسہ اخبار ہفتہ وار لاہور کی شروع کی جس کی قیمت سالانہ ڈھائی روپیہ ہے اور آج پہلا پرچہ اخبار مذکور کا میرے نام لاہور سے آیا۔

نیک عورت: ۲۳ فروری ۱۹۰۶ء۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے جس عورت میں چار خصلتیں ہوں اس سے شادی کرنا چاہیے۔ ایک تو اس کی دولت دوسرے اس کی شرافت نسل تیسری اس کا حسن چوتھے اس کے اوصاف جمیلہ۔ دنیا اور اس کی تمام چیزیں قیمتی ہیں لیکن دنیا بھر میں سب سے زیادہ قیمتی شے نیک عورت ہے۔

نصائح حضرت علی: ۱۸ مئی ۱۹۰۶ء۔ نصائح حضرت امیر: ۱۔ جو شخص مسکینی کا برفق اور طے ہو اس کے عیوب نہیں کھلتے ۲۔ کسی کو دو چیزوں یعنی صحت اور دولت پر بھر و سارہ کرنا چاہیے۔ صحیح تندرست شخص کی تندرستی دفعتاً جاتی رہتی ہے اور متمول کی دولت آنا فناٹ جاتی ہے۔ ۳۔ جو شخص ذرا ذرا سی بات کا شاکی ہو گا اسے بہت بڑی مصیبت ہوگی۔ ۴۔ جو شخص کامیابی کے ساتھ اپنے دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکتا وہ غیبت اختیار کرتا ہے۔ جو شخص کاہلی کا فرماں بردار ہے وہ کسی شے کا مستحق نہیں۔ ۵۔ جو شخص غمازوں کی سنتا ہے وہ اپنے عام دوستوں کو اپنے ہاتھ سے کھوتا ہے۔ ۶۔ خود بینی ترقی کی دشمن ہے۔

اولاد کی خواہیاں: ۳۰ جولائی ۱۹۰۶ء۔ جہاں تک میں نے غور کیا تو مجھ میں اور میری اولاد میں یہ بہت بڑا فرق ہے کہ وہ ضروری کام کو بھی چنداں ضروری خیال نہیں کرتے اور میں ضروری اور غیر ضروری دونوں کو ضروری سمجھتا ہوں اور حتی الامکان اسے دوسرے وقت پر ملتوی کبھی نہیں کرتا اور اسی وقت کڑا لنے سے اطمینان حاصل کرتا ہوں بی لیکہ وہ مجھے ہی کرنا پڑے۔

نیا ہنر: ۲۳ ستمبر ۱۹۰۶ء۔ اس زمانے کے نوجوان وعدہ خلافی اور دھوکہ دہی اور جھوٹ بولنے کو اپنا ہنر سمجھتے ہیں اور جو لوگ پرانی وضع کی پابندی کرتے ہیں ان کے نزدیک ان لوگوں کا شمار بے وقوفوں میں ہے۔ اس رنگ زمانہ کو میں دیکھ رہا ہوں اور بجائے خود ساکت و خاموش ہوں اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے ایسے نوجوانوں کی صحبت سے میں حذر کرتا ہوں۔

خوابوں کی حقیقت: ۳۰ نومبر ۱۹۰۶ء۔ اگست ۱۹۰۳ء سے آج تک میں اپنے حصول مقاصد کے لیے درگاہ لم یزل میں نہایت عاجزی کے ساتھ دست بستہ دعا کرتا رہتا ہوں جن کی بشارتیں خواب میں ہمیشہ حسب دل خواہ ہوتی رہیں اور فالیں دیوان حافظ و سکنر نامہ میں مشاہدہ کیں۔ ان کے جوابات بھی اکثر موافق آئے لیکن مجھے کمال افسوس ہے کہ اس وقت تک ان کا کوئی ظہور نہیں۔ لہذا اب میں جہاں تک غور کرتا ہوں وہ خوابیں وغیرہ محض میرے دلاسا و طمانیت کے واسطے تھیں اور میں تاکہ میں منتشر ہو کر کوئی نالائق بات نہ کروں اور اب ناامیدی اس وجہ خاص سے ہے کہ جس قدر زمانہ گزرتا جاتا ہے اور میری قوت گھٹتی جاتی ہے اسی قدر خواہش دلی پر اس پڑتا جاتا ہے اور حوصلہ پست ہوتا جاتا ہے اور ہنوز کسی قسم کے آثار میرے حصول تمنا کے قلبی کے نظر نہیں آتے۔ لہذا مرتبہ یقین کا حاصل ہو گیا کہ وہ سب خوابیں اور فالیں محض میری طمانیت کے واسطے تھیں۔ اللہ لیفعل ما یشاء و یکرم ما یرید

عقد ثانی بیوہ: ۲۵ جنوری ۱۹۰۷ء۔ چونکہ یہ رسم (عقد ثانی نو اسی خود مسماۃ انجن) خلاف رواج مطابق سنت نبوی رسول پاک کے اختیار کی اس وجہ سے کل اکابر و ہمسر و نوجوانان قصبہ ہذا بہت خوش ہوئے اور میرے حق میں دعا خیر کی کہ میں نے رسم قبیحہ کو دور کر کے سنت نبوی کو تازہ کیا اور اکثروں نے دعا خیر کی کہ مجھے خدا ہر قسم کی برکت دے۔ چونکہ یہ کار نمایاں مجھ سے وقوع میں آیا جس کا رواج مطلقاً قصبہ ہذا میں نہیں لہذا مجھے امید ہے کہ اب اہل قصبہ میری تقلید کریں گے۔

نئی پود: ۹ فروری ۱۹۰۷ء۔ جہاں تک میں نے غور کیا ہے اس زمانے کے نوجوان لڑکے اپنی تیز مزاجی کی وجہ سے کہتے بہت کچھ ہیں لیکن کرتے کچھ بھی نہیں۔ دوسرے غیر مہذب ہیں کہ اپنے اکابر کو نگاہ حقارت سے دیکھتے ہیں اور ان کو بے وقوف سمجھتے ہیں۔ حالانکہ خود کچھ کرنے کا ارادہ نہیں کرتے اور ان ہی کی جائداد پر چاہے وہ تھوڑی کیوں نہ ہو تکیہ کرنا پسند کرتے ہیں اور باتیں اس قسم کی کرتے ہیں کہ ان سے بڑھ کر دوسرا عقل مند نہیں۔ مجھے توب یاد ہے کہ میں اپنی نوجوانی کے زمانے میں اپنے بزرگوں کے علاوہ غیر اشخاص کو بھی جو مجھ سے سن میں بڑے ہوتے تھے سبقت سلام میں کیا کرتا تھا اور ان کو نگاہ بزرگی سے دیکھتا تھا اور اس وقت کے نوجوان عموماً دیرینہ لوگوں کے منتظر سلام ہوتے ہیں۔ میر خیال میں یہی ان کی علامت بخمتی کی ہے بقول شخص کہ با ادب بانصیب بے ادب نصیب! شکایت ضیق النفس: ۱۱ مئی ۱۹۰۷ء۔ شب گزشتہ کو مجھے ہنسی سے سخت تکلیف ہوئی کہ کسی کر وٹ چین نہیں تھا اور چونکہ ابتداءے شب سے تکلیف شروع ہو گئی تھی لہذا گھنٹہ شماری میں تمام رات آخر ہوئی۔ رات کی

تکلیف خصوصاً جب کہ عالم تنہائی ہونہایت مکلف ہے۔ مجھے بعض وقت سخت حسرت ہوتی ہے کہ رات کی ٹھنڈک میں تمام عالم سہانی نین سو رہا ہے اور ایک میں ہوں کہ چار پائی پر بیٹھا یا لیٹا ہوا موی نہہ کھولے سانس لے رہا ہوں۔ اے اللہ مجھے اس تکلیف سے جلد نجات دے!

ساون میں خاک اڑنا: ۱۲ اگست ۱۹۰۷ء۔ یہ میں اکثر سنا کرتا تھا کہ ساون میں خاک اڑتی ہے وہ آج میں نے اپنی آنکھوں مشاہدہ کی کہ آج ۳ بجے دن کے ابر غلیظ محیط آسمان تھا اور دیر تک خوب گرجتا رہا۔ اس عرصہ میں ایسی ہوا تند چلی کہ ابر وغیرہ سب غائب ہو گیا اور دھول مثل جیٹھ بیساکھ کے اڑی اور ایسی بلند ہوئی کہ مکانوں کے اوپر سے گزر گئی اور خاک اڑتے ساون کی مثل صادق آئی۔

شب برات: ۵ ستمبر ۱۹۰۷ء۔ عموماً اطفال اہل دول شب برات آنے کے ایک ہفتہ قبل اور متوسط درجے کے لڑکے شب برات کے دو تین روز پہلے سے آتش بازی چھوڑ کے اپنے دل بہلاتے ہیں لیکن ہمارے پڑوسی منشی قبول احمد کے یہاں رجب کے مہینہ سے آتش بازی چھوٹنا شروع ہو جاتی ہے اور مہینہ سوال تک اس کا سلسلہ برابر قائم رہتا ہے۔ واقعی لڑکوں کے لیے بہت ڈلار کی بات ہے لیکن ان کی ایسی عادت پڑ جانے سے وہ عادی اسراف کے ہو جاتے ہیں جو مشکل سے چھوٹی ہے۔

شکایت ہپتی: ۶ اکتوبر ۱۹۰۷ء۔ شب گزشتہ کو شدت کھانسی سے مجھے تمام رات نیند نہیں آئی اور بچھنی کے ساتھ گھنٹہ شماری میں رات آخر ہوئی۔ اگرچہ حکیم ظہور الحسن دوامیں رد و بدل کرتے رہتے ہیں لیکن ہنوز کوئی صورت نفع کی پیدا نہیں ہے اور نہ غذا بجز چند چمچ دلیا کے ہوتی ہے جس کا بخار مانع ہے۔ حکیم صاحب دونوں وقت مجھے دیکھنے کو آتے ہیں جس کا مشکور ہوں۔

بیوی کی یاد: یکم جنوری ۱۹۰۸ء۔ اگرچہ مساتہ شمس النسا میری زوجہ کی وفات کو تین برس پانچ ماہ گزر چکے ہیں لیکن جب ان کے افعال و حرکات شالیہ یاد آتے ہیں تو طبیعت کو سخت ملال ہوتا ہے مگر مجبوری ہے کہ مشیت ایزدی میں کوئی دخل نہیں۔ جہاں ۲۲ سال عیش و عشرت میں گزرے وہاں اب پریشانی کا سامنا پیش آ رہا ہے اور یہ رنج و غم تاحیات فراموش نہیں ہو سکتا۔

افسانہ خواب: ۲ فروری ۱۹۰۸ء۔ میں چند سال سے خواب ہائے خوش شمولہ ہی ہودی خود دیکھا کرتا ہوں جس کی تکرار آج تک ۶۹ ہے لیکن افسوس کہ اس وقت تک کسی ایک کا بھی ظہور نہیں ہوا۔ میرا خواب اکثر سچا ہوا کرتا تھا اس وجہ سے اس پر میرا اعتبار تھا اور میں اسے بعد بیداری اپنے روز نامہ میں

قلم بند کر لیا کرتا تھا اور اب بجز اس کے میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ جہاں میری عیش و آرام و زمانہ فلاحیت کا گزر گیا وہاں خواب بھی راست نہیں آتے اور رات دن مجھے پانچ منٹ کی کبھی توشی نصیب نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ میرے حال پر رحم کرے! تعزیت کا طریقہ: ۲۱، اگست ۱۹۰۸ء۔۔۔۔۔ چونکہ عموماً رواج یہ ہے کہ جب کوئی شخص بد رسم تعزیت کسی غم زدہ کے پاس جاتا ہے تو متوفی کے اوصاف حمیدہ ظاہر کر کے اس کے غم کو تازہ اور اس کے زخموں پر نمک چھڑکتا ہے جس سے وہ بہت متاثر ہو کر پریشان ہو جاتا ہے لیکن میں اس کے بالکل خلاف ہوں اور غم زدہ کو زیادہ ملول کرنا ہرگز پسند نہیں کرتا بلکہ اس کے پاس جا کر ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہتا ہوں تاکہ اس کے خیالات جو غم آلود ہیں وہ بالکل دفع ہو جائیں۔

استعفا: ۲۱، ستمبر ۱۹۰۸ء۔ آج میں نے چارج آنریری سکریٹری میونسپل سندیلیہ کا باہو تیش چندر چٹرجی تنخواہ دار سکریٹری کو دیا۔ اب میں سرکاری ممبر کی حیثیت سے میونسپل کا کام انجام دوں گا۔۔۔۔۔ ان کی (چٹرجی صاحب کی) یہ کیفیت ہے کہ ہر کام میونسپل کا مجھ سے دریافت کر کے کرتے ہیں۔

انتظام خانہ داری: ۲۳، ستمبر ۱۹۰۸ء۔ چونکہ میری چار بہنیں منجملہ ان کے بڑی بہن اہل خانہ مصطفیٰ علی آج کل اپنے شوہر کے ساتھ سیونی چھپارہ (اضلاع متوسط) میں ہیں باقی تین یہاں موجود ہیں لہذا میں نے بہ نظر مصلحت انتظام خانہ داری اس پنج پر تینوں کو تقسیم کر دیا ہے کہ ان میں سے کسی کو کوئی محل شکایت نہ ہو اور حالت انتظام عمدہ طریقہ پر چلے جاوے۔

خدمات کا اعتراف: ۲۱، اکتوبر ۱۹۰۸ء۔ آج کے اودھ اخبار میں ترجمہ چھٹی مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۰۸ء مسٹر ٹرن صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر ہر دوئی و چیرمین میونسپل بورڈ سندیلیہ طبع ہوا جس میں میری خدمات آنریری سکریٹری میونسپل بورڈ کی نسبت اظہار خوشنودی مزاج کا ہے۔ (ترجمہ چھٹی ٹرن صاحب: چونکہ مولوی سید منظر علی صاحب نے اپنے عہدہ آنریری سکریٹری سے بوجہ زیادتی کام کے استعفادے دیا ہے اور بجائے ان کے تنخواہ دار سکریٹری کی تجویز ہوئی ہے لہذا میں اپنی رائے ان کی عمدہ خدمات کی نسبت جس میں کہ انھوں نے اپنی عمر کا بہترین حصہ صرف کیا ہے ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ قریب تیس سال کے وہ آپ لوگوں کے سکریٹری ہے اور اپنی اعلیٰ خدمات کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ اس طریقہ پر انھوں نے باشندگان قصبہ کو اپنا قیمتی وقت کا بہت بڑا حصہ صرف کر کے بہت خوش و رضا مند رکھا۔ میں اس بات سے خوش ہوں گا کہ مولوی سید منظر علی صاحب اپنے عہدہ سکریٹری سے سبک دوش ہونے پر میونسپل کے کاموں میں بہ حیثیت ایک ممبر کے اسی طور پر مدد دیتے رہیں گے

جیسا کہ وہ اپنے عہدہ سکرٹری کے زمانہ میں دیا کرتے تھے۔

حقیقت نجوم: ۲۸ دسمبر ۱۹۰۸ء-۱۹۰۹ء اس مہینہ دسمبر میں اگرچہ میرے زائچہ میں سب ستارے عمدہ حالت و خوشی میں بیٹھے ہوئے ہیں اور چار خراب مقام پر بیٹھے ہیں اور زہرہ و مشتری کا اتصال ہے لیکن کوئی نفع میری ذات کو نہیں پہنچا بلکہ اکثر ترددات لاحق رہے۔ اس سے بخوبی ہویدا ہوتا ہے کہ جو مشیت ازدی ہے وہی ہوتا ہے۔ نشست ستاروں کی کوئی چیز نہیں ہے بلکہ اکثر تحریر ہوا ہے کہ نشست ستاروں کی خراب ہے اور بہبودی حاصل ہوئی۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ انسان مشیت الہی پر بھروسہ رکھے جو اس کا منشا ہے وہی ہوتا ہے۔ واللہ یفعل ما یشاء۔ علم نجوم دل بہلانے کے واسطے اچھا ہے ورنہ بیچ۔

انتظام خانہ داری: ۲۴ فروری ۱۹۰۹ء-۱۹۰۹ء اگرچہ میری چار بہوتیں ہیں لیکن ان میں کوئی ایسی خوش لیاقت نہیں کہ انتظام خانہ داری خوش اسلوبی سے انجام دے سکے اور اگر شاید ان میں سے کسی کو ماہ انتظامی ہو بھی لیکن بوجہ اختلاف رائے کوئی کچھ نہیں کرتا۔۔۔ بحالت حیات اہلیہ مرحومہ ہمیشہ سب انتظام خانہ داری ان کے متعلق رہتا تھا اور میں مہینہ انگریزی کی پہلی تاریخ کو تنخواہ بنا بر مصارف و زمرہ ان کے پاس بھیج دیا کرتا تھا اور وہ حسب رائے خود جزوی و کلی انتظام خانہ داری کرتی رہتیں تھیں۔۔۔ اور مجھے کوئی تعلق اس سے نہیں رہتا تھا۔ سب سے ادنیٰ بد نظمی یہ ہے کہ مجھے تو کھانا بارہ بجے دن تک مل جاتا ہے لیکن جو عورتیں اہل محلہ کبھی کسی ضرورت سے آجاتی ہیں تو دو بجے تک ان کو کھانا نصیب نہیں ہوتا۔ میں نے یہ بھی چاہا تھا کہ ہر ایک بہو کے واسطے بقدر انکی ضرورت کے تنخواہ مناسب مقرر کر دوں جس سے وہ علیحدہ علیحدہ اپنے خورد و نوش کا انتظام کریں اور اپنے اپنے جداگانہ چولھے روشن کرواویں لیکن یہ بھی اس وجہ سے مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ میری موجودگی سنیلہ میں چار جدا جدا چولھے روشن ہوں جو باعث کمال بدنامی کا ہے۔

نمائش ہر دوئی: ۲۰ فروری ۱۹۰۹ء-۱۹۰۹ء آج میں انبکے دن کو دربار نمائش پھل پھول ہر دوئی میں شریک ہوا۔ جناب راجہ درگا پرشاد نے بہت اچھا قصیدہ پڑھا اور بعض شاعروں نے بھی قصیدہ خوانی کی لیکن راجہ صاحب کا قصیدہ سب سے اول درجہ کا تھا۔ مجھے دربار میں مسٹر ٹرنر صاحب ڈپٹی کمشنر ہر دوئی نے بابت کام تحط سارٹیفکٹ عنایت کیا۔ بعد فراغت دربار تین بجے دن کی ریل میں واپس آیا۔ آمد و شد میں میرا اور راجہ صاحب اور چودھری محمد رفون صاحب کاریل میں ساتھ رہا۔ راستہ میں ہر قسم کی بات چیت ہوتی رہی مگرچہ سہ پہر کو نمائش اور شب کو روشنی و ناپ چھٹا لیکن میں نے اس میں شرکت نہیں کی۔

تجویز عقد ثانی: ۱۲ مئی ۱۹۰۹ء چونکہ راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار میرے سچے اور خیر خواہ دوست ہیں مجھ سے انھوں نے کئی مرتبہ فرمایا کہ تم عقد ثانی کر لو کہ سوائے عورت کے دنیا میں اپنا کوئی خیر خواہ نہیں ہوتا ہے۔ لڑکے لڑکیاں اور بہوئیں سب اپنے مطلب کے ہیں اور یہ چاہا کرتے ہیں کہ کسی نہج سے باپ نہ رہیں تو ان کی جائیداد اپنے قبضہ و تصرف میں لادیں۔ جس کے واسطے وہ ہر وقت دست بہ دعا رہتے ہیں لیکن اپنی عورت بر خلاف اس کے اپنے شوہر کی ہی خواہ اور اس کی درازی عمر کی دعا گو رہتی ہے۔۔۔ چنانچہ آج صبح کو راجہ درگا پرشاد صاحب نے مجھے ایک خط بھیجا کہ آج بوقت ۹ بجے صبح کے میں اور وہ ایک ساتھ چودھری محمد رؤف صاحب کے مکان پر جا کر باہم صلاح مشورہ کریں تاکہ اس کے متعلق کوئی امر طے ہو۔ چنانچہ موصوف الیہ آج اپنی گھٹی پر مجھے چودھری صاحب کے مکان پر لے گئے جہاں وہ موصوف الیہ سے دیر تک بات چیت کرتے رہے۔ بالآخر یہ طے ہوا کہ چودھری صاحب لکھنؤ جا کر کوئی حسین عورت میرے واسطے تجویز کریں جو سیرت و صورت میں اچھی اور مطیع ہو۔ چنانچہ چودھری صاحب نے وعدہ کیا کہ میں ایک ہفتہ کے اندر جلد امور کا تصفیہ کر لوں گا۔ لیکن مجھے ان دونوں صاحبوں کی رائے سے چنداں اتفاق نہیں ہے اور میں اس کو ہرگز پسند نہیں کرتا ہوں اور پروردگار عالم کے فضل و کرم پر صابر و شاکر ہوں۔ جو کچھ اس کی مشیت ہوگی اس کی پابندی کرنا پڑے گی۔ اور بدین مشاہدہ و واقف کاری بلا سمجھ بوجھ کوئی فعل کرنا انسانی مصلحت کے خلاف ہے۔

۲۵ مئی ۱۹۰۹ء۔۔۔۔۔ لیکن مجھے لکھنؤ کی عورت سے عقد ہرگز منظور نہیں مگر راجہ صاحب کے اصرار

کی وجہ سے ہوں ہاں کر دیا کرتا ہوں۔۔۔ لیکن آج کل اس کا تذکرہ اکثر رہتا ہے۔

امید و بیم: ۸ جولائی ۱۹۰۹ء۔ منجملہ اپنی تین خواہشوں کے (و) (ح) (ش) کس خواہش میں میں کامیاب

ہو گا جس کا مشاہدہ مجھے خواب میں ہو۔ یہ خیال کر کے سویا۔ شب آخر کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں (و) کی قربت سے کامیاب ہو رہا ہوں جس کو میں نے بخوبی تمام مشاہدہ کیا خدا کرے یہ خواب راست آئے اور اس کا مشاہدہ بوجہ حسن ہو آئین تم میں

۳ اگست ۱۹۰۹ء۔ باوجود بیم ظہور ناامیدیوں کے میں اکثر اپنی خیالی امیدوں سے باز نہیں آتا اگرچہ

بخوبی جانتا ہوں کہ اب میرا زمانہ خوشی و مسرت کا نہیں آسکتا۔ لیکن یہ میری محض نا فہمی ہے جو موموم باتوں میں مستغرق رہتا ہوں لہذا میں درگاہ رب میں ملتجی ہوں کہ جو امر اس کی مشیت میں بحق مجھ گنہگار شدنی نہیں ہے

۱۹۰۹ء مولوی صاحب کے خاندان میں کسی خوش سلیقہ اور متمول بیوائیں موجود تھیں۔ ان میں سے تین کے نام ان حروف سے شروع ہوتے تھے اور مولوی صاحب ان میں سے کسی ایک سے عقد ثانی کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اس قسم کی تحریک کوئی خود انھوں نے نہیں کی ممکن ہے کہ اس قسم کی تحریک کا اشارہ پہلے دوسری جانب سے چاہتے ہوں۔ مگر دوسری شادی ان کی بہر حال نہیں ہوئی۔ ہاشمی

اس کے خیالاً میرے دل پر حالی ہونا باعث کمال رنج و ملال کا ہوتا ہے خدا ان کو میرے دل سے دفع فرمائے ورنہ امید پیہم کی حالت سخت پریشان کن۔ اے خدا میرے حال پر رحم فرما اور خیالاً فاسد دل خوش کن میرے دل سے دور کر جو غیر ممکن الیہ توقع ہوں۔

۱۰ اگست ۱۹۰۹ء۔ باوجودیکہ میں یہ بخوبی جانتا ہوں کہ بے اذن الہی ذرہ نہیں ہل سکتا اور قبل از وقت کوئی امر ظاہر نہیں ہو سکتا اور نہ مقدر سے کم و بیش ہو سکتا ہے جیسا کہ مسماۃ زینب النسابت شہنشاہ عالمگیر نے کہا ہے

قفنا قضا نہ شود اے عزیز من ہرگز تو خواہ فال ہمیں خواہ استخارہ کن

مگر اس پر ثابت قدمی خیلے دشوار ہے۔ اللہ ہی میری مدد کرے

۳۱ اگست ۱۹۰۹ء۔ میرا معاملہ متعلقہ ذات خاص کچھ ایسا دشوار ہے کہ اس کا انجام کچھ خوش نظر نہیں تا اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ کسی نہج سے طے نہ ہو سکے گا اور کیونکہ ہر جیب کہ اس کا کوئی سامان بظاہر نظر نہیں آتا۔ بعض وقت یہ شعر حافظ شیرازی کچھ تسکین دہ ضرور ہوتا ہے

گرچہ منزل بس خطرناک است و مقصد ناپید
بیچ را ہے نیست کو را نیست پایاں غم مخور

مگر دوسرے وقت اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا اور بہ لحاظ حالت موجودہ آثار توقع مطلقاً منسباً ہو جاتے ہیں۔ خدا نہ کرے کہ مثل میرے کوئی شخص تو بہات غیر متوقع میں مبتلا ہو جس کا کوئی انجام ہی نہیں۔ شیتہ ازدی یہ ہی ہے کہ میں انھیں خیالات میں مستغرق رہ کر ایک روز شاید اس دارنا پائیدار کو خیر باد کہوں۔

بیکہ پھل: ۱۲ ستمبر ۱۹۰۹ء۔ میرا بیکہ پھل جو ۱۲ ستمبر ۱۹۰۸ء کو شروع ہوا تھا اس کے حالات مختصر حسب ذیل ہیں:

عہدہ سکرٹری میونسپل سے بوجہ کثرت کام استعفادے دیا اور بعد دس مہینے کے برخوردار تفسی علی کو حسب سفارش مسٹر وے صاحب ڈپٹی کمشنر ہر دوئی نے بہ مشاہرہ پچن روپے ماہوار ہٹیڈ سکرٹری میونسپل سندیلہ تقرر کر دیا۔ پشت دوکانات صدر میں نے رعایا آباد کی جس سے دوکانات خدشہ نقب زنی سے محفوظ ہو گئیں۔ میں اپنے مقاصد دلی میں کامیاب نہیں ہوا۔ نور دیدہ فریض دختر برخوردار مصطفیٰ علی کا انتقال ہو گیا جو باعث کمال ملال کا ہوا۔ ان اب یہی ایک اولاد پرچ رہی تھی۔ بخاندہ برخوردار محبتی علی و مرتضیٰ فرزندان نرین پیرا ہوئے۔ کوئی جائداد فک رہن نہیں ہوئی۔ مقدمات عدالتی میں کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ ایک دو معاملے پیچیدہ بتا سانی طے ہو گئے۔ حکام وقت رضامند و خوش رہے اور نگاہ وقعت سے دیکھتے رہے۔ بھائی بندوں سے میل جول رہا۔ بمقابلہ آمدنی مصارف کثیر رہے۔ بعض احباب سے فائدہ رہا۔ ایک دو معاملے طے نہیں ہوئے۔ برخوردار مصطفیٰ علی اکثر علیل رہے۔ میری ندرستی اچھی رہی اور ارتضیٰ علی کی تقرری سے میری ناموری پورے

قصبہ ہذا میں نیز ہردوئی بھر میں ہوئی۔ برخور دار تفضلی علی کی آمدنی بیرٹری اچھی رہی۔

خواب خوش: ۲۶ نومبر ۱۹۰۹ء۔ شب گزشتہ کو سوتے وقت اولاً میں نے درگاہ یزدان پاک میں پھر جناب فضل میاں صاحب مرحوم کی جناب میں التجا کر کے سویا کہ میں ان کا پرپوتا ہوں اور آج کل متفکر رہتا ہوں میرے حق میں دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ میری پریشانی دور فرمائے اور مجھے راحت و چین دے اور جس صورت سے میرا تعلق ہو مجھے خواب میں مشاہدہ ہو جائے کہ (وہ سے عقد ہو گیا (رح) سے۔ شب آخر کو میں نے خواب دیکھا کہ ایک عورت ۴۰ سالہ جس کا قد و چہرہ لانا ہے اور ناک میں نتھ نہیں پہنے ہے میرے سامنے کھڑی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجھ سے ملتی ہے۔ اس عرصہ میں میری آنکھ کھل گئی۔

محاسبہ سال: ۳۱ دسمبر ۱۹۰۹ء۔ ذاتی حالات راقم جو ۱۹۰۹ء میں گزرے: ترددات اکثر ہے جو بہ عنوان شایستہ دفع ہوئے۔ آرزو دلی پوری نہیں ہوئی۔ ایک پوتی جوان و ایک پوتا و ایک نواسی و ایک پر نواسی نو مولود ضائع ہو گئی۔ پشت دوکانات پختہ کے رعایا آباد ہو گئی اس سے کرایہ ماہوار دوکانات میں اضافہ ہوا۔ مقدمات عدالتی میں عموماً کامیابی ہوئی اور اعزاز برہوئے۔ بخانہ تفضلی علی فرزند زینہ پیدا ہوا جس کا نام سلیمان حسین رکھا گیا۔ برخوردار مصطفیٰ علی چھ مہینہ تک سخت علیل رہے۔ مصارف زائد ہوئے لیکن آمدنی بھی بہ مقابلہ سال گزشتہ اچھی ہوئی۔ حکام وقت رضا مند ہے۔ اکثر اشیا جدید خریدی گئیں۔ بھائی بنو سے لطف رہا اور لگاہ قدر سے دیکھا گیا۔ سفر کم پیش آیا جو مرد و لکھنؤ و ہردوئی رہا۔ سارٹیفکٹ خوشنودی رائے بابت کام خود عطا ہوا۔ خواب ہائے خوش اکثر مشاہدہ ہوئے لیکن کوئی خاص ظہور ان کا نہیں ہوا۔

الہ آباد یونیورسٹی: ۱۳ جنوری ۱۹۱۰ء۔ آج میرے نام ایک کارڈ... فیلو یونیورسٹی الہ آباد کا آیا کہ میں ۱۹۱۰ء کو قائم ہونے بنیاد یونیورسٹی میں بوقت ۲ بجے شرکت کروں لیکن اب میں سفر کرنا پسند نہیں کرتا ہوں۔

ارتضیٰ علی: ۲۵ مارچ ۱۹۱۰ء۔ برخوردار تفضلی علی محنت ملازمت سکریٹری یونیورسٹی سے گھر آنا شروع ہو گئے ہیں اور اب ملازمت ترک کرنا چاہتے ہیں یہ ان کی سخت بدبختی ہے کہ وہ بچپن روکے ماہوار کی گھر کی ذمہ داری جو مساوی ایک سو ماہوار کے ہے چھوڑنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ جو تنخواہ وہ پاتے ہیں وہ تمام اپنے صرفہ میں لاتے ہیں۔ خورد و نوش ان کی اور ان کی اہلیہ کا میں کفیل ہوں۔ اپنے شہر کی حکومت کی نوکری چھوڑنا سخت نادانی ہے مگر مجبوری کہ کوئی علاج اس کا میرے پاس نہیں ہے اور نہ کوئی فہمائش ان کو کارگر ہوتی ہے۔

انتظام خانہ داسی: ۲۸ جون ۱۹۱۰ء۔ آج واسطے انتظام خانگی خود نہایت پریشانی لاحق رہی اور

مجھے چند مرتبہ اہلیہ مرحومہ یاد آئیں کہ ان کے وقت میں کیسا عمدہ میرے گھر کا انتظام تھا۔ مجھے کسی امر میں مداخلت کرنے کی نوبت نہیں آتی تھی اب آج کل حسب رائے بر خور دار مصطفیٰ اعلیٰ مسماۃ علیا خاںہ معشوق حسین (پڑوسی) منتظم ہیں جو ایمان داری سے کام نہیں کرتی ہیں اور مجھے پریشانیوں لاحق رہتی ہیں اور کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی کہ سو اگریزی بہو کے اور کوئی بہو اس وقت گھر میں موجود نہیں اور ہر ایک اپنے میکہ میں ہے۔ خدا میرے حال پر رحم کرے اور میرے ترددات دور کرے۔

بڑی بہو: ۵ جولائی ۱۹۱۰ء۔ ہماری بڑی بہو مسماۃ نسیم کی طبیعت میں کچھ اس قسم کا فسادی مادہ ہے کہ اپنے کو بطور خود بہت سمجھ دار سمجھتی ہیں اور دوسروں کو ناقابل۔ بلکہ ہر ایک کو نہایت درجہ حقیر جانتی ہیں کہ میری عام حکومت گھر میں ہو اور سب مجھ سے زیر رہیں لیکن چونکہ ہر ایک کو درجہ مساوی حاصل ہے اس وجہ سے وہ ہرگز زیر نہیں ہو سکتیں اور انھوں نے بر خور دار مصطفیٰ اعلیٰ کو اس کے ولایت جانے سے قبل اس کی والدہ سے لڑوا دیا تھا اور خود نسیم کی ذات سے ان کے بھائیوں بشیر الزماں و نعیم الزماں میں سخت الجھن و طلال پیدا ہو گیا اور مصطفیٰ اعلیٰ کچھ ایسے ان کے قبضہ میں ہیں کہ جو کچھ وہ ان سے کہتی ہیں اس کے کرنے کو آمادہ ہو جاتے ہیں چاہے وہ فعل قابل نفرت کیوں نہ ہو۔

خواب خوش: ۷ اگست ۱۹۱۰ء۔ قبل اس کے جو خواب اچھا یا بُرا میں دیکھتا تھا اس کا ظہور جلد یادیر سے ضرور ہوتا تھا جس کا میں پورے طور پر قائل تھا لیکن چند سال سے عجب کیفیت ہو گئی ہے کہ جو خواب بُرا دیکھتا ہوں اس کا ظہور کسی قدر ضرور ہوتا ہے۔ لیکن میں نے یکم اگست ۱۹۰۲ء سے ۵ اگست ۱۹۱۰ء تک ۱۰۶ خواب میں بہت عمدہ مشاہدہ کیا اور ان میں سے اکثر صبح صادق کے وقت دیکھی تھیں لیکن نہایت افسوس ہے کہ ان میں سے ایک کا بھی ظہور اس وقت نہیں ہوا۔ معلوم نہیں مجھ سے درگام بزل میں کیا قصور ہوا ہے کہ جس کا نتیجہ یہ مل رہا ہے کہ میرے خوابوں کا کوئی نتیجہ ظاہر نہیں ہوتا۔

ملاقات احباب: ۱۵ اگست ۱۹۱۰ء۔ آج ۹ بجے صبح کو راجہ درگا پرشاد صاحب و چودھری محمد رفون صاحب میری ملاقات کو تشریف لائے۔ اول الذکر آج کل تاریخ سندیلہ لکھ رہے ہیں۔ لہذا انھوں نے میرے حالات بنا بر کارگزاری آنریری مجسٹریٹ و سکریٹری میونسپل سندیلہ کے لے گئے ہیں تاکہ تاریخ مذکورہ میں بطور میری یادگار کے درج کریں جو ہمیشہ میری یادگار رہے جس کا میں مشکور ہوا اور چودھری محمد رفون نے مجھے ایک عینک قیمتی بائیس روپے دی جو میری آنکھ میں خوب لگتی ہے اور میں اس سے بخوبی لکھ پڑھ سکتا ہوں۔ میں نے ان کا

شکر یہ ادا کیا۔ اب مجھے تک یہ نشست رہی اور باہم بہت لطف آمیز باتیں ہوتی رہیں۔

خیالات خوش: ۲۲ اگست ۱۹۱۰ء۔ جب میں خیالات خوشی کے اپنے دل میں چند منٹ کے واسطے

بھی جگہ دیتا ہوں تو مجھے معاً یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ان کی پاداش میں کسی رنج و طال کا مجرم نہ قرار پاؤں لہذا جس طرح ممکن ہوتا ہے میں ان خیالات خوش گن اور فاسد کو اپنے دل سے دور کرتا ہوں۔ خدا نہ کرے کہ کسی رنج و

طال کا مجھے سامنا ہو اس وجہ سے کہ زمانہ آج کل میرے خلاف گردش کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے حال پر رحم فرمائے۔

بصارت خود: ۲۰ دسمبر ۱۹۱۰ء۔ اب میری آنکھوں کی بصارت ایسی گھٹ گئی ہے کہ نہ تو میں اخبار پڑھ سکتا ہوں

اور نہ خط کسی کا پڑھا جاتا ہے بلکہ وہ اپنے محرر مصمّم علی سے پڑھوا لیتا ہوں اور وہی جوابات میرے بتلانے پر لکھتے

ہیں۔ لہذا اب میں پریشان رہتا ہوں اور کل کام دستخط وغیرہ کا مجھے اٹکل سے کرتا ہوتا ہے اور قریب کا آدمی بھی

نہیں پہچان سکتا ہوں۔ دیکھا چاہیے کہ اب میری بصارت پھر عود کرتی ہے یا میں اپنا زمانہ زندگی اسی

طور سے بسر لے جاؤں گا۔ اللہ مالک ہے۔

اوور کوٹ: ۵ جنوری ۱۹۱۱ء۔ آج جناب راجہ درگا پرشاد صاحب نے ایک قیمتی اور کوٹ اپنے

درزی سے تیار کرا کے بھیجا جو نہایت عمدہ جامہ دار ہے اور اس کا اسٹر اور وہ بہمہ وجوہ مکمل ہے۔ جس

کو میں پہنا۔ وہ میرے بدن پر درست آیا۔ ۹ اور اس کے پیرکار دوست علی خیاط کو ایک روپیہ انعام دلوا دیا۔

تسکایت کھانسی: ۱۳ جنوری ۱۹۱۱ء۔ چونکہ مجھے کھانسی وہی سے سخت تکلیف ہے لہذا آج میں نے

اسسٹنٹ مرجن سندیلہ کو واسطے اپنے علاج کے طلب کیا اور پانچ روپیہ ان کی فیس ادا کی اور علاج انکا شروع کیا۔

ماہ لقا: ۲۵ جنوری ۱۹۱۱ء۔ مسامہ ماہ لقا ساکن رام پور جو ایک انجینیر ریاست کی بیٹی ہیں اور ان کے

حسن و جمال کی بڑی تعریف ہے اور اکثر وہ شملہ کشمیر لکھنؤ وغیرہ میں آزادی کے ساتھ سیاحت کرتی رہتی ہیں

اور اپنے گھر سے نہایت متمول لیڈی ہیں۔ جب وہ کسی مجلس انات میں شریک ہوتی ہیں تو اس جلسہ کی

عورتوں کو اپنے اخلاق سے گرویدہ کر لیتی ہیں۔ چنانچہ جو تقریب محمد یوسف ولد منشی یعقوب علی جگوری بہنوی

کو سندیلہ میں قرار پائی تھی اس میں حسب طلب شریک ہوئیں اور کل بوجہ اس کے کہ شیخ یوسف الزماں کی

زوجہ ثانیہ سے قرابت قریب ہے میرے مکان پر تشریف لائیں۔ جیسا کہ خداوند کریم نے ان کو حسن و جمال عطا

کیا ہے ویسے ہی وہ لایق بھی ہیں۔ عمر غالباً ۳۵ سال ہوگی۔ دو بیٹے ان کے جو شاید ہنوز خورد سال ہیں علی گڑھ میں

تعلیم پائے ہیں اور لڑکی خورد سال جس کا نام ماہ پارہ ہے ان کے ہمراہ آئی تھی۔

شکایت تنفس: ۳۰ مارچ ۱۹۱۱ء۔ شب گزشتہ کو حسب تجویز بنگالی ڈاکٹر شفا خانہ میں نے عرق فیلو پڑھا
 کا بقدر نصف چمچ جس میں نصف چھٹانک پانی تھا بعد غذا کے استعمال کیا۔ چونکہ میرے تجربہ میں عرق مذکورہ فی الجملہ
 قابل ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر حصہ رات مجھے کھانسی آتی اور اخراج کف نہیں ہوا اور جب میں صبح کو جاگا
 ہوں تو تنفس کی ترقی تھی کہ میں اچھے طور سے بات نہیں کر سکتا تھا۔ عرض کسی نہ کسی طرح میں نے حقہ پی کر بلغم سینہ
 سے خارج کیا تب کسی قدر سکون ہوا۔ آج ڈاکٹر صاحب موصوف نے بو معائنہ سینہ وغیرہ تجویز کیا کہ
 میں آج کوئی ایسی دوا پڑھاتا ہوں جو ہپٹی کو مفید ثابت ہوگی۔

۷ مئی ۱۹۱۱ء۔ کل مجھے ڈاکٹر مگر جی اسسٹنٹ سر جن سندیلہ نے وہی دوا نوش کرائی جو میں نے
 پرسوں پی تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شام سے ہپٹی کی ترقی ہو گئی... اور رات سخت بے چینی سے گزری۔ آخر
 جب اول اذان مسجد میں شروع ہوئی میں فوراً اٹھ بیٹھا۔ بعد وضو نماز صبح پڑھی... لہذا آج میں نے
 کوئی دوا انگریزی کا استعمال نہیں کیا اور قصد ہے کہ وقت خواب شب ایک تولہ حلوہ چھوٹے لال بازار منگل
 کا استعمال کر لوں اور غور کروں کہ اس سے کیا نفع یا نقصان پیدا ہوتا ہے کیونکہ تین سال کا زمانہ ہوا جب
 اس حلوے کے استعمال سے شکایت کھانسی و ہپٹی بالکل دفع ہو گئی تھی۔

موت کنواں: ۲۶ مئی ۱۹۱۱ء۔ جو رقم منشی عظیم الدین صاحب منصف ہمیر پور نے بابت مہر
 وغیرہ دختر بر خور دار سعید الدین کو دی تھی اس سے ایک بہت اچھا کام رفاہ عام کا کھولا گیا ہے یعنی جو کنواں
 کھجور والا (قریب مکان راقم) ایک عرصہ دراز سے بوجہ گرجانے کے بند پڑا ہوا تھا جس سے تمام محلہ آنوشی
 کرتا تھا اس کی صفائی کا کام آج بہتہما شیخ علی رضا کیا گیا خدا کرے یہاں کہ بوجہ آن پورا ہوا اور اہل محلہ کے پانی سے سیرابی جاگریں۔

مرض تنفس: ۱۳ جون ۱۹۱۱ء۔ چونکہ میرے مرض کھانسی و ہپٹی میں ہنوز کوئی تخفیف پیدا نہیں
 ہے لہذا بے اتفاق رائے اپنے بیٹوں مصطفیٰ علی وغیرہ کے کھنڈا کر عہدہ دار شہورد ڈاکٹر کا علاج کروں اور ایسا ارادہ بہت جلد کیا جاگا۔
غیبہ خوری: ۲۵ جون ۱۹۱۱ء۔ آج دوپہر کو بر خور داران مصطفیٰ علی و محبتی علی و ترضی علی و ترضی علی
 واصفر علی و نور دیدگان نزل حسین و توکل حسین نے میری کوٹھی میں بیٹھ کر آم کھائے۔ یہ مجمع مجھ کو نہایت پسندیدہ نظر آیا۔

ساجہ درگاہ پر شاد: ۲۷ جون ۱۹۱۱ء۔ آج گیارہ بجے راجہ درگاہ پر شاد صاحب میری عیادت کو
 تشریف لائے اور دیر تک مجھ سے ہمدردی کی باتیں کرتے رہے اور کہا کہ میں آپ کی صحت و سلامتی کی ہر وقت دعا
 مانگا کرتا ہوں اور اس وقت بھی میں یسین (ایک مندر۔ ہاشمی) اور شاہ اندر رائے کے مزار پر فاتحہ پڑھنے جاتا ہوں

اندرونوں مقاموں پر آپ کے واسطے دعائے خیر کروں گا کہ آپ کو جلد صحت کامل حاصل ہو۔

شکایت تنفس: ۲۸ جولائی ۱۹۱۱ء۔ آج مجھ کو تمام دن شکایت ہستی پیدا رہی اور ات تک اس کی ترقی ہوتی گئی اور کوئی دو بجوزہ حکیم ظہور الحسن مفید ثابت نہیں ہوئی اور سخت پریشانی کا سامنا پیدا ہے کہ رات کس تکلیف پریشانی آئے ہوگی۔
ملازمت ارتضیٰ: ۲ اگست ۱۹۱۱ء۔۔۔۔۔ چنانچہ آج ۸ بجے صبح صدر چوکی میں بجاضری مبران مفصلہ ذیل کیٹیجی ہوئی۔ محمد عوض پنشنر تحصیلدار اور لکھن پور پرنسپل پرشاد دلالا پرنسپل اور کواٹرے بند کر کے کیٹیجی ہوئی اور کاغذات ضروری پیش ہونے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ارتضیٰ علی عہدہ سکرٹری سے موقوف کیے گئے اور ان کو بہ اجراء یادداشت حکم ہوا کہ آج ہی چارج اپنا کامتا پرشاد محری پیشی راجہ صاحب کو دے دیں۔ چنانچہ انھوں نے چارج دے کر سبک دوشی حاصل کی۔ مجھے افسوس ہے کہ بچپن روپیہ ماہوار کی نو کوری قصبہ ہذا کی مفت انھوں نے کھوئی جہاں علاوہ تنخواہ کے قصبہ ہذا پر رعب بھی تھا۔ چونکہ میری فہمائش کے مطابق ارتضیٰ علی نے راجہ صاحب سے برتاؤ نہیں کیا اور ان سے مخالفت پیدا کر لی اور اس پارٹی میں شریک ہوئے۔ جو بہ لحاظ تعداد کمی ممبروں کے کمزور ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج ان کی موقوفی عمل میں آئی اور کوئی میری فہمائش کارگر نہ ہوئی۔

شکایت تنفس: ۲۶ اگست ۱۹۱۱ء۔۔۔۔۔ میرا دل و دماغ ایسا ضعیف ہو گیا ہے کہ اندک گرم سرد ہوا کا فوراً احساس ہوتا ہے۔ مگر پھر میں کہنے سے باز نہیں رہوں گا کہ ہستی کے واسطے سگریٹ (دوسرے) کا استعمال بہت مفید ہے اور فوراً نفع معلوم ہوتا ہے۔

تجربہ سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ قبض باعث ترقی ہستی کا ہوتا ہے۔۔۔۔۔ جس روز قبض ہوتا ہے تو اور بھی شکایت اس کی بڑھ جاتی ہے لہذا ضرورت ہے کہ میں ایسی تدبیر کروں کہ قبض نہ رہنے پا جو سخت ضرر رساں ہے۔
نور الحسن: ۲۰ ستمبر ۱۹۱۱ء۔ آج چھلہ کلاں اہلیہ بر خور دار مجتبیٰ علی کا ہوا اور خدا کا شکر ہے کہ بخود نور الحسن خیریت سے ہے اور مبلغ (۲۰۰۰۰) روپے اس تقریب میں صرف ہوئے۔ آج صبح کو میں نے نور چشم نور الحسن ولد بر خور دار مجتبیٰ علی کو دیکھا اس کی شکل و صورت مشابہ بر خور دار توکل حسین ہے۔ آج کی تاریخ میں اس کی عمر ایک مہینہ کی ہوئی۔ ۲۱ اگست کو پیدا ہوا تھا۔ خدا اس کی عمر دلاز کرے۔

علاقت خود: ۲۸ اکتوبر ۱۹۱۱ء۔ بوجہ شکایت ہستی و کمزوری خود سات بجے شام سے ۹ بجے تک دو گھنٹہ رات گزارنا نہایت دقت معلوم ہوتی تھی یا تو عین اپنا غلبہ کرتی تھی یا خیالات پریشانی افزا عالی خاطر ہوا کرتے تھے لہذا بہ نظر مناسب میں تین روز سے قصداً تم طائی بجے سے ۸ بجے تک سنا کرتا ہوں

جو جان علی خدمت گار پڑھتا ہے جس سے طبیعت کو فی الجملہ دل بستگی ہے۔

عطیہ مناجات: یکم نومبر ۱۹۱۱ء آج راجہ درگا پرشاد صاحب نے ایک مناجات جو حصول شفا تصنیف کر کے میرے پاس بھیجی تاکہ میں اس کو اپنے ورڈیں رکھوں۔ خدا مجھ کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ وہ مناجات حسب ذیل ہے:

مناجات مصنفہ راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار سندیلہ

شافی مطلق شفا یم وہ شفا	خلعتِ صحت ز شفقت کُن عطا
بنوہ ناچارم وہم خستہ دل	صد در رحمت بروے من گشایا
سپیل اندوہ والم از سرگزشت	کشتی ام را شو خدا یا نا خدا
مخزن عصیانم لے آمر ز گار	عفو فرما ہر گناہ و ہر خطا
در خیال و یاد خود ماہوشن کُن	تا نہ گردم سلعتے از توجہا
بادشاہ دو جہانے لطف کُن	گوشش نہہ بر التجاے این گدا
مظہر آشفستہ دل را شا د کُن	دا منش پر کُن ر نقد مدعا

علالت: ۲۲ دسمبر ۱۹۱۱ء۔ شب گزشتہ کہ شاید ایک یاد و مرتبہ مجھے بد خوابی ہوئی ہوگی ورنہ میں قریباً

۷ گھنٹہ غریق نیند سویا۔ مگر یہ غریق نیند سلسلہ وار نہیں تھی بلکہ ایک یاد و گھنٹہ سو گیا اس کے بعد جگ پڑا۔

یہ رات چنڈاں مجھے تکلیف سے نہیں گزری۔ البتہ فی الجملہ کھانسی کی شکایت پیدا ہو گئی جو خشک قسم

کی تھی۔ اخراج کف کا نہیں ہوتا تھا۔ میں چھ بجے صبح کو اٹھا ہوں تو طبیعت میری چاق تھی اور اجابت بھی کسی قدر

ہوتی رہی۔ اخراج مواد کا بھی بلا تکلف ہوتا رہا لیکن اس سے کم ہوا جو کل یا پرسوں ہوا تھا اور میرے داہنی جانب

کا ورم اعضا تو کل ہی جاتا رہا اور بائیں جانب کا باقی تھا۔ بائیں جانب میں جہاں تک خیال کرتا ہوں

اب کچھ کچھ تحلیل ہو گیا ہے اور ہوتا جاتا ہے۔

۲۳ دسمبر ۱۹۱۱ء۔ چونکہ راجہ درگا پرشاد صاحب مدرسہ انگریزی کار و پیہ کسی وجہ خاص سے اپنے اہتمام

میں رکھنا چاہتے ہیں لہذا انھوں نے مجھے یہ تحریری اطلاع دی ہے کہ اس قدر مدرسہ انگریزی بابت چندہ کے

واجب الوصول ہوا اور جس قدر روپیہ کرنٹابک کے ذریعہ واجب الادا ہو وہ مجھے بھیج دیا جائے۔ چنانچہ آج

اس کا حساب کیا گیا تو ایک ہزار ایک سو تین روپیہ تین آنہ ایک پائی کی تعداد نکلی وہ ذریعہ وزیر علی داروغہ ارسال کرتا ہوں کہ یہ رقم مذکورہ

ہی میرے پاس موجود تھی۔ اسی وقت راجہ صاحب وچیرمین مدرسہ انگریزی کو بھیج دی اور باضابطہ رسید ان سے حاصل کر لی۔

۲۲ دسمبر ۱۹۱۱ء - صبح - کل میری طبیعت خوش شام کو نہ تھی اور سہی کی شکایت زیادہ ہے اور رات کو
 تخیل بھی کچھ تیزی کناں جس سے مجھے انواع واقسام کا اندیشہ ہے کہ آج کی رات کو شب سپر شروع ہوگی اور سپر
 کچھ میری اولاد کے حق میں مفید نہیں ہے اور عجب نہیں کہ مشکلات درپیش آئیں چنانچہ یہی حالت رات کو رہی کہ
 مجھے بوجہ نیند کم آئی اور شاید ۴ گھنٹہ سے زیادہ نہ سو سکا ہوں گا۔ برخلاف اس کے کہ میں قبل اس کے کم
 سے کم سات گھنٹے سوتا تھا اور دن کو طبیعت بہت صاف ہوتی تھی۔ لہذا شب کو میرے چاروں لٹکے
 براہ ہمدردی میرے کمرہ شب باشی میں رہے اور مولوی خلیل الدین (کھانجہ) نے بھی اس میں قیام کیا یعنی
 بیٹھے رہے اور شیخ سخاوت علی میرے کارندہ بھی میرے مکان ہی میں رہے اور میری حالت موجودہ کو
 دیکھتے رہے۔ اگرچہ کچھ ایسا تغیر میری ذات کو پیش نہ آیا جس سے مجھے بہت پریشانی لاحق ہوتی لیکن یہ ضرر
 ہوا کہ نیند نہ آنے سے مجھے بہت پریشانی لاحق رہی اور تمام رات کھانسی بند رہی آتی رہی چند قسم کی ادویات
 یونانی استعمال ہوئیں جن سے نسکایات لاحقہ دفع نہ ہوئی اور دو مرتبہ پانچ پانچ قطرے دوا ڈاکٹر برمن ساکن
 کلکتہ کی مجوزہ میں نے کھوڑے کھوڑے پانی میں پیے۔ اگرچہ وہ بیماری دمہ کے لیے بہت مفید ہے استعمال
 لایا مگر اس سے افاقہ دیر میں نظر آیا اور آج صبح کئی گھنٹہ کی پریشانی برداشت کر کے میں اٹھا اور جب حکماء
 یونانی حکیم ظہور الحسن و حکیم اخلاق حسین نے مجھے دیکھ لیا تب چاہا کہ سو رہوں لیکن افسوس کہ نیند نہ آسکی۔
 اگرچہ اس رات کو میں اپنی دنیا سے دوں کو نہ چھوڑ سکا تاہم یہ رات پریشانی سے گزری۔

وفات مولوی سید مظفر علی : ۲۲ دسمبر ۱۹۱۱ء - آج سہ پہر کو بوقت ۲ بجے شام کے (مولوی سید مظفر علی
 صاحب ولد سید مظفر علی صاحب) راقم روزنامہ چھپنے والے بجائے ضیق النفس اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔
 اور بوقت شب ۸ بجے اپنی پھلواری میں حسب وصیت خود دفن ہوئے۔ اپنی قبر کے لیے پتھر عرصہ سے منگا کر
 رکھ لیا تھا۔ اسی کی قبر درست کرائی گئی اور اسی میں مدفون ہوئے۔ ہم لوگوں کو نہایت سخت صدمہ ہوا کہ
 ان کی ذات والا صفات سے ہر قسم کا اطمینان تھا۔ اپنی زندگی میں صاحب روح نے بڑی ترقی نمایاں کی۔
 عزت و وقار کی افزونی رہی۔ جائداد کو ترقی دی۔ مکان قیام بہت وسیع تعمیر کرایا اور متعدد دکانات
 بنوائیں۔ مکانات رعایا بھی کئی موجود ہیں۔ کئی باغات اپنی ذات سے قصبہ ہذا میں اور نیز دیہات میں
 نصب فرمائے۔ غرض کہ تابہ زلیست اپنی خوش اقبالی سے بہت عروجی حالت بسر کی جس کی کیفیت ان کے
 روزنامہ سے ظاہر ہے۔ خدا غریق رحمت کے۔ فقط

مرقومہ مجتبیٰ علی

تاریخ وفات مولوی مظہر علی مرحوم راجہ درگا پور شاد مہر سندیلوی
 مولوی مظہر علی مہر سپہر مدنی نیک طبیعت نیک طبع و نیک خوئی کو شہاد
 دوئی ماہ محرم بود ایام عزاکرد زین دار فنا رحلت سو دار القرار
 گرد تا بوتش ہجوم اجر کار نیک بود شان رحمت دژین جوش شفا در یسار
 حسرتا دامن کشاں از صحبت یاران گزشت وادریغا کایں فراق داگی کرد اختیار
 مخزن اخلاق و خوبی بود ذات پاک بود در عقل و فراست انتخار روزگار
 حلم بود اورا انیس و صبر بود اورا ندیم بود طبعش مستقل ہم بود عہدش استوار
 صد چراغ دانش اوافر وقت در بزم خرد کرد در چشم جہاں صدگونہ حاصل اعتبار
 در زمان فکر مارا بود یارے دل نواز در ہجوم انتشار ہم بود دائم غم گسار
 بہر سال انتقالش مہر چوں نمود غور در زمان اضطراب در اوان انتشار
 از سرافسوس گفتم سید مظہر علی سال ہجری گشت زین الفاظ ہجرش اشکار
 چوں سن عیسیٰ بخت از طبع در طرز تجلی یک ہزار و نہ صد و دہ یک در آمد در شمار

انر سید قمر الدین قمر سندیلوی شاگرد حضرت امیر مینائی
 دوسری ماہ محرم کی کھٹی آہ سیزدہ صدی سن ہجری رواں
 اور دسمبر کی بھی کھٹی چوبیسویں روز یکشنبہ کھا جس میں ناگہاں
 مولوی مظہر علی خوش صفات دار فانی سے گئے سوئے جناں
 کھٹی وصیت بارغ میں مدفون ہوئے ان کو حاصل ہے بہار جاوداں
 آفتاب دانش و بہر عروج ہو گیا زیر زمیں ہے ہے نہاں
 سچ تو یہ ان کی روش ان کے اصول قابل تقلید مہر دیگر اں
 تب کہیں ہوتا ہے پیدا ایسا شخص جب بہت کھاتا ہے چکر آسماں
 ہے یہ مصرع اے قمر لورج نزلہ مولوی مظہر علی جنت مکان
 ۱۹۱۱

